خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
aanchal.com.pk
www.paksociety.com
سال مبارک

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: صدف علی
آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر
عکاسی: جنید خان

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے ازمطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مومن نہ ہو اور اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ ہو اور کیا میں تمہیں ایک ایسا طریقہ بتاؤں کہ اس پر عمل کرنے سے تم میں باہمی محبت پیدا ہو؟ (وہ طریقہ یہ ہے کہ) تم ایک دوسرے کو سلام واضح طریقے سے کیا کرو۔“
(مسلم ترغیب)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
جنوری ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

عیسوی سال نو کا سورج جب طلوع ہو تو وہ تمام عالم انسانیت کے لیے خصوصاً مسلمانان عالم کے لیے امن اور بھائی چارے کی روشنی کے ساتھ طلوع ہو۔ رسم دنیا کے طور پر آنچل کی تمام قاری بہنوں کو نیا سال مبارک ہو۔ اللہ کرے کہ یہ سال وطن عزیز کے لیے امن کی روشنی کا سال ثابت ہو۔ گوکہ بظاہر تو آثار کچھ بڑے بڑے نظر آرہے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ نیا سال ملک میں نئے انتخابات کا سال ہوگا۔ یقیناً یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہوگا کہ کوئی منتخب حکومت اپنی مدتِ انتخابات کو پورا کرے گی۔ ملک میں ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ انتخابات کے ساتھ بدامنی، خون خرابے کا دور دورہ ہو جاتا ہے یوں تو خصوصاً کراچی جو خود ایک منی پاکستان کی حیثیت رکھتا ہے جس کی آبادی دنیا کے کئی ممالک سے کہیں زیادہ ہے ہر روز دس بارہ افراد خون میں نہلائے جارہے ہیں کئی گھروں کے چراغ گل ہو چکے ہیں لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ ایسا محسوس ہورہا ہے کہ جیسے کراچی میں خصوصاً اور پورے ملک میں عموماً کوئی خونی کرکٹ میچ ہورہا ہو کیونکہ اب لوگ آپس میں ہلاک ہونے والوں کا اسکور پوچھ رہے ہوتے ہیں کہ آج کا کیا اسکور رہا؟ یعنی کتنے لوگ آج ہلاک کردیے گئے ہم کتنے بے حس، کتنے بے رحم ہوتے جارہے ہیں ہمیں اپنے ہم وطن، ہم مذہب لوگوں کی ہلاکت کا ذرا احساس نہیں۔

وطن عزیز کی معیشت ڈالر کے رحم و کرم پر ہے اور ڈالر بہادر ہیں کہ چڑھتے چلے جارہے ہیں سنا گیا ہے کہ اوپن مارکیٹ میں ڈالر سو روپے پاکستانی کا ہوگیا ہے اللہ رحم فرمائے، مہنگائی کیا پہلے ہی کم ہے کہ ڈالر کی آڑ میں اب مہنگائی کا نیا طوفان آنے والا ہے۔ ہمارے ملک میں تیل کی قیمت بڑھے تب بھی ملکی کرنسی بے توقیر ہو یعنی ڈالر کے دام بڑھیں تب بھی نزلہ عام لوگوں پر ہی گرتا ہے۔ غریب، غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا جارہا ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ ملک میں بے روزگاری کے مارے غربت وافلاس سے تنگ آئے ہوئے لوگ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق اپنے پیٹ کا جہنم سرد کرنے کے لیے جرائم کی راہ اختیار کرنے لگے ہیں پورے ملک میں بدامنی، چوری چکاری کو فروغ مل رہا ہے۔ نا جانے کب نئی صبح ہوگی کب نیا سویرا ہوگا کب یہ بدعنوانی بے ایمانی اور کرپشن کا خاتمہ ہوگا۔ نئے انتخابات اگر ملک میں ہوں جس کا امکان کم ہی نظر آرہا ہے۔ اگر واقعی وقت پر انتخابات ہوں تو یہ ہمارا فرض اولین ہونا چاہیے کہ ہم کسی لکیر کے فقیر کی طرح ان ہی گھسے پٹے بدعنوان کرپٹ سیاست دانوں کو ووٹ نہ دیں بلکہ نئے اور تازہ دم پڑھے لکھے باہمت اور اپنے ہی درمیان رہنے بسنے والوں کو منتخب کریں اور ملک کی باگ دوڑ نئی قیادت کے سپرد کرنے کا فریضہ ادا کریں۔ آنچل کی تمام بہنوں سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ سب مل کر اور انفرادی طور پر اپنے اور اپنے وطن کی حفاظت وسلامتی کے لیے دعائیں کریں۔

اس ماہ کے ستارے۔

مکمل ناول:۔ ”جھیل کنارا کنکر“ نازیہ کنول نازی اور ”کوئی پھول دل کی کتاب میں“ طلعت نظامی۔

ناول:۔ ”لکھے پڑھے ہوئے“ فاخرہ گل کی سبق آموز تحریر۔

ناولٹ:۔ ”کچھ عشق تھا کچھ مجبوری“ اُم مریم اور ”عہد سال نو“ عابدہ سبین کی سال نو پر خصوصی تحریریں۔

افسانہ:۔ ”شب کے جاگے ہوئے“، ”راحت وفا اور ”دوسری عورت“ شکیلہ انجم پہلی بار شریک محفل ہیں۔

دعا گو قیصر آرا

کہیں خورشید کہیں چاند ستارے تیرے
موسمِ گُل میں ہیں پُر کیف نظارے تیرے
تُو نے بخشی ہے نگاہوں کو بصیرت، ورنہ
دیکھ سکتی نہ مری آنکھ نظارے تیرے
صبح تو حسنِ ازل سے ہی ضیاء پاتی ہے
روشنی دیتی ہے ہر روز حوالے تیرے
ڈوبنے والوں کو ساحل کا نظارہ دے کر
کھینچ لیتے ہیں سمندر سے سہارے تیرے
تیری قدرت سے بدلتا ہے جہاں کا موسم
ابرِ رحمت سے سنورتے ہیں نظارے تیرے
موجزن جن کے دلوں میں ہے محبت تیری
سر جھکاتے ہیں ترے در پہ وہ پیارے تیرے

جب مدینے کی بات ہوتی ہے
دل تڑپتا ہے آنکھ روتی ہے
پہنچ جاتے ہیں اک بہانے سے
جن کی قسمت میں دید ہوتی ہے
لطف آتا ہے ہجر جدائی میں
جب محبت شدید ہوتی ہے
یاد آتی ہے جس گھڑی ان کی
وہ گھڑی خوش نصیب ہوتی ہے
دیکھ اے دل کبھی وہاں جاکر
کتنی پُرنور رات ہوتی ہے
ہم نے دیکھا ہے یہ مدینے میں
زندگی زندگی سی ہوتی ہے
یادِ طیبہ میں اٹھ کے روتا ہوں
جب یہ دنیا حکیم سوتی ہے

(حکیم خان حکیم)

درجواب آں

مدیرہ

editor_aa@aanchal.com.pk

بہنیں ہم سے اس ای میل پر رابطہ کرسکتیں ہیں

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد

گڑیا! سدا خوش رہو آپ کا تعارف موصول ہوگیا ہے باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ آپ غزل بھیج سکتی ہیں قبول ورد کا فیصلہ تو شعبے والے ہی کریں گے۔ آپ کی والدہ کے لیے ڈھیروں دعائیں کہ اللہ رب العزت ان کو جلد صحت کاملہ عطا فرما کر آپ کے سر پر ان کا سایہ عافیت قائم و دائم رکھے آمین۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی

اچھی فوزیہ سلامت رہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ ان شاء اللہ جواب جلد ہی ان ہی صفحات پر دے دیا جائے گا۔ آپ نے جس پتے پر یہ کہانی ارسال کی ہے آئندہ بھی اسی پر بھیجئے گا۔ ایک صفحہ چھوڑ کر لکھنے کے لیے کہا گیا ہے تاکہ اصلاح کرنے میں آسانی رہے۔ آپ تمام سلسلوں میں شرکت کے لیے الگ الگ صفحہ استعمال کیجئے اور اس پر شعبہ کا نام اپنا نام اور اپنے شہر کا نام بھی لکھئے اور تمام چیزیں ایک ہی لفافے میں رکھ کر بھیج دیں چاہے دفتر کا پتا ہو یا پوسٹ بکس کا۔ آپ نے اس مرتبہ بیاض دل' آئینہ' درجواب آں سب ایک ہی صفحے پر لکھ دیا ہے جو ضائع ہوگیا آئندہ خیال رکھیے گا۔

معصوم اختر...... چکوال

معصوم ڈیئر' جیتی رہو۔ آنچل کی محفل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ جی بالکل آپ نظمیں یا غزلیں ہمیں بھیج سکتی ہیں جہاں تک بات ہے افسانے کی تو وہ آپ بتائے گئے طریقہ کار کے تحت ارسال کرسکتی ہیں۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

ڈیئر نورین' سدا خوش رہو۔ آپ کی کہانیاں ہمیں موصول ہوگئی ہیں آپ اپنا مطالعہ وسیع رکھیے آپ کو ابھی کافی محنت کی ضرورت ہے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

روحان دانش...... کراچی

بھائی روحان! آپ نے شکوہ کیا ہے کہ ہم آپ کی شاعری شائع نہیں کرتے بھائی جب آپ کی شاعری موصول ہوگی تب ہی شائع ہوگی اس بار آپ کی شاعری موصول ہوگئی ہے اور شعبہ کو بھیج دی گئی ہے۔ قبول ورد کا فیصلہ وہی کریں گے۔

شمائلہ سعید...... سوہاوہ

شمائلہ ڈیئر' خوش رہو۔ آنچل کی محفل میں ایک بار پھر آپ کو خوش آمدید۔ آپ کے بیٹے کا سن کر بہت افسوس ہوا دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت عطا فرمائے آمین۔ آپ آنچل کے ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

لاڈو ملک...... دیپالپور

لاڈو سدا لاڈ اٹھوائی رہو۔ کہانی موصول ہوگئی ہے۔ بہت جلد آپ کو آپ کی کاوش کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔ محنت اور وسیع مطالعے کو اپنا شعار بنایئے اس سے آپ کو لکھنے میں بہت مدد ملے گی۔ امید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ آنچل ٹیم کے لیے آپ کی خوب صورت دعاؤں پر جزاک اللہ۔

نائلہ اشفاق...... KGM

پیاری نائلہ سلامت رہو۔ آنچل آپ کا اپنا ہی ہے' اس پر آپ کا پورا حق ہے۔ ہمارے لیے تمام بہنیں برابر ہیں ہم کسی بھی قسم کی تفریق کے قائل نہیں یہ صفحات سب کے لیے ہیں یہاں کوئی بھی چھوٹا بڑا یا امیر و غریب نہیں ہے سب ہی بہنیں خاص الخاص ہیں۔ آپ کا انٹرویو موصول ہوگیا ہے انتظار کیجیے باری آنے پر شائع کردیا جائے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مدیحہ نورین...... برنالی

مدیحہ' خوش رہو۔ آپ کو بھی نیا سال بہت بہت مبارک ہو اور سالگرہ کی بھی بہت بہت مبارک باد جگ جگ جیو۔ آپ کے افسانے موصول ہوگئے ہیں باری آنے پر پڑھ کر بتادیں گے اور آپ نے صحیح کہا کہ ہمت نہیں ہارنی چاہیے کسی بھی حال میں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حمیرا عروش...... کراچی

حمیرا ڈیئر' جیتی رہو۔ آپ کی کہانی اور دیگر تحاریر موصول ہوگئی ہیں بہت جلد آپ کی تحریر کے بارے میں بتادیا جائے گا۔ آپ کا گلہ سر آنکھوں پر لیکن اب تو ہما آپی نے آپ کی شکایت بھی دور کردی ہے۔ اب تو خوش' آپ کی مما کا سن کر افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

مہر گل...... کراچی

پیاری مہر گل' گلوں کی مانند مسکراتی رہو۔ آپ کی آنچل میں واپسی اچھی لگی۔ ہماری طرف سے آپ کو ملنے والی ان تمام کامیابیوں پر ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ آئندہ بھی اسی طرح اپنے قلم کا جادو جگاتی رہے گا۔ آنچل آپ کا اپنا رسالہ ہے شکریہ کی کوئی بات نہیں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

گڑیا' سلامت رہو۔ اتنے ماہ بعد آنچل میں آپ کی شرکت بھلی لگی۔ آپ کی طبیعت کا سن کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ آپ کو صحت کاملہ و تندرستی عطا فرمائے اور آپ کے تمام دکھ درد و مشکلات دور فرمائے آمین۔ آپ ہم سے ہر بات شیئر کرسکتی ہیں واقعی مایوسی کفر ہے۔ نیا سال آپ کو بھی بہت مبارک ہو دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

امبر گل...... جھڈو

امبر' سدا سکھی رہو۔ آنچل کی محفل میں ایک بار پھر خوش آمدید اتنے عرصے بعد آپ کا خط دیکھ کر اچھا لگا۔ آپ کی والدہ کا سن کر بے حد افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کو بھی نئے سال کی مبارک باد قبول ہو۔

ویسے ہمارا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کنزہ مریم...... للیانی ضلع سرگودھا

کنزہ' خوش رہو۔ آپ کا افسانہ مل ہوگیا ہے۔ باری آنے پر پڑھیں گے۔ رائٹر بننے کے لیے آپ کو اپنا مطالعہ وسیع کرنا ہوگا اس سے آپ کو بہت مدد ملے گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عشا امل...... جہلم

پیاری گڑیا' جیتی رہو۔ "بہنوں کی عدالت" کے سلسلے میں آپ نے جو تجویز دی ہے کہ لکھاری بہنوں کی تصویر بھی دی جائے تو آپ کی یہ تجویز ہم نے بہنوں کے سامنے رکھ دی ہے۔ فرحت آپی کی یاد سب کے دلوں میں آج بھی زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

شاہین خان...... سکھر

شاہین' جیتی رہو۔ آپ کی کہانی بہت غور سے پڑھی آپ اپنے لکھنے کا انداز تبدیل کریں اور مطالعہ وسیع کریں۔ پھر کوئی افسانہ لکھ کر بھیجئے امید ہے آپ ہماری گزارش پر عمل کریں گی۔

فاخرہ ایوب...... آزاد کشمیر

فاخرہ ڈیئر' خوش رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے۔ آپ اختصار سے کام لیا کیجیے افسانے میں' آپ میں لکھنے کی پوری صلاحیت موجود ہے بس اپنا مطالعہ وسیع کریں اور افسانے پر طبع آزمائی کیجیے امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ام کلثوم...... کراچی

کلثوم پیاری! سدا خوش رہو۔ جی بالکل آپ اپنا تعارف بھیج سکتی ہیں۔ نازیہ اور عشناء جی کو آپ کا پیار اور سلام ان سطور کے ذریعے پہنچایا جارہا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

رضوانہ چوھدری ...... کھاریاں

اچھی رضوانہ! سلامت رہو۔ آپ کی تحریر مل گئی ہے۔ باری آنے پر پڑھ کر بتائیں گے کہ قابل اشاعت ہے یا نہیں۔ آپ رد کیے جانے کا خوف دل سے نکال دیں' محنت اور مطالعے کی عادت کو اپنائیں۔ ان شاء اللہ کامیاب رہیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نایاب مغل ...... جھنگ

ڈیئر نایاب! جیتی رہو۔ آنچل میں خوش آمدید جہاں تک بات ہے شاعری کی تو وہ متعلقہ شعبے کو بھیج دی جاتی ہیں۔ قبول ورد کا فیصلہ وہیں کیا جاتا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ارم علی ...... ٹیالہ' پنڈوری

ارم ڈیئر خوش رہو آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا۔ آپ کی والدہ کی ناسازیٔ طبیعت کے بارے میں جان کر دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

کنیز ماھی ...... بھیرہ

ماہی جی! سدا خوش رہو۔ جب ہاتھ تھام لیا تھام لیا تو اب چھوڑنے کا کیا سوال اور جو چاند چڑھاؤ گی وہ سر آنکھوں پر جی آپ اپنی شاعری بھیج سکتی ہیں شعبے والے ہلکی پھلکی اصلاح کر کے لگادیتے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کی تمام پریشانیاں دور فرما کر آپ کے تمام خواب کو پورے فرمادیں آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ ارشد ...... سرگودھا

پیاری عائشہ! شاد رہو آباد رہو۔ آپ کا تعارف موصول ہوگیا ہے ان شاء اللہ باری آنے پر شائع کردیا جائے گا۔ آنچل کے صفحات آپ ہی کے لیے ہیں آپ ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں۔

صبا آرزو ...... ساھیوال

ڈیئر صبا! سدا مسکراتی رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ آپ کی تمام تحاریر مل گئی ہیں۔ ان شاء اللہ باری آنے پر شائع ہوجائیں گی۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو امتیازی نمبروں سے کامیابی عطا کریں آمین۔ ہمارے لیے اتنی بیش بہا دعاؤں کا شکریہ۔

شھناز اقبال ...... کھروڑ پکا

پیاری شہناز! خوش رہو۔ آپ کی والدہ کی طبیعت کا سن کر بہت افسوس ہوا' ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ عافیت آپ کے سروں پر قائم ودائم رکھے آمین۔ آپ کو نئے سال اور سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد اللہ آپ کی عمر دارز فرمائے آمین۔ آپ کی کاوش بہت پسند آئی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صوبیہ فیض ...... کاچھیلو فارم

اچھی صوبیہ! سدا سکھی رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر بتادیں گے۔ افسوس جان ناول کی صورت میں بازار میں دستیاب ہے اور پتھروں کی پلکوں پر بھی جلد ہی بازار میں آجائے گا۔ آپ کی دعوت کا بہت بہت شکریہ۔

مشترکہ جوابات

فوزیہ جاوید ...... گوجر خان۔ آپ کی کہانیاں موصول ہوگئی ہیں۔ باری آنے پر آپ کو بتادیں گے۔ صباحت سلیم ...... ہارون آباد۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کر بتائیں گے آپ فی الحال ابھی افسانے پر طبع آزمائی کریں اس کے بعد ناول کی طرف آیئے گا۔ فاخرہ مرزا ...... چنیوٹ۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ باری آنے پر رائے دیں گے۔ نادیہ طفیل ...... شاہ کوٹ۔ آپ کی غزل شعبے کو بھیج

دی گئی ہے اشاعت کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے۔ امید کا دامن تھامے رکھیے خوش رہیں۔ سعیدہ تہذیب ...... میانہ چک۔ آنچل کی محفل میں خوش آمدید خوش رہیں آپ کا تعارف شعبے کو بھیج دیا گیا ہے باری آنے کا انتظار کیجیے۔ بلوشہ گل ...... کوٹ ادو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ جی بالکل آپ کہانی بھیج سکتی ہیں مگر پہلے افسانے پر طبع آزمائی کیجیے گا۔ سمعیہ خان ...... نامعلوم۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے آپ اچھی لکھاری بننے کے لیے اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور اپنا انداز تبدیل کیجیے۔ سائرہ رضی ...... چکوال۔ جی آپ حمد دوبارہ بھیج دیجیے آپ کی تحریریں شعبہ کو پہنچادی گئی ہیں۔ سدرہ شاہین ...... پیروال۔ آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے باری آنے پر پڑھا جائے گا۔ فرح عثمان ...... کراچی۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے۔ باری آنے پر بتادیں گے۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:

قرۃ العین ...... دار بن کلاں۔ فاطمہ عاشی ...... جھنگ۔ عظمیٰ شاہین رفیق ...... جڑانوالہ۔ عظمیٰ کنڈی ...... گل امام۔ عشرت سید محمد رمضان ...... حیدرآباد۔ عاصمہ اقبال ...... عارف والا۔ شمیم ناز صدیقی۔ صباحت صباح ...... چناری' بٹیاں بالا۔ مدیحہ کنول سرور ...... چشتیاں۔ حافظ اقراء الیاس ...... لاہور کینٹ۔ کاجل شاہ ...... خانیوال۔ فصیحہ آصف خان ...... ملتان۔ ثانیہ مغل ...... سرگودھا۔ طاہرہ سید ...... گجرات۔ عظمیٰ شمشاد حسین ...... کراچی۔ سعیدہ فیاض ...... فیصل آباد۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:

زندگی روٹھ جاتی ہے' حصار محبت' محبت خواب کی صورت' اپنے حصے کا چراغ' ایمان امید اور یقین' مجھے تم سے محبت ہے' سماں ہے پیار کا' اپنوں کے سنگ' چار دیواری' درد دل کی راہ گزر' محبت اعتبار مانگے' سائبان' دل لگی سے محبت تک' تو جانے نہ تم سے بچھڑنے کے بعد' چاہت کا اقرار' میرے من یہ بتادے' تو جذبہ محبت' ستارہ سحر زادراہ' یہ جو محبت ہے' میرا محسن' آگہی کا نیا دور' بیٹیاں پرایا دھن' کمال ضبط' تقدیر زندگی' سرخ گلابوں کا آنچل' محبت کے پھول' زوال شام سے عروج صبح تک' برداشت' عورت' عزت اور گھر' کچے رشتوں ڈور' ابر دریا' بار اور عید' مقدر وہ ایک رشتہ اندھیروں میں' چاہت سب کی' ہاتھوں کی لکیروں میں' دوستی' جان جاں میں آ گیا' چاہت' ہم ان کو بھولے نہیں' اے کاش' محبت جیت ہوتی ہے' اک لمحہ گلاب ہو' محبت کے مسافر' سایہ مہرباں' احساس ذرا سا' عید قرباں' بہروپ' سانسوں کی مالا پر' خواب کی تعبیر' میرا وجود' رشتوں کی زد میں' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' جنت' گلابی تتلیوں کے پر' مجھے ایسے ہی جینے دو' راہ محبت' انمول دوستی' خیرات' محبت بہار ہے' محبت ایک خوشبو' یاد کا پنچھی' قسام ازل' حقیقت' سفر کے ہم سفر' بلاعنوان' آوارہ سوچیں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

اہل سنت والجماعت کے ان چار مسالک میں بھی کئی کئی مزید فرقے بنے ہیں۔ اکثر علماء امت مسلمہ ان فرقوں کی تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اسلام میں ایک سو پچاس فرقوں کا بیان کرتے ہیں جبکہ غیاث اللغات میں اسلام کے ۷۳ فرقوں کا ذکر ملتا ہے۔ جن میں سے ایک ناجیہ فرقہ اہل سنت کا ہے۔ (جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "تحفہ اثنائے عشریہ" میں شیعہ مسلک کے ۷۳ سے زائد فرقوں کا ذکر کیا ہے۔) باقی کو چھ مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر گروہ میں بارہ بارہ فرقوں کا ذکر ہے۔ اس طرح چھ مسالک کے بارہ بارہ فرقوں کی تعداد ۷۲ ہوتی ہے اور ایک اہل سنت کا ناجیہ یوں کل تعداد ۷۳ پوری ہو جاتی ہے۔

اسلام میں شیعیت کے آغاز کی تاریخ بھی وہی ہے جو عیسائیت کی تاریخ ہے۔ یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کے دین کو دل سے قبول کیا اور نہ ہی عیسائیت کو' یہودیوں نے ہی نعوذ باللہ...... اپنی مذہبی عدالت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کی سزا دلوائی' لیکن اس کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ ختم نہیں کیا بلکہ دور دراز کے علاقوں میں جا کر اس کی منادی کرنے لگے جس میں انہیں بڑی کامیابی ملی۔ عیسائیت کی غیر معمولی مقبولیت کو روکنے اور اس دین مسیحی کو ملیامیٹ کرنے کے لئے مشہور یہودی عالم ساؤل نے بہت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اچانک اپنی دشمنی کا رنگ بدل لیا اور منافقین جو دراصل یہودی ہی تھے کی طرح خود عیسائیوں میں شامل ہو کر اپنے علم و ہوشیاری' چالاکی سے عیسائی مذہب کا پیشوائے اعظم بن بیٹھا اور عیسائیت میں نت نئی اختراع اور تحریف کرنے لگا۔ عیسائیت قبول کرتے ہی اس نے اپنا نام بھی تبدیل کر کے پولوس رکھ لیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں حد سے زیادہ غلو شامل کر کے انہیں اللہ کا بیٹا اور اللہ کا شریک بنا دیا اور صلیب پر چڑھنے کو اس حقیقت کا رنگ دیا کہ مسیحؑ نے تمام انسانوں کے گناہوں کی سزا اور عذاب کے عوض خود یہ تکلیف اٹھائی ہے۔ اس طرح مسیحؑ کا صلیب پر چڑھ جانا ان پر ایمان لانے والوں کے گناہوں کا کفارہ اور نجات کا وسیلہ ہے اور یوں ایک صدی سے بھی کم عرصے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین عیسوی کے بجائے پولوس کا بنایا ہوا مشرکانہ نیا دین عیسائیت کے عنوان سے مقبول ہو گیا۔ (بائبل سے قرآن تک' مولانا رحمت اللہ کیرانوی ترجمہ جسٹس محمد تقی عثمانی)

ایسے ہی یہودی جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو صرف اس لئے تسلیم نہیں کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قوم بنی اسرائیل سے کیوں نہیں اور اسی غم و غصے کا وہ دشمنی کی حد تک اظہار کرتے رہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے ان میں شامل ہو گئے۔ یہیں سے منافقین کا کردار شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا رحیم و کریم ہے نے اپنے پیارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی سورۃ النصر کے ذریعے یہ خوش خبری دی تھی کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق شامل ہوں گے اور اللہ کے حکم سے ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی سلطنت روم اور ایران تک پھیل چکی تھیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی فتوحات کا سلسلہ پھیلتا ہی چلا گیا۔ مسلمانوں کی کامیابیوں اور دین اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے دشمنان اسلام خصوصاً یہودیوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے تھے ان ہی یہودیوں سے ایک فطین ذہن رکھنے والے یہودی عالم عبداللہ بن سبا نے بڑی چالاکی و ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عثمان اسے خصوصی درجہ دیں گے جس کا وہ فائدہ اٹھا سکے گا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا۔ اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ عبداللہ بن سبا جس نے اپنے پیش رو یہودی عالم ساؤل (پولوس) کی تقلید کرتے ہوئے یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا جس کا مقصد ہی اسلام میں اختلاف و انتشار پیدا کر کے فتنہ و فساد برپا کرنا تھا اسی لئے اس نے پولوس کا طریقہ کار اپناتے ہوئے امت کے ایسے گرہوں کو منتخب کیا جو دین کی معلومات میں کسی قدر کمزور تھے۔ ان کے سامنے ان کی محبوب و مقدس شخصیت (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں غلو اور اختراع کا رویہ اختیار کیا اور انہیں قائل کیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ آسکتے ہیں تو پھر سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں آسکتے جبکہ وہ امام الانبیاء ہیں افضل و اعلیٰ ترین ہیں۔ اس نے یہ بات کم علم اور ناتجربہ کار لوگوں کے سامنے رکھی جنہوں نے اپنی عقیدت و احترام کے باعث اس کی ان خرافات کو قبول کر لیا۔ عبداللہ بن سبا نے جزیرہ نما عرب سے دور مصر کو اپنی کارستانی کے لئے منتخب کیا تھا کیونکہ عرب کے لوگ تو دین اسلام اور اس کی باریکیوں تک سے واقف تھے اس لئے ان پر تو اس کا جادو چل نہیں سکتا تھا اسی لئے اس نے ایک اور شوشہ چھوڑا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی قرابت دار ہستی کے طور پر پیش کرنے لگا جب لوگوں نے اس کے اس جھوٹ کو بھی تسلیم کر لیا تو اس نے پھر ایک اور حربہ اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت آزمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت و امامت اور حکومت کی سربراہی کا حق دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ہر نبی کا ایک وصی ہوا ہے اور وصی ہی نبی کے بعد اس کی جگہ امامت کا سربراہ ہوتا ہے اور رسول اللہ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لئے وہی حکومت کے اور امامت کے سب سے پہلے حق دار تھے۔ عبداللہ بن سبا بڑی ہوشیاری سے اپنی سازش کے جال بنتا چلا جا رہا تھا۔ اُس نے اپنی تمام کارروائیوں کو بڑی خوبی اور احتیاط سے خفیہ رکھا ہوا تھا اور خفیہ طور پر اسے بڑی پذیرائی اور کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ اس نے اس فضا سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حامیوں کو یہ بتانا شروع کیا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور امت میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح کے لئے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عمال کی وجہ سے امت میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔ اس نے اپنی یہودی فطرت و مکر و فریب کے ذریعہ مصر میں دو خفیہ تحریکیں قائم کر لی تھیں اور اس کے ساتھ ہی قرب و جوار کے علاقوں تک اس کے اثرات پھیلنے لگے تھے۔ وہ ان تمام لوگوں کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغاوت کے لئے مدینہ پہنچ گیا۔

یہودی عالم ساؤل جس نے عیسائیت کو نقصان پہنچانے کے لئے نا صرف اپنا دین تبدیل کیا تھا بلکہ اپنا نام بھی ساؤل سے بدل کر پولوس رکھ لیا تھا بالکل ایسے ہی عبداللہ بن سبا نے کیا۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف

بھڑکانے ورغلانے اور دین اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اس نے بھی بظاہر یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اپنی سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلمانوں کو دو فرقوں میں تقسیم کردیا اور ایک دوسرے کے سامنے لاکھڑا کیا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین عبداللہ بن سبا اور اس کے چیلوں کی سازشوں کے باعث ہی لڑی گئیں۔
اس نے اس کشیدہ فضا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوفہ دارالحکومت منتقل کرالیا۔ (الفصل فی الملل والنحل۔ ابن حزم۔ الملل والنحل شہرستانی' البدایہ والنہایہ' ابن کثیر' تاریخ الامم والملوک' ابن جریر طبری۔ تحفہ اثناعشری۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی)

عبداللہ بن سبا کی شخصیت بڑی متنازع تھی۔ اس کے کئی نام مشہور ہیں۔ ابن سودا' ابن حرب اور ابن وہب اس کے بارے میں انتہا پسندانہ روایات مشہور ہیں۔ یہ یہودی النسل تھا اور اسلام کے ابتدائی دور کے بہت سے فتنوں کا محرک بھی تھا۔ بعض مصنفین نے اسے شیعہ مسلک کا بانی قرار دیا ہے لیکن شیعی مصنفین کے نزدیک یہ درست نہیں۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں اسلام قبول کیا جب اس کو یہاں پذیرائی اور توجہ نہیں ملی تو وہ دمشق پہنچا لیکن وہاں کے لوگوں نے اس کے خیالات اور اُفکار کے باعث اسے وہاں سے نکال دیا۔ تب وہ مصر چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی خلافت کا اعلان کردیا تھا اور خود نبوت کا دعوے دار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس کا عقیدہ تھا کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ اٹھائے گئے ہیں۔
ابن علی نے اپنی کتاب "چال" میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا کو جس قدر بھی کہا جاسکے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ ملعون ہے۔ اگرچہ شیعہ علماء اور مصنفین ہمیشہ اس کی مذمت کی کرتے رہے ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا)
ذیل میں قارئین کی دلچسپی و معلومات کے لیے ان فرقوں کے صرف نام تحریر کئے جارہے ہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔
اثناء عشری مسالک کے چھ گروہ۔
(۱) رافضیہ (۲) خارجیہ (۳) جبریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجیہ۔
(۱) رافضیہ فرقے کی حسب ذیل شاخیں ہیں۔
(۱) علویہ۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کہتے ہیں
(۲)۔ اجریہ۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک نبوت سمجھتے ہیں۔
(۳)۔ شیعہ۔ ان کا کہنا ہے جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل نہ سمجھے وہ کافر ہے۔
(۴)۔ اسحاقیہ۔ ان کے قیاس کے مطابق نبوت ختم نہیں ہوئی۔
(۵)۔ زیدیہ۔ ان کے مطابق نماز کی امامت سوائے اولادِ علیؓ کے کوئی اور نہیں کرسکتا۔ زید بن الحسن کی امامت کے قائل ہیں اور اجتہاد اور خروج بالسیف کو شرط امامت مانتے ہیں۔
(۶)۔ عباسیہ۔ یہ عباسؓ بن عبدالمطلب کے سوا اور کسی کو امام نہیں مانتے۔
(۷)۔ امامیہ۔ جو زمین کو امام غیب سے خالی نہیں مانتے اور نماز صرف بنی ہاشم کے پیچھے ہی پڑھتے ہیں۔
(۸)۔ نادسیہ۔ جو کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے پر فاضل جانے وہ کافر ہے۔

(۹)۔ تناسخیہ۔ ان کے خیال کے مطابق جب جان انسانی قالب سے نکل جاتی ہے تو اسے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے قالب میں چلی جائے۔
(۱۰)۔ الاغیہ۔ یہ لوگ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تبرا (لعن طعن کرنا) کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)
(۱۱)۔ رجعیہ۔ ان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔
(۱۲)۔ مرتضیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے۔
(۲) خارجیہ فرقے کی حسب ذیل شاخیں ہیں۔
(۱)۔ ازراقیہ۔ ان کے مطابق خواب میں کوئی شخص نیکی نہیں دیکھتا کیونکہ وحی منقطع ہوچکی ہے۔
(۲)۔ ریاضیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان' قولِ صالح' عمل صالح' نیت اور سنت ہے۔
(۳)۔ تغلبیہ۔ ان کے قیاس میں ہمارے کام اللہ تعالیٰ کی خواب میں حاصل ہوتے ہیں نہ کہ اس کی قدرت اور خواہش سے۔
(۴)۔ خازمیہ۔ ان کے خیال میں فرضیت ایمان معلوم نہیں ہوئی۔
(۵)۔ خلفیہ۔ کہتے ہیں کہ کفار کے مقابلے سے بھاگنا اگر وہ دو چند بھی ہوں تو کفر ہے۔
(۶)۔ کوزیہ۔ ان کے قیاس میں سوا زیادہ ملنے سے بدن پاک نہیں ہوتا۔
(۷)۔ کنزیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔
(۸)۔ معتزلہ۔ کے مطابق شر تقدیر الٰہی سے نہیں ہے اور نماز کی امامت فاسق سے جائز نہیں ہوتی اور ایمان کسب بندہ ہے اور قرآن مخلوق ہے اور مُردوں کو دعا اور صدقے سے کوئی فائدہ یا نفع نہیں ہوتا۔ معراج النبی بیت المقدس سے آگے ثابت نہیں۔ حساب کتاب و میزان کچھ نہیں ہے اور فرشتے مومنین سے افضل ہیں اور قیامت کے روز دیدار الٰہی نہیں ہوگا اور کرامتِ اولیا کوئی چیز نہیں' اہل جنت کے لیے سونا اور مرنا ہے۔ مقتول اپنی موت نہیں مرتا' قیامت کی علامات یعنی دجال وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔ مرتکب زنا کو ایمان سے خارج جانتے ہیں (اصول کافی)
(۹)۔ میمونیہ۔ کے مطابق ایمان بالغیب باطل ہے۔
(۱۰)۔ محکمیہ۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خلقت پر کوئی حکم نہیں ہے۔
(۱۱)۔ سراجیہ۔ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کے احوال ہمارے لیے حجت نہیں ہیں بلکہ ان کا انکار کرنا واجب ہے۔
(۱۲)۔ خنسیہ۔ کہتے ہیں کہ بندے کو اعمال کی جزا نہیں ملتی۔
(جاری ہے)

جاناں
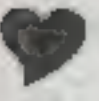
ملیحہ احمد

"السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیسے ہیں آپ؟ نام تو میرا عندلیب زہرا ہے مگر سب مجھے پیار سے جاناں کہتے ہیں۔ 3 جنوری کی ٹھنڈی سی شام کو اس دنیا میں تشریف لائی اپنے پاپا کی لاڈلی بیٹی بن کر۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں پانچ بہنیں اور تین بھائی۔ مجھ سے بڑی میری بہن ہے اور میرا نمبر دوسرا ہے یعنی اپنی سسٹر عظمٰی کی شادی کے بعد میرا بڑا رعب ہے چھوٹوں پر سب سے پیار بھی بہت کرتی ہوں کوئی غلطی کرے تو غصہ بھی آتا ہے۔ میری ایک بہن اور بھائی شادی شدہ ہیں ماشاء اللہ دو بھانجے التجاء حیدر اور زریاب حسن دونوں میرے لاڈلے ہیں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ ایک پیارا سا بھتیجا طحہٰ عباس ہے جو مجھے بہت پیارا ہے۔ میں نے میٹرک کیا ہے کچھ ذاتی وجوہات کی بناء پر مزید تعلیم حاصل نہ کرسکی۔ اب میرا خواب ہے کہ میرے چھوٹے بہن بھائی بہت پڑھیں۔ میرا اسٹار جدی ہے مجھے اسٹار پر یقین تو نہیں البتہ ویسے ان کا حال پڑھ لیتی ہوں۔ میری امی گھریلو خاتون ہیں۔ میں اپنے والد صاحب کے زیادہ قریب ہوں یوں سمجھ لیں کے وہ میرے لیے سب کچھ ہیں۔ میں اپنی ہر بات ان سے شیئر کرتی ہوں ان کے بغیر میری زندگی کچھ نہیں۔ کبھی ذرا سا ڈانٹ دیں تو آنکھیں ایک دم بھر آتی ہیں بہت حساس ہوں چھوٹی چھوٹی بات دل پہ لے لیتی ہوں تنہائی پسند ہوں تنہا راتیں بہت پسند ہیں۔ اگر کوئی میری وجہ سے دکھی ہوجائے تو بہت افسوس ہوتا ہے اپنے آپ کو کوستی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ کسی کو میری وجہ سے دکھ نہ ملے سب کو خوشیاں دوں۔ ماں کے پیار کو بہت ترستی ہوں جب کوئی اپنی ماں سے لاڈ اٹھوائے یا ماں کی گود میں سر رکھ کر اپنے دکھ سکھ بانٹے تو میرے دل میں بھی خواہش جاگتی ہے کاش میری ماں بھی مجھے اتنا پیار کرتے۔ مدر ڈے پر دل بہت پریشان ہوجاتا ہے ماں مجھے چاہتی تو بہت ہیں مگر کبھی کہہ نہیں پاتی شاید اللہ میری ماں کو سلامت اور صحت یاب رکھے آمین۔ میری پسندیدہ شخصیت یعنی میرے آئیڈیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر اس کے بعد میرے آئیڈیل میرے پاپا ہیں۔ وہ آرمی ریٹائرڈ آفیسر ہیں حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی ان کو۔ اپنے سب بچوں سے بہت پیار کرتے ہیں مگر میری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے ان کی تعریف میں جتنا کہوں کم ہے بس اتنا کہوں گی مجھے آپ سے بہت پیار ہے ابو جان خدا آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آپ کو لمبی عمر عطا کرے آمین۔ مجھے گرمیوں کا موسم بہت پسند ہے خصوصاً گرمیوں میں آم دل کو بہت بھاتے ہیں۔ میرا فیورٹ پھل آم اور جاپانی پھل ہے۔ سبزیوں میں آلو کچھ زیادہ ہی پسند ہیں۔ چکن سے بنی ہر ڈش پسند ہے چکن بریانی تو بہت پسند ہے۔ پسندیدہ لباس قمیض شلوار ہے۔ کوکنگ بھی کر لیتی ہوں گھر کے کام کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ سویٹ ڈشز بہت پسند آتی ہیں مگر مزاج کچھ کڑوا بھی ہے غصہ بہت آتا ہے۔ سلائی بھی کر لیتی ہوں۔ چوڑیاں جمع کرنے کا شوق ہے جیولری بھی عام استعمال نہیں کرتی کسی اہم موقع پر بس کر ہی لیتی ہوں پرفیوم میں Eternol love بہت پسند ہے۔ ڈائری میں شاعری لکھنے کا بہت شوق ہے۔ کھلے دل کی مالک ہوں کنجوس بالکل نہیں ہوں عادتاً اپنے پاپا پر گئی ہوں وہ بھی کھلے دل کے ہیں ہر بات نرم مزاجی سے کرتے ہیں جو بھی ان سے ملتا ہے لازمی ان

کی تعریف کرتا ہے۔ بچپن سے بہت شرارتی ہوں بہت بولتی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ سب کو ہنساؤں خوش رکھوں۔ اپنے دادا دادی کو بہت یاد کرتی ہوں کاش وہ حیات ہوتے۔ خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ میری پرورش میری بڑی پھوپو نے کی میں پاپا کے علاوہ ان کے زیادہ قریب ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ پانچ وقت نماز باقاعدگی سے پڑھتی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ کوئی نماز قضا نہ ہو۔ خوبی یہ ہے کہ کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی کسی کی تکلیف خود محسوس کرتی ہوں خامیاں بہت ہیں پہلی یہ کہ غصہ بہت آتا ہے برداشت نہیں ہوتا جتنا مرضی کوشش کروں حالاں کہ جانتی ہوں غصہ حرام ہے مگر پوری کوشش ہے کہ کم کروں غصہ اور دوسری اور اہم خامی یہ ہے کہ ہر کسی پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں جس کی وجہ سے اکثر دھوکا کھا جاتی ہوں مجھے پہچان نہیں شاید اچھے انسان کی آزمائی نہیں کبھی کسی کو۔ سادہ ہوں فیشن سے دلچسپی نہیں جھوٹے اور دھوکے باز لوگوں سے سخت نفرت ہے اپنی فیملی سے بہت پیار کرتی ہوں سب مجھے بہت چاہتے ہیں۔ پھوپو بھی مجھے بہت چاہتی تھیں ان کی وفات کا بہت صدمہ ہے ان کے لیے دعا ہی کرسکتے ہیں۔ آرمی بہت پسند ہے کاش میں بھی بہت پڑھتی اور آج آرمی میں ہوتی۔ اپنے چھوٹے بھائی عقیل حسنین سے بہت پیار ہے جب وہ بات نہ مانے تو ڈانٹتی بھی ہوں جب ڈانٹ لیتی ہوں تو خود رونے بیٹھ جاتی ہوں پاپا کہتے یہ میری لاڈو تو پاگل ہے میرا اچھلا بچہ ہے عندلیب زہرا۔ آنچل کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں جب سے پڑھنا شروع کیا تو کسی اور ڈائجسٹ کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پہلی بار آنچل میں لکھا اور وہ شائع بھی ہوگیا تو بہت خوشی ہوئی اور اب ہر دفعہ کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہوں۔ آنچل کا ہر سلسلہ بہت پسند ہے اسٹور ہی کی کیا بات ہے رائٹرز میں نازیہ کنول نازی ٹاپ پر ہیں سمیرا شریف طور عمیرہ احمد عشنا کوثر سعدیہ ابل کاشف فرحت اشتیاق اور بھی بہت رائٹرز فیورٹ ہیں۔ نازی کی شاعری بھی بہت پسند آتی ہے۔ کرکٹ بہت پسند ہے۔ میری دعائیں ہر وقت پاک کرکٹ ٹیم کے ساتھ ہیں خدا آپ کو کامیاب کرے آمین۔ FM بہت شوق سے سنتی ہوں دوستی کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ آنچل کے ذریعے مجھے بہت اچھی دوستیں ملیں بشریٰ باجوہ میری بہت اچھی دوست ہیں۔ اس کے علاوہ کوثر اعوان یعنی خوشبو جھلو ادیبہ شاہ عرف رانی ثناء علی پاگل ثومی کرن شاہ عافیہ نیناں شاہ فرح طاہر فیری نادیہ فروہ فریش فریش لڑکی شہنیلہ یونس شہنی تسنیم چوہدری میری اچھی دوست بشریٰ ملک فرزانہ ملک کوثل شہزادی میری سویٹ سسٹر سادت شہزادی سلمٰی گوری خان حجاب ندا چوہدری (زوبی رانا جو دوستی کرکے بھول گئی) ثنا اعوان تحریم چوہدری یعنی عظمٰی ایمان زاہدہ ملک جن کی میں بدگمان جاناں زنیرہ طاہر زنیرہ انصاری جیسی لونگ کیئرنگ دوست ملیں۔ جتنی تعریف کروں کم ہے۔ آپ بور تو نہیں ہوئے پلیز ضرور بتانا بہت وقت ضائع کیا آپ کا اب اجازت چاہتی ہوں اس بات کے ساتھ کہ اپنا اور اپنے سے وابستہ لوگوں کا بہت خیال رکھیے گا خدا حافظ۔

عائشہ صدیقی

سب سے پہلے آنچل کے نام
بڑے یقین سے کہتی ہوں بڑے باکمال ہو تم
تمہارا جواب نہیں کیونکہ لاجواب ہو تم

اور پھر آنچل کے تمام فیملی ممبرز کو مابدولت کا سلام قبول ہو۔ ہاں جی مابدولت کو عائشہ پرویز صدیقی

کہتے ہیں جسے پیار سے سب عاشی کہہ کر بلاتے ہیں سمجھ تو آپ گئے ہوں گے آنچل سے میرا پرانا رشتہ ہے اس کے بغیر تو میری زندگی ادھوری ہے جب تک آنچل نہ پڑھ لوں چین نہیں آتا۔ کیا کروں اتنا اچھا اتنا پیارا جو ہے میرا آنچل۔ نہیں نہیں میں مکھن نہیں لگا رہی ہوں۔ مابدولت نے 6 اگست 1989ء کو اس دنیا کی رونق میں اضافہ کیا بقول میرے جیسا اور کوئی نہیں ویسے تو میرا اسٹار لیو ہے لیکن اسٹار پر بالکل یقین نہیں کرتی۔ میرے چھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر پہلا ہے دوسرے نمبر پر حماد، تیسرے نمبر پر رمنی، چوتھے نمبر پر عباد، پانچویں نمبر پر سعد اور چھٹے نمبر پر میری لاڈلی بہن دشمہ ہے۔ میرا تعلق کراچی سے ہے۔ اداکار فیصل قریشی اور عائشہ خالد کی بڑی فین ہوں اور ان کے فین بھی میرے دوست ہیں جو کہ Crazy Family کے نام سے مشہور ہیں سنا تو ہوگا آپ لوگوں نے ٹی وی شو میں۔ ہاں تو میں گریجویشن کر رہی ہوں ان شاء اللہ ایم اے کرنے کا ارادہ ہے اگر میری اماں جان میری شادی نہ کرائیں تو...... فطرتاً سنجیدہ ہوں لیکن خود کو بہت شوخ پوز دیتی ہوں۔ بچپن سے تنہائی پسند ہوں مجھے شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ آنچل میں تمام رائٹرز اچھا لکھتی ہیں اور مجھے سب اچھی لگتی ہیں (جب کہ کسی کو دیکھا نہیں) کیونکہ میری نظر میں سب برابر ہیں۔ میں حسن پرست واقع ہوئی ہوں مجھے خوب صورتی متاثر کرتی ہے۔ پسندیدہ لباس شلوار قمیص، بڑا سا دوپٹا ہے۔ کھانے میں بہت نخرے کرتی ہوں، مجھے چائنیز رائس بہت پسند ہیں، سویٹ ڈش کی دیوانی ہوں۔ آئس کریم تو میری جان ہے، پھولوں میں مجھے گلاب اور رات کی رانی پسند ہے۔ ہمارا صحن ان کی خوشبوؤں سے مہکتا رہتا ہے۔ ارے ہاں یاد آیا خوشبو میں ڈیلیشیا اور ردمش چارلی پسند ہے اور مجھے گیلی مٹی کی خوشبو اچھی لگتی ہے۔ پسندیدہ مشروب مینگو ہے ہاں جی۔ رنگوں میں ریڈ اور وائٹ پسند ہے کیونکہ مابدولت پر یہ رنگ جچتے ہیں۔ جیولری اور میک اپ سے سخت نفرت ہے (سادگی میں ہی خوب صورتی ہے) پسندیدہ شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائداعظم اور میرے پیارے فرخ پھوپا ہیں اور میری خوبیاں تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گی۔ خامیاں مابدولت کی یہ ہیں کہ بہت غصے والی ہوں اور اپنی ذات پر تنقید برداشت نہیں کیونکہ میرا خیال ہے کہ جو لوگ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں وہ دراصل اپنے کردار کی خامیاں دوسروں میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں، اداسی مجھے اچھی لگتی ہے۔ فجر اور رات کا آخری پہر پسند ہے۔ موسم برسات اور سردی تو مجھے مدہوش کر دیتی ہے۔ میرے دو خواب ہیں ایک رائٹر بننا اور دوسرا خانہ کعبہ کی زیارت کو جانا۔ کوئی ایک خواب تو پورا ہو جائے آپ سب ہاتھ اٹھا کے دعا کریں۔ میرے دوستوں کی تعداد بہت ہے کیونکہ ہر کسی کو جلدی دوست بنا لیتی ہوں اس لیے دھوکا بھی بہت کھاتی ہوں۔ میری دو خاص دوست ہیں اک دوست وجیہہ جس کی شادی ہوگئی اور اس کا پیارا سا گول مٹول بیٹا بھی ہے (مس یو وجیہہ)۔ دوسری اور آخری دوست میری جان سے زیادہ عزیز سعیدہ مدیحہ شاہ (مرچی) جس سے میں ہر بات شیئر کر لیتی ہوں (لو یو مرچی)۔ میرے پیارے کزن ان کا ذکر کرنا ضروری ہے ان کی شرارتیں مجھے اکثر اچھی لگتی ہیں یہ تینوں اک شیطان کی فوج ہیں۔ اشد سعود، عمر سعید، حارث شہاب دیکھ لو یار میں نے نام لے لیا پھر مت کہنا باجی نے یاد نہیں کیا۔ سویٹ ہوں نا میں۔ اچھا بابا میں جا رہی ہوں میں نے بہت وقت لے لیا آپ لوگوں نے مجھ ناچیز کو برداشت کیا۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا، ہنستے رہیے مسکراتے رہیے اور زندگی کو انجوائے کرتے رہیں لیکن دوستو کسی کا دل نہ توڑنا، مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں، فی امان اللہ۔

یاسمین عندلیب

آنچل اسٹاف اینڈ تمام قارئین کو میرا پیار بھرا سلام قبول ہو۔ میرا نام آپ سب کے لیے اجنبی نہیں بلکہ آپ سب میرا نام جانتے ہیں۔ میرا نام ہے یاسمین عندلیب! ضلع جھنگ کے شہر شورکوٹ کینٹ سے تعلق ہے ہم پہلے لاہور میں گرین ٹاؤن میں رہتے تھے تقریباً 14 سال تک ہم وہاں رہے پھر یہاں آ گئے اور اب ہمیں یہاں رہتے ہوئے تقریباً 10 برس ہو چکے ہیں۔ میری بچپن کی بہت سی یادیں لاہور سے جڑی ہوئی ہیں اور بہت ساری شورکوٹ کینٹ سے۔ میری تاریخ پیدائش 14 اپریل ہے تعلیم حاصل کرنے کا شروع سے ہی بے حد شوق تھا سو اسی وجہ سے گریجویشن تک پہنچ پائی۔ میرے پسندیدہ کلرز میں سرخ، سفید اور بلیک کلرز ہیں۔ باقی کلرز بھی اچھے لگتے ہیں۔ مجھے شاعری سے بے حد لگاؤ ہے۔ بچپن میں اپنی پاکٹ منی جمع کر کے عمرو عیار، ٹارزن اور جنات کی خوف ناک کہانیاں خرید کر پڑھتی تھی۔ جس پر گھر سے ڈانٹ پڑتی تھی پھر اپنے کزن سے ڈائجسٹ لے کر پڑھنا شروع کر دیے وہ جاسوسی ڈائجسٹ پڑھتا تھا اور عمران سیریز تو پھر میں نے بھی پڑھے پھر ایک دن ایک ناول اس نے مجھے لا کر دیا جو میں نے آج تک واپس نہیں دیا۔ اسکول لائف میں فائزہ، نبیلہ اور طاہرہ ایسی دوستیں ملیں جو شعاع، آنچل اور خواتین ڈائجسٹ پڑھتی تھیں ہمارا چاروں دوستوں کا رسالے پڑھنے میں کوئی ثانی نہ تھا۔ آنچل بھی ان سے ہی میرے ہاتھ لگا اور پھر ایسی دوستی ہوئی آنچل سے کہ آج تک قائم ہے ان شاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ صائمہ میری بیسٹ فرینڈ تھی اسکول میں مگر وہ مجھے کبھی سمجھ ہی نہ سکی وہ ہمیشہ ناراض ہو جاتی تھی میری توجہ بٹ جاتی تھی ناں ڈائجسٹ کی وجہ سے اور اسے لگتا تھا میرا جھکاؤ فائزہ طاہرہ کی طرف اس سے زیادہ ہے جب کہ ایسا کچھ نہ تھا۔ فائزہ یار! تم آج بھی بہت یاد آتی ہو کہاں ہو میں تمہیں یاد کرتی ہوں۔ ہم تین بہن بھائی ہیں میرے دو بھائی ہیں ایک کا نام عبدالرحمٰن اور دوسرا احسان ہے۔ احسان میں تو میری جان ہے میں اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میوزک فاسٹ اور سلو دونوں پسند ہیں۔ سنگرز میں ابرار الحق، راحت فتح علی خان، نور جہاں، فریحہ پرویز، ناہید اختر، سونو نگم، الکا، کمار سانو پسند ہیں ان کے علاوہ بھی اور سنگرز ہیں جن کے نام یاد نہیں آ رہے مگر ان کے سونگ بہت اچھے لگتے ہیں۔ اداس سونگ سن کر اداس ہو جاتی ہوں اور کبھی کبھی بہت زیادہ اداسی میں فاسٹ سونگ سن کر موڈ اچھا ہو جاتا ہے۔ مجھے تنہائی پسند ہے مگر ایک حد تک۔ ہلا گلا کرنا خوب مستی مزا کرنا اچھا لگتا ہے۔ اسکول میں ساری کلاس میری دوست تھی۔ میرا اتھلیٹ گیمز میں اچھی کارکردگی کی وجہ سے عصمہ سمیت دوسری فرینڈز نے "پاما" رکھ دیا۔ جو کالج میں بھی ساتھ ساتھ رہا۔ کالج میں بھی اس نام سے مجھے پکارا جاتا تھا۔ میں نے کبھی بُرا نہیں مانا تھا اب تو یہ نام سننے کو ترس گئی ہوں۔ مجھ میں خامیاں بہت ساری ہیں دوسروں پر اعتبار کر کے نقصان اٹھاتی ہوں پتا ہی نہیں چلتا جو میرے مقابل ہے وہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ غصہ بہت آتا ہے جتنی جلدی آتا ہے اتنی ہی جلدی بھاگ بھی جاتا ہے۔ شرارتی ہوں

بچپن سے ہی۔ خوبیاں تو میری فرینڈز ہی بہتر بتا سکتی ہیں ویسے اکثر شازیہ مجھ سے کہتی تھی یاسمین تمہارے اندر مجھے ہر رنگ دکھائی دیتا ہے تم کبھی کبھی چھوٹی سے چھوٹی بات کو محسوس کرتی ہو اور کبھی کبھی بڑی سے بڑی بات کو چٹکیوں میں اڑا دیتی ہو۔ اداسی میں بھی ہنسی لبوں پر رکھتی ہو تم کبھی دھوپ کبھی چھاؤں جیسی ہو۔ شازی یار! بہت یاد آتی ہو کبھی فون ہی کرلیا کرو۔ رائٹرز میں نازیہ آپی عشنا جی اقراء صغیر عمیرہ احمد ماہا ملک نادیہ فاطمہ رضوی سمیرا شریف اور راحت وفا سمیت بہت سی لکھاری بہنیں ہیں جو مجھے بے حد پسند ہیں۔ لائبریری سے منگوا کر بہت سارے ناول پڑھ چکی ہوں۔ بارش بہت اچھی لگتی ہے کوئی بھی بارش میرے بھیگنے کے بغیر برس کر گزر جائے ناممکن۔ ہاں اگر رات میں بارش آجائے سوتے میں تو شاید مجھ سے ملے بغیر گزر جائے۔ مجھے کھانے میں پیزا برگر بریانی فرائیڈ چکن شامی کباب اور میٹھے میں فروٹ کسٹرڈ پسند ہے۔ مشکل سے مشکل کام کرنے میں مزا آتا ہے۔ اسلحہ چلانے کا بے حد شوق ہے کھانے بنانے کا بھی ہے ناں عجیب بات۔ جیولری میں چوڑیاں بریسلیٹ رنگ اور ٹاپس پسند ہیں۔ مہندی لگانا بہت پسند ہے۔ بالوں کو نت نئے اسٹائل دینا اچھا لگتا ہے۔ اکثر کچھ نہ کچھ گنگناتی رہتی ہوں۔ شاعری کرتی ہوں میری خواہش ہے میرا بھی نام ہو ادب کی دنیا میں مگر کیا پتا یہ خواہش پوری ہو پائے یا نہیں۔ مجھے مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہے ان شاء اللہ اگر قسمت میں ہوا تو ضرور پڑھوں گی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے گریجویشن تک رسائی حاصل کی ورنہ تو جس خاندان سے میرا تعلق ہے وہاں پرائمری سے آگے کوئی لڑکی نہیں گئی۔ اس بات کا سارا کریڈٹ میرے ابو جان کو جاتا ہے جنہیں میری خواہش پورا کرنے میں سارے خاندان کی مخالفت مول لینا پڑی۔ آئی لو یو پیارے ابو جان۔ میری امی جان نے بھی بہت ساتھ دیا آج میں اپنے والدین کی وجہ سے اس مقام تک پہنچی ہوں کہ قلم سے اپنے اندر کے احساسات کو بیان کرسکوں۔ میری باتیں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہیں۔ بہت بور کرلیا آپ سب کو اب اجازت دیجئے اللہ حافظ۔

خانیلہ خان

گھر سے لے کر آنچل تک پرواز کرتی ہوں
اللہ کا نام لے کر اپنے تعارف کا آغاز کرتی ہوں

آنچل کے پیارے سویٹ قارئین اور آنچل اسٹاف کو محبت بھرا سلام قبول ہو۔ مجھے خانیلہ ناز کہتے ہیں کاسٹ ہماری خٹک ہے اور زبان ہماری پشتو ہے پشاور کے رہنے والے ہیں لیکن ابو اور بھیا کی جاب کی وجہ سے ڈی جی خان میں عرصہ سات سال سے آباد ہیں۔ آنچل کے کسی بھی سلسلے میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں اگر پزیرائی ملی تو ان شاء اللہ آنچل کے دوسرے سلسلوں میں بھی شرکت کرتی رہوں گی۔ 20 جولائی 1994ء کو اس دنیا میں تشریف لائی اور میری پیدائش کے چودہ دن بعد میری دادی امی فوت ہوگئیں۔ اسٹار میرا سرطان ہے جس کی خوبیاں اور خامیاں کچھ کچھ مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ مجھ سمیت میرے آٹھ بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر ساتواں ہے۔ ہم پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بڑے بھائی اور بڑی بہن کی شادی ہوچکی ہے اور ماشاء اللہ بڑی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے بیٹے کا نام اظہار اور بیٹی کا نام انفال ہے۔ میں نے میٹرک کیا ہے اور اب فرسٹ ائیر میں ہوں مجھے اور میری سسٹر نیلم کو آنچل پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ ہم بے چینی سے آنچل کا انتظار کرتے ہیں اس کا ہر سلسلہ مجھے پسند ہے میں نے آنچل کا ہاتھ 9th کلاس میں اپنی ایک کلاس فیلو کی مدد سے پکڑا اور اب تک یہ ایک مخلص دوست کی طرح میرے ساتھ ہے مجھے۔ آنچل کی رائٹرز نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور اقراء صغیر احمد سعدیہ امل کاشف عفت سحر طاہر اور راحت وفا بہت پسند ہیں میری فرینڈز بہت زیادہ ہیں اور میں ان کے درمیان رہنا پسند کرتی ہوں ان میں سے کچھ بچھڑ گئیں آج میری فرینڈز میں رومی سدرہ انعم اور فوزیہ شامل ہیں۔ مجھے ہنستے مسکراتے اور مخلص لوگ بہت اچھے لگتے ہیں میں خود بھی ہنس مکھ ہوں لیکن حساس بھی ہوں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا آجاتا ہے۔ آنچل کی ریگولر قارئین عطروبہ سکندر کرن وفا چندا مثال زائمہ خٹک سائرہ مشتاق نازیہ کنول نازی امیمہ رباح اور اریبہ شاہ تم سب مجھے بن دیکھے ہی اچھی لگتی ہو تم سب سے میں دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ سب کو میری دوستی قبول ہے تو دوست کے پیغام میں مجھے جواب دیجیے گا اور ہاں امیمہ رباح ڈی جی خان میں کہاں رہتی ہو پلیز جواب دیجیے گا۔ میں بہت رحم دل ہوں کسی سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی دوسروں کی غلطیوں کو جلد معاف کردیتی ہوں میں بولتی بہت زیادہ ہوں جب کہ امی کہتی ہیں کم بولا کرو۔ قارئین بور تو ہورہے ہوں گے لیکن پلیز تھوڑی دیر برداشت کرلو۔ فیورٹ کلرز میں ریڈ بلیک اور وائٹ پسند ہے لباس میں شلوار قمیص اور لہنگا پسند ہے۔ کوئی ہنس کر بات کرلے تو اس کے ساتھ جلد فرینک ہوجاتی ہوں اور فوراً اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ کوشش کرتی ہوں کہ کبھی کسی کا دل نہ توڑوں مجھے مطلب پرست اور مغرور لوگ بہت برے لگتے ہیں۔ میں ناول تو بہت پڑھتی ہوں مگر فرحت اشتیاق کا "متاع جان ہے تو" اور سمیرا شریف طور کا "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت زیادہ پسند ہے۔ مجھے اپنی ڈائری بہت اچھی لگتی ہے اور اپنی ڈائری میں کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہوں یا کوئی اچھی بات مل جائے تو ڈائری میں محفوظ کرلیتی ہوں۔ میں بہت اچھی کوکنگ بھی کرلیتی ہوں بقول ابو کے کہ "خانیلہ بہت اچھا سالن بنالیتی ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی سالن ہو۔" مجھے دال چاول بھنڈی اور مٹر گوشت بہت پسند ہے اور میٹھے میں کسٹرڈ بہت پسند ہے۔ پھلوں میں سیب کیلا مالٹے اور آم بہت پسند ہیں۔ آئس کریم چاکلیٹ اور ٹافیوں کی دیوانی ہوں۔ شاعروں میں احمد فراز وصی شاہ محسن نقوی اور نازیہ کنول نازی بہت اچھے لگتے ہیں۔ شاعری سے تو جنون کی حد تک عشق ہے پسندیدہ ایکٹر میں شاہد کپور اور ایکٹریس میں کرینہ اور کترینہ کیف بہت اچھی لگتی ہیں۔ سنگر میں جواد ابرار فاخر اور رحیم شاہ پسند ہیں۔ تعارف برا لگ رہا ہو تو معذرت بس آج میرا دل یونہی کچھ لکھنے کو اور شیئر کرنے کو چاہا سو قلم اٹھایا اور بلا تکلف لکھ ڈالا۔ آئندہ شمارے میں اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا نیک خواہشوں امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ اجازت دیں اور اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

سباس گل

ادارہ

س: آپ کی اپنی فیورٹ سٹوری جو بار بار پڑھتی ہوں؟
ج: بار بار پڑھتی تو نہیں ہوں میرے کچھ ناول ایڈیٹر کی وجہ سے کھو گئے وہ یاد آتے ہیں۔ "محبت کی گلاب شام میں" "نیند جب جاتی ہوگی" "میں نیند اور سپنے" "خوشبو ہے کہ تم ہو" "مجھے آواز دو"۔
س: کسی کوئی خوبی جو آپ کو بہت پسند ہو خود میں؟
ج: اپنی معاف کر دینے والی خوبی پسند ہے۔
س: اب کسی اچھی سی دعا سے رخصت کریں' کوئی شعر ہو سکتا ہے؟
ج: جہاں بھی رہو تم' سدا خوش رہو
محبت کی باتیں سبھی سے کہو تم' سدا خوش رہو

صائمہ طاہر سومرو ـــ حیدرآباد' سندھ

س: آپ کہانیاں نہیں لکھتی ہو' اپنے نام کی طرح گل برسائی ہو؟
ج: اللہ اکبر! اتنی تعریف اتنی محبت کے لیے شکریہ کا لفظ بہت معمولی محسوس ہو رہا ہے' اپنی دعاؤں میں گل کو شامل رکھیے گا' جزاک اللہ۔
س: سباس! آپ سے ایک شکوہ ہے میں نے آپ کے نام پیغام بھیجا تھا آپ نے جواب نہیں دیا' کیوں؟
ج: ارے نہیں بھئی آپ ناراض مت ہوں بعض دفعہ پیغامات زیادہ ہوتے ہیں تو ہر پیغام شائع نہیں ہو پاتا اور بعض دفعہ ڈاک خانے والوں کو بھی ہمارے میسج پسند آ جاتے ہیں تو آپ تک پہنچنے سے رہ جاتے ہیں۔ ہم ہر قاری بہن کے پیغام کا جواب دیتے ہیں آپ ریڈرز کی دعاؤں سے ہم رائٹرز کے کام میں دم آتا ہے۔
س: آپ کی سالگرہ اور رہائش؟
ج: 15 فروری' رحیم یار خان۔
س: آپ کے سلسلے وار ناول کا انتظار کر رہی ہوں کب لکھ رہی ہیں؟
ج: جب بھی معزز ایڈیٹر موقع دیں گے ہم آنچل کے لیے سلسلہ وار ناول ضرور لکھیں گے ان شاء اللہ۔ دیگر رسائل میں ہمارے سلسلہ وار ناول شائع ہوتے رہتے ہیں۔
س: آپ کا پسندیدہ مشغلہ؟
ج: اچھی کتب کا مطالعہ اور باغبانی۔
س: جب آپ کی لکھی گئی کہانی پر کوئی تنقید کرے تو کیسا فیل کرتی ہیں؟
ج: مسکرا دیتی ہوں' دیکھتی ہوں کہ تنقید برائے تنقید ہے یا تنقید برائے اصلاح' سیکھنے کو ہے تو ہمہ وقت آمادہ رہتی ہوں۔
س: آپ کی نظر میں لو میرج کامیاب رہتی ہے یا ارینج' محبت پر کتنا یقین ہے؟
ج: اگر خلوص دل سے شادی کا رشتہ جوڑا ہے تو ایک دوسرے کی کمیوں' خامیوں اور غلطیوں کو نظر انداز کرنے کا ظرف خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے جیون ساتھی کی خوبیوں اور اچھائیوں پر نظر رکھتے ہوئے شادی کو کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ کامیاب شادی میں سچا پیار اور اعتبار رہنا ضروری ہے اور برداشت بھی۔ جو ہر رشتہ میں ضروری ہے جس کی کمی رشتوں کو توڑ دیتی ہے۔ جی ہاں! ہمیں محبت پر مکمل یقین ہے۔
س: آپ کا فیورٹ رائٹر کون ہے' کون سا ناول ہے جس نے آپ کو بہت زیادہ متاثر کیا ہو؟
ج: بہت سی رائٹرز ہیں علیہ حرا' نازیہ کنول' عشنا کوثر' ام مریم آنچل کی سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں' بہت سی تحریریں متاثر کرتی ہیں' بشریٰ رحمان کی "بہشت اور پارسا" کا اینڈ آج بھی یاد ہے۔
س: سباس گل! آپ کا نام مجھے بہت پسند ہے' خدا پاک سے دعا گو ہوں وہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔
ج: بہت بہت شکریہ ڈیئر! جزاک اللہ! اللہ پاک آپ کو بھی زندگی کی ہر خوشی عطا کرے آمین۔
س: مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔
ج: ان شاء اللہ! اللہ حافظ۔

شازیہ ہاشم ـــ قصور

س: سباس جی! سب سے پہلے آپ اپنا تعارف اور تعلیم بتائیں؟
ج: مابدولت کو سباس گل کہتے ہیں آپ ہمیں نہیں جانتی' ہمارا تعارف تو ہمارا کلام ہے۔ ہماری تعلیم ہماری تحریر ہمارا خلاق ہے۔
س: آپ کی سب سے پہلی تحریر کون سی تھی اور کب لکھی؟
ج: اسکول کے دور میں پیروڈی لکھی تھی کسی گیت کی۔

س: کوئی بھی تحریر لکھتے ہوئے آپ کیا سوچتی ہیں؟
ج: یہی کہ میری تحریر میں کوئی پیغام ہو' کچھ ایسا ہو کہ پڑھنے والوں کے لب مسکرا دیں۔ کوئی اخلاق سوز جملہ نہ ہو' قارئین کی پسند بھی مدنظر ہوتی ہے۔
س: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟
ج: حضرت خدیجہؓ اور قائداعظم محمد علی جناح۔
س: آج کل آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟
ج: آج کل گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کچھ لکھنے میں مصروف ہوں۔

سمیرا انور ـــ جھنگ

س: سباس جی! زندگی میں ہم تلخ حقیقت کا سامنا کیسے کریں؟
ج: ہمت' حوصلہ' صبر اور برداشت کے ساتھ' اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے جو بھی کرے گا بہت اچھا اور بہتر کرے گا۔
س: آپی! آج کل لوگ محبت اور دل لگی کو ایک ہی معنوں میں لینے لگے ہیں' کیوں؟
ج: حرص و ہوس کی جنت میں محبت کا نام بدنام کیا جا رہا ہے۔ محبت کے نام پر مرد عورت کو بے وقوف بناتا ہے۔ محبت اور دل لگی کا ڈرامہ بھی تب تک ہوتا ہے جب تک مرد کا مقصد پورا نہیں ہو جاتا ہے۔ محبت زر کے پیمانوں سے باہر نہیں آتی' رائٹر کی حیثیت سے ہم سے بہت سی لڑکیوں نے پوچھا کہ ایک لڑکا ہمیں پسند کرتا ہے اور لڑکیوں سے بھی دوستی رکھتا ہے۔ لڑکی محبت میں اندھی ہو جاتی ہے' خدارا ہوش کے ناخن لیں تمام لڑکیاں' محبت وہی اچھی جس کی اجازت ہمارے مذہب نے دی ہے۔ مرد و عورت کی محبت کی بہترین شکل نکاح ہے۔ اس کے علاوہ سب دل لگی بے راہ روی ہے۔
س: آپی! آپ کی کوئی کتاب شائع ہوئی ہے' پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ہمیشہ خوش و شاد رہیں۔
ج: دعاؤں کے لیے شکریہ۔ اللہ آپ کو سدا خوش و تندرست رکھے' جی ہاں ہماری سات کتابیں مارکیٹ میں آ چکی ہیں اور تین جلد ہی مارکیٹ میں دستیاب ہوں گی' ان شاء اللہ۔ بس آپ کی دعائیں چاہیں۔ ہماری جو کتب مارکیٹ میں دستیاب ہیں ان کے نام یہ ہیں: "تم ایسی شرارت مت کرنا' ہم محبت اور تم' عمل سرِ لوحِ شام' فراق پھر اک تیرے آنے سے' محبت رنگ بدلتی ہے' چلو چاہت نبھائیں ہم۔"

فضہ یونس ـــ گنگا پور

س: السلام علیکم' سباس آپی! آپ کیسی ہیں؟ کیا ہو رہا ہے آج کل؟
ج: وعلیکم السلام! الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں' گھریلو اور ادبی کام میں مصروف عمل ہوں۔
س: آپی! آپ کی ایجوکیشن کیا ہے؟ اپنے بارے میں کچھ بتائیے' کب اور کیسے لکھنا شروع کیا؟
ج: بہت کم عمری میں لکھنا شروع کیا' کیسے؟ بس اسکول میں ڈرامے لکھنے' نقل اتارنے اور اسٹیج پر پرفارم کرنے کا شوق تھا' کرتی بھی تھی' اس وقت یہ کہیں بھی ذہن میں نہیں تھا کہ اسی کو لکھنا کہتے ہیں اور ایک دن ہم رائٹر کہلائیں گے یہ سب اللہ کا کرم ہے۔
س: آپی! آپ کی زندگی کا سب سے خوب صورت اور یادگار دن کون سا ہے؟
ج: خوب صورت دن وہ تھا جب ہمارے بھانجے عامر نے اس دنیا میں آنکھیں کھولی تھیں اور نرس نے لا کر روئی کے گالوں جیسا بے بی ہماری گود میں دیا تھا اور یادگار دن وہ تھا جب اسکول میں مینا بازار کے دن ہماری دلکش آواز میں گیت سن کر اسمبلی گراؤنڈ کھچا کھچ بھر گیا اب آواز کے سُر فوت ہو چکے ہیں' کبھی بہت اچھا گاتے تھے۔ ہم کالج میں اسٹیج پے کیا تھا کشمیر ویلی' ہر ڈائیلاگ پر جو رسپانس مل رہا تھا بہت لطف دے رہا تھا' بہت دیر تک تالیاں بجتی رہیں ڈرامے کے اینڈ پر اور کالج کے مشاعرے میں پہلا انعام ملا تھا۔
س: آپی! آپ کی کوئی ایسی خواہش جو اب تک پوری نہ ہوئی ہو؟
ج: جب سے رب حقیقت کو جانا ہے' خواہش کرنا چھوڑ دیا ہے' دعائیں مانگنا سیکھ لی ہیں اور الحمدللہ کہنا سیکھ لیا ہے۔
س: آپ کے نزدیک سب سے خوب صورت رشتہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو خوش رکھے آمین۔
ج: دوستی کا رشتہ ہر رشتے کو مضبوط بناتا ہے' خواہ انسان اور رب کے بیچ ہو یہ دوستی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

نوٹ

ماہ فروری میں' جنوں کی عدالت میں پیش ہوں گی "سمیرا شریف طور" بہنیں سمیرا شریف طور کے لیے سوالات جنوری کی 5 تک بھیج سکتی ہیں۔

جھیل، کنارہ، کنکر

نازیہ کنول نازی

ہزار سجدے تو کر چکا ہوں' قضا تمہاری محبتوں میں
میں اب دکھاوے کا کوئی سجدہ ادا کروں گا تو کیا کروں گا
بغیر پانی کے کوئی مچھلی بھلا کبھی زندہ رہ سکی ہے
میں تجھ کو کھو کر کسی کا ہو کر' بتا کروں گا تو کیا کروں گا

عزیز قارئین!

آداب وتسلیمات

دل کی گہرائیوں سے آپ سب کی خیر وعافیت کے لیے دعا گو ہوں۔

"پتھروں کی پلکوں پر" کے بعد "جھیل' کنارہ' کنکر" کے لیے آپ کی بے پناہ پسندیدگی میرا قیمتی سرمایہ ہے' آپ کی اسی پسندیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کے صفحات ڈبل کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ جلد از جلد اس ناول کو اختتام تک پہنچا سکوں مگر اس وقت شدید ذہنی انتشار کے سبب میں چاہتے ہوئے بھی زائد صفحات نہیں لکھ سکی' معذرت۔

پچھلے سال میری مما کی صحت اور درازیٔ عمر کے لیے ملک کے گوشے گوشے سے آپ بہنوں نے جیسے دعائیں کیں' اپنے خوب صورت خطوط' میسجز اور فون کالز کے ذریعے اپنی محبت اور جذبات مجھ تک پہنچائے ان انمول دعاؤں اور احساسات کے لیے' میری ہر سانس آپ کی مقروض ہے تاہم ایک مرتبہ پھر مجھے آپ کی انہی انمول دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس شخص کے لیے جسے مشرف حکومت نے قطعی بے گناہ ہونے کے باوجود وطن عزیز کے اندھے بہرے قانون کی بھینٹ چڑھا دیا۔ دنیا بھر کے مسائل پر چیخ چیخ کر فنڈز بٹورنے والی انسانی حقوق کی تنظیموں میں آج تک کسی تنظیم نے جیل کی اونچی چار دیواری کے اس پار بربریت وانسانی درندگی کا شکار ہو کر بے بسی کی موت مرتے ان قیدیوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی' کتنی دل سوز کہانیاں ہیں جو ان اونچی دیواروں کے اندر جنم لیتی ہیں اور دم توڑ دیتی ہیں۔ خدا کا واسطہ ہے کوئی تو اٹھے' کوئی تو ان لوگوں کے لیے نفرت کا گراف گرا کر انہیں انسان نہ سہی جانور سمجھ کر ہی ان پر رحم کرے۔

پتا نہیں کب قانون کا اندھا پن دور ہوگا' کب آنکھیں نصیب ہوں گی اسے' کب سیدھے سادے بے گناہ شہری جعلی پولیس مقابلوں اور جیلوں میں قانون کے رکھوالوں کی دہشت گردی سے محفوظ رہ سکیں گے' کب لوگوں کے دلوں سے عقوبت خانوں میں بے بس قیدیوں کے لیے نفرت کا گراف نیچے گرے گا' جانے کب اعلیٰ عدالتوں اور برسر

اقتدار حکمرانوں کو اس بدنصیب مخلوق کے بارے سنجیدگی سے سوچنے کی فرصت نصیب ہوگی جانے کب اونچی چار دیواریوں کے اندر ہر لمحہ اک نئی مصیبت کی بھینٹ چڑھانے والے اس تیسری دنیا کے باسیوں کو انسان ہونے کا درجہ دیا جائے گا اور یہ سسک سسک کر بے بسی کے ساتھ پاگل پن کی موت مرنے سے چھٹکارا پائیں گے۔

میں ان قانون سازوں کی دل کی گہرائیوں سے ممنون و مشکور ہوں جو سزائے موت کا قانون پاکستان میں ختم کرنے کا بل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں کسی پارٹی کسی این جی او سے وابستہ نہیں ہوں پھر بھی وقت کے ہر ظلم اور بربریت کے خلاف میری کھلی جنگ ہے۔ خدا کے واسطے اس ماں کے لعل کی رہائی کے لیے دعا کیجیے جو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی ظلم کی بھینٹ چڑھ گیا۔ معصوم بہنوں کے اس بھائی کے لیے دعا کیجیے جس کے حوصلے بے پناہ ظلم و تشدد برداشت کرنے کے باوجود بھی ٹوٹے نہیں ہیں، جواب بھی رب کائنات کی رحمت سے پُرامید انصاف کا منتظر ہے۔ کیا پتا آپ میں سے کسی کی دعا اسے موت کی وادی سے زندگی کے گلشن کی طرف واپس لے آئے۔ ایک ماں کی ممتا اور بوڑھے باپ کی ہر وقت بھیگی نگاہیں آپ کی ممنون رہیں گی، ساتھ ہی اللہ رب العزت کے بعد صدر آصف علی زرداری سے رحم کی امید بھی رکھتی ہوں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ اگلے پانچ سال کے لیے پاکستان پر ایسے کوئی حکومت مسلط نہ کرے جو اقتدار میں آتے ہی سب سے پہلے ان ستر فیصد بے گناہ قیدیوں وسوں پر لٹکانے کا تختہ عمل تیار کریں آمین۔

"بے حد دکھی دل کے ساتھ" (یار زندہ صحبت باقی)

کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا کہ میری زندگی تم ہو
تم ہی ہو آرزو میری میری تو ہر خوشی تم ہو
نہ دیکھوں میں اگر تم کو تو آنکھیں نور ہی کھو دیں
میری آنکھوں میں جانِ جاں چمکتی روشنی تم ہو
مجھے ہر خوف سے ہٹ کر یہ دنیا کو بتانا ہے
کہ اپنے پیار کا بندھن تو صدیوں سے پرانا ہے
ہمیں اک دوسرے کی ذات کی تکمیل کرنی ہے
سمندر کے کنارے پھر ہمیں اک گھر بنانا ہے
وہ گھر جس میں بہاروں، خوشبوؤں، رنگوں کا میلہ ہو
یہاں سے دور سبزے میں وہ گھر اپنا اکیلا ہو
میں ہر صبح تمہاری آنکھ سے دیکھوں حسیں منظر
تمہارے حسن کا جادو میری آنکھوں میں پھیلا ہو
مگر پھر یوں ہوا حالات نے اس کو بدل ڈالا
بھلا کر اس کی سب باتیں ہمارا دل کچل ڈالا
بنائے ساحلوں پر گھر سمندر سے حسین اس کے
ٹکروائے مقدر کہ بدل ڈالے لکین اس کے
کسی کا ہاتھ ہاتھوں میں وہ دے کر اب بھی چلتا ہے
مگر جب تنہا ملتا ہے تو بس اتنا ہی کہتا ہے

سنو
بچھڑ کے تم سے جو دل پر لگا ہے گھاؤ گہرا ہے
ہمارے دل کی وادی میں جہاں تھا راج خوشیوں کا
وہاں اب "درد" ٹھہرا ہے

عینا کمال اپنے شوہر کمال حسن کے پاس انگلینڈ واپس جا چکی تھیں۔ میکال کا ارادہ بھی وہیں شفٹ ہونے کا تھا کیونکہ عائشہ اذہان کی کنارہ کشی کے بعد اس کا پاکستان میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ مگر اچانک حسن صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی لہٰذا مجبوراً اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا تھا تاہم وہ بہت اپ سیٹ ہو کر رہ گیا تھا۔

اس روز موسم بہت خوب صورت ہو رہا تھا۔ ہانیہ اور نہال اس وقت ایوننگ واک پر نکلے تھے۔ ہانیہ آج کل نہال سے گاڑی ڈرائیو کرنا سیکھ رہی تھی۔ جاتی گرمیوں اور آتی سردیوں کے ان اداس دنوں میں سرسبز درختوں نے شفاف سڑک پر ڈھیروں زرد پتے بکھیر دیے تھے۔ انہی پتوں پر قدم قدم نہال حسن کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے ہانیہ اس سے کہہ رہی تھی۔

"پتا ہے نہال! دنیا میں محبت سے زیادہ دلچسپ اور

عجیب چیز اور کوئی نہیں، جسے یہ مل جاتی ہے اسے خوب صورت بنا دیتی ہے اور جس سے یہ چھن جاتی ہے اسے پتھر بنا کر رکھ دیتی ہے، میں نے دیکھے ہیں محبت کی بستی کے پتھر ہوئے لوگ۔" لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس، دونوں بازو سینے پر باندھے وہ بہت سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی نہال نے سڑک کے وسط میں پڑا پتھر پاؤں کی ٹھوکر سے دور اچھال دیا۔

"مجھے لگتا ہے تم میکال بھیا کے ساتھ شادی پر خوش نہیں ہو، ہے ناں ہانی؟"

"ہوں۔" پہلی بار اس کے قیاس پر اس نے یوں اعتراف کیا تھا، وہ چونک اٹھا۔

"ہانی......"

"ہاں نہال! میں میکال حسن کے ساتھ زبردستی اس بندھن پر خوش نہیں ہوں۔ ہر روز رات میں ایک ہی بیڈ پر اس کے پہلو میں لیٹی میں اپنی بے بسی پر تڑپ تڑپ کر روتی ہوں، میرا بس نہیں چلتا کہ میں اپنا چہرہ نوچ لوں، مجھے آئینے میں اپنے چہرے سے زیادہ بھیانک اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ میں عذاب بن کر ایک ناپسندیدگی کے تاثر کے ساتھ اس کے سر پر سوار نہیں رہنا چاہتی۔ کوئی مجھے ایک بار نظر انداز کرے تو میں اسے دس بار نظر انداز کرتی ہوں مگر میں کیا کروں، پاپا نے تو جیسے کسی ناکردہ گناہ کی طرح میرے وجود کو اپنی زندگی سے نکال پھینکا ہے، میں نہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اس زیادتی کے لیے میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" پہلی بار وہ جذباتی دکھائی دے رہی تھی نہال ششدر رہ گیا۔

"ہانی...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"پتا نہیں۔" سنگی بنچ پر بیٹھ کر وہ اب رونے لگی تھی۔ وہ پریشان ہو گیا۔

"ہانی پلیز مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے، کیا میکال بھیا نے تم سے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم نے یہ سب کیوں کہا؟ میں مانتا ہوں تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مگر میکال بھیا بھی اس شادی کے لیے خوش نہیں تھے پھر بھی پتا نہیں کیوں مما پاپا نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا، مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔ ماں باپ کے فیصلوں کی اہمیت اپنی جگہ مگر انہیں اپنے بچوں کی زندگیوں کو یوں ضد اور انا کا مسئلہ نہیں بنالینا چاہیے۔" سر جھٹکتے ہوئے وہ بھی جذباتی ہوا تھا۔ ہانیہ نے آنسو پونچھ لیے۔

"شاید اسے ہی تقدیر کا لکھا کہتے ہیں، خدا ایسے ہی اپنے بندوں کو دکھاتا ہے کہ وہ ہے مگر میں بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں دکھاؤں گی میکال حسن کو کہ ہانیہ صفدر بھی کسی سے کم نہیں ہے۔"

"ہوں، یہ ہوئی ناں بات۔ میں اپنی ہانی کو کسی بھی محاذ پر کبھی شکست نہیں دیکھ سکتا۔" وہ خوش ہوا تھا۔ ہانیہ گہری سانس بھر کر رہ گئی، تبھی وہ بولا تھا۔

"ہادیہ کی کال آئی تھی کل میرے نمبر پر، تمہیں لے کر وہ بہت ڈسٹرب ہے شاید رو بھی رہی تھی، تم اس سے بات کیوں نہیں کرنا چاہتی۔ وہ تمہاری بہترین دوست ہے ہانی! تم میکال بھیا کی زیادتی کا بدلہ اس سے کیوں لے رہی ہو؟"

"پتا نہیں۔" اس بار نہال کے سوال پر بے زاری جتاتے ہوئے وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی، نہال بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے ہانیہ! مانا اس نے تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے مگر دوستوں کو یوں چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر زندگی سے نکال پھینکنا درست نہیں ہے وہ بتا رہی تھی کہ انکل اور آنٹی بھی تمہارے سلوک کو لے کر بہت پریشان ہیں اور شاید جاذب بھی، انکل کا ارادہ ہے کہ تمہارے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ اب ہادیہ اور جاذب کی بھی پار لگا دیں مگر صرف تمہاری وجہ سے یہ نیک کام التوا کا شکار ہو رہا ہے۔"

"کیوں، کیا میں نے ان کی خوشیوں پر پابندی لگا

رہی ہے؟"

"نہیں، لیکن جس طرح سے شادی کے بعد تم ایک دن بھی وہاں نہیں گئیں مجھے لگتا ہے تم شادی پر بھی نہیں جاؤ گی جبکہ وہ تمہارا غصہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"مگر مجھے کوئی غصہ نہیں ہے، یہ میری زندگی ہے اور میرے خیال سے اسے اپنی مرضی اور اختیار سے گزارنے کا حق بھی میرے پاس ہونا چاہیے۔"

"رائٹ... لیکن..."

"پلیز اسٹاپ اٹ نہال، بہتر ہوگا کہ ہم اس ٹاپک پر کوئی بات نہ کریں، میں منافق نہیں ہوں میرا دل اگر ان لوگوں سے ملنے کو نہیں چاہتا تو میں زبردستی وہاں جا کر ان کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہ سکتی۔ پتا نہیں یہ لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔" وہ بہت زیادہ قنوطیت اور بے زاری کا شکار ہو رہی تھی۔ نہال گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"ہوں، میں سمجھ سکتا ہوں، دلوں میں فرق آجائے تو پھر تعلق نبھائے نہیں جاتے، گھسیٹے جاتے ہیں۔" بہت دھیمے لہجے میں وہ بہت گہری بات کہہ گیا تھا۔ ہانیہ کی آنکھیں پھر بھرانے لگیں۔ اسے اس وقت اپنی ذات اور سڑک پر بکھرے زرد پتوں میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے دن اداسیوں کی نذر کرنے کے بعد اس روز پھر اس کی میکال سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا، ہانیہ چپکے سے اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" بہت لگاوٹ سے اس نے پوچھا تھا مگر میکال نے حسب توقع نہ اس کی طرف دیکھا، نہ اس کے سوال کا جواب دیا۔

"میرا اکاؤنٹ بھی بنا دیں فیس بک پر پلیز۔" اگلے ہی پل شرارت سے کہتے ہوئے اس نے اپنا سر اس کے کندھے پر دھر دیا تھا جب کہ اس کے بازو میکال کے بازو کے گرد لپٹے تھے مگر وہ اب بھی خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہا تھا۔

"اف... ایک ہزار فرینڈز ہیں آپ کے اکاؤنٹ میں، میں عائشہ جی کو بتا دوں گی۔"

"جسٹ شٹ اپ اوکے۔" اس بار وہ جھنجلایا تھا۔ ہانیہ تذلیل کے باوجود ڈھٹائی سے مسکرا دی۔

"تم ڈرتے ہیں عائشہ جی سے، ویسے محبت واقعی انسان کو بہت کمزور کر دیتی ہے ناں؟"

"میرا دماغ مت کھاؤ، جا کر سو جاؤ چپ چاپ۔" کتنی بے زاری اور نفرت تھی اس شخص کے لہجے میں، ہانیہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ مگر پھر بھی وہ بہت ضبط سے بولی تھی۔

"کیسے سو جاؤں، نیند ہی نہیں آرہی۔ آپ آ کر سلا دیں پلیز..."

"اتنا فضول ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔"

"تو ٹھیک ہے پھر میں بھی یہیں بیٹھی رہوں گی آپ کے پاس، چاہے پوری رات بیت جائے۔"

"تم اپنی حد سے بڑھ رہی ہو ہانیہ صفدر!" اس بار سنگ کر کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کرتے ہوئے وہ اس کے پہلو سے اٹھ گیا تھا۔ ہانیہ کے لبوں پر پھیکی سی مسکان بکھر گئی۔

"اچھا، کیا ہیں میری حدود؟" اس نے پوچھا تھا مگر میکال حسن جواب دینے کی بجائے بیڈ پر چت لیٹ گیا تھا۔ جانے کیوں اس لمحے اسے روشنی سے وحشت ہو رہی تھی۔ آنکھوں پر بازو رکھ کر اس نے خود کو ہانیہ صفدر سے لاتعلق ظاہر کیا تھا مگر وہ اس بے زاری پر بھی اٹھ کر اپنی جگہ پر جانے کی بجائے اس کے پہلو میں آ بیٹھی تھی۔

"میں نہیں جانتی میکال کہ آپ زندگی میں کبھی مجھ سے محبت کریں گے یا نہیں مگر مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ آپ نے عائشہ جی سے محبت کا حق ادا کر دیا۔" اس بار یاسیت سے کہتے ہوئے اس نے اپنا سر میکال حسن کے کشادہ سینے پر ٹکا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے گرم گرم آنسو اسے اپنے اندر جذب ہوتے محسوس ہوئے تھے شاید تبھی وہ بپھر کر اٹھا تھا۔

"عائشہ، عائشہ، عائشہ... آج کے بعد میرے سامنے اگر بھولے سے بھی تمہاری زبان پر اس کا نام آیا تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔ وہ میری محبت میری زندگی ہے [illegible] کہ وہ مجھ سے میری محبت کو [illegible] رہے، تمہاری جو اوقات ہے بہتر ہوگا تم اسی میں رہو ورنہ مجھ سے کسی بھی قسم کی رعایت کی امید مت رکھنا۔" نفرت سے اسے پرے دھکیلتے ہوئے اس نے [illegible] زوردار تھا۔ اس سے بڑھ کر بھلا اس کی ذات کی توہین اور کیا ہوتی تھی شاید تبھی وہ بپھر گئی۔

"مجھے اپنی اوقات میں رہنا بہت اچھی طرح آتا ہے میکال حسن اگر کاش کہ آپ بھی اپنی اوقات میں رہنا سیکھ لیں، کس بات کا اتنا گھمنڈ ہے آپ کو، بولیں میرے سامنے آپ کی کیا اوقات ہے؟"

"جسٹ شٹ اپ؟" اس بار پھنکارتے ہوئے وہ خود پر سے اپنا اختیار کھو بیٹھا تھا۔ ہانیہ اپنے رخسار پر پڑنے والے اس جاندار تھپڑ سے لڑکھڑا کر رہ گئی تھی۔

"اپنے باپ سے پوچھنا جا کر اپنی اوقات، جنہوں نے راتوں رات زبردستی تمہیں میرے گلے کا ڈھول بنا دیا، پتا نہیں کیا کیا گل کھلائے ہوں گے کہ انہیں یوں میرے پاپا کے پاؤں پکڑنے پڑے، تمہیں تو کوئی نہ کوئی [illegible] چاہیے دل بہلانے کے لیے خواہ وہ شوہر کے روپ میں ہو یا اس کے بھائی کے۔" ہانیہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ انتہائی گھٹیا الفاظ میں اپنے اندر کا زہر نکال رہا تھا۔ ہانیہ کو لگا جیسے اس کے جسم کا تعلق روح سے ٹوٹ گیا ہو بھلا کوئی یوں اتنی بے رحمی سے بھی کسی کی ذات کے بخیے ادھیڑ سکتا تھا؟

وہ چیخ کر اس کا منہ توڑنا چاہتی تھی مگر اس کے اعضاء جیسے جواب دے گئے تھے۔ رنج، حیرانی، اذیت، غصہ کیا نہیں تھا اس کی آنکھوں میں۔ ایک لمحے میں وہ خوب صورت آنکھیں جیسے لہو ٹپکانے لگی تھیں۔ جسم دہکتا انگارہ بن گیا تھا، تبھی شدید اشتعال میں وہ آگے بڑھی تھی اور اس نے اس کا گریبان تھام لیا تھا۔

"کیا جانتے ہو تم میرے کردار کے بارے میں، ہاں! یہ سوچ کر اتنا گھٹیا بہتان لگایا ہے تم نے مجھ پر؟ کیا سمجھتے ہو تم کہ میری قسمت اگر تمہارے ساتھ پھوٹ گئی تو تم کوئی بہت اعلیٰ و ارفع چیز ہو، میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر اور تمہاری رفاقت پر [illegible]۔" زخمی ناگن کی طرح پھنکار کر کہتی وہ اس پر اس کی اہمیت واضح کر گئی تھی۔

"ہانیہ صفدر اتنی گری پڑی نہیں ہے کہ تم جیسا شخص اٹھ کر اس کے کردار پر انگلی اٹھا سکے۔ اب تک اگر میں تم پر فدا رہی تو یہ میرے کردار کی کمزوری نہیں، محض نرم دلی تھی۔ مجھے لگا شاید تمہیں کسی بہت اپنے کی ضرورت ہے مگر نہیں تم جیسے لوگ اسی قابل ہوتے ہیں کہ انہیں دھتکار دیا جائے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا میکال حسن! کسی انسان کی اوقات نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان سے محبت کر سکے، یہ تو صرف اور صرف اللہ رب العزت کا کمال ہے کہ وہ کسی انسان کے دل اور اس کی آنکھوں میں کسی دوسرے انسان کے لیے محبت ڈال دے، تم بھی ڈرو میکال حسن، اس گھڑی اس لمحے سے جب تم میرے لیے روؤ اور مجھ پر تمہارے آنسو اثر ہی نہ کریں۔" لہو ٹپکاتی آنکھوں کے ساتھ اس نے نفرت سے اسے پرے دھکیلا تھا۔ میکال حسن اس کے اس عجیب و غریب روپ پر حیران ہی تو رہ گیا تھا۔

وہ کمرے سے نکل گئی تھی، میکال نڈھال سا بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے واقعی اس لڑکی کے کردار کے لیے بہت غلط لفظ استعمال کیے تھے شاید اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ رات دھیرے دھیرے آگے سرکتی جا رہی تھی مگر وہ سو نہیں پا رہا تھا۔ سر میں ایک دم سے شدید درد کا احساس ہوا تھا، وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھا رہا۔

❀ ❀ ❀

میکال حسن کو ہانیہ صفدر کی بددعا لگ گئی تھی۔ گھر میں، آفس میں، پارٹیز میں، وہ ہر جگہ اس کے اعصاب پر سوار ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنے کردار کی چوٹ پر جو مشتعل انداز اس نے اپنایا تھا، وہ اس کے ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے ایک ماہ میں اس نے جتنا

ہانیہ صفدر کے بارے میں سوچا تھا اتنا عائشہ اذہان کے بارے میں بھی نہیں سوچ سکا تھا۔

ایک دم سے وہ بہت بے نیاز ہو کر رہ گئی تھی۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ انگلینڈ میں تھا مگر اسے جیسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اس کی واپسی پر بھی اس کی بے نیازی برقرار رہی تھی۔

سارہ اور مائرہ بابش شفٹ ہوگئی تھیں۔ نہال کا ایم بی اے بھی مکمل ہوگیا تھا اور آج کل وہ اور ہانیہ دونوں آفس جارہے تھے۔ میکال کا دل جیسے بزنس سے بھی اچاٹ ہوگیا۔

اس وقت شام ڈھل رہی تھی۔ ریاض حسن صاحب اور مسز حسن شام کی چائے سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ ہانیہ وہاں نہیں تھی مگر نہال وہیں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ تبھی ریاض حسن صاحب نے سرسری سی ایک نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"جانے کیوں مگر مجھے لگتا ہے آسیہ! جیسے ہم نے اپنے بچوں کے ساتھ زیادتی کی ہے' شاید ہمیں میکال کی مرضی کے خلاف ہانیہ بیٹی سے اس کی شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"جی! میرے بھی یہی احساسات ہیں۔ میکال اس شادی سے خوش نہیں ہے اور شاید ہانیہ بھی۔"

"کیا ہانیہ بیٹی نے آپ سے اس بارے میں کوئی بات کی ہے؟"

"نہیں لیکن میں جانتی ہوں وہ بہت حساس بچی ہے' ماں کی وفات کے بعد اس کی شخصیت جیسے ایک دم سے بدل کر رہ گئی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے میکال کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے اتنے دنوں میں ایک بار بھی اسے دل سے ہنستے مسکراتے نہیں دیکھا' اپنے گھر والوں سے بھی قطع تعلق کرلیا ہے اس نے شاید میکال کی طرح وہ بھی اس شادی سے خوش نہیں ہے۔"

"ہوں شاید ایسا ہی ہے' مگر میری سمجھ میں میکال کا رویہ نہیں آرہا' وہ ایسا کیوں کررہا ہے؟"

"میں جانتی ہوں وہ ایسا کیوں کررہا ہے۔" کپ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے مسز حسن نے کہا تھا۔ جواب میں ریاض حسن صاحب چونک اٹھے۔

"کیا مطلب؟"

"میکال کسی اور لڑکی میں انٹرسٹڈ تھا شاید۔ وہ لڑکی آپ کے آفس میں ہی کام کرتی تھی' عائشہ اذہان نام تھا اس کا' مجھے اگر یہ بات پہلے معلوم ہوجاتی تو میں کبھی عائشہ کی جگہ ہانیہ کے لیے ضد نہ کرتی۔"

"مگر عائشہ کی شادی تو ڈھائی سال پہلے ہی ہوچکی ہے اس نے آفس سے ریزائن کردیا تھا۔" اس بار چونکنے کی باری مسز حسن کی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ...؟"

"پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں مما۔" کب سے خاموش بیٹھے نہال نے ٹی وی آف کرتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"عائشہ جی کی شادی میکال بھیا کی شادی سے دو سال پہلے ہی ہوگئی تھی۔ وہ بھیا کی یونیورسٹی فیلو تھیں' گھریلو حالات کی وجہ سے جاب کرتی تھیں۔ بھیا ان سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر ان کی ماں نے پہلے ہی ان کا رشتہ کہیں اور طے کردیا' اسی لیے وہ جاب بھی چھوڑ گئیں۔"

"وہاٹ ... تم نے یہ سب مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بتایا تھا مما! مگر شاید آپ کو یاد نہیں رہا بہرحال آپ سب کچھ جان بھی لیتیں تو کیا کرسکتی تھیں۔ میکال بھائی نے عائشہ کو نہیں چھوڑا' عائشہ نے خود میکال بھیا کو چھوڑا ہے۔" وہ خود بھی اپ سیٹ تھا' مسز حسن الجھ کر رہ گئیں۔

"ہانیہ میری دوست ہے مما! وہ کیسی لڑکی ہے میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں' اسی لیے میں بھی اس شادی کے حق میں نہیں تھا اور اب ... جس طرح سے میکال بھیا بار بار اسے ہرٹ کررہے ہیں' میں یہ سب برداشت نہیں کرسکتا۔ ہانیہ صفدر کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا میرے لیے دنیا کا مشکل ترین کام ہے لہٰذا پلیز آپ میکال بھیا

کو سمجھائیں نہیں تو میں ان سے لڑ پڑوں گا۔" ریموٹ صوفے پر اچھالتے ہوئے اس نے خاصی سنجیدگی کے ساتھ کہا اور اگلے ہی پل بناء کوئی بات سنے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آگیا۔ پیچھے ریاض حسن صاحب اور مسز حسن دیر تک وہیں بیٹھے اس موضوع کو ڈسکس کرتے رہے تھے۔

❁ ❁ ❁

اے دل!
بچھڑنے سے محبت تو نہیں مرتی
بچھڑ جانا محبت کی صداقت کی علامت ہے
محبت ایک فطرت ہے
اور فطرت کب بدلتی ہے
سو جب ہم دور ہوجائیں' نئے رشتوں میں کھو جائیں
تو یہ مت سوچ لینا تم' محبت مرگئی ہوگی
نہیں ایسا نہیں ہوگا
میرے بارے میں سن کر جب تمہاری آنکھ بھر آئے
چھلک کر ایک بھی آنسو پلک پر جو ٹھہر جائے
تو بس اتنا سمجھ لینا
جو میرے نام سے اب بھی تیرے دل کو عقیدت ہے
تیرے دل میں بچھڑ کر بھی ابھی میری محبت ہے
محبت تو بچھڑ کر بھی سدا آباد رہتی ہے
محبت ہو کسی سے تو ہمیشہ یاد رہتی ہے

چاندنی رات تھی۔ سرد ہواؤں سے بے نیاز کھڑکی میں کھڑی وہ میکال حسن کے بارے میں سوچ رہی تھی' جس سے ترک تعلق کیے آج اسے پورا ڈیڑھ ماہ ہونے کو آیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل نمبر بدل لیا تھا گھر سے نکلنا بھی ترک کرچکی تھی۔ اس روز جب اریج اسے ہوٹل سے لایا تھا تو پورے راستے اس کا موڈ بنا رہا تھا۔ گاڑی میں اس نے اس کی طرف دیکھنا تو درکنار بات کرنا بھی گوارا نہیں کیا تھا مگر وہ بے نیازی خاموش بیٹھی رہی تھی۔

گھر آکر تھوڑی دیر کے بعد وہ نارمل ہوگیا تھا تاہم اس روز کے بعد عائشہ اذہان کا اس سے سامنا بہت کم ہوا تھا۔ انہی دنوں اس کا بھائی دبئی میں سیٹ ہوگیا تھا۔ اس کی ساس اپنی بیٹی کی بڑھتی عمر اور زبان سے سخت عاجز تھی' دولت جائیداد کے باوجود کوئی رشتہ نہیں آرہا تھا۔ تبھی انہوں نے عائشہ سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اپنی ماں سے رشتے کی بات کرے' عائشہ اپنی نند کو پسند نہیں کرتی تھی کیونکہ اس کی عادتیں اور کردار کھلی کتاب کی مانند اس کے سامنے تھے تاہم ساس کی بات رکھنے کے لیے اس نے اپنی ماں سے بات کرلی تھی اور اس کی حیرت کی

انتہا نہ رہی جب اس کی ماں نے ذرا سی سوچ بچار کے بعد یہ رشتہ منظور کر لیا۔

چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق فوری شادی کے دن رکھ دیئے گئے تھے۔ عائشہ اس افراتفری پر بوکھلا کر ہی تو رہ گئی تھی۔ دونوں طرف سے شادی کی تیاری اس کے کندھوں پر آ پڑی جب کہ اس کی جان پہلے ہی سکون میں نہیں تھی۔

اس وقت بھی جب وہ تھکن سے چُور ساری دنیا سے کٹ کر کھڑی تھی' اس کا شوہر کمرے میں آ گیا تھا۔

''آشا۔'' وہ اسے عائشہ کی بجائے آشا ہی پکارتا تھا۔ اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹ گیا' چونک کر پلٹتے ہوئے اس نے ایک نظر اپنے شوہر پر ڈالی تھی۔

''ہوں۔''

''میں نے باہر جانا ہے' اماں سے کہو گیٹ کھولے۔'' بچوں کی طرح مچل کر ضد کرتے ہوئے اس نے منہ بسورا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

''نہیں' اس ٹائم باہر نہیں جاتے' میں وعدہ کرتی ہوں صبح لے جاؤں گی آپ کو۔''

''نہیں' میں نے ابھی جانا ہے' اریج بھی گیا ہے' میں بھی جاؤں گا۔'' وہ اپنی ضد پر اڑ رہا تھا' عائشہ پریشان ہو کر رہ گئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی شام کے بعد اسے اور اس کے شوہر کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ شادی سے پہلے ایک بار اس کا شوہر آنکھ بچا کر شام کے بعد گھر سے نکل گیا تھا اور قریب ہی روڈ پر حادثے کا شکار ہو گیا' تاہم ٹریفک کم ہونے کی وجہ سے اسے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ اس روز کے بعد سے اس پر پابندی عائد ہو گئی تھی تبھی وہ اسے ٹال رہی تھی مگر وہ تو جیسے کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

''جمال میں...'' ابھی وہ اسے سمجھانے کے لیے لفظ ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ اس کے شوہر نے غصے سے بگڑتے ہوئے قریبی ٹیبل پر پڑا گلدان اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔

عائشہ کے لیے یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا' تبھی وہ اپنا دفاع نہیں کر سکی تھی' گلدان اس کی پیشانی پر لگا تھا اور اگلے ہی لمحے خون کا ایک فوارا ابل پڑا تھا۔ عائشہ تیورا کر گری تھی اور اس کے بعد اسے کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔ اریج جو اپنا موبائل فون چارج پر بھول گیا تھا' اٹھانے کے لیے واپس آیا تو جمال چیخ رہا تھا وہ گھبرا کر اس کے کمرے کی طرف بھاگا' اس کی ماں بھی سیڑھیوں سے بھاگ آئی تبھی سامنے کا منظر دیکھ کر ان دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ سامنے فرش پر پڑی عائشہ اذہان کی پیشانی سے بہنے والے خون نے اس کا چہرہ چھپا دیا تھا' بجلی کی سی سرعت سے لپک کر وہ اس کی طرف بڑھا اور بنا کچھ بھی سوچے سمجھے اگلے ہی پل اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی کے قریب لے آیا۔ اس کی ماں باہر تک آئی تھی مگر وہ اس سے قبل ہی گاڑی لے کر نکل چکا تھا۔

❁ ❁ ❁

عائشہ اذہان کی جس لمحے آنکھ کھلی وہ اسپتال کے سرد کمرے میں تھی۔ اس کے بائیں بازو میں ڈرپ لگی تھی' آنکھ کھلتے ہی شدید تکلیف کے احساس نے اسے کراہنے پر مجبور کیا تھا۔ اریج جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا' اس کی آہ پر فوراً لپک کر قریب آیا۔

''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟'' ڈیڑھ ماہ کے بعد پہلی بار اس نے اسے براہ راست مخاطب کیا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ پیشانی تک لے جاتے لے جاتے رک گئی۔

''ٹھیک ہوں۔''

''مگر ٹھیک لگ نہیں رہی ہیں' اچھا لڑکا تھا وہ اس روز ہوٹل والا' سوٹ کر رہا تھا آپ کے ساتھ پھر بھی پتا نہیں کیوں آپ میرے پاگل بھائی کے پلے بندھ گئیں۔'' وہ اس پر طنز نہیں کر رہا تھا مگر پھر بھی عائشہ کے دل میں درد کی لہر اٹھی تھی۔

''پتا نہیں لوگ کیسے رشتوں کی مروت میں اپنی پوری زندگی' اپنے خوابوں کا سودا کر لیتے ہیں' کم از کم میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔'' اب کے رخ پھیرتے ہوئے وہ دل

گرفتگی سے بولا تھا۔ عائشہ نے جواب میں چپ چاپ پلکیں موند لیں۔ ڈرپ لگنے کے باعث اسے وہاں شدید جلن کا احساس ہو رہا تھا مگر اس نے اریج سے نہیں کہا۔ عجب بے حسی سوار ہو گئی تھی اس پر' تبھی وہ بولا تھا۔

''یہ ڈرپ مکمل ہو جاتی ہے تو گھر چلتے ہیں' کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا' لا دوں گا۔'' سرسری سی ایک نظر اس کی ڈرپ کی رفتار پر ڈالتے ہوئے وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اگلے پچیس منٹ کے بعد نڈھال سی عائشہ گاڑی میں اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

''یہ جو اسپتال ہوتے ہیں ناں' زندان ہوتے ہیں لوگوں کے لیے' لوگ شفا لینے آتے ہیں یہاں جانے کہاں کہاں سے دھکے کھا کر' پیسے لٹا کر ان شفاء خانوں تک پہنچتے ہیں مگر یہاں انسانیت کی خدمت سے اکتائے تعلیم یافتہ لوگ' مسیحائی کے عوض جو سلوک ان کے ساتھ کرتے ہیں' وہ دیکھنے لائق نہیں ہوتا' ڈاکٹرز تو چلو بے حس ہی ہیں نرسز کا گھمنڈ' سنگ دلی اور مریضوں کے ساتھ بے حد برا رویہ دیکھ کر' میں ہمیشہ ان شفا خانوں کی طرف آنے سے گھبراتا ہوں۔ خدا کے واسطے اگلی دفعہ خیال کیجیے گا۔ بہت سے لوگوں کو بے موت ان زندانوں میں بے بسی کی موت مرتے دیکھا ہے میں نے۔'' سر جھکائے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے اسے تنبیہ کی تھی' عائشہ اب بھی لبوں پر چپ کا قفل لگائے بیٹھی رہی۔

اگلے چند دنوں میں اس نے اریج کو بہت ڈسٹرب دیکھا تھا۔ پوری پوری رات جاگ کر سگریٹ پھونکتا رہتا' گھر کا راستہ تو جیسے اسے بھول ہی گیا تھا۔ کئی کئی دن کے بعد گھر آتا بھی تھا تو کسی کے پاس نہیں بیٹھتا تھا۔ عائشہ اذہان کے ساتھ اس گھر میں ہونے والے ظلم بھی اب جیسے اس کی توجہ سمیٹنے میں ناکام رہے تھے۔

اس روز اس کے سامنے اس کی نند نے اس کے چہرے پر بھرپور تمانچہ دے مارا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا' اپنا والٹ اٹھا کر بے نیازی سے باہر نکل گیا تھا۔ صبح سے شام تک کولہو کے بیل کی طرح وہ گھریلو کاموں میں جتی رہتی تھی۔ مگر وہاں اس کا احساس کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ جانے اس سے ایسی کیا خطاء سرزد ہوئی تھی کہ اس کے واحد ہمدرد نے بھی اس سے حق سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

اس روز بہت بارش ہوئی تھی۔ عائشہ کو پچھلے تین چار روز سے شدید بخار نے بے حال کر رکھا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے فرائض مکمل تندہی سے سرانجام دے رہی تھی' تیز بخار کے سبب آنکھیں جیسے جل رہی تھیں جب کہ سر یوں چکرا رہا تھا جیسے ابھی گر پڑے گی۔ رات گئے کچن سے فراغت پا کر وہ اپنے کمرے میں آئی اور بنا کچھ کھائے پیے ہی بستر پر ڈھیر ہو گئی' اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ کب اس کا شوہر کمرے سے نکلا اور گھر سے باہر چلا گیا۔ خبر تو اس وقت ہوئی جب اس کی ساس نے انتہائی بے رحمی سے اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے اسے گہری نیند سے اٹھایا۔

''بدحرام' منحوس' میرا بیٹا وہاں زخمی پڑا ہے اور تو یہاں میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہی ہے۔'' تیز چنگھاڑ نے اسے اچھا خاصا بدحواس کر دیا تھا۔ اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ ہوا کیا ہے؟ سرد فرش پر گری تو کہنیوں اور دانتوں میں اٹھنے والے شدید درد نے ہوش بحال کیے' وہ ابھی ٹھیک سے سنبھلی بھی نہیں تھی کہ ساس نے پھر اسے دو تھپڑ جڑ دیئے۔

''چل نکل یہاں سے منحوس ماری' آئی بڑی شہزادی کہیں کی۔'' اعصاب شکن گالیاں بکتی ہوئی اس کی ساس اسے سیڑھیوں سے نیچے گھسیٹ لائی تھی۔ وہ بلبلا کر ان سے رحم کی درخواست کرتی رہ گئی' باہر موسم اپنے تیور بدل چکا تھا' گرجتے بادلوں کے ساتھ رفتہ رفتہ تیز ہوتی بارش نے جیسے اس کے حواس معطل کر دیئے۔ اس کا شوہر زخمی حالت میں لاؤنج میں دھرے صوفے پر پڑا تھا' وہ لپک کر اس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی مگر اس کی ساس اور ان کی مدد کے لیے آئی نند نے اسے بنا کوئی موقع دیئے دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ وہ اوندھے منہ گیٹ کے اس

چار سیڑھیوں پر جا پڑی تھی، باہر جنونی تیز ہواؤں اور زور پکڑتی بارش نے اسے مزید ہوا دی۔ تبھی رنج کی گاڑی کے ٹائر اس سے کچھ ہی فاصلے پر چرچرائے تھے۔

❁ ❁ ❁

دانش دراں تو ودی نئیں جیہڑے حل ہوندے
ایسے قطے دی عشق سمجھ دیندا
لوکی پیراں دے ہتھ نئی چومن دیندے
عشق کتیاں دے پیر اچما دیندا

"میکال..." وہ آفس کے لیے نکل رہا تھا جب مسز حسن کی پکار پر ان کے قریب چلا آیا۔ تھکے تھکے سے اعصاب اور آنکھوں میں دوڑتی رت جگوں کی سرخی اس کے اندر کے حال کا بخوبی پتا دے رہی تھی۔ مسز حسن نے ہاتھوں میں پکڑا ڈائجسٹ سائیڈ پر رکھ دیا۔

"بیٹھو! مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔"

"سوری مما! میں اس وقت آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"آفس امپورٹنٹ نہیں ہے۔" چہرے پر حد درجہ سنجیدگی طاری کیے وہ خفگی سے بولی تھیں۔ میکال لب بھینچتا ان کے مقابل ٹک گیا۔

"جی فرمائیے۔"

"مجھے ہانیہ کے بارے میں بات کرنی ہے، وہ بہت پیاری اور سلجھی ہوئی بچی ہے، میرا خیال تھا تم اسے خوش رکھو گے مگر ایسا نہیں ہے۔" میکال کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے بات کی تمہید باندھی تھی۔ وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی میکال! مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اگر شادی نہیں کرنا چاہتے تو اس کے پیچھے کیا وجہ ہے، پتا لگ بھی جاتا تب بھی شاید میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی کیونکہ تم نے جس لڑکی کو پسند کیا وہ تم سے پہلے بیاہ کر کہیں اور جا چکی تھی! ایسے میں اگر ہانیہ نہ ہوتی تب بھی کسی نہ کسی لڑکی نے تو تمہاری زندگی میں آنا تھا ناں پھر ہانیہ کے ساتھ ایسا تضحیک آمیز سلوک کیوں؟" وہ پوچھ رہی تھیں مگر میکال اب بھی سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں اس بچی سے، میرے نزدیک اس میں اور مائرہ میں کوئی فرق نہیں ہے، بھائی صاحب کی وفات کے بعد اس کی زندگی بہت بدل گئی ہے۔ ترستی ہے وہ خوشیوں کے لیے، وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ یوں تضحیک آمیز سلوک کیا جائے، میں نہیں چاہتی کہ بھائی صاحب کو کسی بات کا پتا چلے، اس لیے درخواست کر رہی ہوں تم سے اس بچی کو ستانا چھوڑ دو، پلیز..." وہ التجا کر رہی تھیں تبھی ان کی نگاہ میکال کی بھرائی آنکھوں پر پڑی اور وہ جیسے تڑپ اٹھیں۔

"میکال... میری جان! مجھے بتاؤ، کیا مسئلہ ہے؟ کیوں کر رہے ہو تم یہ سب؟ میں تمہاری ماں ہوں بیٹے۔" فوراً اٹھ کر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے انہوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا تھا، تبھی وہ اٹھ کر نیچے قالین پر بیٹھا اور اپنا سر ان کی گود میں رکھتے ہوئے رو پڑا۔

"ایم سوری مما... مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، بہت بے چینی ہے میرے اندر، ایک عجیب سا طوفان مجھے اندر سے تہس نہس کرنے کو مچل رہا ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ کسی ننھے سے معصوم بچے کی مانند وہ ان کی گود میں منہ چھپائے دیر تک روتا رہا اور آسیہ بیگم بے چین و متفکر سی اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتی جانے کیا کیا پڑھ کر اس پر پھونکتی رہیں۔

❁ ❁ ❁

کہیں دور دشتِ خیال میں
کوئی قافلہ ہے رکا ہوا
کہیں خالی آنکھ کی گود میں
کئی رت جگے ہیں پڑے ہوئے
کہیں عہدِ ماضی کی راہ پر
کوئی یاد سی کہیں کھو گئی

کہیں خواب زاروں کے درمیاں
مجھے زندگی نے بسر کیا
[illegible] وہ وصال کی گود میں، نہ وصال کا کوئی چاند ہے
کوئی آس ہے نہ امید ہے
نہ کسی ستارے کا ساتھ ہے

چپ چاپ... گزرے ہر لمحے کے ساتھ حورعین کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بکھر رہے تھے اور عمیر ہمدانی اس کے سامنے دم سادھے بت بنا بیٹھا اس کی روداد سن رہا تھا۔ وہ روداد جو روح چھید کر رکھ دیتی تھی۔ گزرے ہوئے وہ لمحے آج بھی نشتر بن کر اس کی روح میں چبھتے تھے۔ آج بہت دنوں کے بعد اس نے اپنی ذات کو ان تکلیف دہ لمحوں کے سپرد کیا تھا۔

گرام جیل کی یادیں وہاں بیتا ہر لمحہ، آج بھی اس کی رگوں سے لہو نچوڑتا تھا۔ ساری دنیا کے لیے امن اور تہذیب کا نعرہ لگانے والے یہود مل کر ان عقوبت خانوں میں کیسے نسائیت کی دھجیاں بکھیر رہے تھے، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"سپر پاور" کہلانے والے سورما کو جس ملک کے عوام میں بڑھتی ہوئی نفرت پر تشویش تھی، اسی عوام کے انمول ہیروں کو وہ بدترین بربریت کی بھینٹ چڑھا کر صفحہ ہستی سے مٹا رہا تھا اور اسے اس پر کوئی تشویش نہیں تھی۔ وہ سانس لینے کو رکی تھی، جب عمیر نے بے تابی سے پوچھا۔

"پھر... پھر کیا ہوا، کیا آپ کو بھی سر جاوید ہمدانی کی طرح امریکہ کے حوالے کر دیا گیا؟"

"نہیں۔" اس کے سوال پر نرمی سے آنسو پونچھتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی، عین اسی لمحے سمیر نے اس کمرے میں انٹری دی۔

"تو جناب عمیر صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور وہاں کچن میں ڈھیر سارے برتن پڑے میرا منہ چڑا رہے ہیں۔" صد شکر کہ حورعین نے اپنے آنسو پونچھ لیے تھے پھر بھی اپنے دھیان میں بولتا وہ اس کی طرف دیکھ کر چونکا تھا۔

"ارے آپ رو رہی ہیں؟" رات وہ اس سے نہیں ملا تھا مگر نمیر نے اس کی گھر واپسی پر اسے اس کے بارے میں بتا دیا تھا، تبھی کمرے سے نکلتے ہی اس نے ادھر کا رخ کیا تھا۔ حورعین اس کے غیر متوقع سوال پر چونک اٹھی تھی جب کہ عمیر اس اچانک مداخلت پر گہری سانس بھرتے ہوئے اس کے پہلو سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلیے بھابی! باقی کی کہانی پھر سہی، میں نے کہیں پڑھا تھا لفظ جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر لہجے کبھی فریبی نہیں ہوتے۔ جانے کیوں آپ کے آنسوؤں اور لہجے سے مجھے بھی سچ کی خوشبو آ رہی ہے، اس لیے جب تک عذیر بھائی نہیں آ جاتے آپ یہاں قیام کر سکتی ہیں۔" اپنی بات کہہ کر وہ کمرے میں رکا نہیں تھا جب کہ سمیر حیران رہ گیا۔

"یہ کیا کہہ گیا ہے؟" عمیر کی بات چونکہ اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی تبھی اس نے حورعین سے استفسار کیا تھا، مگر وہ بھی نفی میں سر ہلا گئی۔

"کچھ نہیں آپ چلیے، میں بھی باہر آتی ہوں۔"

"جی شیور۔" سمیر اس کے گریز کا برا منائے بغیر شرافت سے باہر نکل گیا تھا۔ اسی روز شام میں عذیر ہمدانی کی واپسی ہو گئی تھی، وہ کچن میں نمیر کی ہیلپ کروا رہی تھی، سمیر حسب معمول کلب گیا تھا جب کہ عمیر ابھی ابھی زبیر کو ٹیوشن سے لانے کے لیے گھر سے نکلا تھا، بڑی ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پھر بھی وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی حورعین کو دعائیں دے رہی تھیں کہ جس نے مہمان ہونے کے باوجود ان کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ عذیر حسب عادت شور مچاتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا۔

"عمیر... عمیر..." حورعین کا دل اس کی پکار پر زور سے دھڑک اٹھا۔ ایک مشکل ٹلی نہیں تھی کہ دوسری آ پڑی تھی۔ نمیر جو اسے پیاز کاٹ کر دے رہا تھا، بنا اس کے ہاتھوں کی لرزش پر غور کیے مسکرا اٹھا۔

"لیں بھابی! آ گئے آپ کے صاحب بہادر، ابھی آپ یہاں نہ ہوتی ناں تو انہوں نے ایک ماہ سے پہلے

نہیں آتا تھا۔" حورعین کے لب اس کی شرارت پر بمشکل بھینچے تھے۔ وہ اسے دکھڑی کا نشان بنا کر دکھاتا کچن سے نکل گیا۔

"السلام علیکم عذیر بھائی۔"

"وعلیکم السلام! عمیر کہاں ہے؟" دھپ سے بڑی ماں کے پہلو میں صوفے پر گرتے ہوئے انہیں سلام کرنے کے بعد اس نے نظر اٹھا کر نمیر کو دیکھا تھا' حورعین کو لگا جیسے اس کا دل رک جائے گا۔

"وہ تو زبیر کو ٹیوشن سے لینے گیا ہے' خیریت؟"

"اس کے ہوتے خیریت ہو سکتی ہے' ایک نمبر کا بے وقوف' الو کا پٹھا ہے یہ لڑکا۔"

"کیا ہوگیا ہے عذیر! کیوں آتے ہی شروع ہوگئے؟" بڑی ماں کی تسبیح مکمل ہوگئی تھی تبھی وہ بولیں' تو وہ غصے سے سر جھٹک کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا ہوا ہے؟ آپ کو پتا ہے بڑی ماں! اس نے کیا کیا ہے؟" انگاروں پر لوٹتا وہ شخص اس کا بھانڈا بس پھوڑنے ہی والا تھا' تبھی متوقع رسوائی کے خوف سے آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ وہ کچن کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔

"کیا کیا ہے عمیر نے؟" بڑی ماں کے ساتھ ساتھ نمیر کے کان بھی کھڑے ہوگئے تھے تبھی عذیر کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔

"تت تم ؟" حورعین کو گمان نہیں تھا کہ وہ اسے یوں فوری پہچان لے گا مگر اس نے اسے پہچان لیا تھا' وہ بنا کوئی جواب دیے چپ چاپ کھڑی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو' تمہیں کیا لگا ہم اسے نہیں رکھیں گے' ارے پہلی بار زندگی میں کوئی ڈھنگ کا فیصلہ کیا ہے تم نے' ورنہ مجھے تو یہی خدشہ تھا کہ نجانے کیسی لڑکی کو اپنے متھے مار لیا ہے تم نے۔" اس کی نگاہوں کی تقلید میں حورعین کو دیکھتے ہوئے بڑی ماں شفقت سے مسکرائی تھیں' عذیر حیران حیران سا بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"مگر "

"ارے چھوڑو اگر مگر کو' بہت پیاری بچی ہے' ابھی کل آئی ہے اور آج سارا گھر بھی سنبھال لیا' میرا دل تو بہت خوش ہے' اتنی اچھی صورت کی بچی تو شاید میں بھی تمہارے لیے نہیں ڈھونڈ سکتی تھی۔"

"ہاں بھیا بھابی واقعی بہت گریٹ ہیں' میں نے اور بڑی ماں نے فیصلہ کر لیا ہے ہم کل ہی سارے خاندان میں آپ دونوں کی شادی کی خبر عام کردیں گے۔" اس کی سنے بغیر بڑی ماں اور نمیر نے فوری اپنی قیمتی رائے پیش کردی تھی' وہ ہکا بکا سا انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"بڑی ماں! ایسا کچھ نہیں ہے آپ لوگ واقعی پاگل ہو چکے ہیں۔"

"ہاں' اب تو تم پاگل ہی کہو گے' چپ چاپ تمہاری پسند کو قبول جو کر لیا ہے میں پوچھتی ہوں تم نے ہم سب کی رائے لیے بغیر اس بچی سے نکاح کیا تھا' تب تم پاگل نہیں تھے۔" بڑی ماں جانے کیا سمجھ بیٹھی تھیں' وہ بوکھلا گیا۔

"نکاح؟"

"اور نہیں تو کیا' تم نے کیا سمجھا تھا' مجھے پتا نہیں چلے گا۔ ارے دادی ہوں تمہاری یہ بال یونہی دھوپ میں سفید نہیں کیے میں نے۔"

"اُف !" دادی کی قیاس آرائی پر اس نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے' نمیر اس کی الجھن پر مسرور ہوتا وہاں سے کھسک گیا۔ عین اسی لمحے عمیر نے قدم لاؤنج میں دھرے تھے۔

"ارے عذیر بھائی! اتنی جلدی آگئے آپ' ابھی تو ہفتہ بھی پورا نہیں ہوا۔" نمیر کی طرح اس کے لبوں پر بھی محظوظ کن مسکراہٹ تھی۔ وہ سلگ کر ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے حورعین کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"ذرا میرے کمرے میں تشریف لایئے' بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔" حورعین جانتی تھی وہ اس سے ایسا ہی کہے گا' تبھی بھیگی پلکوں کے ساتھ اس کی طرف دیکھتی وہ سر جھکا گئی۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد بڑی ماں کے اشارے پر وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ آئی۔

عمیر کی نگاہوں میں بھی اس کے لیے حوصلہ افزائی تھی۔

"کون ہو تم؟" کمرے میں اس کے قدم دھرتے ہی وہ جو بے قرار سا کھڑکی میں کھڑا تھا' فوراً پلٹ کر اس کی طرف بڑھا۔ حورعین بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"میں نے عمیر کو بتایا ہے کہ میں کون ہوں؟"

"مجھے بتانے میں کیا حرج ہے؟" پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ پھنسائے وہ بہت کڑی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا' وہ رخ پھیر گئی۔

"نہیں میرا نام حورعین فاطمہ ہے' آپ کی کزن ونیہ غفدر کی کلاس فیلو رہی ہوں' اسی کے ساتھ چند سال قبل اس گھر میں آئی تھی میں مگر میں نے آپ کے گھر والوں کو کوئی دھوکا نہیں دیا' یہ لوگ خود غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"اچھا اور وہ جو دادو شادی کی بات کررہی ہیں وہ؟"

"میں نے انہیں ایسا کچھ نہیں کہا' نہ شادی کے بیے نہ نکاح کے لیے۔"

"ٹھیک ہے' مگر میں جاننا چاہوں گا' آپ یہاں کیوں آئیں؟" اس کی پوزیشن اور انداز میں تبدیلی نہیں آئی تھی' وہ بے چین سی ہتھیلیاں مسلنے لگی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ آپ کا گھر ہے' میں تو صرف پناہ چاہتی تھی' کہیں بھی کیونکہ میرے اپنے محل میں میری عزت اور جان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔"

"کہاں ہے آپ کا محل؟"

"یہیں' اسی شہر میں۔ کچھ ہی فرلانگ کے فاصلے پر۔"

"ہوں اور وہ روز قبرستان میں جو باقاعدگی سے حاضری دیتی ہیں وہ؟"

"وہ میرا پرسنل ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں بالکل نہیں چاہوں گا کہ میرے گھر والے آپ کی وجہ سے کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ فوری اپنے منہ سے انہیں سب سچ سچ بتادیں۔" حورعین کے گریز نے اس کا موڈ خراب کردیا تھا' اپنے بھائی کی طرح وہ بھی اسے کسی قسم کی رعایت دینے کو تیار نہیں تھا' تبھی اس کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔

"بتادوں گی مگر ابھی چند روز مجھے یہاں رہنے دیں پلیز' ایک ملازمہ کی حیثیت سے ہی سہی۔"

"ٹھیک ہے مگر ایک بات آپ اچھی طرح سے جان لیں' میری دادو ایک سادہ لوح مگر سخت خاتون ہیں' اگر ان پر یہ جھوٹ کھل گیا تو وہ آپ کو ایک پل کے لیے بھی یہاں نہیں رہنے دیں گی' میں اچھی طرح سے جانتا ہوں انہیں اور شاید عمیر بھی' تبھی اس نے ان سے یہ نکاح والا جھوٹ گھڑا ہوگا۔ لڑکوں والا گھر ہونے کی وجہ سے وہ محلے کی کسی لڑکی کو بھی گھر میں گھسنے نہیں دیتیں' آج تک انہوں نے کسی لڑکی کو ملازمہ نہیں رکھا' میری کسی گرل فرینڈ کو بھی یہاں آنے اور رکنے کی اجازت نہیں ہے جہاں تک سلمیٰ کا تعلق ہے تو وہ انڈین نژاد ہے' میں نے اپنے طور پر اسے رنگ پہنائی تھی تاہم میرے گھر والوں نے اسے نہیں دیکھا' اگر میرے حوالے سے بنا کسی تعلق کے وہ بھی یہاں آتی تو شاید چند گھنٹوں سے زیادہ نہ رک سکتی' بہرحال یہ ساری تفصیل سنانے کا مقصد یہی ہے کہ دادو کے سامنے بہت احتیاط سے رہنا' باقی میں کوشش کروں گا کہ آپ کو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو جب تک آپ یہاں رہیں۔" وہ لگی لپٹی رکھنے والا شخص نہیں تھا۔ حورعین کی نگاہوں میں ممنونیت در آئی۔

"بہت شکریہ' میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"ویلکم۔" اس بار اس کے چہرے پر سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد وہ فوری کمرے سے نکل گیا تھا۔ حورعین نے بے ساختہ سر اٹھا کر اوپر کمرے کی چھت کو تکتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا۔

❁ ❁ ❁

میں نفرتوں کے جہاں میں رہ کر' جفا کروں گا تو کیا کروں گا
یہ ٹھیک کہتے ہو بے وفا ہوں' وفا کروں گا تو کیا کروں گا
بس ایک تُو ہی تُو رہ گیا ہے جہان سارا تو کھو چکا ہوں
تجھے بھی اپنی انا میں آ کر' خفا کروں گا تو کیا کروں گا

ہزار سجدے تو کر چکا ہوں قضا تمہاری محبتوں میں
میں بے رخی کا کوئی سجدہ ادا کروں گا تو کیا کروں گا
بغیر پانی کے کوئی مچھلی بھلا کبھی زندہ رہ سکی ہے
میں تجھ کو کھو کر کسی کا ہو کر بتا کروں گا تو کیا کروں گا

ائرپورٹ سے گاؤں تک اپنے شاندار استقبال پر ثانیہ عباس نے جیسے خود کو سنبھالے رکھا تھا وہی جانتی تھی مگر کب تک...؟ رات کی تاریکی میں تنہائی میسر آتے ہی ضبط کے سارے بندھ جیسے ٹوٹ گئے تھے۔ کیا ضروری تھا کہ پانچ سال کے طویل عرصے کے بعد وطن واپسی پر وہ شخص یوں غیر متوقع طور پر بالکل اچانک اس کے سامنے آتا؟

کیا ضروری تھا کہ دل میں دبی ہوئی راکھ کو پھر سے ہوا ملتی؟ وہ سونا چاہتی تھی مگر نیندوں کے قافلے تو عرصہ ہوا اس سے روٹھ چکے تھے۔ گزرے پچھلے پانچ سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا جب وہ شخص اسے یاد نہ آیا ہو۔

گو پچھلے پانچ سالوں میں اس نے زندگی کو بہت سیٹ کرلیا تھا۔ اسے جینے کے ڈھنگ آگئے تھے مگر پھر بھی اندر کہیں ایک خلاء تھا جو پُر ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس کے دونوں بچے اب بڑے ہوگئے تھے انگلینڈ جیسے ایڈوانس ملک میں پرورش پانے کے باوجود وہ اپنے باپ کو یاد کرتے تھے۔ کیا کیا نہیں ہوگیا تھا گزرے پانچ سالوں میں؟ اس کے کزن اشعر حسین نے بارہا اسے شادی کی پیشکش کی تھی مگر وہ بھلا اب ایسی کسی پوزیشن میں رہی ہی کہاں تھی۔

دل تھا کہ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جانے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ سرسراتی ہوا کے سرد جھونکے جیسے سانسیں لوٹ لینے کو مچل رہے تھے۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب آکھڑی ہوئی۔ آنسو تھے کہ بے دریغ بہتے ہی چلے جارہے تھے۔ وہ اسے سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اس کی سوچوں میں آنے کے لیے بھلا اس کی مرضی کا پابند ہی کہاں تھا۔ دن رات سوتے جاگتے اس کا جب دل چاہتا وہ بے دھڑک اس کی سوچ کے در وا کرتے اس کے تصورات کی دنیا میں چلا آتا تھا۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

زائر ملک کی یاد بہت بے رحمی سے اس کی سوچوں کے تمام در وا کرتی ہوئیں اس کے تصورات میں چلی آئی تھی۔

❁ ❁ ❁

زائر ملک ان دنوں شہر میں تھا۔ ثانیہ عباس اپنی ماں کے ہاتھوں بے حد مجبور ہوکر اس روز چیک اپ کے لیے ہسپتال آئی تھی۔ اس کی ماں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کا ابارشن نہیں کروائیں گی مگر چیک اپ ضروری ہے تاہم حقیقت میں وہ اس کے ابارشن کے لیے ہی اسے وہاں لائی تھیں۔

زائر کا دوست اتفاق سے اسی اسپتال میں تھا ان دنوں وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ جو روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوا تھا وہیں رہ رہا تھا۔ اس کا جو دوست وہاں پر اٹینڈینٹ تھا اس کا خوب خیال رکھ رہا تھا اس وقت بھی اسے چائے فراہم کرتے ہوئے اسے اپنے چھیڑا تھا۔

''دیکھ یار، دیکھ کتنا خیال رکھتا ہوں تیرا پھر بھی تو مہینوں ادھر کا رخ نہیں کرتا۔'' زائر نے مسکرا کر چائے کا کپ پکڑا تھا۔

''مہربانی، مگر کیا کروں میں اللہ کی مخلوق کو ان اسپتالوں میں بے بسی کی موت مرتے نہیں دیکھ سکتا سو نہیں آتا۔''

''چھوڑ یار! تو اس فیلڈ میں آتا تو تجھے پتا چلتا کیسے لوگ سر میں درد کردیتے ہیں صبح سے لے کر شام تک۔''

''اس درد کے پیسے بھی دیتے ہیں۔''

''ہوں، پیسہ تو زندگی کے نظام کو چلانے کا سبب ہے تو دیکھ ابھی ڈاکٹر ناہید کے پاس ایک عورت آئی ہے اپنی بیٹی کو لے کر اور تجھے پتا ہے وہ کیا چاہتی ہے؟''

''کیا؟''

''ابارشن... وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ اس کی بیٹی کی جان کو خطرہ ہے۔''

''وہاٹ؟''

"ہاں یار! یہاں صبح سے شام تک پتا نہیں کیسے کیسے تماشے ہوتے ہیں' اللہ نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے کیونکہ وہ صرف بچہ پیدا ہی نہیں کرتی بلکہ بچے بچوں کی بہترین تربیت بھی کرتی ہے انہیں صحیح اور غلط کا فرق سمجھاتی ہے مگر آج کل کچھ مائیں یوں اپنے مقام اور فرض سے غفلت برتتے ہوئے ہیں کہ خدا کی پناہ' اسلامی معاشرے کا چہرہ ہی خراب کرکے رکھ دیا ہے انہوں نے' ذرا سی عیش پسند زندگی کے لیے آخرت کی رسوائی مول لے لی ہے اور انہیں اس پر کوئی پچھتاوا بھی نہیں۔" اس کا دوست اپنے خیالات اور دکھ کا اظہار کررہا تھا' زائر کو فوراً ثانیہ عباس کی فکر لاحق ہوگئی' پتا نہیں وہ کہاں تھی اور کیسی تھی؟ ابھی وہ اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب اچانک اس کی نگاہ وارڈ کے دروازے کے قریب سے گزرتی ثانیہ عباس کی ماں پر جا پڑی۔ صرف ایک ملاقات کے باوجود اس نے فوراً انہیں پہچان لیا تھا۔

"مسز عباس اور یہاں؟" وہ چونکا ہی نہیں بلکہ حیران رہ گیا تھا۔

"ہوں' یہی تو ہیں وہ خاتون جو اپنی بیٹی کا ابارشن کروانے آئی ہیں۔" اس کے دوست کی نگاہ بھی اس کی نظروں کی تقلید میں مسز عباس پر جا پڑی تھی' تبھی اس نے اس کی معلومات میں اضافہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔ زائر کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا۔ کسی اسپرنگ کی طرح وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور فوراً مردانہ وارڈ سے باہر نکل آیا' ثانیہ سر جھکائے ڈاکٹر ناہید کے کمرے میں بیٹھی تھی تاہم ڈاکٹر ناہید اور مسز عباس دونوں ہی وہاں موجود نہیں تھیں' تبھی بے حد مشتعل انداز میں اس نے ثانیہ کا بازو پکڑا اور پھر بنا کسی نتیجے کی پروا کیے اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے اسپتال سے باہر لے آیا۔

ثانیہ تو جیسے کسی ٹرانس کی کیفیت میں تھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زائر ملک یوں اس طرح سے اسے ڈھونڈ نکالے گا اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی وہ ٹیکسی روک چکا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ' چھوڑو مجھے۔" جب وہ اسے ٹیکسی میں دھکیل رہا تھا وہ چلائی تھی مگر اس نے پروا نہیں کی۔ اس کا چہرہ اس لمحے غیظ و غضب سے خوب سرخ ہورہا تھا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد اس نے ٹیکسی ایک کچی سڑک پر رکوائی تھی۔ مقررہ کرایہ ادا کرنے کے بعد وہ اسے اسی طرح کھینچتے ہوئے اپنے گھر لے آیا تھا۔ قریب' جوڑے گھروں میں مکین خواتین کے لیے یہ ایک بالکل نیا اور دلچسپ ڈرامہ تھا مگر اسے تو جیسے کسی کی پروا نہیں رہی تھی۔ اس کی زوردار دستک کے جواب میں دروازہ اس کی ماں نے کھولا تھا' زائر انہیں نرمی سے سلام کرکے ثانیہ کو گھر کے اندر گھسیٹ لایا۔ پیچھے اس کی ماں جیسے ہکا بکا سی دہلیز پر کھڑی رہ گئی تھی۔

"چٹاخ۔" اپنے کمرے میں لاتے ہی اس نے ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔ ثانیہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"منع کیا تھا ناں تمہیں کہ اللہ رب العزت کی قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی مت کرنا' پھر بھی یہ کبیرہ گناہ کرنا چاہتی تھیں تم' کیوں؟" وہ آگ بگولا ہورہا تھا' ثانیہ سہم کر رہ گئی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہورہا تھا۔"

"بکواس بند کرواپنی۔" بنا اس کی وضاحت سنے وہ دہاڑا تھا۔ تبھی اس کی ماں کمرے میں چلی آئی۔

"زائر پتر! کون ہے یہ لڑکی اور تو کیوں غصے ہورہا ہے اس پر؟"

"یہ اسی لائق ہے اماں! اسی سے پوچھ لیں یہ کون ہے؟" وہ اس وقت شدید غصے میں تھا تبھی کچھ بھی بتائے بغیر گھر سے نکل گیا۔ پیچھے ثانیہ کی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"کون ہے تو؟" زائر کی ماں حیران حیران سی اس کے قریب آئی تھیں تبھی ثانیہ نے سر جھکا کر آنسو پونچھتے ہوئے اپنی اور زائر کی تمام کہانی ان کے گوش گزار کردی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے تو؟" تمام حقیقت جاننے کے بعد وہ حیران ہی تو رہ گئی تھیں۔ ثانیہ نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

"سچ کہہ رہی ہوں' یقین نہ آئے تو اپنے بیٹے سے پوچھ لیجیے گا۔" وہ بے حد آزردہ ہورہی تھی' اماں شاکڈ سی اس کا منہ تکتی رہ گئیں۔ رات میں زائر کی واپسی خاصی لیٹ ہوئی تھی' ثانیہ تب تک بھوکی پیاسی اسی کمرے میں پڑی رہی۔ تاہم وہ اپنی ماں اور باپ کی عدالت میں پیش ہوگیا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس کی کمرے میں آمد ہوئی تھی' ثانیہ اسے دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی۔

"میری ماں پریشان ہورہی ہوگی' تمہیں خدا کا واسطہ ہے مجھے ان کے پاس چھوڑ آؤ' پلیز۔"

"سوچنا بھی مت۔" اس کی التجا پر سکون سے کہتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں ٹک گیا تھا۔

"فون کردیا تھا تمہاری ماں کو میں نے' بتادیا تھا اسے کہ میں اپنی امانت اپنے پاس لے آیا ہوں' لہٰذا وہ شرافت اور خاموشی سے انگلینڈ واپس چلی جائیں مگر شاید میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی ہے اسی لیے دھمکیاں دے رہی تھیں' کہہ رہی تھیں وہ مجھے پاتال کی سات گہرائیوں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گی' میں بھی دیکھتا ہوں کیسے وہ مجھ تک پہنچتی ہیں۔" خوب صورت ذہین آنکھوں میں عجیب سی ضد کی چمک لیے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ثانیہ تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"تم ایسا نہیں کرسکتے' یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"چپ کرو تم' بہت اچھی طرح سے جان گیا ہوں میں کہ تمہارے نزدیک صحیح اور غلط کیا ہے' دوسروں کو ہدایت کی تلقین کرتی ہو' اللہ کی قائم کردہ حدود کا پابند کرتی ہو تم اور خود' خود کیا کرتی ہو۔ بولو' خود تمہیں یہ باتیں' یہ ہدایات کیوں بھول جاتی ہیں' بہرحال میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں' میں تمہیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ میری ماں نے بہت مشکل سے تمہیں اپنی بہو تسلیم کیا ہے' بہت خوف زدہ رہتی ہیں وہ شہری لڑکیوں سے اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے' کم از کم جو کچھ تم اور تمہاری ماں مل کر آج کررہے تھے اس کے بعد تو بالکل بھی نہیں' اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں انسان کی بچی بن کر رہو تو زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ ہم دیہاتی مردوں کو

راشدہ منیر

السلام علیکم! میری معزز بہنوں اور دوستوں جی جناب! کیا حال چال ہے؟ ارے آپ لوگ حیران مت ہوں کہ یہ کون ہے جو ہمارا حال پوچھ رہی ہے۔ میں اپنا تعارف کراتی ہوں۔ میرا نام راشدہ منیر ہے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا نمبر پہلا ہے۔ باقی سارے بہن بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میرا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہے۔ خوبیاں تو (بقول میرے) اتنی ہیں کہ بے شمار مشکل ہے' مگر خامیاں پوچھنے کے لیے آپ کو میری بہنوں اور کزنز سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ میری اپنی بہنوں اور کزنز سے بہت دوستی ہے۔ رشتہ دوستی کا اچھا لگتا ہے۔ سردیوں میں آئس کریم کھانا اچھا لگتا ہے۔ وقت شام کا پسند ہے۔ سبزیاں ساری شوق سے کھاتی ہوں۔ کھانا کھانا اور پکانا اچھا لگتا ہے۔ کانچ کی چوڑیاں پسند ہیں۔ جو میں ہر وقت پہنے رکھتی ہوں۔ کمر سے نیچے تک آتے بال پسند ہیں۔ (جو میرے ہیں) لباس میں شلوار قمیص اور لمبا سا دوپٹا پسند ہے۔ رنگوں میں گلابی رنگ پسند ہے۔ پھلوں میں آم پسند ہے۔ پھولوں میں سرخ گلاب پسند ہے۔ فارغ وقت میں کتابیں پڑھنا پسند ہے۔ شاعری پسند ہے۔ علامہ اقبال پسندیدہ شاعر ہیں میں M.A اردو کی طالبہ ہوں۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی نصیب فرمائے۔ آمین

بہت اچھی طرح عورتیں سدھار کر رکھتی آتی ہیں۔" قطعی بدلے ہوئے لہجے میں وہ سے واران کر رہا تھا۔ ثانیہ پھٹی پھٹی سی نگاہوں میں بے یقینی سموئے اسے دیکھتی رہی۔

"اب سوجاؤ بہت رات ہوگئی ہے صبح تمہیں بتاؤں گا کہ اس گھر میں کیسے رہنا ہے تم نے۔" بنا اس کے چہرے کے تاثرات کی پروا کیے وہ فوراً اس کے پہلو سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ثانیہ کی آنکھوں سے آنسو یوں ٹپک پڑے تھے گویا صدیوں سے خشک ندی میں اچانک پانی بہہ نکلا ہو۔

رات کے اس پہر درد اذیت اور پریشانی کے ساتھ ساتھ بھوک کی تکلیف بھی اس پر حاوی تھی اپنی حالت کے پیش نظر آج کل وہ بہت کم کچھ کھا پا رہی تھی۔ مسز عباس دن میں ہزار ہزار منت کر کے اسے کچھ نہ کچھ کھانے پر راضی کرتیں اور یہاں جب کہ پہلی بار اسے بھوک کا مفہوم سمجھ میں آیا تھا کوئی اس کا خیال کرنے والا ہی نہیں تھا۔ آنسوؤں کا سلسلہ جو شروع ہوا تو پھر رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔ گھٹنوں میں سر چھپا کر وہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ جب وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لیے دوبارہ چلا آیا۔

"یہ لو تھوڑی دیر کے لیے رونے دھونے کا پروگرام ملتوی کر کے کھانا کھا لو اماں بتا رہی تھیں تم نے دن بھر سے کچھ نہیں کھایا۔"

"مجھے نہیں کھانا لے جاؤ اپنی اور اپنی اماں کی نوازشات واپس۔" گھٹنوں سے سر اٹھاتے ہوئے وہ سلگی تھی۔ زائر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اللہ کا رزق ہے میری یا میری اماں کی نوازشات نہیں ہے اور تمہیں پتا ہے ناں اللہ کے رزق سے انکار نہیں کرتے۔"

"مجھے کچھ نہیں پتا تم اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دو پلیز۔" وہ روہانسی ہوئی تھی جواب میں زائر نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیے۔

"نہیں چھوڑ سکتا اس وقت تو کیا کسی وقت بھی نہیں در بس یہی خامی ہے میری جو چیز میرے نام لگ جاتی ہے میں اسے چھوڑ ہی تو نہیں سکتا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ثانیہ کی بائیں آنکھ سے چھلکنے آنسو اس کی پلکوں پر ہی اٹک گیا۔ تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو انگلیوں کی پوروں پر سمیٹے تھے۔

"اب کھا لو پلیز اپنے لیے نہیں تو اس معصوم بچے کے لیے ہی سہی جو صرف میری نہیں تمہاری بھی اولاد ہے۔" بہت رسان سے اسے سمجھاتے ہوئے اس نے خود ہی نوالہ توڑ کر اس کے منہ میں ڈال دیا تھا اگلی صبح ثانیہ کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں نہیں تھا۔ وہ سست سی یونہی بستر پر پڑی اپنی ماں کے بارے میں سوچنے لگی تبھی وہ کمرے میں چلا آیا۔

"السلام علیکم صبح بخیر!" رات کی نسبت اس کا موڈ خاصا فریش تھا۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی اٹھ بیٹھی۔ "سلام کا جواب تو دے دو یار مانا کہ تم شہری لوگ گڈ مارننگ وغیرہ جیسے فضول لفظوں سے اپنے دن کا آغاز کرتے ہو مگر ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے سلامتی بھیجنا تو تم پر بھی فرض ہے اور مجھ پر بھی۔" بہت فری انداز میں کہتے ہوئے وہ بستر پر اس کی گود میں سر ٹکائے ہوئے نیم دراز ہو گیا تھا جب کہ ثانیہ کے دونوں ہاتھ بھی اس نے اپنی گرفت میں لے کر سینے پر رکھ دیے تھے۔

"وعلیکم السلام!" بس ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا وہ مسکرا دیا۔

"شکریہ۔"

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" کچھ پل خاموشی کی نذر کرنے کے بعد ثانیہ نے لب وا کیے تھے غصے کا دھواں چھٹتے ہی اسے تہذیب بھی یاد آ گئی تھی۔ زائر نے مسکراتے ہوئے اپنی گرفت میں موجود اس کے دونوں ہاتھ زور سے دبا دیے۔

"کہو ویسے مجھے تمہارا تم کہنا بھی برا نہیں لگتا۔" ثانیہ جز بز ہوئی تھی تاہم وہ کہنا نہیں بھولی تھی۔

"مجھے گاؤں میں رہنے کی عادت نہیں ہے آج تک میں نے صرف قصے کہانیوں میں دیہاتوں کے بارے میں پڑھا ہے ذاتی طور پر میں نے ابھی تک گاؤں کی زندگی کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اس لیے میں چاہتی ہوں آپ مجھے ... شہر والے فلیٹ میں شفٹ کر دیں میں وعدہ کرتی ہوں میں آپ کے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔"

"اعتماد ہی نہیں ڈیئر! زائر ملک بس صرف ایک بار کھو دیتا ہے اس کے بعد راستے کے پتھر خود اس کی راہ سے ہٹ کر دور ہو جاتے ہیں۔ تم تو پھر بھی میری ہم سفر ہو اور ہم سفر بھی وہ جس کی کوکھ میں...... خیر تمہیں گاؤں میں رہنے کی عادت نہیں ہے کوئی مسئلہ نہیں رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی۔ میں کوشش کروں گا یہاں تمہیں کوئی مسئلہ نہ ہو لیکن تمہیں بھی آج کے بعد پوری کوشش کرنی ہے خود کو میرا بہترین انتخابات ثابت کرنے کی میرے والدین بہت سادہ لوح ہیں اور میں میں ان کی اکلوتی اولاد ہوں بہت سے خواب وابستہ ہیں ان کے مجھ سے اگر تم نے کسی بھی زعم میں ان کا دل دکھانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" بنا اس کی بات کو اہمیت دیے وہ اس پر اپنے قانون اور اصول لاگو کر رہا تھا۔ ثانیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ تبھی وہ پھر بولا تھا۔

"یہاں گاؤں کی عورتیں تمہیں دیکھنے اور تم سے ملنے کے لیے بہت بے تاب ہو رہی ہیں انہیں لگتا ہے شاید میں تمہیں اغواء کر کے لایا ہوں اماں اب تک بڑی مشکل سے انہیں سنبھالے ہوئے ہیں یہ کہہ کر کہ تم آرام کر رہی ہو مگر ابھی یہاں اس کمرے سے نکلنے کے بعد تم انہیں مطمئن کرو گی اور ہاں یہاں گاؤں میں صبح کا آغاز بہت جلدی ہو جاتا ہے میں بالکل پسند نہیں کروں گا کہ تم یہاں کمرے میں پڑی سوئی رہو اور میری ماں تمہارے ہوتے ہوئے خود صبح سویرے اٹھ کر سارے کام نمٹاتی پھریں ویسے بھی اس حالت میں ہمارے یہاں کی خواتین فارغ بیٹھے رہنے کو بالکل پسند نہیں کرتیں میرا خیال ہے میری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئی ہوں گی۔" وہ اس کی سماعتوں پر ایک کے بعد ایک بم گرا رہا تھا ور ادھر ثانیہ کو لگ رہا تھا جیسے اس کا وجود بے دم پڑتا جا رہا ہو وہ اس طرز زندگی کی عادی نہیں تھی تبھی بولی تھی۔

"میں معذرت چاہتی ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ میں یہاں آپ کے ساتھ اس طرح زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"سیکھ جاؤ گی وقت سب کچھ سکھ دیتا ہے۔"

"مگر کیوں؟ مجھے تم سے کسی قسم کی محبت یا عشق کا دعویٰ نہیں ہے اس لیے تم میرے ساتھ کسی قسم کی زبردستی نہیں کر سکتے۔"

"کرنا چاہتا بھی نہیں تم شاید بھول رہی ہو ثانیہ عباس! کہ مجھ سے نکاح کا فیصلہ اور ضد تم نے کی تھی میں نے نہیں تم چاہتی تو بھری عدالت میں چلا کر کہہ سکتی تھیں کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں زبردستی تعلق جوڑنا چاہ رہا ہوں مگر تم نے ایسا نہیں کیا الٹا ایک رات میرے ساتھ گزارنے کے بعد تم نے اپنا تمام سامان بھی اپنی مکمل رضا مندی سے میرے حوالے کر دینا چاہا کیا تھا وہ سب؟ بولو ؟ مان لیتا ہوں کہ میں تمہارے لیے ناپسندیدہ شخص ہوں مگر اس ناپسندیدہ شخص کو تمہاری عادت ہو گئی ہے عشق و محبت کا دعویٰ نہیں کرتا مگر زبردستی کسی تعلق کو گھسیٹے رکھنے کا حامی بھی نہیں ہوں اس لیے جس روز تم میری امانت میرے حوالے کر دو گی میں اسی روز تمہیں آزاد کر دوں گا یہ میرا وعدہ ہے چاہو تو اعتبار کر لینا نہیں تو تمہاری مرضی۔" بے حد سچے کھرے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا وہ پھر کمرے میں نہیں ٹھہرا تھا۔ ثانیہ جیسے چکرا کر رہ گئی۔ اس کے ساتھ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی کہاوت بالکل سچ ہو گئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

شب کے جاگے ہوئے

راحت وفا

کون کسی کو دل میں جگہ دیتا ہے
درخت بھی سوکھے ہوئے پتے گرا دیتا ہے
واقف ہیں ہم دنیا کے رواجوں سے
دل بھر جائے تو ہر کوئی بھلا دیتا ہے

''اکبر! یہ ناشتا تو ٹھنڈا ہوگیا' کیا کرتے رہے؟''
زاہدہ نے اسے موبائل فون پر محو دیکھ کر بے زاری سے کہا اور کمرے میں پھیلی بے ترتیب چیزیں سمیٹنے لگی۔
''تمہاری ہی نوکری کر رہا تھا۔'' وہ فون بند کر کے ٹرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
''میری کون سی نوکری؟'' اسے تعجب سا ہوا۔
''یہی نوکری رہ گئی میری' زاہدہ بیگم کو سالگرہ کی محفل میں بلانا ہے' محفل موسیقی میں بلانا ہے' مہندی میں بلانا ہے' وقت نوٹ کر لیں۔'' وہ کسی مقرر کی طرح بولا۔
''ایڈوانس لے لو' پوری رقم لے لو' یہ جملے بھول گئے کیا؟'' زاہدہ نے پوچھا۔
''جتا رہی ہو؟ تم گانا چھوڑ دو۔'' وہ بولا۔
''اکبر! ان معمول کی باتوں سے میں تنگ آ گئی ہوں۔''

''مجھ سے بھی تنگ آ گئی ہو؟''
''ناشتا کر و میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے' میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔'' وہ سر ہاتھوں سے دباتے ہوئے بولی۔
''اوہ! نہیں مجھے تو کھٹے ڈکار آ رہے ہیں تم نے رات جانے سے پہلے جو کھانا دیا تھا وہ شاید ٹھیک نہیں تھا۔'' وہ برا سا منہ بنا کر لیٹ گیا۔
''کھانا تو بہت اچھا تھا۔''
''لیکن بازاری تھا۔''
''سب کچھ ہی بازاری ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔
''بہر حال میں رات بھر سو نہیں سکا۔''
''کم کھانا تھا۔'' وہ جل کر بولی۔
''ایک لیگ پیس' ایک نان اور ایک کباب ہی تو کھایا تھا۔'' وہ وضاحت کے لیے اٹھ بیٹھا۔
''پھر کھٹے ڈکار کیوں آ رہے ہیں؟''
''شاید نیند پوری نہیں ہوئی۔'' اس نے منہ کھول کے جمائی لی۔
''اب ناشتا لے جاؤں؟''
''ہنہہ! دوپہر کا کھانا کھاؤں گا' تم دو بجے تک آ جاؤ گی نا۔'' اس نے پوچھا۔
''میں دوپہر کے لیے فتح شیر سے انکار کر چکی ہوں' مجھ میں ہمت نہیں رہی' سونا چاہتی ہوں۔'' وہ بولی۔
''مگر یہ تو بہت بڑے گھر کی تقریب ہے' فتح شیر اور استاد ہدایت اکیلے پچاس ہزار کما لیں گے۔''
''ان کے ساتھ پانچ سازندے بھی ہوتے ہیں' سب میں برابر پیسے تقسیم ہوتے ہیں۔''
''تو پھر بھی ہمارا نقصان ہے۔''
''میں نے رات محفل موسیقی میں جانا ہے' اب دن میں آرام کروں گی۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھی تو اکبر نے خاموشی اختیار کر لی۔ ناشتے کی ٹرے لیے وہ نوشین کے کمرے میں آ گئی۔ وہ گھوڑے بیچ کر سوئی تھی یا مردوں سے شرط باندھ کر' اس کا اندازہ مسلسل پانچ چھ آوازیں لگا کے بعد اسے ہوگیا۔

''اوں ہنہہ کیا ہے آپا؟'' نوشین نے کسلمندی سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔
''شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔'' وہ جل کر بولی۔
''تمہیں سدا سے میری نیند بری لگتی ہے یہ بات اماں اور ابا کو بھی معلوم تھی' اس لیے وہ بھی تمہارا نام لے لے کر جگاتے رہتے تھے۔'' پوری طرح آنکھیں کھول کر وہ ماضی قریب میں پہنچ گئی۔
''مگر وہ دونوں سو گئے اور تم پھر بھی نہ جاگیں۔'' زاہدہ نے کہا اور ٹرے وہیں رکھ کے مڑنے لگی تو وہ بولی۔
''مجھے ناشتا نہیں کرنا۔''
''مرضی ہے تمہاری۔'' وہ بھی مختصراً کہہ کر باہر نکل گئی۔

❁……◉……❁

اسے جہیز میں ملنے والی بہن یا بری میں ملنے والے شوہر کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے بھی دونوں کے معیار زندگی کا پتا نہیں چلا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ہی سریلی آواز کی وجہ سے ابا نے اسے یہ پکا کرا دیا تھا کہ موسیقی روح کی غذا ہے اور موسیقی میں نام پیدا کرنا ہے۔ ریڈیو سے ریٹائر استاد چمن خان سے ابا کی دعا سلام تھی' یوں اسکول کی پانچ جماعتوں کے بعد وہ صرف موسیقی کی طالبہ بن گئی۔ استاد نے ایسا سبق پڑھایا کہ اس کی آواز کا جادو دور دور تک پھیل گیا۔ چھوٹے بڑے فنکشن میں' تقریبات میں استاد اسے ننھی آواز کے طور پر متعارف کراتے تو وہ تتلی کی مانند ہواؤں میں اڑنے لگتی۔ اس کی اڑان نے گھر کے چھوٹے سے آنگن اور باورچی خانے میں اشتہا انگیز کھانوں کی مہک بھر دی۔ کبھی مرغ پلاؤ' کبھی تکہ بوٹی اور کبھی چرغہ……اماں نے ہانڈی کی تیاری غریب کی خوشیوں کی مانند محدود کر دی تھی۔ تھوڑے بہت ملنے والے پیسوں سے مہینے میں ایک دو جوڑے سلتے جنہیں پہن کر وہ محفلوں میں جاتی۔ امراء کی محفلوں میں اعلیٰ ترین لباس دیکھ کر وہ بھی اپنے

سادہ سے سوتی کپڑوں میں مطمئن رہتی اور آواز کے جادو سے سُر بکھیرتی تو سماں بندھ جاتا۔ دھیرے دھیرے یہ سُر سنگیت کا سفر پھیلتا گیا اور اس کی رات دن کی مصروفیت میں بدلتا چلا گیا۔

❀ • ❀
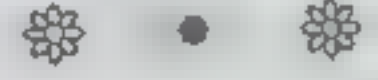
اس کی کامیابی اور شہرت کے حصے دار ایک مخصوص طبقے کے لوگ تھے کیونکہ نیم کلاسیکی اور کلاسیکی گائیکی کے علاوہ وہ فرمائشی مشہور فلمی گیت بھی گایا کرتی لیکن نئی نسل کی پسند کے مطابق پاپ اور راک میوزک سے اس کی شناسائی نہیں تھی۔ لوگوں نے مشورے بھی دیئے لیکن اس کا مزاج ایسا نہیں تھا۔

ابا نے نوشین کو بھی اس فن کی طرف راغب کرانے کی کوشش کی لیکن بات نہیں بنی۔ اس کے پاس اچھی شکل صورت تو تھی مگر آواز میں سُر اور گداز نہیں تھا۔ مزاجاً بھی وہ موسیقی پر جھوم جھوم کے نہ سر دھن سکتی تھی اور نہ گردن ہلا سکتی تھی۔ پڑھنے لکھنے سے بے رغبت نہ تھی بس وہ خود میں مگن رہنے والی لڑکی تھی۔ اماں ابا کی محبت دونوں کے لیے یکساں تھی، مگر اس کے کام سے ابا کا بوجھ کم ہوگیا تھا۔ انہیں چائے کے کھوکھے سے جو بھی آمدنی ہوتی وہ جمع کر کے اس کی شادی اماں نے اپنے بھانجے اکبر سے کردی۔ وہ شادی کرنے آیا تو گھر داماد ہی بن گیا۔

ابا نے اسے اپنے ساتھ کھوکھے پر ہی رکھ لیا۔ ان دونوں کے مرنے کے بعد اس نے کھوکھا کرائے پر دے دیا اور اس کا سیکریٹری بن گیا۔

وہ گانے گا کر گھر چلا رہی تھی، چار سال سے وہ ساتھ تھے مگر شوہر کم سیکریٹری زیادہ یہ الگ بات تھی کہ بدتمیز اور بدتہذیب نہیں تھا۔ زاہدہ کو اسی لیے اس سے محبت تھی۔

وہ کمرے میں آئی تو پھر اکبر نے فتح شیر کے فون کا ذکر کیا مگر وہ بیڈ پر گر گئی۔

"پلیز مجھے سونے دو فون بند کردو۔"

"جیسی تمہاری مرضی! میں باہر جارہا ہوں، کچھ لانا ہے تو بتاؤ۔" اس نے سیاہ سینڈل پیروں میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"نوشین سے پوچھ لو مجھے تو کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے بوجھل پلکیں گراتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ اکبر موبائل فون اور بٹوہ جیب میں ڈال کر باہر نکل گیا۔ اس نے انداز سے جان لیا کہ وہ جاچکا ہے تو پُرسکون ہوگئی۔

یہ نیند بھی عجیب شے ہے کہ چاہو بھی تو اس کے بنا گزارہ نہیں، نہ چاہو تب بھی یہ قربت کا احساس دلاتی ہے۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ کتنا سوئی؟ آنکھ نوشین کے پیر کا انگوٹھا ہلانے سے کھلی۔

"آپا! شام کے چھ بج رہے ہیں اور کتنا سوئیں گی؟"

"اوہ!" اس نے آنکھیں کھول کے انگڑائی لی۔

"آج تو تم بہت سوئی ہو تقریباً سارا دن۔"

"دن میں آدمی سوتا نہیں، آنکھوں کو نیند کا احساس دلاتا ہے۔" وہ تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی۔

"اگر تمہیں فلموں کے گانے مل جائیں تو چھوٹی موٹی تقریبات میں جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ میں نے سنا ہے ملکہ ترنم نور جہاں کی بڑی تو تھی۔" اس نے ایسے بتایا جیسے عظیم گلوکارہ کی پرسنل سیکریٹری رہ چکی ہو۔

"ہر انسان اپنے مقدر کا مالک ہوتا ہے مجھے تو کوئی احساس کمتری نہیں۔ چھوٹی محفل میں جائیں یا بڑی میں، ہمیں لوگ میراثی ہی کہیں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے ماسٹر دین محمد کی چھیمو کا منہ نوچ لیا تھا۔" نوشین نے جذباتی ہوکر کہا۔

"حقیقت تو یہی ہے منہ نوچنے سے زبان بند ہوتی ہے نہ بدلتی ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہُنہہ! ایسے ہی لوگ ہمیں میراثی کہیں۔" نوشین کسی طور پر یہ بات ماننے کو تیار نہ تھی۔

"آپا کی جان! سب کی سنو اور خاموش رہو اسی میں کامیابی ہے۔"

"بس بس گلوکارہ ہی رہو استانی نہ بنو۔" اس نے

ضرورت سے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"چوہدری کے چاچے پہ دو دو رہی ہے۔"

"ابھی لائی، کپڑے میں نے استری کردیے تھے۔" وہ بچہ کر باہر گئی تو کپڑے ہینگر سمیت لیے اکلوتے چھوٹے سے واش روم میں گھس گئی۔

❀ • ❀
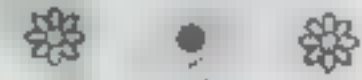
مغرب کی نماز پڑھ کر اکبر آیا تو وہ تیار ہورہی تھی۔ نوشین نماز پڑھ رہی تھی اس نے رکشہ لانے کے لیے کہا تو وہ بڑے پیار سے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے بولا۔

"ایسی سج دھج کے ساتھ رکشے والے کے ساتھ تو نہیں بھیجوں گا جانِ من!"

"کافی دور جانا ہے نوشین اکیلی رہے یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"نہیں، میں خود چھوڑ کے آؤں گا، کچھ نہیں ہوتا نوشین کو وہ نماز پڑھنے کے بعد دو گھنٹے تو وظیفے پڑھے گی، باہر سے تالا لگا دیتے ہیں ڈر کیسا؟" اکبر نے مشورہ دیا اور خود بھی بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔ وہ شوہر کے احساس پر فدا ہوئی۔ جلدی سے سفید چادر میں خود کو چھپایا اپنی سیاہ ڈائری اٹھائی اور صحن میں آگئی۔ اکبر نے میلے کپڑے سے موٹر سائیکل کی سیٹ ایسے جھاڑ پونچھ کے صاف کی جیسے زاہدہ بیگم نے مالیدہ یا کمخواب کا سوٹ پہنا ہو۔ اکبر کی اس ادا پر وہ مسکرادی اور اچک کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

اکبر کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھنا اسے بہت اچھا لگتا تھا لیکن ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا۔ زیادہ تر وہ رکشہ ٹیکسی پر جاتی تھی اور واپس بھی اسی طرح آتی۔ اس کی مزدوری، بارش، سردی، گرمی جیسے موسموں سے بے نیاز تھی۔ ایک مرتبہ تیز بارش میں رکشہ راستے میں بند ہوگیا وہ اسے پیدل گھر تک آنا پڑا۔ ایسے میں حکیم طفیل محمد کی ماں نے اپنے دروازے سے جھانکتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"زاہدہ! تمہاری زندگی سے تمہیں تو محبت ہونی چاہیے، کیسا مرد ہے وہ تمہیں لا نہیں سکتا۔ گھر کے صحن میں بھی عورت بھیگے تو بُرا لگتا ہے ارے تم باہر سے تر بتر پیدل آرہی ہو۔" انہوں نے اس انداز میں ہمدردی کا اظہار کیا کہ اس کے دل میں برچھی کی طرح اتر گیا مگر جواب دینا

بھیگا دسمبر

اے دوست!
کیا سناؤں تجھ کو احوال اپنا
وہی دسمبر کی سرد راتیں، بے کیف بوجھل سے دن
وہی، اداس تنہائی اور اکیلے سے ہم
نہ کوئی ہم دم نہ غم شناس ہے
کوئی جگنو نہ تارا نہ کوئی خوشی دل کے پاس ہے
وہی بھیگا سا دسمبر ہے
اور وہی تنہا سے ہم
وہی وصلِ جاناں سے غمِ ہجراں کے قصے پرانے
وہی درد محبت اور وہی ہم ہیں دیوانے
وہی بھیگا سا دسمبر ہے
اور وہی تنہا سے ہم

بشریٰ باجوہ ـ اوکاڑہ

غزل

چپ کیوں ہو، کچھ تو بولو ناں
تالے یہ لبوں کے کھولو ناں
غم دل میں چھپائے بیٹھے ہو
ایک بار ہی کھل کر رو لو ناں
مدت سے جاگ رہے ہو یوں
آغوش میں سکھ کی سو لو ناں
مت دیکھو بے اعتباری سے
سب کو ایک تول میں تولو ناں
پھر ہوا روانہ کاروانِ الفت
تم بھی مہر اس سنگ ہو لو ناں

مہر گل ـ اورنگی ٹاؤن، کراچی

مناسب نہیں تھا سو چپ ہو کر دروازے تک آ گئی۔

❀ ❀ ❀

آج رات بھی حسب معمول دیر ہو گئی رکشے کی آواز پر اکبر نے دروازہ کھولا اور اس کے اندر آنے پر بند کیا۔ وہ چادر اتارتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔

''سو گئے تھے؟'' غیر ارادی طور پر پوچھا۔

''نہیں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔'' وہ بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے بولا۔

''آج کھانا دیر سے کھلا دیا۔''

''میں تمہارے لیے جاگ رہا تھا' کھانے کے لیے نہیں۔''

''ہائے میری جان! کتنے اچھے ہو تم۔'' وہ اس پر جھک کر پیار سے بولی۔

''تم بھی تو اچھی ہو۔''

''ویسے تم لوگوں نے کچھ کھایا کہ نہیں۔'' وہ فکر مند ہوئی۔

''ہاں! میں عشاء پڑھ کر آتے ہوئے برگر لے آیا تھا' نوشین سے کچھ پکوا تو سکتا نہیں تھا۔''

''ویسے بھی وہ نیند کی کچی تو عشاء کے بعد ہی سو جاتی ہے۔''

''چلو یار! چھوٹی بہن ہے اس کا ہمارے علاوہ ہے ہی کون؟'' وہ بولا تو کپڑے تبدیل کرنے کے لیے چلی گئی۔

اگلے دو تین دن اب کی کسی تقریب کی کمٹمنٹ نہیں تھی اس نے سکھ کا سانس لیا' بڑے عرصے سے کچھ خریداری التوا میں پڑی تھی' اس لیے اس نے فہرست بنا کر اکبر کو بازار لے جانے کے لیے کہا تو وہ ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس کی بات پر متوجہ نہ ہوا تو نوشین کو مداخلت کرنی پڑی۔

''اکبر بھائی! آپا تم سے کچھ کہہ رہی ہیں۔''

''ہنہہ ہاں کیا؟'' وہ محویت سے باہر نکلا۔

''بازار لے چلو۔''

''چلو لیکن کتنی دیر لگے گی؟''

''کچھ زیادہ نہیں۔''

''اگر دیر ہوئی تو پھر رکشہ پر واپس آ جانا مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔'' وہ بولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئی۔ چلتے ہوئے نوشین نے بھی اپنی ضروری چیزوں کی لسٹ اس کی مٹھی میں تھما دی۔

وہ جب واپس گھر پہنچی تھی تو ظہر کی نماز کے بعد کا وقت تھا۔ نوشین باورچی خانے میں چاول پکا رہی تھی اکبر ابھی گھر نہیں آیا تھا۔ چادر اتار کر ٹھیک سے بیٹھی بھی نہیں تھی کہ ریڈیو اسٹیشن سے پروگرام منیجر کا فون آ گیا' آج رات کے سالانہ فنکشن میں گانے کی دعوت دی تھی جو اس نے قبول کر لی۔

''آپا! کتنے پیسے ملیں گے؟'' اس کی فون پر بات سن کر نوشین نے پوچھا۔

''پتا نہیں' شاید نہیں ملیں گے۔''

''یہی تو تمہارا مسئلہ ہے محلے میں خواری بھی اور پیسہ بھی نہیں۔ میراثی سے سنگر کیوں نہیں بنتیں؟'' نوشین نے جل کر کہا۔

''میرے پاس نہ سفارش تھی اور نہ اچھی قسمت' فلمیں' پیسہ' شہرت ان کے لیے ہے جن کا کوئی بڑا تعارف ہو۔''

''ہنہہ!'' وہ ہنکارا بھر کے واپس باورچی خانے میں چلی۔ اسے احساس تھا کہ نوشین کی سوچ غلط نہیں ہے مگر وہ بڑی اسکرین اور بڑی میوزک کی دنیا کی فنکارہ نہیں تھی۔

''یہ لو کھانا کھاؤ اور سو جاؤ' رات بھر بنا پیسے کے جاگنا ہے۔'' نوشین نے چاول کی پلیٹ اور اچار اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''تو دل نہ جلایا کر' ہر حال میں خوش رہتے ہیں' تیری شادی کے لیے میں نے بہت سے پیسے جمع کر رکھے ہیں۔'' وہ پیار سے بولی۔

''میری شادی مجھ سے کون شادی کرے گا'' ...ور کوئی کبر تو ہے نہیں۔'' نوشین نے پوچھا تو وہ لرز سی گئی۔

''کیوں؟ کیوں نہیں کرے گا؟ کبھی آئینہ دیکھا ہے تو نے؟''

''صرف صورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔''

''ہاں سیرت بھی ضروری ہوتی ہے اور تو صورت سیرت دونوں سے مالا مال ہے' میں تو اللہ کی گناہ گار بندی ہوں۔ تو تو اللہ کو یاد رکھتی ہے تیری دعاؤں کا اثر ہے کہ میں کچھ سامانِ زندگی کر لیتی ہوں۔'' زاہدہ نے اسے محبت سے سینے سے لگا کر کہا۔

''اچھا اب چھوڑو یہ باتیں' کھانا کھا کر آرام کرو۔'' نوشین بہن کی محبت اور دل گرفتگی دیکھ کر ٹال گئی۔

❀ ❀ ❀

شام کو وہ تیار ہو رہی تھی کہ حکیم طفیل محمد کی ماں پوتا پیدا ہونے کی خوشی میں چار لڈو پرانی سی کنارے جھڑی پرچ میں رکھے آ گئی۔ دو کمروں میں سے یہ انتخاب کرنا انتہائی آسان تھا کہ زاہدہ کا کمرہ کون سا ہے لہٰذا وہ وہیں آ گئی۔ نوشین نے بتایا کہ آپا تیار ہو رہی ہیں لیکن وہ بلند آواز میں بولیں۔

''ارے بھئی محلے داروں کا بھی کوئی حق ہوتا ہے' ہم کوئی گانا سننے تو نہیں آئے۔'' یہ سن کر وہ حیرت سے ان کا منہ تکنے لگی' البتہ نوشین نے تڑک کر کہا۔

''گانا سن لو مگر اس کے لیے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں اور تمہارے پاس پیسے ہوتے تو نئی چار پلیٹیں خرید لیتیں۔''

''نوشین تم جاؤ۔'' زاہدہ نے جلدی سے کہا۔

''میں بھی جا رہی ہوں' سچ کہتے ہیں محلے والے۔'' وہ اپنی خالی پلیٹ مضبوطی سے ہاتھ میں دبا کر بولیں۔

''کیا سچ کہتے ہیں چاچی؟''

''کچھ نہیں' چاند چڑھے گا تو کل عالم دیکھے گا۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

تب زاہدہ کا دل مٹھی میں پھڑپھڑانے لگا۔ تیاری

نمرہ افتخار

السلام علیکم! تمام قارئین کیسے ہیں آپ امید کرتی ہوں کہ ٹھیک ہوں گے آپ سب۔ مجھے آپ کا آنچل کافی پسند ہے۔ بس کبھی لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اب میں چلتی ہوں اپنے تعارف کی طرف۔ میرا نام نمرہ افتخار ہے۔ فرسٹ ایئر کلاس کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ سب مجھے پیار سے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ میری فرینڈ اقرا' تبسم مجھے نمی کے نام سے بلاتی ہے۔ میری ڈیٹ آف برتھ 5 اپریل ہے۔ Arise میرا اسٹار ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ میں سب سے چھوٹی ہوں۔ بھائی بڑے ہیں۔ میں اپنی آپی عدیلہ سے بہت محبت کرتی ہوں۔ کچھ روز پہلے۔ میری فرینڈز اقرا' تبسم' ارم' زعیمہ' اقرا رشید' ام کلثوم' حرا' آمنہ اور سمیعہ ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ایک فرینڈ ہے سب کے لیے میری دعا ہے کہ وہ ہمیشہ خوش رہیں۔ میں فارغ اوقات میں میوزک سننا اور پینٹنگ کرنا پسند کرتی ہوں۔ مجھے بلیک اور زنک کلر پسند ہے۔ مجھے غصہ بہت آتا ہے لیکن اب اپنی اس عادت کو تبدیل کر رہی ہوں۔ خامی یہ ہے کہ لوگوں پر جلد بھروسا کر لیتی ہوں لیکن اب سمجھ آ رہا ہے کہ ہر شخص بھروسے کے قابل نہیں ہوتا۔ مجھے زیادہ شور اور ہر کسی کے ساتھ جلد فری ہو جانا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ لباس میں مجھے فراک اور شلوار قمیص پسند ہے۔ رائٹ جیولری اور لائٹ میک اپ پسند ہے۔ مجھے وہ شاعری پسند ہے جو دل کے جذبات کا اظہار کرے۔ اگر کوئی مجھ سے ایک بار جھوٹ بولے تو وہ پھر اگر سچ بھی کہے تو مجھے جھوٹ ہی لگتا ہے۔ مجھے لمبے قد والے افراد پسند ہیں۔ میں اپنے کام میں کسی کی دخل اندازی بالکل پسند نہیں کرتی۔ مجھے جو کام کرنا ہو یا ارادہ کر لوں تو کر لیتی ہوں اور اس بات سے لوگ کیا سوچیں گے مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خیر بہت ہو گیا اپنا تعارف باقی پسند نہ پسند پھر کبھی بتاؤں گی اگر موقع ملا۔ ڈیئر قارئین اگر آپ میری وجہ سے بور ہوئے ہوں تو پلیز آئی ایم سوری۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اب اجازت چاہتی ہوں خدا حافظ۔

بھول بھال کر بڑی دیر وہ سوچ میں گھری رہی۔
چاچی کی بات نے اس کے دل میں ڈیرے ڈال لیے تھے۔ وہ جانے کیوں بہت رم۔۔۔ وہ جیتے بنا بھی چھاچھ پھونک پھونک کے پینے لگی تھی کسی طرف دھیان نہیں رہا تھا۔ مجبوراً جاتی اور بے دلی سے وٹ آتی۔ اسے یہ بات بے چین کر گئی تھی کہ محلے والے کیا سچ کہتے ہیں؟ میراثی کہتے ہیں؟ گانے والی کہتے ہیں؟ یہ تو اسے پتا تھا اس کے علاوہ کون سا سچ ہے یہ وہ نہیں جان پا رہی تھی۔ اکبر نے الجھا الجھا دیکھ کر کئی بار پوچھا مگر وہ ٹال گئی۔ سامنے سالن کی پلیٹ میں ہاتھ رکھ کے بھول جاتی تو نوشین کو پریشانی ہوتی مگر اس کے لیے بھی کوئی جواب نہیں تھا اس کے پاس' گھر سے باہر نکلتے ہوئے چور نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر رکشہ یا ٹیکسی میں بیٹھتی' کوئی دیکھتا یا نہیں دیکھتا مگر اسے ایسا ہی لگتا کہ سب اسی کو دیکھ رہے ہیں۔ سب کے خوف سے اس کی چادر کا سائز اور بڑھ گیا تھا۔ موسموں کے احساس سے عاری چادر دبیز سے دبیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔
''آپا! ایسا لگتا ہے کہ تم گانے نہیں بلکہ وعظ کرنے جاتی ہو۔'' نوشین نے ایک روز چڑ کر کہہ ہی دیا۔
''ہاں یار! تم تو بابا آدم کے زمانے میں جا رہی ہو' لوگ بور ہو جاتے ہوں گے۔'' اکبر نے بھی چائے کی چسکی لیتے ہوئے نوشین کی تائید کی تو وہ پہلی بار بحث میں اتر گئی۔
''لوگوں کا خیال رکھوں یا اپنا' کون سے لوگ خوش ہوں گے اور کون سے ناخوش؟''
''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' اکبر کو تعجب ہوا۔
''تم نہیں سمجھو گے' میں لوگوں کے کس طبقے سے تعلق رکھتی ہوں' یہ تم نہیں بتا سکتے۔'' وہ الجھی الجھی سی بات کر کے تکیے میں منہ دے کر لیٹ گئی۔
''تم سو جاؤ' آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔'' اکبر نے ہمدردانہ مشورہ دیا۔
''ہاں! رات کو تو بہت دیر سے آئی ہیں۔'' نوشین نے ناشتے کے برتن سمیٹے۔
''اس دن کے بعد سے چاچی ہمارے گھر نہیں آئیں ہیں نا۔'' اس نے ایک دم نوشین سے پوچھا۔
''تو ... دفع کرو ہماری کیا لگتی ہیں۔'' نوشین نے جواب دیا' وہ چپ ہو گئی۔

❁ ● ❁
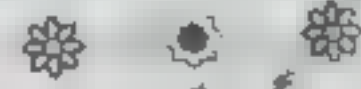
اسی طرح چھ مہینے گزر گئے' نہ اس کے ذہن سے وہ جملہ نکلا اور نہ اسے سکون حاصل ہوا' بس کوئی کسک سی تھی' وہ اس شام ایک پرائیوٹ ٹی وی چینل پر گانا ریکارڈ کرا کے اسٹوڈیو سے باہر نکلی تو پروڈیوسر نے چائے آفر کی۔ مناسب قد و قامت کے درمیانی عمر کے باری صاحب سے وہ پہلی بار ملی تھی' وہ اس کی آواز اور گائیکی پر جھوم جھوم جا رہے تھے۔ اس نے بہت بار معذرت کی مگر وہ مصر تھے' بڑی ادا سے بولے۔
''ارے میڈم زاہدہ! آپ کیا جانو لوگ کیا کہتے ہیں؟'' وہ کانپ سی گئی' چاچی جھٹ باری صاحب کے برابر آ کر کھڑی ہو گئیں۔
''جی ... نہ ... نہیں تو ...'' وہ ہکلائی۔
''ارے چھوڑیئے آپ کو اندازہ ہی نہیں کہ بات کیا ہے؟'' باری صاحب کے گھنٹی بجانے پر پانچ منٹ میں چائے حاضر ہو گئی۔
''لیجیے۔''
''جی شکریہ۔'' اس نے کپ میں برائے نام چینی ملاتے ہوئے کہا۔
اسی اثناء میں انہوں نے اپنے کمرے میں موجود ایل سی ڈی ٹی وی کو ریموٹ سے آن کیا۔ نیوز ٹائم میں ہیڈ لائنز کے بعد تفصیلی خبریں نشر ہو رہی تھیں۔
''خبروں کے بعد آپ کا گانا آن ایئر ہو گا۔ بس جتنی دیر میں ہم چائے پئیں گے۔'' باری صاحب نے والیم کم کرتے ہوئے بتایا۔ اس نے اثبات میں گردن ہلا کر کپ ہونٹوں سے لگا کر نظریں اسکرین پر مرکوز کر دیں مگر آن واحد میں اس کے ہاتھ سے کپ بنا لرزش کے

چھوٹ کے چکنا چور ہو گیا۔ نیوز رپورٹ میں اس کا گھر کیمرے کی آنکھ میں تھا' لوگوں کا ہجوم گھر کے آنگن میں تھا۔ وہ خوف زدہ ہو کر چلانے لگی۔
''آواز کھولیں ... آواز اونچی کریں' یہ تو میرا گھر ہے سب کیا ہے؟'' باری صاحب نے گھبرا کر فل والیم کر دیا۔ نیوز رپورٹر مائیک پر لوگوں کے تاثرات جان رہا تھا۔ سب کی ملی جلی آوازیں تھیں۔
''ان دونوں کو نہیں جی ان تینوں کو سنگسار کرنا چاہیے۔ یہ گھر میں رنگ رلیاں مناتے ہیں اور وہ باہر گندگی سے پیسہ کما کر لاتی اور یہ سالی بہنوئی عیش کرتے ہیں۔''
صحن کے فرش پر گھٹنوں میں منہ دیے اکبر اور نوشین کو محلے والے ٹھوکریں اور ٹھڈے مار رہے تھے۔
''یہ جھوٹ ہے' یہ غلط ہے سر!'' وہ جذباتی ہو کر باری صاحب کی طرف پلٹی جو بڑے انہماک سے نیوز رپورٹ دیکھ رہے تھے۔ اس نے بے بسی سے دوبارہ اسکرین پر دیکھا تو اب کی بار کیمرے کے سامنے چاچی تھی جو اور کچھ نہیں بولی سوائے اس کے۔
''یہ سب لوگ سچ کہہ رہے ہیں' یہ کھیل سب کھلی آنکھوں سے دیکھتے آئے ہیں۔'' چاچی اس رپورٹ کی آخری چشم دید گواہ تھیں۔ جنہوں نے اسے سچ بتانے میں چھ مہینے لگا دیے تھے۔
''دن میں سونا اور راتوں کو جاگنا ...!'' کتنا کڑوا سچ بن گیا تھا ... ہمیشہ کے لیے۔

کوئی پھول دل کتاب میں

طلعت نظامی

تتلیوں کی بے چینی آبسی ہے پاؤں میں
اک پل کو چھاؤں میں اور پھر ہواؤں میں
ابر کی طرح ہے وہ یوں نہ چھوسکوں لیکن
ہاتھ جب بھی پھیلائے آگیا دعاؤں میں

یہ جو وقت ہے میرے شہر پر کئی موسموں سے رکا ہوا
اسے اذن دے کہ سفر کرے
اسے حکم دے کہ یہ چل پڑے
میرے آسماں سے دور ہو
کہ نواح چشم وخیال میں
وہ جو خواب تھے وہ دھواں ہوئے
وہ جو آگ تھی وہ نہیں رہی
جو یقین تھے وہ گماں ہوئے
کوئی دھند تھی جسے دیکھتے
میری آنکھ برف سی ہوگئی
وہ عبادت سر لوح دل
کسی ربط سے نہیں آشنا
یہ جو "ہست" ہے میرے چار سو
کوئی معجزہ کہ یہ بود ہو
میری آنکھ میں یہ جو رات ہے
میری عمر سے اسے ٹال دے

اس کی یادوں کے جگنوؤں سے جھلمل کرتی رات پھر ایک بار اس کی زندگی میں در آئی تھی۔ ایک یہی تو وہ وقت تھا جب وہ کچھ دیر کے لیے روشنیوں میں نہا جایا کرتی تھی کوئی گنگناتا' مسکراتا لمحہ لبوں پر مسکان بکھیرتا تو کچھ لمحوں کے لیے سہی خود کو نہال ہونے سے روک بھی نہیں سکتی تھی۔ جب بلند بخت اس کی چوری پکڑ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ خود تو وہ سیر ہو کر سو رہا ہوتا تھا کہ اس کے سینے کا زیر و بم پر یشے کے اندر ڈھیروں سکون بھر دیتا کہ اب یہ گہری نیند میں ہے اور وہ یادوں کی مالا ہاتھ میں لیے رسائی اور نارسائی کا کلمہ جپتی اور بھیگتی پلکوں کی نمی تو ازل سے اس سارے وقت میں بپا ہونے والے طوفان کی راز دار رہی ہے۔

اس سے کیسا پردہ تھا کہ وہ تو ہمدم تھی اس کے اندر کے دکھوں کی جب بھی اپنی ذات کے اندھیروں میں بھٹکتی آنکھوں میں در آنے والا سیلاب اس بات کا امین بن جاتا کہ وہ تنہا نہیں۔

یہ نرم فروں والا گدیلا سا بستر اس وقت کانٹے دار بن جاتا۔

کمرے میں ہر سو پھیلی ہوئی امپورٹڈ ایئر فریشنر کی خوشبو اس کی سانسوں میں حبس بھر دیتی۔ نائٹ بلب کی دھیمی سی روشنی کو بھی دل چاہتا کوئی چیز مار کے بجھا دے جب دل میں ہر سو تیرگی پھیلی ہوئی ہو تو یہ ہلکی سی روشنی بھی کس کام کی۔ کاش کہ وہ کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہوتا کہ بلند بخت کا سویا ہوا وجود بھی نظر نہ آئے نہ بھی

مندی آنکھوں سے کروٹ بدل کر وہ اسے تاڑتا اور وہ گہری نیند میں ہونے کی اداکاری کرتی۔

کاش کاش کہ ایسا ہوتا ورایسا نہ ہوتا۔

بس اسی کشمکش میں تکیے پر سر پٹختی رہتی۔

اس گھر میں جب سے آئی تھی اول روز کا دیکھا خواب آج پھر بند پلکوں تلے اسے حیرانی کے سمندر میں دھکیل جاتا کہ آخر کیوں ہے ایک ہی خواب کا آنا' نوکھی سی بات تھی لیکن وہ ٹال دیتی کہ زندگی سے منسلک کچھ کڑیاں اس سے وابستہ تھیں۔ اس لیے بھی شاید اس خواب سے پیچھا نہیں چھوٹ رہا تھا کہ خواب تو خواب ہیں۔ زندگی کی پیچیدہ الجھی کچھ سلجھی حقیقتوں کے سمندر میں تیرتی ناؤ ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔

بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ جسے بہت دنوں پہلے پیچھے چھوڑ آئی تھی وہ یادیں خواب بن کر ایسے پیچھا کریں گی اپنے دیو مالائی جیسے فسوں خیز محلے میں اس کا گھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے اپنے گھر پر قدم دھر دیتی ہے۔ جہاں ہر سو صرف ہریالی ہی ہریالی تھی اور ہریالی کے اندر چھپا اس کا سرخ اینٹوں والا چھوٹا سا گھر ایسے جھانکتا جیسے ہرے پتوں کے بیچ سرخ سا چہرہ۔

اور خواب میں اس گھر کے باہر نیم پلیٹ پر لکھا نام ''اریب حسن'' بے حد حیران کن......

اس کے پاپا کے نام کے بجائے وہ نام جس نے اسے زندگی بھی بخشی تھی اور اس کی لاش کے پہلو میں اسی ایک نام کا خنجر تھا۔ اچانک وہ خواب سے پھر جاگی تھی کہ پسینے ہوتے وجود کے ہمراہ اٹھ بیٹھی اس لاشعوری حرکت کا سرزد ہونا کوئی انہونی بات نہ تھی۔ بات تو صرف یہ ظالمانہ تھی کہ ''بلند بخت'' کڑے تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا بے ربط سانسوں کو کنٹرول میں لاتے ہوئے بہت بے بس نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''پ پانی بہت پیاس لگی ہے۔ حلق سوکھ رہا تھا اس لیے اچانک آنکھ کھل گئی۔'' کہتے ہوئے خود کو چھپانے کی کوشش میں تیزی سے اٹھ کر فریج سے بوتل نکالے گئی۔

''پیار محبت کے چکر میں پڑنے والے لوگ اتنے بزدل تو نہیں ہوتے پر شاید کہ اپنا آپ چھپا لیں۔ یہ عرق ہوتا وجود یہ کانپتے ہوئے ہاتھ یہ نظریں چرانے کی ادا میں کیا تمہیں خود کو مجھ سے چھپا لیں گی۔''

وہ بن ہوئی عقب میں آ کر وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

''تم تو بہت بولڈ تھیں مدمقابل کو اپنے آگے جھکا دینے والی اپنی ذات کی اتنی صفائیاں تھیں تمہارے اندر کہ ہار تم سے ہر بار مان جایا کرتی تھی تو یہ کمزوری تمہارے اندر کیسے در آئی جھوٹ بولنا سیکھ لیا تم نے۔'' اس نے تھوڑی اپنی کرخت انگلی سے اٹھاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ وحشت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''آج بھی کیوں نہیں۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہی کہ مجھے ''اریب حسن'' سے محبت آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔'' وہ بہت بدتمیزی سے ہنسا تو گزری یادیں آنکھوں میں کرچیاں بن کر چبھنے لگیں۔

''چٹاخ۔'' ایک تھپڑ کی گونج اس کی عزت نفس کو پھر سے پامال کر گئی۔ کاش پاپا ایک اس تھپڑ کے بدلے اس کے وجود کی دھجیاں بکھیر دیتے اور اس کے مردہ جسم کو گدھ اور چیل کوؤں کے حوالے کر دیتے تو روح کو اتنی تکلیف نہ پہنچتی۔ جتنا بلند بخت کا ساتھ اور وہ تھپڑ اس زندہ لاش پر بین کرتے ہیں۔

''میرے وجود کو قید کر لیا نا تم نے یہی چاہتے تھے نا۔'' جھٹکے سے اپنا چہرہ چھڑایا۔ ''رہ گئی محبت کی بات تو اس پر کسی کا زور نہیں' نہ تمہارا تشدد اس پر اپنے نام کی مہر لگا سکے گا' نہ تمہارے اذیت بھرے جملے رہ گئی بزدلی اور بہادری کی جنگ تو ابھی نہ مجھے پتا ہے نہ تمہیں خبر کہ اس میں کون فاتح اور کون مفتوح ٹھہرا۔ بولڈنیس تو میرے پاپا کی دین تھی۔ ان کے ساتھ نے مجھے بولڈ بنایا تھا۔ آج کس کے اعتماد بھرے ساتھ کے سہارے میں سر اٹھا سکوں گی۔''

''اوہ گویا اعتراف کر رہی ہو اپنی شکست کا۔'' آدھی رات کو بھی وہ اپنی نام نہاد مردانگی کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

''جتنی بار چاہے اس شکست کا اعتراف کروالو۔ کیا کہہ سکتی ہوں میں جب نہ ناؤ رہی نہ چپو اور جب محبت مقدر میں ہی نہیں تو کیا اعتراف شکست کیا شکستگی۔''

''بیب... تنگ رہی ہو محبت کی۔''

''نہیں بھیک ہی مانگنا ہوتی تو دو سال پہلے تمہارے مدمقابل جھک چکی ہوتی ویسے بھی بھیک میں ملی محبت تو فقیر کے کاسے میں پڑے سکے کی طرح بہت جلدی خرچ ہو جائے گی۔ اس لیے تمہارے آگے کشکول نہیں پھیلاؤں گی۔''

''تمہاری انا تمہاری موت کی وجہ بن جائے گی پریشے!''

''میں اس دن کا انتظار کروں گی۔'' بے حد تلخ ہو کر ہونٹ دانتوں تلے کچل ڈالا اور بلند بخت کو دوبارہ بیڈ پر ڈھیر ہوتا دیکھ کر رخ بدل لیا۔ ایک بے بسی لیے گہری سی سانس نے پچھلے سارے منظر دوبارہ سے اجاگر کر دیے جیسے وہ تھی۔ اس کا خوب صورت ساتھ اس کے خوابوں کا آنگن جس کے ہر پودے پر لگے پھول اس کی تنہائیوں کے دوست تھے۔ غم ہو یا خوشی وہ لان میں جا کر خاموش ہو کر بیٹھتی بھی تو سب پیڑ پودے پھول جھوم جھوم کر احساس دلاتے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔

✿......✿......✿

محبت کی وادیوں میں قدم رکھتے ہوئے احساس بھی نہیں ہوا کہ یہ اس جیسی لڑکیوں کے لیے ایسا میدان ہے جس کے آگے کنواں ہوتا ہے اور پیچھے کھائی۔ اپنے پاپا کی بزرگانہ و رخت گیر طبیعت کو بھی خاطر میں نہیں رکھی اس محبت نے کہ جس نے اپنی بہن کے مزاج تک تو رسائی حاصل کی نہیں تو اس کی محبت تک کیسے پہنچ ہوتی ان کی۔ لیکن اریب حسن کو دیکھتے ہی وہ پاپا کی اصول پرست فطرت کو بھلا چکی تھی۔ برسوں کی تنہائی کو اریب حسن کے دلنشین لہجے اور دوستانہ رویے نے پل میں مٹا دیا تھا۔

وہ تعلیمی میدان میں شروع سے ہی پیچھے تھی۔ کچھ پاپا کی بے توجہی' تنہائی اور اس اکیلے پن کی ودیعت کردہ سوچوں نے کالج' اسکول میں یکسوئی سے پڑھنے ہی نہیں دیا۔ ہاں غیر نصابی سرگرمیوں میں آگے تھی کیونکہ اس طرح سب کے ساتھ ہنسنے بولنے کے بھرپور مواقع جو میسر آ جاتے۔ ابھی پچھلے ہفتے ڈیبیٹ کمپٹیشن میں فرسٹ پرائز جیت کر آئی تھی تو پتا چلا اس مقابلے کی تیاری میں پچھلے سارے نوٹس وہ بنا نہیں سکی ہے۔ ذہن تو صرف ایک جانب مرکوز تھا اور اب امتحان سر پر تھے۔

اور یہ وہ وقت تھا جب کوئی بھی اسے نوٹس ہاتھ میں پکڑانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ بہت الجھنوں میں گرفتار ہو گئی تھی وہ کیونکہ پاپا توجہ دیں نہ دیں ناکامی پر استفسار ان کا کڑا ہوتا۔

''فیملی والوں سے الگ رہنے کا جواز تمہاری کامیابی ہونا چاہیے نا کہ ناکام ہو کر کسی گھاٹ کے بھی قابل نہ رہنا۔'' بے حد عجلت میں صدا دیتے تیز چند ہی جملے بولتے مگر پریشے کی روح فنا کر دیتے۔ کھڑی کھیچی ناک پر دھرے غصے نے بے حد وجیہہ چہرے پر کچی سنجیدگی کی گہری چھاپ سے شاید برسوں کی تنہائی نے ان کو بھی سرتاپا بدل ڈالا تھا۔ اس لیے وہ پاپا کی طرف سے پیار میں اظہار کی کنجوسی کو خاطر میں نہ لاتی بلکہ اپنی طرف سے ہی منطق گھڑ لیا کرتی۔

''تم ایسا کرو اریب حسن سے نوٹس کے سلسلے میں مدد لو۔ شیور ہے پسیج جائے گا تمہاری خوب صورتی بھی تو کچھ ایسی ہی ہے نا۔'' فارینہ شرارت سے بولتے بولتے کمینگی سے مسکرائی۔

''کیا وہ مجھے کیوں دے گا نوٹس' میری کیا شناسائی ہے اس سے اور تم یہ عیاروں کی طرح مسکرانا چھوڑ دو خوب صورتی سے بھری پڑی ہے دنیا۔''

''مذاق کر رہی تھی' تمہیں تو پتا ہی ہے تعلیم کے معاملے میں کس قدر کانشس ہے وہ وہ نہیں چاہے گا کہ اس کی ڈیپارٹمنٹ کی ایک حسینہ بری طرح سے فیل ہو جائے' کبھی تمہیں بات تو کرو اس سے۔''

"تو کیوں نہیں دے رہی اپنی بات پہلے کر بعد میں کسی اور کے بارے میں اظہار خیال کرنا۔ خود غرض کہیں کی اپنے اوپر سے دھیان ہٹانے کے لیے نت نئے راستے بتا رہی ہے۔"

"میری جان میرے سب نوٹس ادھورے ہیں میں تو لائبریری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کے کچھ نہ کچھ کر ہی لوں گی تم اپنی سوچو۔ لائبریری جانے کے خیال سے تو تمہیں اختلاج ہونے لگتا ہے کجا کتابوں کو کھنگالنا۔"

"تو آخر میں ہی دے دینا میں ساتھ ساتھ فوٹو اسٹیٹ کروا کے واپس کردوں گی۔" وہ منمنائی اسے اس کی بات سے اختلاف نہ تھا۔

"تیاری کس وقت کرو گی؟ سمجھو گی کس ٹائم میرے آسرے میں مت رہنا۔ مذاق سے ہٹ کر تمہیں مشورہ دے رہی ہوں اریب حسن کے پاس نادر قسم کے نوٹس ہیں۔ بہت عرق ریزی کے بعد اس نے سمجھو گوہر دریافت کیا ہے۔ میں فوٹو اسٹیٹ مشین کے پاس کھڑی ہو کر چند پیج پڑھنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔ تم جاؤ تو کسی ہوسکتا ہے کچھ کام بن ہی جائے۔"

"اور اگر اس نے نہیں دیے تو۔" یہی خدشہ تو اسے دہلا رہا تھا "کتنی انسلٹ کی بات ہوگی۔"

"اس میں انسلٹ کی کیا بات ہے۔ وہ کیا ہے نا کسی نے کہا ہے کہ عزت آنی جانی چیز ہے بندہ ڈھیٹ ہونا چاہیے۔"

پریشے اسے گھورتی رہ گئی اور وہ ہنستے ہوئے یہ جا وہ جا ہوگئی۔

ہر ایک سے رابطہ کر ڈالا۔ قریبی دوستوں تک سے ناکامی ہوئی۔ اس نازک ٹائم میں کوئی کسی پر بھروسا کرنے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ آخر میں بات کو مذاق سمجھ کر ٹالا تھا اسے سوچنے پر مجبور ہوگئی۔ کیفے ٹیریا میں بیٹھے بیٹھے اریب حسن لائبریری کی طرف جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ لمبا تو اس قدر تھا کہ ایک نظر میں سماتا بھی نہیں تھا اوپر سے قدموں تلک دیکھنا پڑتا تھا۔

"ٹرائی کر لینے میں کیا حرج ہے زیادہ سے زیادہ انکار ہی کرے گا نا چلو دیکھ لیتے ہیں۔"

ساون کے حبس زدہ موسم کو اچانک ہونے والی ٹھنڈی بوچھاڑ نے خوش گوار کر ڈالا۔ لائبریری تک پہنچتے پہنچتے اچھا خاصا وہ بھیگ چکی تھی۔ اس کا سامنا بھی کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا اس حالت میں لیکن آج تو کچھ نہ کچھ ہی تھا ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جاتا۔ کیا پتا ان آخری دنوں میں وہ آتا کہ نہیں اب وہ ٹیبل پر کتاب پڑھتا نظر آیا۔ وہ قریب چلی آئی۔

"سنیے۔" دو مرتبہ آواز دینے پر اس نے سر اٹھایا۔

ان کی آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں عدم
ہم پر تصنیف اک کتاب کرو

وائٹ یونیفارم میں سیاہ بالوں سے ٹپکتے پانی سمیت اپنے اجلے اور سادہ چہرے کو لیے وہ سامنے کھڑی تھی۔ سیاہ پرس سے پانی ہٹاتی گلابی لبوں پر ایک اضطراب تھا۔ بارش کے شور کی وجہ سے اس کی آواز بھی نہیں سن سکا تھا اور آج ہی پریشے ارباب کو کسی کی آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ ہوا کہ ڈوب جانا تو آسان ہے لیکن باہر نکلنا بہت مشکل۔ ساحر آنکھوں کی جادوگری کسے کہتے ہیں یہ آج ہی پتا چلا۔ گندمی رنگت پر کھڑی تیکھی ناک گھنی گھنی مونچھوں تلے بھنچے لب مضبوط ڈیل ڈول بلاشبہ وہ ایک مردانہ شاہکار تھا۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں آنے کے بعد پہلی مرتبہ اس کا یوں سامنا ہوا تھا اور دل کی دنیا الٹ کر رہ گئی تھی۔ یکے بعد دیگرے دل کی کئی بیٹ مس ہوگئی تھیں۔ یہاں تک کہ کیا کہنا تھا بھول گئی۔

"آپ غالباً کچھ کہہ رہی تھیں مجھے۔" اس کی آواز کی گمبھیرتا اس کے دل کے تنہا گنبد میں ہلچل سی مچا گئی۔

"جی اچانک سکوت ٹوٹا تھا۔ "وہ !" سر کو جھٹکا پڑا ہوا اس دل کا کہ ایسے ہی کسی اور کشمکش میں آئی اور کسی اور بھنور میں ڈوب گئی۔ عجیب کیفیت ہوگئی تھی دل کو بے اختیار گالیاں دینے پر مجبور ہوگئی تھی۔ خوامخواہ ہاتھ بھی کانپ گئے تھے۔

"بیٹھ جائیے آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔" جلدی سے بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ ٹانگیں بھی لرزنے لگتیں۔ اتنے آڈینس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے نہیں جھجکی لیکن محبت نے کسی اوٹ سے جھانکا تو پسینے سے نہا گئی تھی۔

"میں آپ سے کچھ ہیلپ لینے آئی تھی۔ اگر آپ دیتی ہوں تو میں بھی سکون سے ایگزامز کی تیاری کرسکوں گی۔ بصورت دیگر فیل ہوجاؤں گی اور پاپا وہ تو انتظار میں بیٹھے ہیں کہ میں فیل ہوں اور وہ !" بولتے بولتے اچانک احساس ہوا کیا بولنے جا رہی تھی اور کس کے سامنے۔ اس نئے نئے جذبے نے سوچنے سمجھنے کی حس سے بھی محروم کر دیا تھا۔

"جی بولیے فیل ہونے کی صورت میں آپ کے پاپا کیا کریں گے۔" اب کے وہ مسکرایا اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تو دل پورے کا پورا ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب تو اسے سنبھالنا ہی تھا ورنہ دلچسپی لیے اریب حسن کی مسکراتی آنکھیں اس کے اندر کی ساری کمزوری کو باہر کھینچ نکالتیں۔

"وہ ظاہری بات ہے ڈانٹیں گے ہوسکتا ہے مزید آگے پڑھنے سے بھی روک دیں۔ کیا آپ اپنے نوٹس سے میری ہیلپ کرسکتے ہیں۔" وہ بار بار نظریں چرا رہی تھی مبادا جس مقصد کے لیے آئی ہے اسے بیان کرنے میں ناکام ہوجائے۔

"وہ تو یہ بات تھی آپ نے نوٹس کیوں نہیں بنائے۔ پتا بھی تھا کہ ایگزامز سر پر ہیں پھر بھی۔"

"آپ کو تو پتا ہے ابھی ڈیبیٹس کمپٹیشن منعقد ہوا تھا جس کی تیاری میں پڑھائی کو فراموش کر بیٹھی اسی لیے آپ کے پاس آنا پڑا۔ تیاری ہی نہیں کی اپنے نوٹس کے سبب آخری امید آپ کے پاس لے کر آئی ہوں۔" گھنگھریالے سیاہ بالوں پر ابھی بھی پانی کے قطرے موتی کی طرح چمک رہے تھے۔ آنکھوں میں کاجل بھی پھیل کر بھنور کی سی صورت پیدا کر رہا تھا۔ شفاف چہرے پر کچھ عاجزی کچھ ندامت کی سی کیفیت اریب حسن کی نظریں بار بار بھٹک رہی تھیں۔

"آپ کے خیال میں میں اپنے نوٹس دے دوں گا آپ کو۔" وہ حسن کے جنگل میں بھٹکنے لگا تھا۔ ہر موڑ سے بچتا بچاتا آج کسی کنج محبت میں الجھنے کو تیار تھا۔

"کسی کے دل کی مجھے کیا خبر کہ وہ کیا سوچ رہا ہے بہرحال آپ بھی انکار کریں گے تو میں کیا کروں گی۔ اپنے آپ کو کوسوں گی ہی کہ کیوں آپ کے پاس آئی تھی میری آپ کی شناسائی بھی تو نہیں سوائے ڈپارٹ ایک ہونے کے۔ کوئی بات نہیں اگر آپ ایگری نہیں تو مجبور تو نہیں جاسکتا۔" پرس کا اسٹیپ کندھے پر ڈالتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جائیں اتنی جلد بازی اچھی چیز نہیں۔ میں آپ کی ہیلپ کے لیے تیار ہوں۔ آپ کی ناکامی مجھے بھی تو اچھی نہیں لگے گی۔"

"جی!" لہجے کی گمبھیرتا پر دل دھڑک گیا۔

"ظاہری بات ہے میں کسی کے احساسات مجروح نہیں کرنا چاہتا۔ چلیے میرے ساتھ میں خود فوٹو اسٹیٹ کروا کر آپ کو دیتا ہوں۔"

"تھینک یو۔" اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ "فارینہ صحیح کہہ رہی تھی کہ مجھے آپ کے پاس جانا چاہیے۔" اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

اریب حسن نے نہ صرف نوٹس فوٹو اسٹیٹ کرا کے دیے بلکہ کسی بھی تعلیمی مدد کے لیے آفر بھی کر دی تھی۔ وہ تو سرشاری میں نہا گئی تھی۔ ساتھ حیراں کناں بھی تھی۔

کوئی عکس آنکھ سے معتبر
کوئی آئینہ سا حباب میں
کوئی روشنی تیری آنکھ سی
کوئی پھول دل کی کتاب میں

دن تھے کہ مہکتے جا رہے تھے اور راتیں جھلمل ہوئی تھیں۔ کسی کا دوستانہ ساتھ عجیب ہی رنگوں میں ڈھل گیا تھا۔ برسوں کی تنہائی کا ازالہ ہوگیا تھا۔ پاپا کی مصروفیت

اور بے اعتنائی اب کھلتی بھی نہیں تھی۔

فریحہ دونوں کو خوش دیکھ کر ہنستی۔

"میرا کیا گیا مذاق حقیقت میں بدل گیا پریشے اتنی حیرانی ہوتی ہے تم دونوں کو اکٹھا دیکھ کر کتنی خوب صورت جوڑی ہے تم دونوں کی۔"

"بکواس مت کرو اریب میرے پیپروں تک ہیلپ کرے گا اور تمہیں تو پتا ہے میری بالکل بھی تیاری نہیں وہ تو شکر ہے تمہارے مذاق کی بدولت مجھے ایک ٹیوٹر نما دوست بھی مل گیا۔" چہرے کی شفق کو چھپاتی وہ اس انوکھے راز کو بھی چھپانے کی کوشش کرتی۔

"دیکھتے ہیں ٹیوٹر کے بعد وہ کیا بنتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے نظریں چرا گئی۔

دونوں اپنی اپنی جگہ محبت کے سمندر میں اتر چکے تھے اور ایک دوسرے سے چھپانے میں بھی کامیاب تھے۔ اریب کو اس کا معصومانہ حسن بے نیازانہ انداز اور گلابی لبوں کی ہنسی اس قدر بھائی تھی کہ افسوس ہوتا کہ اب تک وہ تنہا کیوں تھا۔ وہ جب ہنستی تو یک ٹک اسے دیکھتا' ہنستی بھی تو انوکھے انداز میں سیاہ پلکوں کو سفید چہرے پر گامزن کرکے نظریں جھکا کے۔

اور پریشے اس نئے سفر کے بارے میں تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس قدر حسین موڑ آئے گا اس کی زندگی میں۔ اریب حسن کے سمجھانے کا انداز دل تک میں اتر جاتا۔ اس کا رکھ رکھاؤ اور کبھی کبھی کی اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکنے والی مسکراہٹ اس کی مردانہ وجاہت میں کئی گنا اضافہ کردیتی۔ اس نے اسے بتایا تھا کہ اس کے ماں باپ بچپن میں ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہوچکے تھے وہ چچا چچی کے پاس رہتا ہے۔ زندگی کی قدروں میں اضافہ کرنے کے لیے تعلیم حاصل کررہا ہے تاکہ وہ خود کو کسی قابل بنا کر اپنے قدموں پر کھڑا ہوسکے۔

"سروائیو کررہا ہوں میں ورنہ چچا چچی کے بچوں کی طرح ایک نارمل زندگی گزر رہا ہوتا۔ میرے خوب بہت اونچے ہیں پریشے اور ان تک پہنچنے کے لیے مجھے اڑان بھی مضبوط رکھنی ہوگی۔" اس کا لہجہ بہت ٹھوس تھا۔

"تعبیر بھی انہیں ہی ملتی ہے جو خواب دیکھتے ہیں۔ وقت ضرور آئے گا جب منزل خود تمہیں پا لے گی۔ تمہارے ارادوں کو مضبوطی ضرورت ہے نہ یہ میرا ہے۔" پریشے عقیدت مندانہ لہجے میں بولی۔ ایسا ہی تو دل کو انداز تو چاہیے تھا اسے زندگی کے ہر موڑ پر تاکہ خوش اسلوبی سے وہ مشکلات کو عبور کرتا چلا جائے۔

ایسی ہی خواب دیکھتی آنکھیں چاہیے تھیں جس میں صرف اس کے لیے سپنے سجے ہوں۔

کہیں بھی سفر میں جائے ایسی ہی عقیدت سے معمور سراپا چاہیے تھا جو صرف اس کے لیے محو انتظار ہو۔

ان دونوں کی تنہائیوں میں مماثلت تھی اب دونوں ایک دوسرے کے لیے مسکراتے تھے۔

اسی دن یونیورسٹی سے واپسی پر پاپا نے بلند بخت کی آمد کے بارے میں بتایا تھا جو اس کی پھوپھو کا بیٹا تھا گاؤں میں کئی ایکٹر زمینوں، جائیدادوں اور فارم ہاؤس کا مالک یہ لڑکا اسے کبھی اچھا نہ لگتا تھا۔ عجیب جابرانہ سوچ کی وجہ سے وہ ہمیشہ اس سے کتراتی رہتی۔ جب جب یہاں آتا وہ صرف کھانے کے وقت نکلتی اور ڈائننگ ٹیبل پر دونوں کی ملاقات ہوتی۔ بے پناہ دولت ہونے کے باوجود بھی تعلیم سے بے بہرہ ہونے کی بناء پر اس کی سوچ بھی آمرانہ تھی۔ خاندان میں ایک وہی تھا جو پاپا سے ملنے آتا تھا ورنہ باقی سب رشتہ داروں نے ان کے شہر میں مقیم ہونے کی وجہ سے ان سے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ پھر سب کی نظر میں پریشے کی تعلیم بھی کھٹکتی کہ ارباب نے اپنی بیٹی کو کھلی آزادی دی ہوئی ہے۔ اس بناء پر بھی پاپا ان لوگوں کی نظروں میں کبھی سرخرو نہ ہوسکے اور ان کا یہی جداگانہ انداز ہزار بے اعتنائی کے باوجود پریشے کے دل میں ان کے لیے محبت بھر دیتا لیکن بلند بخت کی آمد پاپا کے رگ و پے میں بجلی دوڑا دیتی بھرپور پروٹوکول دیتے تھے۔ ان دونوں کی تمام مصروفیات کم ہوجاتیں۔ آفس سے بھی جلدی آجاتے اور اس کے ساتھ گھومتے پھرتے رہتے۔ وہ بھی گردن اونچی کیے ایک شان بے نیازی سے بات کیا کرتا۔ جیسے کسی قصوروار کو وہ اپنی تکبر بھری بات کا شرف بخش رہا ہو۔ ہمیشہ کلف لگے کڑکڑاتے سوٹ میں اسے کسی قدر نخوت سے دیکھا کرتا تھا کھانا' ناشتا کرتے ہی ہمیشہ ادھر ادھر ہوجایا کرتی اسے اس کی چبھتی ہوئی نظروں اور تیکھے جملوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ سب کام تو ملازم ہی کرتے اس لیے بھی فرار کی راہ اس کی جان بخش دیتی اور آج پھر اس کی آمد کا سن کر اریب حسن کی سحر انگیز ملاقات کا اثر بھی بے اثر ہوتا محسوس کیا تھا اس نے۔

"سنو پریشے اگر بلند بخت تم سے پڑھائی کے بارے میں پوچھے تو بتادینا بس تمہارے امتحان ہونے والے اور اس کے بعد تم گھر بیٹھوگی۔" وہ حیران ہوگئی۔

"کیوں پاپا' وہ کیوں پوچھے گا مجھ سے اور آپ اتنا ڈر کیوں رہے ہیں اس کی پوچھ گچھ سے؟"

"میں نہیں چاہتا کہ وہ گاؤں جاکر لوگوں کو بتاتا رہے کہ ماموں کی بیٹی کا تعلیمی سفر اب تک ختم ہونے میں نہیں آیا ہے جس کے نتیجے میں نہ وہ خاندان کو کسی قابل گردانتی ہے نہ اس کے اصول سے واقف ہے۔"

یہ پاپا کس قسم کی باتیں کررہے تھے اس کی تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ عجیب ایک اچنبھا سا تھا۔

"تو اور کیا کرسکتی ہوں' سب کچھ آپ کی اجازت سے ہورہا ہے وہ بولنے والے کون ہوتے ہیں۔ میری زندگی کے ہر فیصلے میں آپ کی رضامندی ہوگی نہ کہ کسی اور کی پاپا۔"

"رضامندی تو میری ہی ہوگی لیکن مجھے خاندان سے کٹنا تو نہیں نا' تمہیں تو خبر ہے وہ لوگ تعلیم کے کس قدر خلاف ہیں وہ بھی لڑکیوں کی۔ اب تم پڑھ رہی ہو تو ضروری نہیں اسی کے تکبر میں خاندان والوں کو پیچھے چھوڑ دیں۔ رہیں گے ہم ان ہی کی شاخ سے جڑے ہوئے ہی۔ ہمارا خاندان ہماری پہچان ہے۔" عجیب ہی ڈرا ہوا لہجہ تھا ان کا جس سے وہ بھی سہمی جارہی تھی وہ کہہ کے جا چکے تھے اور وہ وہیں مرمریں تخت پر براجمان ہوگئی۔ پوچھ بھی نہ سکی کہ یہ کس قسم کی پہچان ہے جو تعلیم کے خلاف ہے اور اپنی پہچان پر اس قدر نازاں تھے تو ساری عمر آپ خاندان سے کٹ کر کیوں رہے اور ان کی مرضی کے خلاف تعلیم کیوں حاصل کی اور ماما وہ بھی تو لائر تھیں۔ خاندان کی شناخت حاصل کرنے کے لیے ایک ان پڑھ کے سامنے بچھے جارہے تھے جس کی خوبو سے ہی تکبر محسوس ہوتا تھا۔ عجیب الجھنوں بھری شام تھی۔

بلند بخت آگیا تھا' پاپا اسے لان میں لیے بیٹھے تھے۔ کتنے ہی بزنس مین کو پیچھے چلانے والے پاپا ایک ظاہری اور باطنی طور پر بھی جاہل کو اپنے پہلو میں لیے بیٹھے تھے۔ ملازم نے چائے ناشتا سرو کردیا پھر پاپا نے اسے بلا لیا۔ ایک وحشت سی ہوتی تھی اسے دیکھ کر۔ بہرحال ان کا حکم تو ماننا تھا بالوں میں برش پھیر کر لان میں آگئی۔ بلیک کاٹن کے کلف دار سوٹ میں بلند بخت کی اجلی رنگت کچھ اور بھی اجلی لگ رہی تھی۔ سلام کرکے وہ پاپا کے ساتھ والی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اس کی گہری نگاہیں محسوس کرکے وہ پھولوں کو دیکھنے لگی۔ کیا فائدہ تھا اتنی شفاف رنگت کا جب من ہی میلا ہو۔

"پھوپھو کیسی ہیں' اور باقی گاؤں کے لوگ؟" پاپا کے ڈر سے ہی اسے کلام کرنا پڑ رہا تھا۔

"ٹھیک ہیں' انہیں کیا ہونا ہے۔ میں نے تو بھئی کہہ دیا ہے کہ آپ مالکہ ہو اس حویلی کی بیٹھے بیٹھے صرف حکم چلائیں۔ اتنے نوکر چاکر کس لیے ہیں جو ایک ایک کام کی ٹینشن لیتی رہتی ہیں۔ صرف اشارہ کیا کریں ملازموں کو۔ اگر کسی کام میں کوتاہی ہوئی تو اس کی چمڑی ادھیڑ کر آپ کے ہاتھ میں نہ رکھ دوں گا۔ اللہ کا بڑا فضل ہے کسی کام کی کوئی پریشانی نہیں اس لیے بیماری سے بھی دور رہتی ہیں بی جی۔"

پوری تفصیل سے جواب آیا تھا اسے کوفت ہونے

تھی۔ صرف لمبی سانس بھر کر رہ گئی۔ پاپا کو تو یہ سب الفاظ سوجھتے ہی نہ تھے کہ کس قدر رعونت تھی اس کے ہر انداز میں۔

''آپا نے کہا تھا کہ وہ اس طرف آئیں گی۔ میں نے سوچا شاید تمہارے ساتھ ہی چکر لگالیں کراتنک سیٹ کروا دیا تھا میں نے ان کے لیے۔'' وہ عاجزانہ مسکرائے۔

''آئیں گی' آپ کو تو پتا ہے میں اِدھر اُدھر ہوتا ہوں تو سب انتظام دیکھنے کے لیے کوئی اور آنکھیں نہیں ہوتیں۔ کم از کم حویلی میں نوکر چاکر کے کام پر نگاہ رکھنے کے لیے تو وہ ہوتی ہیں نا اسی لیے تو میں یہاں رکتا نہیں۔ بی جی گھبرا نہ جائیں۔'' وہ بھی پھوپھو کا اکلوتا سپوت تھا۔

''چاہے چند گھنٹوں کے لیے ہی سہی انہیں تو آنا ہی پڑے گا۔'' دوبارہ سے ایک تفصیلی نگاہ پریشے پر ڈالی۔ اس کی گہری گہری آنکھوں سے اسے خوف آتا جس میں ہزار راز چھپے تھے۔ اسی وقت اس کا سیل بج اٹھا کہ وہ شکر بجالائی۔

''ایکسکیوزمی پاپا...... میں آئی۔'' جلدی سے آن کرتی وہ لان عبور کرگئی۔ بلند بخت تیکھے تیوروں سے اسے آخر تک جاتا دیکھتا رہا۔ رگ و پے میں غصہ خون کی جگہ دوڑنے لگا تھا۔

فائنل ایگزامز ہونے والے تھے۔ یونیورسٹی کی طرف سے سب کو فری کردیا گیا تھا۔ اب شاید ہی کوئی اس طرف آتا جسے لائبریری سے واسطہ ہوتا یا کسی ٹیچر سے گائیڈنس لینی ہوتی۔ لیکن اس کے دل پر تو جیسے اوس پڑ گئی تھی۔ کبھی یونیورسٹی اتنی باقاعدگی سے نہیں آئی جتنا اب دل آنے کے لیے ہمکتا' کس قسم کے حالات کی طرف زندگی لے آئی تھی۔ ایک انہونے جذبے سے آشنائی بھی اس وقت ہوئی جب جدائی سامنے ہاتھ تھامنے کو تیار کھڑی تھی۔ دل سوختہ کیے جا رہا تھا اس پیارے سے شخص کا ساتھ چھوڑنے کا خیال بھی' کیسے مل پائے گی اس سے جس نے اس کی تنہائیوں میں پھول کھلائے تھے۔ اسے محفل میں تو کیا اکیلے تک میں مسکرانا سکھا دیا تھا۔ دن کے اجالوں میں وہ ساتھ ہوتا اور رات کی تیرگی میں اس کی یادیں۔ ابھی تو اس نے اظہار بھی نہیں کیا تھا اریب حسن سے کہ ''یہ تمہارا نام لیتے ہی کیسے میری پلکوں کی منڈیروں پر ہزاروں دیے جل اٹھتے ہیں۔ میری روح تک میں سرشاری اتر آتی۔ تمہارے لہجے کی گمبھیرتا اور سچائی پن میرے دل تک تیر عقیدت بھر دیتا ہے۔ مجھے تمہارا ساتھ چھوٹنے کے خیال سے کیا تکلیف نہیں ہوگی۔ کیسے پہل کرتی اظہار کرنے میں آخر وہ لڑکی تھی۔ ابھی بھی اس کے سامنے بیٹھی لب کچل رہی تھی۔ ہر ساتھ آخری ساتھ محسوس ہوتا۔ بس یہی خیال اسے مقتل کی طرف لے جاتا۔

''آج تو میرا لاسٹ ڈے ہے پریشے اب میں نہیں آؤں گا۔ امید ہے کہ اب تمہاری تیاری بھی کمپلیٹ ہوگئی ہوگی۔'' وہی ہوا جس کا ڈر تھا اچانک اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو ''او نہیں نہیں ابھی کچھ دیر اور ابھی تو دل وحشی کو قرار آیا تھا کہ !''

''خوب یکسوئی کے ساتھ ایگزامز دینا تاکہ اتنے برسوں کی محنت کا پھل مل سکے۔'' وہ فائل سینے سے لگائے کسی اور ہی سمت نگاہیں مرکوز کیے اپنی ہی رو میں بول رہا تھا۔

''اس کے بعد کیا کرو گے۔ میرا مطلب کوئی جاب اور مستقبل کے ارادے کیا ہیں؟'' خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''مستقبل کے ارادے تو بہت خطرناک ہیں۔'' وہ مسکرایا تو اس کا دل دھڑک گیا۔ ''تمہیں تو بتایا ہی تھا مجھے اپنے مستقبل کو مضبوط بنانا ہے بہت کچھ حاصل کرنا ہے تاکہ محرومیاں جو بچپن سے حلق میں کانٹے کی طرح پھنسی ہوئی ہیں ان کا ازالہ ہوسکے۔'' وہ نظریں جھکا گئی۔ سماعت کچھ اور سننے کو منتظر تھی لیکن اتنی جلدی کہاں خوش نصیبوں پر یقین آسکتا ہے۔ شاید اس سفر میں وہ تنہا ہی رہے گی کیسے برہنہ پا چاہت کا یہ سفر اکیلے طے کرسکے گی۔

اریب حسن کی محرومیاں مادی تھیں اور اس کی روحانی' آنکھوں میں اچانک مند آجانے والے ستاروں کو چھپانے کی غرض سے سر جھکا کر نگاہیں کریدنے لگی۔

''تمہاری منزل تو دور نہیں اریب' محنت لگن تو تمہیں وہاں تک لے ہی آئی ہے اور تم جیسے ٹھوس ارادوں کے بندے کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا میرا کیا بنے گا۔ میری تو منزل دور سے دور ہوتی جارہی ہے۔ جو کبھی میرے ہاتھ نہ آسکے گی۔ کیسے اپنے دل کے جذبات آشکار کروں تم پر۔''

''تم رو رہی ہو پریشے۔'' وہ تو اس کی رگ رگ تک سے واقف ہو چلا تھا اسی لیے تو اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس نے جھٹکے سے سر ہلایا اور پھیکی مسکراہٹ لبوں پر بکھر گئی جیسے گلابی شام پر سورج کی زردیاں چھا جائیں۔

''ظاہری بات ہے یہ یونیورسٹی لائف اب ختم ہونے والی ہے جو سدا ہمیں یاد رہے گی۔ بے فکری' لا ابالی پن' بے پروائی ان سب خوشیوں کا انت بس یہیں تک ہے اور ایک پریکٹیکل لائف ہماری منتظر ہے۔ یہ سب خوشیاں بس ایک میٹھی یاد بن کر ہمیشہ ہمارا دامن تھامے رہے گی تو کیا روؤں نہیں۔'' سرخ ہوتی ناک بہت کچھ چھپا لینے کی غمازی کررہی تھی۔ لب بھینچے تو وہ بھی بہت کچھ چھپا رہا تھا۔

اس دن وہ اپنی بائیک پر اسے ڈراپ کرنے گھر تک آیا تھا۔ ''خدا حافظ۔'' کہتے ہوئے پریشے نے اسے نظر بھر کر دیکھا تھا۔ دل تو کوئی مٹھیوں میں لیے بھینچنے کو تیار تھا۔ وہ حسب عادت مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر رخصت ہوگیا اور وہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی جیسے ان ساعتوں کو قید کرنے اور وہ کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ اک ہوک سی دل میں اٹھی تھی اور وہ بوگن ویلیا کی آڑ میں چکراتے سر کو لیے آگئی تھی۔

کیا تھا وہ خود ہی اظہار کردیتی تو ابھی یہ جدائی مقدر نہ بنتی یا کسی نے فریاد کی۔

لیکن کیسے؟ محبت پانے کے لیے عزت نفس کی قربانی لازمی ہے یا کوئی ایسے بھی بامراد ہوا کرتے ہیں۔ عزت اور وقار کے ساتھ محبت بھی سر پر تاج پہنا جاتی ہے۔

کیا تمہیں اب کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی ''اریب حسن'' آنکھوں میں آتی نمی کو صاف کرتی جونہی پلٹی تو دل دھک سے رہ گیا۔ بلند بخت بہت کڑے تیوروں کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

''کون تھا یہ؟'' بہت استحقاق سے سوال کیا تھا۔ جی میں تو آیا کہے ''تم سے مطلب'' لیکن آنسو اس نے دیکھ لیے تھے اب روڈ ہونا مسئلہ کا حل نہیں تھا۔ پھر پاپا کا بھی خیال آگیا۔

''کلاس فیلو آج میرے سر میں بے تحاشہ درد ہو رہا تھا تو میں نے اسے ڈراپ کرنے کو کہہ دیا۔ جوں ہی گیٹ سے اندر آئی تو اس پودے کی یہ ڈنڈی آنکھ میں چلی گئی۔ بہت تکلیف ہو رہی ہے۔'' تیزی سے اندر کو بڑھی۔

''سنو۔'' کرخت آواز پر مڑی تو نہیں البتہ قدم رک گئے وہ پاس آکر بولا۔

''اصلیت یہی ہونی چاہیے جو تم نے بیان کی اس کے برعکس کوئی بات میں برداشت نہیں کروں گا۔'' یہ کس حق سے اتنی بڑی بات کہہ گیا تھا وہ سن سی رہ گئی تھی۔ غصے کا ابال تیزی سے اٹھا تھا۔

پاپا سے بات کرنی پڑے گی یہ کچھ زیادہ ہی سر پر چڑھے جا رہا ہے۔ ساری زندگی خود تو پاپا کٹے رہے ان لوگوں سے اب مالک و مختار بنا کر سر پر بٹھانا چاہتے ہیں کیا؟ بے تحاشا الجھنوں میں دن گزر رہے تھے۔ پاپا آؤٹ آف اسٹیشن تھے بلند بخت جانے کتنے دنوں کے لیے آیا تھا۔ اس بار تو حد ہی کردی تھی اس نے قیام کی ورنہ ایک دو روز سے زیادہ نہیں رکتا تھا۔ ایک اس کی موجودگی دوسرے اریب حسن کی یاد تنہائیوں میں ڈستی رہتی۔ ہمیشہ کے لیے آنکھوں کو نم کر گیا تھا اکثر پلکیں بھیگی رہتیں۔

مجھ کو اور کہیں جانا تھا
یونہی رستا بھول گیا تھا
کیسی اندھیری شام تھی اس دن
بادل بھی گھر کے چھپایا تھا

رات کی طوفانی بارش میں
تو مجھ سے ملنے آیا تھا
چاندی کا اک پھول گلے میں
ہاتھ میں بادل کا ٹکڑا تھا
بارش کی ترچھی گلیوں میں
کوئی چراغ لیے پھرتا تھا

اندر کا حبس بڑھ گیا تو وہ واقعی اس کے لیے بادل لے کر آیا تھا۔ وہ تو حیران ہی ہوا تھی اس شام اسے دیکھ کر اپنے گھر میں اپنے روبرو ایک دل کش ور سحر انگیز سی لیے ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔ تیز گرج چمک کے ساتھ بارش ہو رہی تھی۔ پاپا آچکے تھے وہ بھی کچھ حیران تھے۔ کپڑے پورے گیلے ہو چکے تھے۔

"کل پیپر ہے میں یونیورسٹی گیا تو فرینہ نے یہ پوائنٹس تمہیں دینے کے لیے مجھے پکڑا دیے اس لیے مجبوری میں مجھے آنا پڑا۔" ابو کچھ مطمئن ہوئے۔ "بارش تو راستے میں شروع ہوئی۔"

"اوکے پریشے بیٹا اگر یہ چینج کرنا چاہیں تو کوئی سوٹ دے دو اور کافی وغیرہ بھی دو۔ میں ذرا اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"جی پاپا۔" اسے اپنی بصارت پر حیرانی ہو رہی تھی۔

"کون سے پوائنٹس دیے ہیں فارینہ نے تمہیں کہ اتنی ایمرجنسی میں آنا پڑا۔" تولیہ اسے پکڑاتے ہوئے اس کے ہاتھ میں فائل والا پلاسٹک بیگ پکڑنا چاہا۔

اس نے نہیں دیے وہ اور ششدر رہ گئی۔

"پریشے اس فائل میں کچھ بھی نہیں۔" وہ اور قریب آ گیا۔ یہ سماں کیوں عجیب عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ ماحول کیوں بدلا بدلا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے لہجے میں یہ خمار پہلے تو نہ تھا۔ ان آنکھوں میں چھپا اظہار کبھی ایسے تو نہ تھا۔ وہ تو بس دیکھے گئی۔

"ہے تو میرے دل میں بہت کچھ تمہارے لیے۔ میری منزل کے آس پاس کہیں نوخیز پودوں کی طرح تم بھی لہلہا رہی ہو۔ بہت اپنے دل کو مارنا چاہا من کو سمجھایا اپنے اونچے آدرشوں کے واسطے دیے لیکن اپنی آخری ملاقات کے بعد تو محسوس ہوا اتنی تشنہ ہی رہے تو نہیں تھی کروں بہت مجبور ہو کر آج تم سے اقرار کرنے آیا ہوں میں تم بن نہیں رہ سکتا۔"

یہ اس کے دل کی آواز اس کے لبوں سے ادا ہو رہی تھی۔ اریب حسن کی شکستگی کا اظہار اسے ہو اوس کی طرح تڑپا رہا تھا یہ تو وہی جان سکتی تھی۔

اس کے پاس متاع دل کی لٹی ہوئی پونجی اسے دکھانے آیا تھا اب تو سماعت کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ کھڑکی سے آتی بارش کی ٹھنڈی پھوار اس کے چہرے کو چھو رہی تھی نظروں کا زاویہ بدلا۔ وہ نگاہوں میں ستجب لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"دھیان کی راہ میں تم کب شامل ہوئیں مجھے پتا بھی نہ چلا کب میرے خوابوں میں تمہارا چہرہ دکھائی دینے لگا مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ میں اپنے دل کی فائل تمہیں دینے آیا ہوں۔ بولو قبول کرو گی۔" اسے اپنا چہرہ تمتماتا محسوس ہوا تو رخ موڑ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی بارش کی ایک ایک بوند میں اس کے لیے نوید چھپا ہوا تھا وہ اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا۔

"پریشے مجھ سے محبت کرو گی۔" ایک اور انوکھا سوال اس کے حواس اڑا دینے کے لیے حاضر ہوا۔ کیا جواب دیتی وہ اتنی اچانک ملنے والی خوشی کا سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے آشکار کرے۔

"بولو نا پریشے دیکھو تمہاری خاطر جان کی بازی لگا کر آیا ہوں سڑکوں پر اتنی پھسلن ہو رہی تھی خدانا خواستہ بائیک پھسل جاتی تو...!"

"خدانہ کرے۔" دل پر ہاتھ رکھتی وہ مڑی۔ اس کے شرارتی جملے پر پریشے کی برجستگی اس کے سب سوالوں کے جواب دے گئی۔ وہ نگاہوں میں شرارت بھر کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بلش کر گئی دوبارہ کھڑکی کی طرف رخ کر لیا۔ اریب حسن کو جیسے سارے جہاں کی دولت مل گئی۔ صوفے پر جا بیٹھا۔

"اگر آج میں یہاں نہ آتا تو بے قراری میرا ہی نہیں تمہارا بھی مقدر بن چکی ہوتی۔ کیوں میں صحیح کہہ رہا ہوں نا۔" وہ مسکراہٹ چھپاتی پلٹی۔

"مسٹر زیادہ فری مت ہو میں نے ابھی اقرار نہیں کیا۔" ان آنکھوں کا کاجل ہنس رہا تھا۔

"لیکن تمہارے چہرے پر چھائے سب رنگ چیخ چیخ کر گواہی دے رہے ہیں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تمہیں میری ہم سفر بننا قبول ہے۔ لو اپنے دل کی بات بھی تمہیں بتا دی اور تمہارے اندر کا چھپا بھید بھی میں نے باہر نکال لیا۔ صحیح کہہ رہا ہوں نا۔" اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"پریشے میرا ساتھ دو گی نا تم۔ تمہارے شایان شان میرا گھر تو نہیں لیکن میرے حوصلے تمہاری آن بان تک پہنچنے کے لیے جوان ہیں۔" وہ تو بس لرزتی پلکوں سمیت اس کا اقرار سن کر ہی عرش تک پہنچ گئی تھی بس اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ ساون کی جھڑی رکنے والی نہیں جناب بہتر ہے آپ نکل لیں یہاں سے۔" وہ مسکرائی۔

"بھگا رہی ہو مجھے۔" وہ بے بسی سے بولا تو اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"اس سے پہلے کہ میرے پاپا آ کر تمہیں بھگائیں بہتر ہے چلے جائیں۔"

"جا رہا ہوں۔" "سیل آن رکھنا۔" نگاہوں میں بہت کچھ کہتا۔ محبت کی پتنگ کی ڈور اسے تھماتا وہ چلا گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا مور بن کر ساون کی ان مسلسل برستی بوندوں میں ناچے وہ جو سونے جا رہی تھی اب کیسی نیند کہاں کی نیند بھی۔

ایک سرشاری کے عالم میں امتحان بھی گزر گئے۔ اس سے کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی۔ فون پر تو روز کتنی ہی دیگر گفتگو ہوتی لیکن اب ان کی گفتگو میں کوئی اور ہی رنگ جھلکتا۔ اپنے خوابوں کی خواہشوں میں ایک دوسرے کو پانے کی خواہش بھی شامل ہوتی۔ ایک روز اریب نے اچانک سوال کیا تھا جس کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہ تھا۔

"تمہارے پاپا میرے بارے میں مان جائیں گے نا پریشے۔"

"ہاں کیوں نہیں مانیں گے۔" اچانک اس کے اس سوال پر تھوڑی دیر کو وہ بھی ٹھٹکی تھی۔ پھر جیسے سر جھٹک دیا ہو۔ "تم میں کیا کمی ہے جو وہ کسی بات کو انکار کا جواز بنائیں گے۔ سب سے بڑھ کر وہ میری خوشی کو فوقیت تو دیں گے نا۔" دھیمے سروں میں کہتی وہ مسکرائی۔

"رزلٹ کے بعد جاب کے لیے اپلائی کروں گا تب ہی تمہاری طرف کوئی پیش قدمی کروں گا۔ ہر طرح سے خود کو مکمل بنا کر تمہارے پاپا کے سامنے پیش ہوں گا۔"

"میں منتظر رہوں گی۔ اپنی تکمیل کی جو تمہاری صورت میں ہوگی اریب۔"

لیکن یہ انتظار خواہشوں کی تکمیل کی صورت نہ ڈھل سکا۔ یہ ساعتیں خوش آئند لمحات میں بدلنے کے بجائے قیامت کے روپ میں ڈھل گئیں، وہ جو بچپن سے ہی تنہائی کا شکار رہی تھی۔ ہر لمحہ اس کے ساتھ اکیلے پن کا عذاب تھا۔ "اریب حسن" کی صورت میں دوست اور محبوب دونوں مل گیا تو لگا زندگی اسی کو کہتے ہیں۔ وہ جو اظہار کر کے گیا تھا۔

اس سہانی شام میں تو ایسا ہی لگا تھا جیسے آج ہی اس نے جنم لیا ہو اسی دن وہ دنیا دیکھ رہی ہو۔ زندگی کی دل کشی کسے کہتے ہیں اس رات کو اس نے بستر پر سونے کے بجائے کروٹ بدل بدل کر محسوس کیا تھا اور اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ تب ہی اچھی تھی جب وہ محبت لفظ سے آشنا ہی نہ تھی کوئی حیل و حجت ہی نہ تھی دماغ اور دل کے بیچ۔ کم از کم اریب حسن کے چھن جانے کے خوف جیسا عذاب عمر رواں میں پل صراط تو نہیں بچھا دے گا۔

❁ ❁ ❁

مجھے دیکھنے والا دیکھے بھی کیا، مجھے پڑھنے والا پڑھے بھی کیا

جہاں میرا نام لکھا گیا وہیں روشنی سمٹ گئی
میری بند پلکوں پر ٹوٹ کر کوئی پھول رات بکھر گیا
مجھے سسکیوں نے جگادیا میری کچی نیند چٹخ گئی

بلند بخت کی اتنی جلدی دوبارہ آمد نے اسے پھر سے الجھنوں میں گرفتار کردیا تھا۔ شاید اسے کمرے میں مقید ہونے کا حکم جاری ہونے والا تھا۔ کیونکہ اسے اس کی اکڑی ہوئی گردن دیکھی نہیں جاتی تھی وہ نگاہوں میں تکبر کے ساتھ ساتھ جاہلانہ تفخر۔ اس شام بھی ٹی وی لاؤنج میں چینل سرچنگ کرتے ہوئے اچانک اسے اپنے سامنے کھڑا دیا۔ ٹی وی آف کرکے وہ کھڑی ہوگئی۔

"کچھ چاہیے تمہیں۔" رسماً دریافت کرلیا دل تو چاہ رہا تھا جلد از جلد یہاں سے بھاگ لے۔

"ہوں چائے چاہیے تھی دو کپ یہاں ہی بنا کر لے آؤ۔" آرڈر نافذ کیا تھا وہ سرتاپا سلگ گئی۔

"میں رحیم بابا کے ہاتھ بھجواتی ہوں مجھے نیند آرہی ہے۔" بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا۔

"اوہ ابھی تو تم بالکل فریش ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اچانک نیند بھی آنے لگی۔ مجھے دیکھ کر یوں فرار کیوں چاہتی ہو کھا جاؤں گا کیا؟" قریب آکر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"دیکھو بلند بخت یہ بحث کا ٹائم نہیں میری تمہاری رشتہ داری کے علاوہ ہمارے بیچ ہے بھی کیا؟ بے تکلفی اور دوستی بھی تو نہیں۔ خاندانی تنازع نے ہمیں ان سب تکلفات سے دور ہی رکھا ہے پھر آج کیسے ہم دونوں کے بیچ تکلف راج نہیں کرے گا۔ تم پاپا سے ملنے آئے ہو نا ان کا انتظار کرو بس آنے والے ہوں گے وہ۔"

"اوہ۔" اس نے گہری سانس بھری۔ "خاندانی تنازع بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ پیدا کردہ بھی تمہارے پاپا کا تھا اور ختم بھی وہی کررہے ہیں۔" ایک تمسخرانہ ہنسی سمیت وہ بدتمیزی سے بولا تو اس کے کان کھڑے ہوگئے۔

"مطلب ؟"

"مطلب تو وہی بتائیں گے تمہیں کہ کس طرح دوبارہ رشتہ داری کو مضبوط کررہے ہیں اور کس طرح اپنی گزشتہ غلطیوں پر نادم ہیں جس کا ازالہ وہ کرنے آمادہ ہیں۔"

"غلطی، ندامت ...!" وہ واقعی کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ بلند بخت تو یوں اکڑے کھڑے تفاخر رہا تھا جیسے اس کے صدیوں کے مقروض ہوں۔

"میں آپ ہی ان سے بات کرتی ہوں کہ انہوں نے تمہیں اس طرح بات کرنے کا حق کس طرح دے دیا اور کس زمانے کے تمہارے قرض خواہ ہیں وہ، جو تم ان کا مذاق اڑا رہے ہو۔ کاش یہ لہجہ تم ان کے سامنے اختیار کرتے وہ بھی تمہاری اصلیت سے واقف ہوتے ذرا۔ ان کے سامنے تو بہت رکھ رکھاؤ والے بنتے ہو۔"

"پریشے ارباب رکھ رکھاؤ والے تو تمہارے پاپا بھی نہیں حالانکہ بنتے تو ہیں۔ سارا زمانہ ان کی شخصیت کے سبھاؤ کی تعریف کرتا ہے لیکن حقیقت چھپا کر شریف بننے کا کیا فائدہ؟" اس کی برداشت سے باہر ہوچلا تھا۔

"تم جاہل ہو اس لیے جاہلوں جیسی پہیلیاں بھی بجھا رہے ہو لیکن اب میں تمہارے سامنے بے وقوف نہیں بنوں گی پاپا کو آلینے دو سارا حساب بے باق کروں گی۔" اس کا سفید چہرہ غصے سے لال ہوچکا تھا۔ بلند بخت نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"پڑھا لکھا کون ہے وہ تمہارا یار، جو تمہیں چھوڑنے آیا تھا گھر اور بارش والے روز ایک بہانے سے تمہارے کمرے میں بیٹھ رہا تھا۔" وہ کھلونا بن رہی تھی اس شخص کے آگے جو "اریب" کے اسرار و رموز سے بھی واقف نہیں تھا۔ حد ہوچکی تھی۔

"تم سے تو اچھا ہی ہے تمیزدار تو ہے نا۔"

"تو صاف کہہ دو نا اپنے عاشق کی حمایت کررہی ہو۔"

"اریب حسن سے مجھے واقعی محبت ہے اور محبت رہے گی بلند بخت۔ تم اس کے آگے ذرہ بھی نہیں وہ آفتاب ہے سن لیا تم نے یا کچھ اور سننا باقی...!"

"چٹاخ۔" ایک زوردار تھپڑ نے دن میں تارے تو دکھائے ہی ساتھ ساتھ اس کا سارا مان فخر اور اعتماد کے بت کو پاش پاش کردیا جس کے سہارے وہ بلند بخت کی ہر بدتمیزی کا جواب دے رہی تھی۔ تمسخرانہ چہرے پر کچھ اور تمسخر اور اپنی ذات کا غرور سج گیا۔

"پاپا۔" پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ انہیں دیکھے گئی۔ جو لب بھینچے زمانے بھر کی سنجیدگی چہرے پر ثبت کیے اس کو ایک حقیر کیڑے مکوڑے کی طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ ان کا خون ہی نہ ہو۔

"پاپا...... یہ...... یہ شخص آپ کا مذاق اڑا رہا تھا۔ مجھ سے بدتمیزی کررہا تھا۔ آپ نے اس کی باتیں نہیں سنیں ورنہ اسے کھڑے کھڑے نکال دیتے۔" اپنی گواہی انہیں یوں دے رہی تھی جیسے اب وہ نادم ہوجائیں گے اپنی جلد بازی پر۔

"اسٹاپ اٹ اس کی باتیں سنی ہوں یا نہیں، تمہاری بے باکی تو میں نے دیکھ ہی لی، یہ بات کہتے ہوئے ذرا بھی میری عزت کا خیال نہیں آیا تمہیں۔ ایک ایرے غیرے لڑکے کے پیچھے اپنے خاندان کو بیچ ٹھہرا رہی ہو۔" اس کا دل رو دیا۔ "ایرے غیرے" لفظ پر۔ اس کا تو سب کچھ بن چکا تھا وہ۔ پھر کیسے یہ لفظ سہتی۔

"پاپا میں بتانے والی تھی آپ کو۔" وہ سسک پڑی۔ "بس موقع ہی نہیں ملا۔" اتنی تذلیل پر تو وہ بے موت مر ہی گئی تھی۔ وہ تو اریب کو پانے کی جستجو تھی جو عزت نفس پر بھی پاؤں رکھ کر وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

"چپ ہوجاؤ پریشے اور دفع ہوجاؤ کمرے میں، میں اس کے متعلق کچھ نہیں سننا چاہتا۔" پاپا نے اسے اس شخص کے سامنے سنگسار کردیا تھا۔ کس طرح بلند بخت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ اعتماد لیے بول رہی تھی اب تو خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اپنی شخصیت کے غرور کا جنازہ اٹھائے بوجھل بھاری قدموں سے وہ اپنے کمرے کی طرف جارہی تھی جیسے اب ایک لحظہ بھی یہاں رکی تو اس کے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ وہ قومے میں چلی جائے گی۔ جس طرح کا حال اس کا ہورہا تھا اپنے پیچھے اس نے پاپا کو بلند بخت سے معذرت بھی کرتے سنا۔

"معاف کردینا، نا سمجھ ہے ماں کی عدم موجودگی نے اسے بگاڑ دیا ہے۔" اس لمحے پاپا واقعی مقروض لگ رہے تھے پاپا کے تھپڑ کا غم نہیں تھا۔ ان نامساعد حالات پر دل گرفتہ تھی جو قدرت نے اس کی زندگی پر سیاہ بادلوں کی طرح مسلط کردیے تھے۔ اسی رات اریب حسن کو وہ آپ بیتی سنا رہی تھی تاکہ دل کا بوجھ کچھ تو ہلکا ہو۔ آنسو آنکھوں سے نہیں دل سے نکل رہے تھے کہ پورا وجود اشکبار تھا۔ وہی تو تھا اس کی مشکلوں کا ساتھی۔ ہر قدم پر ہر غم کے ساتھ دل نے اسی کا کندھا ڈھونڈنا چاہا تھا جس پر سر رکھ کر دکھوں کو بانٹنا تھا۔

"اریب، میری حیثیت پاپا نے دو کوڑی کی کردی۔ مجھے نہیں خبر تھی وہ مجھ سے اس قدر نفرت کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں، مجھے باپ کا مان اور فخر مل ہی نہیں سکا۔ باپ تو ماں کی عدم موجودگی میں ماں کا بھی کردار نبھاتے ہیں انہوں نے خود کا بھی اعتماد کھودیا۔" وہ سیل ہاتھ میں پکڑے سسک رہی تھی لیکن اس جانب تو گہری جامد خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"مجھے اس کرب سے نکالو اریب، میں جیتے جی مرگئی ہوں اپنوں ہی کے ہاتھوں درگور ہورہی ہوں۔ کیا بات ہے تم خاموش کیوں ہو؟ کچھ بول کیوں نہیں رہے؟ دیکھو تو میں کتنی تنہا ہوگئی ہوں اریب۔" اب کے وہ چونکا تھا۔

"پریشے، سنبھالو خود کو۔" بے حد بوجھل آواز تھی اس کی۔ "مجھے تو خود سمجھ نہیں آرہا انکل نے ایسا کیوں کیا؟ بھانجے کے سامنے بیٹی کو ڈی گریڈ کردیا آخر یہ کیا معمہ ہے؟"

"وجہ کچھ بھی ہو میں اب تمہارا ساتھ چاہتی ہوں مجھے اس منجدھار میں تنہا نہ چھوڑنا اریب، بولو تم کب آؤ گے۔" ان حالات نے اسے بالکل ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ زخموں سے لہو ٹپک رہا ہے۔

"تم رو تو مت پریشے، مجھے بے حد تکلیف ہو رہی ہے تم جانتی نہیں تمہاری بابت سن کر مجھے بھی اسی کرب سے گزرنا پڑ رہا ہے جس سے تم دوچار ہو رہی ہو۔" اس نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"میں نہیں روؤں گی' تم پاپا سے بات کرنے آجاؤ' تمہاری سنگت میں ہر غم بھول جاؤں گی میں۔" بے حد جذباتی ہو کر اپنا سہارا ڈھونڈ رہی تھی وہ اس کا ساتھ مانگ رہی تھی۔

"تم پہلے پاپا سے بات کرو..... میں یہاں حالات سیٹ کرتا ہوں۔"

ایک خوش گمانی کی چھتری ابھی اس کے پاس تھی جسے تھام کر وہ اپنی تقدیر بدلنے کی مجاز خود کو سمجھ بیٹھی تھی۔ وہ ارباب اور کرنی کے پاس کیا جاتی اپنی زندگی کی خوشیوں کی بھیک مانگنے انہوں نے دوسری شام خود اسے کمرے میں طلب کرلیا تھا خود کو مضبوط کرتی وہ ان کے کمرے میں ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"بیٹھ جاؤ پریشے۔" وہ ہمیشہ کی طرح ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

وہ ان کی جانب دیکھنے سے بھی گریزاں تھی بس آج تو اس لیے آئی تھی کہ وہ اپنی محبت کو پانے کی بات کرسکے۔ اب ان کے بلاوے کی فکر نہیں تھی اسے۔ انہوں نے کتنی پروا کی تھی اس کی اور اس کی عزت نفس کی وہ صوفے کے کونے پر ٹک سی گئی تھی۔ وجود پر تو اس دن کا لرزہ طاری تھا۔ لاچارگی سے پاپا کے کمرے کو ایک نظر دیکھا جس کی ایک ایک شے اجنبی سی لگ رہی تھی۔ کس قدر لاتعلق سا کردیا پاپا نے اسے۔

"بیٹا میں کل کی بات کے لیے تم سے شرمندہ ہوں۔" انہوں نے چشمہ اتار کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ "کیا کروں تم نے حالات ہی ایسے پیدا کردیے تھے کہ مجھے فوری ایکشن لینا پڑا۔" کس آسانی سے انہوں نے اپنی صفائی پیش کردی تھی۔ وہ چپ ہی رہی۔

"کیا کروں جب انسان دوراہے پر آن کھڑا ہوتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کون سا فیصلہ اس کے لیے موزوں ہوگا اسی کشمکش میں وہ ایک راہ کا انتخاب کرلیتا ہے اب وہ اس کے لیے منزل کی نوید لے کر آئے یا نہ آئے.." واقعی سراپا معمہ بنے ہوئے تھے اس کے لیے۔

"آج میں اپنا آپ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس کی ضرورت اس وقت نہیں پڑتی جب ... سے تم اپنے کسی عشق کا اظہار نہ کرتیں وہ بھی بلند بخت کے سامنے۔" اب کے اس نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا یہ کچھ بھی نہیں۔

"پریشے میں نے آج سے چھبیس سال پہلے تمہاری ماں سے پسند کی شادی کی تھی خاندان والوں سے ٹکر لے کر اپنے بچپن کی منگ کو ٹھکرا کر کیونکہ یونیورسٹی میں ہی مجھے شاندان سے محبت ہوئی تھی۔ اول تو ہماری فیملی میں تعلیم حاصل کرنے کو ہی معیوب سمجھا جاتا ہے کجا پسند کی شادی۔

اس پر مستزاد کہ بچپن سے منسوب خاندانی لڑکی کو چھوڑ کر۔ مجھے اس سے کبھی کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔ بس شاندان یعنی تمہاری ماں مجھے بھائی اور میں نے خاندانی اصولوں' فرسودہ روایات کو پس پشت ڈال کر اس سے شادی کرلی جس پر خاندان والوں کی بہت گرفت ہوئی کہ مجھے خاندان بدر کردیا گیا اور ایک کم ظرف انسان سے وابستہ جتنے لقابات تھے وہ مجھے نواز دیے گئے۔ میں نے اپنی چاہت کو پا کر کسی کی بھی پروا نہیں کی لیکن مجھے پتا نہیں تھا پودا اپنی جڑ سے ہی شناخت پاتا ہے۔ اپنی پہچان کھو کر آدمی آدمی نہیں رہتا ہے بے نام ونشان مورت بن جاتا ہے۔ اس بات کی اہمیت اس روز پتا چلی جب تمہاری ماں تمہیں جنم دے کر مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ میرے ہی خاندان کا ایک جانور تک میری تنہائیوں کا شریک نہیں ہوا میں کسی گھاٹ کا نہیں رہا تھا۔ تنہائی میں دیواروں سے باتیں کرتا رہتا کیونکہ سب مجھے چھوڑ چکے تھے اب میں ایسا خزاں رسیدہ پتا بن چکا تھا جسے ہوا اپنی سمت اڑائی پھرتی تھی۔ میں اپنے غم کسی سے شیئر کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی میرا ہمراز دار نہ تھا کوئی بھی راہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی نہیں سکتی تھی۔ مجھے شاندان سے جدا ہونا راس ہی نہیں آیا تھا۔"

"تو یہ پھیپھیوں مجبور ہا تھا اس روز بلند بخت اس کے ... کر خود کو طرم خان سمجھ رہا تھا۔

"بڑی مشکل سے میں نے دوبارہ اپنی شناخت پائی ہے پریشے مجھ سے میرا خاندان آن ملا۔ میری بغاوت اور میری کوتاہیوں کو فراموش کر کے اب مجھ میں حوصلہ نہیں کہ میں دوبارہ سے کھو دوں۔"

"اب سب باتوں میں میرا کیا قصور تھا پاپا جو کل مجھے زندہ درگور کردیا۔ آپ کو اپنی بیٹی عزیز تھی کہ بھانجا جو میری غرور ہستی کو لے ڈوبے آپ۔" وہ سسکی۔

"مجھے اپنی شناخت بہت عزیز ہے پریشے بیٹی اور بھانجے کی بات نہیں وہ شناخت جو میں نے اپنی نادانیوں کے ہاتھ کھودی تھی اس لیے میں نے تمہارا رشتہ بلند بخت سے طے کردیا ہے۔"

"کیا ؟" آسمان بھی ٹوٹ پڑتا تو اتنی حیرانی نہ ہوتی' اتنے غم سے دوچار نہ ہوتی۔ وہ اپنی سزا اس کے سر منڈھنے چلے تھے۔ اگر ان کی نظر میں اپنے اعمال کوتاہیوں کی صورت میں تھے تو سزا وار اسے کیوں ٹھہرا رہے تھے۔

"بلند بخت' نہیں پاپا نہیں۔" اپنی ہی آواز کسی پاتال سے آتی محسوس ہوئی جیسے وہ اس کے وجود کو خار دار جھاڑیوں پر گھسیٹنے کے لیے لا رہے تھے۔

"کیوں نہیں پریشے کیا کمی ہے اس میں؟ صرف یہ کہ وہ پڑھا لکھا نہیں' صرف تعلیم کامیاب زندگی کی ضامن نہیں ہوتی۔ اس کے پاس ہر وہ آسائش ہے جس کی ایک لڑکی تمنا کرتی ہے سب سے بڑھ کر وہ ہمارے خاندان کی پہچان ہے اس نے خود تمہارا ہاتھ مانگا ہے اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی فخر کی بات نہیں ہوگی۔"

"سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ اپنے اس مطالبے سے باز نہیں آیا کہ میرے دل میں صرف اریب حسن کی جگہ ہے کس قسم کا وہ انسان ہے۔"

"وہ اسے تمہاری نادانی سمجھ رہا ہے۔ اتنا بڑا ظرف کس کے پاس ہوتا ہے اریب نہ ہماری ذات ہے اور نہ ہی اسٹیٹس کا۔ پھر کس طرح میں اپنی بیٹی کا ہاتھ اسے دے دوں۔ دو چار ملاقاتوں میں زندگی کے اتنے بڑے فیصلے نہیں کیے جاتے۔ میں اپنی کہانی دوبارہ نہیں دہرانا چاہتا پریشے۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ جو حرکت باپ نے کی وہی بیٹی نے بھی کی۔ خاندان میں میری کچھ عزت رہنے دو۔"

"پاپا' میری ماں کی حیات ہی اتنی تھی ورنہ وہ آپ کے ساتھ صحیح تو تھیں نا' غیر خاندان کے انتخاب نے آپ کو پچھتانے پر مجبور تو نہیں کیا۔ وہ بے وفا تو نہیں تھیں۔ قدرت نے آپ کا ساتھ نبھانے کے لیے مہلت ہی اتنی دی تھی انہیں۔ یقین کریں میں بھی نہیں پچھتاؤں گی۔ خاندان والے کیا کر رہے ہیں کیا نہیں' کیا ہم برداشت کرنے جاتے ہیں۔ اس دنیا میں ہر کسی کو اپنی مرضی سے جینے کا حق ہے پھر ہم کیوں خوامخواہ خاندانی اقدار اپنے اوپر مسلط کرلیں وہ بھی ناجائز۔" وہ کڑے تیوروں سمیت مڑے تھے۔

"چلو خاندان کو ایک طرف کردیتے ہیں تو کیا تم میری مرضی کے خلاف چلو گی۔ جو راستا میں نے تمہارے لیے منتخب کیا ہے اس سے انحراف کرو گی مجھے نہیں پتا تھا یونیورسٹی میں یہ سب تمہاری مصروفیات ہیں۔ بلند بخت صحیح کہتا تھا اندھا اعتماد میں تم پر کیوں کر رہا ہوں۔" انہوں نے ایک اور ضرب لگائی۔

"اس سے بہتر تھا کہ آپ میری پرورش وہیں گاؤں میں کرتے اور بچپن سے مجھے بلند بخت سے منسوب رکھتے تو آج میرے خیالات واحساسات پر نہ حول کی چھاپ ہوتی نہ جذبات پر کسی انسان کی پہرے داری۔ میں زیور اور زرتار کپڑے تن پر سجا کر کھلی بال میں بہت خوش ہوں میری روح بھی داماں رہتی تو رہتی۔"

"میرا ضبط مت آزماؤ پریشے' میرے فیصلے میں

قطعی کوئی لچک نہیں آئے گی۔ اسی ہفتے تمہاری شادی ہے یہ سب فیصلے طے کرنے تمہاری پھوپھو آتیں لیکن ان پر فالج کا اٹیک ہوا ہے اس لیے وہ آنے سے قاصر ہیں بھول جاؤ کہ کبھی کوئی نادانی تم نے کی تھی۔" وہ پے در پے ضرب لگا رہے تھے اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہی تھی۔

وہ شخص جس نے اس کی تنہائیوں میں جلترنگ بجائے تھے اس کی تڑپتی روح میں اپنی ہستی کا قرار بخشا تھا۔ اس کے ساتھ ہنسنا اس کے دکھ پر مغموم ہونا اس کی کالی شرارتی آنکھوں کے اشارے جب اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے تو وہ خوب ہنستا ایک مضبوط تیقن اور خوب صورت سہارا اس کے روپ میں پاتی۔ وہ تو اس برستے ساون میں محبت نے یوں ننھی کونپل کی طرح سر اٹھایا کہ وہ تو حیران ہی رہ گئی اور اس ہریالی کو دیکھ کر وہ بھی نہال تھا جب لائبریری میں لگا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں بس اظہار نہ کر سکے تھے۔

اور یہ خوب صورت اقرار بھی ساون کی ایک خوب صورت شام کو ہی ہوا جب ٹھنڈی معطر بوندیں ہریالی کو تازگی پہنچانے کے لیے برس رہی تھیں۔ کیسے بھول جائے گی اس حسین رات کو۔

"خدا کے واسطے پاپا۔" دوزانو ہو کر ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے پلکوں پر تو نہ رکنے والا سیلاب رواں تھا۔ "آپ اریب حسن سے ایک بار مل تو لیجیے۔ ایک بار بات تو کر کے دیکھیے اس میں میری ہی خوبو آپ کو نظر آئے گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش رہیں گے پاپا۔ وہ میرا ہم مزاج ہے ہم دونوں کی زندگی بہت سہل گزرے گی۔ پھر ہم دونوں کے بیچ علیم کا فرق بھی نہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے میں ہمیں آسانی رہے گی۔ وہ بہت شائستہ تمیز دار اور سلجھا ہوا انسان ہے۔ پلیز پاپا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کیجیے پلیز۔ وہ گڑگڑائی تھی۔

"جس فیصلے پر غور کرنا تھا۔ میں نے کر لیا اب نہیں پریشے۔" ان پر کسی بھی آنسو کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے تھے انہوں نے "تمہیں ابھی نہیں بعد میں سمجھ آئے گی کہ میں نے تمہارے لیے برا فیصلہ کیا تھا کہ اچھا۔ زندگی گزارنے کے لیے محبت نہیں بلکہ اور کچھ بھی چاہیے ہوتا ہے۔ محبت چار دن کی چاندنی ہوتی ہے لیکن زندگی کی ضروریات۔ خاندان کا مان ساری عمر ساتھ رہتا ہے۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور تیاری شروع کرو۔ بے وقوفی کی باتیں بھلا دو۔" تیزی سے نکل گئے تھے اسے سسکنے کے لیے تنہا چھوڑ کر۔ پھر دل نے ایک فیصلہ کیا۔

بغاوت کا میں اگل ہو جاؤں تو دنیا کی کوئی طاقت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ شرعی لحاظ سے بھی مجھے اپنی پسند کا حق ہے۔ پاپا کی عزت پر حرف نہیں لاؤں گی بس اپنی زندگی کا یہ فیصلہ کم از کم خود کروں گی میں اریب کے بغیر نہیں جی پاؤں گی۔ آنسو پونچھ کر اپنے کمرے کی طرف رخ کیا۔ اریب سے ملنے کا وقت لیا اور خود پہنچ گئی۔ وہ پہلے سے وہاں موجود تھا۔ بہت شکست خوردہ اور ملول صورت تھی اس کی۔ رخ کی چمک اڑی گئی تھی۔ زندہ جاوداں چہرے پر تابانی نہیں تھی۔ ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو سمیت واضح لگ رہا تھا وہ بھی سوچوں کے تانے بانے میں الجھا ہوا ہے۔ تمام حالات واقعات سننے کے بعد پریشے کے آنسوؤں کو بہنے دیا اور لاچارگی سے ڈوبتے ہوئے سورج کی طرف نگاہ کر لی۔

"تم ایک بار پاپا سے بات کر لو باقی میں سب کچھ خود سنبھال لوں گی۔ میں کسی صورت بلند بخت سے شادی نہیں کر سکتی اریب۔ جان تو دے سکتی ہوں لیکن تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں۔ کب آؤ گے اریب ؟ کیونکہ میرے پاس صرف ایک ہفتے کا وقت ہے اور اس تمام عرصے میں مجھے تمہارے لیے لڑنا ہے تم آج ہی آ کر پاپا کو اپنا پرپوزل دے دو باقی میرا کام ہوگا۔" وہ جو اس کی ایک گہری نگاہ پر چھوئی موئی کی طرح سمٹ جاتی تھی ایک ذومعنی فقرے پر رنگوں میں نہا جاتی تھی آج کس طرح بے صبری سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی حالات نے کتنا بدل دیا تھا اسے۔

"تم کچھ بول کیوں نہیں رہے اریب کب آؤ گے بات کرنے؟" ایک جھنجھلاہٹ سے اس کے خاموش تیوروں کو دیکھے گئی۔ کئی ثانیے اس کے جھکے سر کو وہ حیرانی سے دیکھے ... کے پاس جیسے کہنے کو اب الفاظ ہی نہ تھے۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں اریب ... تم سن نہیں رہے یا سننا نہیں چاہتے۔ بولو نا تمہاری خواہشات کی ایک خواہش ہوں میں۔ تمہاری آرزوؤں کی فہرست میں سرفہرست ہوں میں۔ پھر کیوں نہیں تعبیر چاہتے اپنے خوابوں کی۔ بولو ... کیا جیتے جی مجھے مارنا چاہتے ہو۔" وہ اسے جھنجوڑ رہی تھی۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے ساون آنکھوں میں بس گیا تھا۔ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم ... بلند بخت سے شادی کر لو پریشے۔" اس کے اطراف جیسے بم بلاسٹ ہوا تھا اور اس کے وجود کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ سماعت بہری ہو گئی تھی الفاظ گونگے ہو گئے تھے۔

"مجھ میں ہمت نہیں کہ تمہارے پاپا کے لیے سوالات کا پرچہ بن جاؤں میں جس روز میں آیا تھا تمہارے گھر اسی روز ان کی سوالیہ نگاہیں میرے وجود میں پیوست ہوتی جا رہی تھیں۔ کیسے میں اتنا بڑا سوالنامہ لے کر ان کے لیے معمہ بن جاؤں۔ بس ایک محبت کے سہارے میں قدم قدم پر ان کی تضحیک آمیز نظروں کا سامنا نہیں کر سکتا۔"

"بس ایک محبت ؟" یہ الفاظ تو ہمیشہ کے لیے دماغ کی دیواروں پر چسپاں ہو گئے تھے۔

"میری دعا ہے کہ تم اور بلند بخت !"

"بس اریب بس۔" وہ چیخی۔ "تمہیں پہچاننے کے لیے تمہارا انکار ہی کافی ہے۔ اتنی بڑی بددعا کو زندگی کے ساتھ پیوستہ کر کے دعا مت دو۔" تیزی سے اٹھی اور حالات کے دھارے پر بہنے کے لیے چلتی چلی گئی۔

❁ ❁ ❁
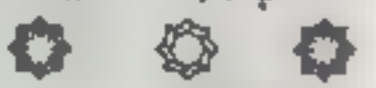
وہ جو شہر دل تھا اجڑ گیا
وہ جو خواب تھا وہ بکھر گیا
کبھی موسموں کی نظر لگی
کبھی واہموں نے ڈرا دیا
کبھی منزلوں کے سراب نے
ہمیں راستے میں دغا دیا
کبھی زندگی کی کتاب سے ہمیں جس نے چاہا مٹا دیا
بس اسی لیے
وہ جو چار ہاتھ تھا تو دور تک
اسے دیکھتے ہی رہے مگر
نہیں دی صدا
اسے روکتے بھی تو کس لیے؟

بلند بخت کی خوب صورت دلہن کے تذکرے دور تلک سنے گئے تھے۔ حسن معصومیت اور بے وفائی کی سوگواریت نے عجب ہی روپ اسے عطا کر دیا تھا۔ سرتاپا زیور اور زرتار کپڑوں میں لدی پھندی وہ اس کے سجے سجائے بیڈروم میں بیٹھی تھی۔ ایک نظر بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتی تھی جب خودکشی کے لیے خنجر اپنے ہاتھ میں ہی تھام لیا تھا۔ رخصتی کے وقت پاپا تیزی سے قریب آئے تھے وہ جو برق رفتاری سے بلند بخت کی سجی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔

"پریشے ملو گی نہیں مجھ سے۔"

"ملوں گی روز حشر اس سے پہلے آپ نے مجھ سے ملنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوگی۔" بھینچے بھینچے لہجے میں کہتی ایک قیامت کی نگاہ ان پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ گئی وہ سر جھکا کر رہ گئے۔ آنکھ کے ایک کونے سے آنسو بھی شاید ٹپک پڑا تھا۔ جانے کیوں ؟ حالانکہ وہ بہت مطمئن اور آسودہ تھے اپنے اس فیصلے سے۔

بلند بخت نے اس کا قیامت خیز روپ دیکھا وہ جو بے حس مورت کی طرح براجمان تھی۔ تھوڑی ایک انگلی سے پکڑ کر اٹھائی۔ وہ وحشیانہ انداز میں دیکھے گئی۔ اس کے لبوں پر تمسخر بکھر گیا تھا۔

"اس روپ نے اریب حسن کو کتنا بے قرار کیا ہوگا ہے نا۔" اس کے دل پر ایک گھونسا سا پڑا۔ لگ رہا تھا اب

حرکت قلب بند ہوجائے گی۔ ایک ہی کمی رہ گئی اریب کا تھا۔ دل تھا کہ جڑے ہوئے علاقے کا نقشہ بہاں جاتی وہ خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ سر جھکا کر کسی مجرم کی طرح اس کے دربار میں پیش ہوئی۔

”جانتی ہو وہ عاشق نامراد اس وقت کہاں ہوگا؟ ٹھوکریں کھا رہا ہوگا شہر کی سڑکوں پر تمہارے غم میں ہاہاہاہا۔“ قدرت نے حکمرانی کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں جو تھما دی تھی۔ ایک جاہل کی جاہلانہ سوچ کیسی ہوسکتی ہے۔

”اریب حسن سے مجھے محبت کل بھی تھی اور کل بھی رہے گی۔“ دوبارہ قہقہہ گونجا تھا۔ ”تم ذرہ ہو... آفتاب !“

قہقہے تھے کہ تازیانے پے در پے اس کے وجود پر برس رہے تھے۔ اچانک وہ وحشیانہ انداز میں اس کے قریب آیا۔ جھٹکے سے دوبارہ چہرہ اونچا کیا اور زوردار تھپڑ سے اس کا چہرہ سرخ کردیا۔ اس کی آنکھوں میں ضرب سے چکاچوند ابھری وہ تکیے پر جا گری۔

”ایک ایک بات کا بدلہ لوں گا تم سے پریشے‘ تمہارے باپ کے کارنامے کا حساب بھی تم سے ہی لوں گا جو اس نے خاندان سے بغاوت کرکے سرانجام دیا تھا اور تم سے تو خیر اپنی ذات کی بے عزتی کا حساب چکتا کرنا ہے تمہارے عشق کی بے حیائی کا بدلہ لینا ہے۔ حیرت ہے تم مجھ سے شادی پر راضی کیسے ہوگئی؟ یار نے دغا دے دیا کیا یا تمہارے پاپا سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں تھا کمینے میں۔“

وہ اٹھ بیٹھی‘ ایک آنسو کو بھی گرنے نہیں دیا پلکوں سے۔

”میں تمہارے ہر وار کے لیے تیار ہوں بلند بخت‘ تم سے اور کوئی توقع ہی نہیں مجھے قسمت بھی مجھ سے اچھائی کرے گی یہ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“

”وہ مجھے بھی نظر آرہا ہے۔ میں تمہیں ایسے ہی رکھوں گا تمہیں اپنی قربت دینا اپنی توہین سمجھوں گا۔ اتنی آسان چیز مجھے مت سمجھنا۔ تمہارے لیے تو بہت سفاک ہوچکا ہوں میں۔ میری مفلوج ماں کی خدمت کروگی تم اور ہر وہ کام کروگی جو یہاں عام رشتہ دار عورتیں آکر کرتی ہیں بصورت دیگر...“ جلتا ہوا سگریٹ سفید بازو پر داغ دیا۔

”سی...“ آنکھیں بھینچ کر کرب کو اپنے اندر اتارا۔ دوبارہ قہقہہ لگاتا بستر میں دراز ہوگیا۔

”صوفے پر دفع ہوجاؤ نیچے بھی سوسکتی ہو اور کے شب بخیر۔“ ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کردی۔ اب وہ تھی اور ایک لمبا سفر۔ بہت پہلے مقتل میں بھیج کر پاپا کس سکون سے سورہے ہوں گے۔ خیر آپ کی محبت سے تاج محل پر پاپا میں قربان ہوگئی۔ شاید میری پیدائش کے وقت آپ نے شدت سے خدا سے بیٹی ہونے کی دعا مانگی ہوگی تاکہ آپ کی تمام غلطیوں کا کفارہ وہ ادا کرسکے۔ آپ کی بغاوت کا بلیدان ایک بیٹی ادا کرسکے۔ میں کمزور نہیں بزدل گی پاپا۔ جو مقدر کے ورق پر تحریر ہوگئی۔ اسے میں مٹا کیسے سکوں گی۔ ہاں... روز حشر میرا آپ کا حساب بہت سخت ہوگا۔ لائٹ بند ہوتے ہی آنسوؤں نے راستہ جیسے دیکھ لیا۔ دن کے اجالے میں کبھی یہ آنسو اس سفاک انسان کو دکھا کر کمزور نہیں بننا ہے۔

ایک دن چھوڑ کر ولیمہ تھا۔ صبح سے ہی حویلی میں گہما گہمی کا سا سماں تھا۔ بلند بخت کے گاؤں کی رشتہ دار عورتیں اس کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی ہنسی مذاق کررہی تھیں۔ دائیں طرف سے مفلوج پھوپھو وہیل چیئر پر بیٹھی سب تماشا دیکھ رہی تھیں۔ اتنی خوب صورت بھتیجی کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں چمک سی ابھری تھی۔ بلند بخت نے پہلے ہی کہہ دیا تھا انہیں اپنے کارنامے کی خبر بھی نہیں ہونے دینا‘ ورنہ باقی وجود بھی ان کا ختم ہوجائے گا کہ اس کے اتنے شاندار بیٹے کو داغدار بیوی ملی۔ وہ دور ہی سے پلنگ پر بیٹھی انہیں ایک طرف کو سر ڈھلکائے دیکھ رہی تھی۔ شام ہوتے ہی تیار کرنے والی لڑکیوں نے آکر اسے تیار کردیا تھا ساتھ ساتھ تعریفی الفاظ اس کی صورت میں جمع ہورہے تھے۔ فیروزی لہنگے پر روپہلا کام تھا جو بہت ہی بھلے ذوق والے کی پسند تھی۔ سوگوار حسن سمیت اسٹیج پر بیٹھی تھی۔ پاپا اپنے مہمانوں سمیت آئے تھے۔ فیروزی پیس سوٹ میں وہ سب مہمانوں سے خوشدلی سے مل رہے تھے جیسے بہت اہم فریضہ انجام دے کر وہ آسودہ ہوں۔ اس کے پاس بھی آکر بیٹھے تو اس کا دل چاہا اٹھ کر بھاگ جائے۔ رخصتی کے لیے اس نے انکار کردیا بلند بخت کے سامنے پاپا سکتے میں آگئے۔

”میں نہیں جاؤں گی اگر کسی نے مجھ سے ضد کی تو بھری محفل میں تماشا بنا کر رکھ دوں گی۔“

”ہاں تو رہنے دیں نا ماما جی کیا کرے گی یار کے شہر میں جاکر آپ نے بھی خوب یاری چکائی اس شہر میں اور آپ کی بیٹی بھی اپنی محبت کو چار چاند لگانے جارہی تھی۔ اب کیا کرے گی اس نامراد جگہ جاکر خواہ مخواہ آنسو بہانے کے علاوہ کوئی اور کام تو ہوگا نہیں اسے۔ بہتر ہے اپنے شوہر کے پاس رہنے دیں اسے ورنہ آپ کی طرح نہ گھر کی رہے گی نہ خاندان کی۔“ وہ غرایا پاپا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کہیں مفقود ہوگئی۔ سکتے میں تو وہ بھی آگئی تھی۔ اپنے حوالے سے تو بے عزتی کے لیے تیار ہی تھی لیکن پاپا کی ذات پر ڈائریکٹ حملہ اس نے بلاخوف و خطر کیا تھا۔ شاید وہ بس اسے اپنی ذات سے منسلک کرنے کے انتظار میں تھا تاکہ ماموں کی طرف کا بھی سب حساب کتاب چکتا کرے۔ اسے بڑے زوروں کا چکر آیا کہ دوبارہ اسٹیج پر جا بیٹھی پاپا نے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا تھا اس کی طرف۔

”دھیان سے پریشے۔“ جب اپنے کردار پر کاری ضرب پڑی تو بیٹی کا لڑکھڑانا بھی نظر آگیا ورنہ تو اسے پتھر سمجھ کر پھینکنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ وہ بہت آہستگی سے گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

شاید روز حشر آج سے ہی آپ کے لیے شروع ہوچکا ہے پاپا۔ اب آپ یہاں آنے سے پہلے بھی سوچیں گے پچھتائیں گے ویسے بھی کون سا مجھے آپ سے ملنا تھا اپنے کمرے میں وہ زیور اتارتی سوچ رہی تھی۔ بلند بخت کمرے میں آچکا تھا۔ ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈال کر چینج کرنے چلی گئی۔ واپس آئی تو وہ رائفل چمکا رہا تھا شاید کسی نئے شکار کی تلاش تھی۔

”صبح شکار پر جانا ہے بی جی اب تمہاری ذمہ داری ہیں پریشے۔ کس وقت انہیں کھانا کھلانا ہے کیا کھلانا ہے نہلانا ہے کپڑے بدلوانے ہیں مالش کرنی ہے سب کان کھول کر اچھی طرح ازبر کرلو۔ واپسی پر مجھے کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے۔ فضول کا اب بجنے سنورنے میں وقت مت ضائع کرتی رہنا ویسے بھی تمہارے حسن کو سراہنے والا یہاں نہیں۔ تو بے کار سنگھار کرنا ہے اور میں تو تمہیں نظر اٹھا کر دیکھنے کا بھی روادار نہیں نظر بھر کر دیکھنا تو دور کی بات۔ بہتر ہے نارمل حلیے میں ہی رہنا۔“

اس کی تو جینے کی ہی خواہش مرچکی تھی‘ بجنا سنورنا تو دور کی بات تھی وہ صحیح کہہ رہا تھا کس کے لیے اپنے بے جان لاشے پر لیپا پوتی کرتی۔

آہستگی سے کمبل سر تک لے لیا۔

دوسرے روز وہ چلا گیا۔ بی جی کی خدمت کے لیے جو ملازمہ مقرر تھی اس کی چھٹی کرکے گیا تھا۔ اس نے یہ کام اپنے سر لے لیا۔ مستعدی سے انہیں کھانا کھلاتی‘ دوا دیتی اور سوپ جیسی رقیق اشیاء اکثر ان کے ڈھلکتے ہوئے سر اور بے جان حصے کی بدولت منہ سے بہہ جایا کرتیں وہ جھٹ پٹ صاف کرتی دوسری مرتبہ دینے کی کوشش کرتی کبھی سر دھلاتی اور کبھی نہانے کا پوچھتی۔ اثبات میں ایک ہاتھ کا یا آنکھوں کا اشارہ ہوتا تو نیم گرم پانی سے نہلا بھی دیتی۔ پھر زیتون اور دوسری جڑی بوٹیوں کے تیل سے مساج شروع کردیتی تو گھنٹوں گزر جاتے۔ بستر پر ڈال کر سر میں اس وقت تک مالش کرتی رہتی جب تک کہ انہیں نیند نہیں آجاتی۔

کس کے لیے کررہی تھی سب کچھ؟

اریب حسن کی بے وفائی کے صلے میں؟

بلند بخت کے انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یا پاپا کے تھمائے ہوئے حکم نامے کی پاسداری کے لیے؟

کی سے بھی نہیں صرف نوشتہ تقدیر کو دوش دے کے لیے جس نے اس کی اتنی اچھی تقدیر بنائی کہ اٹھتے بیٹھتے کردار عزت نفس پر کاری ضرب پڑتی رہے اس کے باوجود جسمانی مشقت میں بھی کمی نہیں تھی۔ بلند بخت داد دے رہا تھا اپنی ماں کی اتنی اچھی دیکھ بھال پر۔

"امید ہے تم حویلی کے باقی کام بھی بہت اچھی طرح انجام دے دو گی۔ ذرا پیسنے پسانے کی طرف بھی توجہ دو یہ چکی تمہاری منتظر ہے۔ اس کے لیے میں ملازمہ کو ہٹا دوں گا نہیں بلکہ وہ تھک جائے گی تو تم سنبھال لینا ذرا پتا تو چلے قلم اٹھانے والے ہاتھ چکی چلاتے کیسے لگتے ہیں۔"

اس نے تو لب ہی سی لیے تھے۔ جب وہ مطلق العنان بنا بیٹھا تھا تو شکوہ' شکایت' کا فائدہ ہی نہیں تھا۔ اپنے اندر کی ویرانیوں سے سمجھوتا کر بیٹھی تھی اور حاکم وقت اسے مان بیٹھی تھی۔

بہت تیزی سے چکی چلاتی' گندم مکئی کے دانوں کو تیزی سے سفوف میں تبدیل ہوتا دیکھ کر یہی خواہش ہوتی کاش وہ بھی ایک دانہ ہوتی اور کوئی تیزی سے اس کی ہستی کو مٹا کر رکھ دیتا اس طرح مر مر کر جینے کا کیا فائدہ تھا۔

رات جب بستر پر آتی تو کندھے' بازو' کمر بری طرح دکھ رہے ہوتے اسے اس حال میں دیکھ کر بلند بخت کا انتقام پورا ہوتا اور اس کے ہر حکم کی پاسداری کر کے وہ خود سے انتقام لیتی۔

پاپا ولیمے کے کافی مہینوں بعد آئے تو وہ اس وقت بھی یہی کام کر رہی تھی۔ ملگجے کپڑوں میں اس کے نازک' سنہری روؤں والے سفید ہاتھ تیزی سے چکی کے گرد گھوم رہے تھے۔ تن پر زیور نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ ایک مزارعے کی عورت اور اس میں کوئی فرق ہی نہیں لگ رہا تھا۔ بے حد ویران اور لاتعلق سی نظر ان پر ڈال کر وہ پھر سے مصروف ہو گئی تھی۔ خاندانی مان اور خاندانی شناخت کی دھجیاں بکھر رہی تھیں ان کے دل پر گھونسا سا لگا تھا۔

یہ وہ پریشے تو نہیں تھی جو ایک لقمہ بھی چھان پھٹک کر اٹھایا کرتی تھی۔ کپڑوں میں سب سے اچھا اس کا کپڑا ہوتا تھا۔ جیولری صرف وہ برانڈڈ پہنا کرتی تھی اور گھر میں داخل ہوتی تو صاف پتا چل جاتا تھا کہ پریشے اندر داخل ہوئی ہے اس کی مخصوص پرفیوم کی خوشبو ان کے نتھنوں میں جا پہنچتی تھی۔ یہ خاندان کے نام پر کس قسم کا سودا وہ کر بیٹھے تھے۔

"بلند بخت' یہ میری بیٹی کا کیا حال بنایا ہے تم نے۔ میری پڑھی لکھی بیٹی مزارعے کی عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہی ہے مشقت کر رہی ہے آخر کیوں؟" بہت استحقاق سے انہوں نے سوال کیا تھا۔ جواباً وہ ہنسا تھا وہی سخت دل والی مکروہ ہنسی۔

"پہلے تو اپنے دماغ میں ایک بات بٹھا لیں ماما جی کہ وہ اب آپ کی بیٹی نہیں میری بیوی ہے اس لیے آئندہ یہ سوال سوچ سمجھ کر اٹھایئے گا۔ دوسری بات یہ کہ وہ جو کر رہی ہے یہ اس کے اعمال کا صلہ ہے جو وہ شہر میں انجام دے کر آئی تھی۔ اب آپ کو کوئی سبق سکھانے والا نہیں ملا تو کیا اسے بھی شتر بے مہار چھوڑ دوں گا۔ اس کے دماغ سے عشق کا بھوت ایسے تو نہیں اترے گا تاجب تک کہ اس کا اپنا آپ مٹا دوں گا نہیں۔" وہ اندر تک لرز کر رہ گئے۔

"کاش تمہاری اصلیت کا مجھے پہلے سے علم ہوتا تو کبھی اپنی پھول جیسی بچی کو تمہارے ہاتھوں نہیں روندواتا۔" آواز میں جانے کہاں سے نمی آ گئی تھی۔

"کیوں' میں نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھنے کا وعدہ کیا تھا آپ سے یا مہارانی بنا کر رکھنے کا عہد کیا تھا۔ پتا تو تھا میں کس قسم کا بندہ ہوں پھر کیوں ریجھ گئے تھے مجھ پر؟"

"صرف خاندان حاصل کرنے کے لیے' مجھے کیا خبر تھی یہ خاندان ہی مجھے سانپ بن کر ڈس لے گا۔ میں آزاد کرواؤں گا تم سے بلند بخت اپنی بچی کو ورنہ میری روح کو قرار نہیں ملے گا۔" ٹھوس لہجے میں بولتے ہوئے انہوں نے انگلی اٹھائی تھی۔

"ضرور اپنا یہ شوق بھی پورا کر لیجیے گا' گر آپ کی بیٹی آپ کا ساتھ دے تو۔ وہ تو آپ کی شکل بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ دیکھا آپ نے آئے ہوئے آپ کو ایک گھنٹہ تو ہو چکا ہوگا وہ ملنے تک نہیں آئی۔ اب تو آپ کو پہچانتی بھی نہیں ہے۔ ویسے آپ کی بیٹی ہے بہت سیانی۔ آپ نے تو پسند کی شادی کر کے حویلی کی بنیادیں ہلا دی تھیں لیکن وہ حویلی کے کھونٹے مضبوط کرنے کے لیے اپنی پسند بھی بھولتی جا رہی ہے۔"

ہر بات میں اس کے لہجے میں طعنہ چھپا ہوا تھا۔ ہر جملے میں ان کے خلاف زہر تھا۔

"وہ انتقام لے رہی ہے اپنے آپ سے بلند بخت' اسی لیے تو نہ مجھے پہچانتی ہے نہ اپنے آپ کو اسے اس کھائی میں دھکا بھی تو میں نے دیا ہے۔" اس کی آخری التجا کی گڑگڑاہٹ یاد آئی یا وہ روشن پیشانی والا ایک نوجوان جو بارش کی رات ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا جس کے ماتھے پر جابجا بارش کے قطرے تھے اور آنکھوں میں امید' چاہت' عاجزی کے ان گنت دیپ روشن تھے۔ ایک ہوک سی دل میں اٹھی وہ سینہ تھام کر رہ گئے۔

ان پڑھ اور بے شعور خاندان سے بڑھ کر تعلیم ہوتی ہے جس کا فرق قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے اور اس وقت تو تعلیم کی یہ طلب لپٹ لپٹ کر دامن گیر ہوتی ہے جب انسان خود جہالت کی تاریکیوں میں گھر جاتا ہے۔

"کاش ......!" انہوں نے تکیے پر جابجا سر کو پٹخا۔

یہ کاش آخری ثابت ہوئی وہ پریشے کا دکھ سہار نہ سکے۔ اسے دکھوں کی دلدل میں جو پھینکا تو خود کو بھی نہ روک سکے۔ برین ہیمرج جان لیوا ہی ثابت ہوا۔ ایک جنبش سی ہوئی تھی اس کے بے جان حواس میں' پتھر سے وجود میں ہلکی سی دراڑ پڑی تھی۔

"پاپا مر گئے' ممی کے پاس چلے گئے پہلے بھی تنہا کیا مجھے اب بھی مجھے۔ تنہائیوں میں ہی گرفتار ہوں میں۔ انہیں ابھی نہیں جانا چاہیے تھا اپنے فیصلے کا آغاز کر کے چلے گئے ابھی تو انہیں میرا انجام بھی دیکھنا چاہیے تھا۔"

بلند بخت اسے لینے کمرے میں آیا تو وہ خود سے محو کلام تھی۔

"جلدی چلو' ہمیں آخری رسومات سے پہلے پہنچنا ہے۔ ورنہ لوگ کیا کہیں گے اسپتال بھی ہم جی داخل ہوئے تو تم نہیں گئی تھیں۔ اب جلدی کرو۔"

"میں اب بھی نہیں جاؤں گی۔ پاپا تو میرے دل میں دفن ہیں خوامخواہ دنیا دکھاوے کے لیے شریک ہونے جاؤں۔ ان سے محبت تو تمہیں بھی نہیں ہے تم بھی دہری چال مت چلو مت جاؤ بے جان وجود کو قبر میں اتارنے کے لیے بہت لوگ مل جائیں گے۔ جس بات کو دل قبول نہ لے اسے انکار کر دے اسے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

عجیب ہی لہجہ ہو گیا تھا اس کا۔

"بہک گئی ہے تو' باتیں بنوانا چاہتی ہے کیا کنبے میں' چل جلدی کر۔" وہ عجلت میں تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی بلند بخت' تم کوئی بہانہ کر دینا میرے متعلق میں اپنے دل کے قبرستان میں بہت پہلے پاپا کو دفن کر چکی ہوں۔ میں کسی ریت' رسم کو نبھانے کی روادار نہیں۔ تم اپنی من مانی کرتے ہو نا میری ذات پر لیکن اس سلسلے میں تمہاری کوئی بات میں نہیں سنوں گی۔ تم اکیلے ہی جاؤ۔"

اس کا ہٹیلا لہجہ دیکھ کر وہ پاؤں پٹختا چل دیا۔

اس اداس سی شام کو پھوپھوں کی بے جان آنکھوں میں آنسو دیکھ کر دل ایسا بھر آیا کہ ان کی وہیل چیئر پر دھرے وجود پر سر رکھ کر بہت روئی۔ پھوپھو کی آنکھوں سے بھی تواتر سے آنسو گر رہے تھے۔ لرزتے' کپکپاتے ہاتھ اس کے آگے جوڑنے کے انداز میں آ گئے تھے۔

"نہیں' نہیں پھوپھو آپ سے تو کوئی شکوہ ہی نہیں مجھے۔ ایک مجبور بے بس انسان سے شکوہ کیا معنی رکھتا ہے بلکہ کسی سے بھی کوئی شکایت نہیں جب اپنی تقدیر سے گلہ نہ کر سکی۔"

انہوں نے بہت تگ و دو کے بعد اپنا ایک ہاتھ اس کے سر پر دھرنا چاہا تھا اور کامیاب بھی ہو گئی تھیں ایک مسرت ابھری کہ وہ اب کوشش سے ہی سہی اپنا مفلوج

حصہ حرکت میں رہی تھیں اور لب بھی کھولنے کی کوشش کرتیں جس کے نتیجے میں ٹیڑھے میڑھے الفاظ سننے کو مل رہے تھے۔ اس کی محنت رنگ لا رہی تھی۔ اپنی قربانی اور اپنی ریاضت کا ثمر ابھی صرف دیکھ رہی تھی۔

بلند بخت واپس آ گیا تھا۔ بہت خاموش لگ رہا تھا یا اسے محسوس ہو رہا تھا وہ بھی اپنے حصے کے تمام آنسو بہا کر فارغ ہو لی تھی کیونکہ اپنی آنکھوں کی نمی اس سے سدا پوشیدہ رکھتی۔ آج اس کی باتوں میں کسی طنز کی آمیزش نہیں تھی۔ کھانا کھائے بغیر سو گیا تھا۔

کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ پاپا کی آخری رسومات کیسے ادا ہوئیں۔ کیا ہوا تھا؟ کون کون آیا تھا؟ اس کے پاپا اور بلند بخت کی مشترکہ ملاقاتیں ہی اتنی تلخ تھیں کہ وہ بس اپنے اندر زہر اتارتی رہتی۔ اب تک اس کی زندگی کا ذائقہ زہریلا تھا۔

اریب حسن کو پاپا نے دھتکار دیا تھا دکھ اس بات کا نہیں تھا ستم تو یہ تھا کہ بلند بخت جیسے انسان کو اس کے لیے قبول کر لیا جو کسی صورت اس کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا تھا۔ نہ اس کا ماحول' نہ اس کی سوچ' نہ عادات' انہیں بیٹی سے زیادہ خاندان عزیز ہو گیا تھا۔ خاندان فاتح ٹھہرا تھا اور بیٹی مفتوح۔ خاندان بیٹی کے نیم مردہ وجود پر اصولوں' روایات اور انا کا پرچم لہرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے جفاکشی سے لبریز کام ہنوز جاری تھے۔ ہاں بلند بخت کی طبیعت میں ایک تبدیلی اس نے پائی تھی کہ اب وقت بے وقت اس سے بحث نہیں کرتا تھا آ کر خاموشی سے سو جاتا وہ بھی کارپٹ پر کروٹ بدل کر پڑی رہتی۔ یادوں کو ہمراز بنا لیتی۔

اس ساون میں بھی بہت بارش ہوئی تھی پورا گاؤں لہلہا اٹھا تھا۔ اسے تو اب بارشوں سے ڈر لگتا تھا کہ کہیں کوئی انہونی خواہش دامن گیر نہ ہو جائے۔ بس چپ چاپ شیشے کے پار برستی بوندوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ پتا بھی نہ چلا کب سے بلند بخت آ کر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کا گلابی چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ عنابی ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ ایک کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی بوندوں کی بوچھاڑ چہرے پر پڑی تو وہ جلدی سے شیشہ بند کرنے اٹھی۔ یہ پہلے بھی بوچھاڑ تن من میں سرشاری و تازگی بھر دیتی تھی۔

"تمہیں اب اریب حسن یاد نہیں آتا پری رخ؟" سوال تھا کہ زخم پر نمک پاشی کر رہا تھا وہ۔ بے ساختہ مڑی تھی وہ لیکن اس کے چہرے پر اب طنز آمیز ہنسی نہیں تھی بلکہ سپاٹ چہرہ تھا۔

کتنی ہی دیر تک اپنے حلق میں آنسوؤں کا پھندا محسوس کرتی رہی۔

"مردے کسی کو یاد نہیں کیا کرتے۔" بے حد تلخی سے کہہ کر وہ دوبارہ شیشے کی طرف چہرہ کر گئی۔

"پتا نہیں اب تک وہ تمہاری یاد میں بیٹھا ہے یا تمہاری یادوں کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر حقیقت میں گھر بسا چکا ہے۔" ساون کی جھڑی اس کے اندر بھی اتر آئی تھی۔

"ایک سوال میں بھی تم سے کروں بلند بخت؟"

"ضرور ارشاد میں تو منتظر ہوں کہ تم کچھ بولو۔ کیونکہ تمہارے ہر سوال کا جواب ہے میرے پاس۔" وہ زخمی مسکراہٹ سمیٹے دیکھے گئی۔

"جب تمہیں پتا ہی تھا کہ میں کسی سے والہانہ محبت کرتی ہوں اور اس کا میں نے واشگاف انداز میں اعلان بھی کر دیا تھا اور تمہیں بے حد ناپسند کرتی ہوں پھر بھی تم نے مجھے کیوں اپنایا؟ پاپا کو انکار کیوں نہیں کیا تھا۔ میری محبت کی رسائی تو بعد کی بات ہوتی ایک مرد کے لیے یہ بہت غیرت کی بات ہوتی ہے کہ کوئی اسے ناپسند کرے اور وہ پھر بھی اسے اپنا لے۔"

"بتاؤں سچ سچ!" اس کی تھوڑی اپنے سخت ہاتھوں سے اٹھائی تھی۔ وہ نظریں چرا گئی۔ یہی انداز تو اس کا بہت برا لگتا تھا کہ حق بھی جتاتا تو بہت کمینگی سے۔

اس کے کان منتظر تھے اپنے سوالوں کے جواب سننے کے لیے۔

"لیکن نہیں' سچ بتا دوں گا تو تمہارے میرے درمیان ایک تجسس جو ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور تم اسرار میں مبتلا رہو کہ میں نے تمہیں کیوں اپنایا۔"

اسے اپنے سوالوں سے نفرت محسوس ہونے لگی کہ اس نے یوں نہیں سوچا کہ یہ شخص توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ وہ جانے لگا تو اس کے گھنگھریالے بالوں میں اس کے گلے کا بٹن پھنس گیا۔ ایک جھٹکا سا لگا تھا بلند بخت کو بھی اور اس کے سر میں بھی۔ دوپٹا کہیں نیچے جا گرا تھا۔ انتقام کی آگ میں وہ اس پر غور کرنا بھی بھول گیا تھا کہ اس کے وجود میں کتنی خوب صورتی ہے۔

بال چھڑانے کی کوشش میں اس کے سر کو اور قریب کرنا پڑ گیا تھا اسے۔ سر کھلتے ہی بلند بخت نے اس کے سر کو بازوؤں میں تھام کر چہرہ سامنے کر لیا تھا۔ وہ ششدر ہی رہ گئی اس کی اس حرکت پر اس کا سجیلا سا چہرہ سامنے تھا۔ نقوش بے حد جاذب تھے۔ کھنچی سی ناک چہرے کے غرور میں اور اضافہ کرتی۔ کثرت سگریٹ نوشی سے باریک بھینچے ہوئے لب بے حد کالے ہو چکے تھے۔ وہ آنکھیں پوری طرح وا کیے اسے دیکھ رہی تھی۔

اور بلند بخت اس کی موٹی موٹی مدھ بھری آنکھوں اور ان پر سایہ فگن گھنیری پلکوں کا جادو دیکھ رہا تھا۔ ریشم کے لچھوں سے لہراتے بال پوری طرح اس کے بازوؤں کی قید میں تھے۔ بلند بخت کی سانسوں سے اب تک سگریٹ کی بو آ رہی تھی لیکن وہ بالوں کی وجہ سے چہرے کو جنبش تک نہیں دے پا رہی تھی۔

"اب پتا چلا اریب حسن کیوں بری طرح تمہاری محبت میں گرفتار ہوا تھا۔" جھٹکے سے اسے علیحدہ کیا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

وہ تنفر سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ جو باز نہ آیا تھا اس لمحے بھی اپنے زہریلے جملوں کو اچھالنے میں۔

اس کا نام کیا لیا کہ سارے زخم پھر سے ادھڑنے لگے تھے وہ جو کسی کی چاہت بے وفائی' نارسائی' سب خواہشات کو تھپک تھپک کر سلا چکی تھی ایک بار پھر سے جاگ کر اس سے حساب طلب کرنے لگے تھے۔

اس رات اس نے بے حد عجیب خواب دیکھا کہ وہ اپنے محلے میں اریب حسن کا گھر ڈھونڈ رہی ہے اور ہر گھر پر نیم پلیٹ پڑھ رہی ہے اور جو اس کا نام نظر آیا تو وہ اسی کا خوب صورت سا پھولوں اور پتوں سے سجا گھر تھا جس پر اریب حسن کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس کے پاپا کے نام کے بجائے اس بے وفا کا نام تھا۔ جاگ کر کتنی ہی دیر تک وہ اسی خواب کو سوچتی رہی۔ پھر بارہا یہی خواب نظر آتا جب پسینے ہوئے وجود کے ساتھ اٹھ بیٹھتی تو بلند بخت کی نظریں اسے تاڑ رہی ہوتیں کہ آج کل یہ کیوں اس

+ نئے سال پر

میں سوچ رہی ہوں
نئے سال پر تمہیں کچھ پیش کروں
مگر کیا......؟
میرے پاس تو کچھ بھی نہیں
نہ سچے موتی
نہ خوش رنگ پھول
نہ قیمتی تحائف
نہ چمکتے سیپ
میرے پاس
تو کچھ خواب ہیں
جن کی تعبیریں تم سے وابستہ ہیں
پاکیزہ سوچیں ہیں
جن کی انتہا تمہی ہو
سوچ رہی ہوں
کہ
تمہاری سوچوں کا محور بھی میں ہوں
تو پھر کیوں نہ میری جان!
میں تمہیں اپنی محبتیں پیش کروں
تمہیں نئے سال پر
میرا ساتھ مبارک ہو

چندا مثال ۔ قصور

طرح چونک کر جاتی ہے۔ کبھی تو خاموش رہتا اور کبھی طنز میں ڈوبے فقرے اچھالنے لگتا۔

پتا نہیں یہ معمہ کب کھلے گا کہ اس نے مجھ سے شادی کیوں کی اکثر وہ چڑ کر سوچتی جب سے اس نے خواب میں اپنا ہرا بھرا گھر دیکھا اسے حقیقت میں ایک بار دیکھ لینے کی خواہش جڑ پکڑ گئی تھی۔ ایسا تو جب سے اس کی شادی ہوئی تھی کبھی نہیں ہوا تھا۔

پھوپھو اب ٹوٹے پھوٹے فقرے ایسے ادا کرتی تھیں کہ بدقت تمام سمجھ میں آ ہی جاتے تھے۔ مفلوج حصہ بھی اب کافی حد تک حرکت میں آچکا تھا کہ بیساکھی کے سہارے کھڑی ہونے لگی تھیں۔ خوشی سے اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ بہت دنوں بعد مسکراہٹ نے لبوں کا پیچھا کیا تھا۔ بلند بخت بھی بہت مسرور تھا۔

''واہ بے جی وہ تمہاری بھتیجی تو تمہیں دوڑنا بھی سکھا دے گی۔'' اسے ان کے ساتھ بیساکھی کے سہارے چلاتا دیکھ کر وہ چہکا تھا۔

انہوں نے پیار بھری خفگی سے اسے دیکھا پھر کچھ مبہم سے اشارے اور ٹوٹے پھوٹے فقرے ادا کیے وہ پوری توجہ سے دیکھ اور سن رہا تھا۔

''کیا کہہ رہی ہیں۔ میں اس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہوں؟'' وہ سن ہوگئی۔ جی چاہ رہا تھا کہ انہیں چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے اب ان کے سامنے جانے کیا اسے سنا تا۔

''یہ تو آپ اسی سے پوچھیے۔'' انہوں نے بھویں سکیڑیں تو وہ ہنس پڑا۔

''میرا مطلب ہے میں اس کے ساتھ ایسا کر رہا ہوں تو یہ کون سا میرے ساتھ اچھا کر رہی ہے۔''

''اس...... سے...... ک...... کچھ...... مت کہنا۔ یہ بہت اچھی ہے۔''

''ہاں ضرور اچھی ہے لیکن آپ کے لیے اور......!'' جملہ روک کر معنی خیز نظریں اس پر گاڑ دیں۔

''پھوپھو چلیے آپ کی دوائی اور آرام کا ٹائم ہوگیا ہے۔'' انہوں نے دھمکی آمیز نظروں سے بلند بخت کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں ایک ایک زیادتی کا حساب لوں گی۔''

''ہاں ہاں میں حساب دینے کے لیے تیار ہوں۔ پھر کہیں کی میرا بیٹا بے قصور ہے۔'' اب شاید وہ ان کے آگے اسے ذلیل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ تیزی سے انہیں لے گئی۔

اس رات وہ بہت چہک رہا تھا جبکہ وہ سونے کی تیاری کرنے لگی تھی۔ مجیم شحیم پھوپھو کے وجود کو نازک ہاتھوں اور کندھوں سے سنبھالنا کوئی آسان بات نہ تھی اس کا جوڑ جوڑ دکھنے لگتا تھا اب بھی چادر اپنے اوپر تانتی وہ پوری طرح نیند کے حصار میں آنے کی تیاری کر رہی تھی۔

''بے جی کو تو تم نے یکسر ہی بدل دیا۔ بتاؤ میں خواہ مخواہ ہی تمہیں موم کی مریم سمجھتا تھا۔ وہ کروٹ بدلے سنتی گئی۔

''بولو انعام میں تمہیں کیا چاہیے۔ یہ کوئی مذاق نہیں میں سچ مچ تم سے کوئی خواہش پوچھ رہا ہوں تمہاری۔'' اس نے چہرہ موڑا۔ وہ واقعی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''پوری کرو گے؟'' جانے کس آس کے تحت وہ خواست گار بن بیٹھی۔

''ہاں' کہانا بولو تو سہی۔''

''مجھے ایک بار میرا گھر دکھادو اب یہ مت سمجھنا کہ میں بہانے سے اس شہر جانا چاہتی ہوں کسی سے ملنے ایسی کوئی خواہش نہیں تم میرے ساتھ ہی رہنا بس میں ایک بار اپنا گھر دیکھنا چاہتی ہوں۔ جانتے تو ہو گے کتنا خوب صورت تھا وہ گھر۔''

''ہوں' اس نے گہری سانس بھری۔ ''چلنا کب چلنا ہے؟'' اس نے بے حد حیرانی سے اس کے کرخت مزاج کو نرمی میں بدلتا دیکھا۔

''جب تم چاہو۔''

''کل چلو۔ ان دنوں میں بھی فرصت سے ہوں اور اپنی پھوپھو کو بھی اچھی طرح الوداع کہہ دینا۔'' وہ

بری طرح چونکی اور اس کی طرف دیکھا جبکہ وہ کروٹ بدل چکا تھا۔

سب کی پتھر ہو چکی تھیں منتظر آنکھیں مگر چھو کے جب دیکھا تو میرے ہاتھ گیلے ہوگئے ... کے ساتھ ہی جا رہی تھی اس نگر جہاں کی ... سے بزدلی اور بے وفائی کی بو آتی تھی۔ ایک پسندیدہ گھر کو چھوڑ دینا کس قدر حوصلے کا متقاضی ہوتی اس سے پوچھتا لیکن یہ افسانوی محل بھی اس وقت کسی کا نہیں رہا تھا جب کسی کے ہاتھ اسے اس گھر سے نکال رہے تھے اور کسی کی کج ادائی آنسوؤں کا سیلاب بنا اسے اپنے ساتھ بہائے لے جا رہا تھا۔

شادی کے بعد بلند بخت کے ساتھ یہ اس کا پہلا سفر تھا۔ بے حد خاموش اور مصلحت آمیز سفر بلند بخت کی باتوں میں طنز و تشنیع کا کوئی پہلو نہ تھا بلکہ وہ کوئی بات بھی کر رہی تھی تو جواب دے کر بے حد خاموش ہو جاتا تھا۔ یہ مصلحت آمیز خاموشی اسے بری طرح کھل بھی رہی تھی لیکن جوں جوں کار شہر کی حدود میں داخل ہو رہی تھی یادیں اسی طرح حملہ آور ہو رہی تھیں۔ گاڑی سے اسے اپنی یونیورسٹی بھی نظر آئی تھی لیکن رفتار بہت تیز تھی ایک ہاتھ سے دل کو سنبھالا دیا کہ یہ مصلحت کی گھڑی ہے۔

بلند بخت نے ایک ہوٹل میں کمرا ایک کرایا تھا ظاہر تھا کہ اب کوئی رشتہ داری یہاں بچی نہ تھی تو کس کے پاس ٹھہرتے وہ لوگ؟ اور وہ گھر پاپا کا اس کا مکین اب کون ہے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اس کی طرف مڑا۔

''کل میں نے اپنے ایک دوست کی طرف جانا ہے۔ تمہیں گھومنے پھرنے کی اجازت ہے۔ یہاں کے چپے چپے سے تو واقف ہو ہی تم اس لیے میرا تمہارے ساتھ جانا ضروری نہیں۔''

اتنا اندھا اعتماد وہ بھی اس پر جسے دو سال سے طعنے مار مار کر ادھ موا کر دیا تھا۔

''کیا ضروری ہے دوست سے اتنی جلدی ملنا۔ میرے ساتھ رہنا میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''اپنے گھر ضرور وہ تو تم خود بھی جا سکتی ہو۔ میرا دم چھلا لگانا ضروری تو نہیں ویسے بھی ہم ایک دن کے لیے یہاں آئے ہیں بہتر ہے تم اپنا کام کرو جی بھر کے انجوائے کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ جلدی فارغ ہوگیا تو وہاں ہی آجاؤں گا۔'' وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''بلند بخت مجھے بہت عجیب سا لگ رہا ہے جانے کیوں؟'' دل کی بات زبان پر لائے بنا وہ رہ نہ سکی۔

''کیا عجیب لگ رہا ہے۔ یہاں کا ماحول' یہاں کے لوگ یا ...!'' بولتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگائی اور لمبے لمبے کش لینے لگا۔

''نہیں' تمہارا لہجہ' بدلا بدلا سا انداز اور رویہ تم ایسے تو نہ تھے بلند بخت۔'' اس نے بغور اسے دیکھا۔ سیاہ روپہلے کام والے سوٹ میں اس کا گندمی رنگ دمک رہا تھا۔ لیکن شادی کے بعد سے اداسی کا ایک پیراہن آن ٹھہرا تھا۔ وہ جانہ سکا تھا۔ ہونٹوں پر ایک عاجزانہ مسکراہٹ آن سمائی تھی۔ وہ ہنوز قائم تھی جو اس نازک شہزادیوں کی سی آن بان لیے اس کومل سی لڑکی پر سوٹ نہیں کرتی تھی۔

''سو جاؤ' ٹینشن مت لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' کہہ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ بہت دیر تک گیلری میں کھڑے ہو کر یہاں کی خنک مشک بو فضا کو اپنے اندر گہری گہری سانس لے کر اتارتی رہی۔

بہت ساری تنہا راتوں میں ایک خوب صورت رات اس کی زندگی میں بھی آئی تھی جب آسمان پر کوئی تارا نہ تھا لیکن اس کی زندگی تاروں کی ضوفشانی سے چمک اٹھی تھی۔ جانے کیسے چپکے سے وہ شب نگاہوں میں جھلملانے لگی تھی۔

وہ جو ایک خواب سی رات تھی
میرے بخت میں
یونہی ایک پل میں گزر گئی
وہ گزر گئی تو پتا چلا
وہی ایک کام کی چیز تھی

میری زندگانی کے رخت میں

وہ اپنے گھر کے گیٹ کی بیل بجا رہی تھی۔ ہرے بھرے بوگن ویلیا پر ایسی ہی ہوائیں سرسرا رہی تھیں ہار سنگھار اپنی خوب صورتی پر نازاں ہو کر جھوم رہے تھے۔ جس کی ڈنڈیاں باہر کے سائیڈ زمین پر بکھر کر زمین کو بھی حسن بخش رہے تھے۔ لوکلپٹس جیسے اس کی راہ تک رہے تھے۔ آڑو اور سیب پر شگوفے کھل رہے تھے۔

گیٹ پر پاپا کے نام کی تختی ہٹ چکی تھی بلکہ کسی کے نام کی نہیں تھی لیکن پتا چل رہا تھا مکین کوئی اور ہے۔

دو مرتبہ لمبی لمبی بیل دینے پر گیٹ کسی نے کھولا تھا۔ وہ جملے ترتیب دے چکی تھی۔ جو نئے مکین کے سامنے اپنا تعارف کرانے کے لیے اس نے سوچ تھے۔ لیکن جو سامنے تھا تو نگاہیں ششدر رہ گئی تھیں۔ ہوش و حواس ہوا بن کر اڑ رہے تھے۔ سب الفاظ کھو گئے تھے اپنا تعارف کرانے کے۔ دونوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ خواب حقیقت ہوتے دیکھا تھا اس روئے زمین پر۔ لگ رہا تھا اب جو مزید کھڑی رہی تو چکرا کر گر پڑے گی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ اس بے وفا کے شہر نہیں بلکہ اس بے وفا کے گھر آ چکی ہے۔ بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ گزشتہ برس کی راتوں کے رت جگے لیے آنکھیں اس کی طرف واتھیں۔

"پریشے پریشے تم آ گئیں' آؤ نا اندر تو آؤ' مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گی۔" وہ پاگلوں کی طرح اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ کر لے آیا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ بس چند دنوں کی ناراضی ہو عجیب لرزاہٹ تھی اریب حسن کے لہجے میں شکستگی کی۔ انتظار کی جیسے برسوں کی مسافت طے کرنے کے بعد تھک گیا ہو اور وہ وہ تو جیسے کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔ لان میں ہی سنگی بینچ پر ڈھے گئی۔

"پریشے اب آئی ہو تو مت جانا' مت جانا مجھے چھوڑ کر۔" بچوں کی سی دیوانگی تھی اس میں۔ اسے جیسے کسی واٹ کا جھٹکا لگا تھا وہ اچانک ہوش میں آ گئی۔

"میں نے بہت انتظار کیا تمہارا۔ مجھے سب پتا ہے تم نے یہ دو سال کیسے گزارے۔ میں نے تمہاری یادوں کے سہارے اور تم اپنے پاپا کی ضد کے بھینٹ چڑھ گئیں۔ آخری وقت وہ آئے تھے میرے پاس۔" پہلے جھٹکے سے ابھی سنبھل نہ پائی تھی کہ اس سے بھی شدید شاک اس کا منتظر تھا۔

"پاپا آئے تھے تمہارے پاس۔"

"ہاں پریشے انکل میرے پاس آئے تھے وہ بہت دل گرفتہ تھے تمہاری طرف سے۔ تم نے ان سے تعلق توڑ لیا تھا نا اور پھر تم پر بیتنے والے لمحہ لمحہ سانحے سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ انہوں نے مجھ سے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اگر کبھی پریشے حالات کی ستم ظریفی کو نہ سہار تے ہوئے گرنے لگے تو تم اس کی راہوں کے سب کانٹے چن لینا۔ بہت شدید ذہنی کرب میں وہ مبتلا تھے تمہاری طرف سے اپنے آپ کو تمہارا مجرم سمجھتے سمجھتے جان دے دی انہوں نے۔" آنسو تواتر کے ساتھ گالوں پر پھسل رہے تھے۔

"اپنی ساری پراپرٹی انہوں نے تمہارے نام کر دی۔ صرف اس گھر کے لیے میں خواست گار بن بیٹھا۔ جو تمہیں بہت پسند تھا۔ اپنے خوابوں کا محل سمجھتی تھیں نا اسے اس لیے میں نے اسے خریدا تاکہ تمہاری یادوں کے اس اثاثے کو اپنے لیے محفوظ کر لوں۔ انکل نے میری خواہش رد نہیں کی۔ کیونکہ انہیں پتا تھا شاید کہ تم لوٹ کر آؤ گی میرے پاس۔" بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں بے حد سچائی تھی لیکن اس کی بے وفائی کے نتیجے میں اس کی زندگی اذیت کی بھینٹ جو چڑھی اس کا حساب کون دیتا؟

"میں نے تم سے انکار کیا کیا پریشے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر بیٹھا۔ ایک رات بھی میں سکون سے سویا نہیں' محبت کا روگ اور تم پر ہونے والی زیادتی کے قصے مجھے چین سے جینے دے رہے تھے نہ مرنے۔ میری بزدلی میرے لیے سزا بن گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔ بس تقدیر کوئی چال چل گئی ورنہ یہ دو برس کا عذاب نہ تم جھیلتی نہ میں۔ تم میرے پاس آ جاؤ پریشے۔ کوئی مشکل تو نہ ہوگا بلند بخت سے آزادی حاصل کرنا۔ تم خود سے بولو گی تو وہ فیصلہ میں تامل نہیں کرے گا۔ گزشتہ سب غلطیوں کا ازالہ کروں گا میں۔ اس قدر سکون اور پیار میں تمہیں دوں گا کہ تم ساری کلفت بھول جاؤ گی۔" اپنی رو میں وہ اس قدر بولتا جا رہا تھا جیسے چپ ہوا تو وقت ہاتھ سے نکل جائے یا وہ کہیں بھاگ جائے گی۔ دیکھ بھی نہیں رہا تھا کہ وہ کتنی وحشت زدہ ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"بولو پریشے' تم آ گئی ہو نا میرے پاس۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی۔"

بے ساختہ اس کا قہقہہ گونجا اور دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجائیں۔

"واہ کیا خوب تقریر کی اریب حسن۔ مجھے تو حالت میں کچھ بولنا ہی نہیں آ رہا کیا وزنی دلائل دیے ہیں اپنی بے گناہی کے جواب میں تو مجھے دوزانو ہو جانا چاہیے۔

ہاں اریب حسن میں بہت اذیت میں رہی۔ دو برسوں سے ایک تو پسند کے خلاف شادی ہوئی۔ دوسرے بلند بخت نے سب حقوق سے محروم کر کے مجھے مشقت بھری زندگی عطا کر دی۔ کیونکہ اسے بیوی نہیں اپنی مفلوج ماں کے لیے کل وقتی نوکرانی چاہیے تھی۔ میں نے بے حد خدمت کی بے چاری کی اب وہ کسی حد تک چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی ہے۔ زیور نہیں پہنا۔ اچھے کپڑے وارڈ روب کی زینت بنے رہ گئے۔ کیونکہ بلند بخت کے نزدیک میرا سجنا سنورنا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ میں مزارعے کی عورتوں کے ساتھ گھر کے سب کام کرتی۔ ہاں اریب حسن میرے ہاتھ تو دیکھو جس میں چکی چلا چلا کر گانٹھیں پڑ گئیں۔" اس نے اپنا سفید ہاتھ آگے کیا جس میں جا بجا ٹیڑھے میڑھے نشان پڑ گئے تھے۔ جس کی خوب صورتی کے قصیدے وہ دن رات پڑھا کرتا تھا۔

"کتنی بے طلب و بے احتیاج راتیں گزاریں میں نے۔ بلند بخت نے پاپا کے ساتھ اتنی ہی بدتمیزیاں کیں

کہ میری روح تک چھلنی ہوگئی۔ وہ اسی غم میں مر گئے۔
میرے پاپا نے پسندکی شادی کرکے خاندان چھوڑ دیا اور جب خاندان پیارا لگا تو مجھے بزدلی کی بھینٹ چڑھا دیا کہ شاید ان کی غلطی کا کفارہ ادا ہو جائے۔
میں تمہارے آگے گڑگڑائی کہ ان سے بات کرلو باقی کا کام میرا ہوگا کہ میں کسی بھی طرح انہیں منالوں گی لیکن تم نے بزدلی دکھائی اور بلند بخت کے سامنے پسپا ہوگئے اور مجھے تقدیر کے آگے ہار ماننا پڑی۔
دو مرد میری زندگی میں آئے دونوں ہی بزدل نکلے جنہوں نے میری خوشیوں کی راہ کھوٹی کردی۔
ماما کے انتقال کے بعد کسی کی سنگت میں ہنسنا بولنا کیا ہوتا ہے یہ میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ تنہائی مجھے ڈسنے لگی تو تمہارا ساتھ مل گیا لیکن یہ سائبان بھی عارضی نکلا۔ وثوق کے ساتھ کہتی ہوں اگر بلند بخت مجھے محبت دیتا تو شاید میں تمہارا نام بھی بھول چکی ہوتی کیونکہ میں تنہائیوں کی ماری اور محبت کی بھوکی لڑکی تھی لیکن مجھے بلند بخت کی بہادری پر فخر ہے کہ اس نے اذیت دینے کے دعوے ہی نہیں کیے بلکہ اذیت دی بھی' چوروں کی طرح چھپکے چھپکے محبت کرنے والوں کی طرح اس کی نفرت نہیں تھی۔ سب گواہ ہیں اس نے میرے ساتھ کیا کیا۔ شیر تھا شیر ہی بن کر رہا۔
تو میں ایک چور کی محبت پر فخر کروں یا ایک شیر کی نفرت پر......؟ مجھے اس کے ساتھ پر فخر ہے۔ باقی رہی خواہشات کی بات تو وہ پاپا کی ضد اور تمہاری کج ادائی کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ اس دل میں اب کوئی خواہش ہی نہیں، سارے جذبے مر چکے ہیں۔ جب تقدیر میں محبت ہی نہیں تو ایک مجبور اور بے کس عورت کی خدمت کرکے اپنی عاقبت ہی کیوں نہ درست کرلوں جس کی آنکھیں میرا راستہ دیکھ رہی ہوں گی۔
باقی رہی اس خواب نگر اس خوب صورت گھر کی بات تو میں اسے آخری بار دیکھنے آئی تھی اور اس کے مکین کو پانے حاصل کرنے نہیں۔ میرا گھر تو وہ ہے جہاں میری تقدیر دفن ہے۔ اب اس گھر کے حسن سے مجھے کیا لینا دینا جب میں خود اجڑ چکی۔'' آنکھیں لہو فشاں تھیں۔ اپنے حصے کے جتنے آنسو تھے اب اسی گھر کی زمین میں دفن کرکے اسے جانا تھا۔ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں کہ اریب حسن کی آنکھیں بھی لہو برسا رہی تھیں۔
لیکن حویلی تو ایک اور مصیبت گھات لگائے بیٹھی تھی۔ بلند بخت اپنے بلند قامت کے ساتھ جانے کب سے یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔ اس کے قدموں تلے زمین ہی نکل گئی جیسے۔
''م... مجھے نہیں پتا تھا... !'' لاچارگی سے کہتے ہوئے زبان لڑکھڑائی۔
''چلو گاڑی میں بیٹھو۔'' تحکمانہ لہجے میں کہتا خود باہر نکل گیا۔ گاڑی فراٹے بھر رہی تھی اور اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا آخر دل شکستہ ہوکر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگالی کہ۔
اب جانے مقدر کا فیصلہ کیا ہو۔
وہ لب بھینچے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ایک حسین پارک کی ڈرائیو وے پر گاڑی رک گئی۔ اتر کر اس کا بھی دروازہ کھول دیا وہ جھجکی بھی اتر آئی۔ یہی لگ رہا تھا کہ اب کسی گھاٹ کی وہ نہیں رہے گی۔ درختوں کے جھنڈ میں بچھے سنگی بینچ پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا جو پیلے پھولوں کے سائے میں تھا وہ جو بیٹھی تو بلند بخت گھاس پر دو زانوں ہوکر بیٹھ گیا اس کے سامنے' وہ سراسیمہ ہوکر اٹھ بیٹھی تو دوبارہ اس نے ہاتھ پکڑ کر بیٹھا دیا۔
''جب کبھی اریب حسن کو بھولنے میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے قبول کرلینا پریشے دل سے۔'' وہ دنگ ہی رہ گئی۔
''شہر نامہرباں کے ایسے ڈھنگ۔''
''تمہیں تجسس تھا کہ میں نے سب کچھ جاننے کے باوجود تم سے شادی کیوں کی؟ تو سنو تم مجھے بچپن سے اچھی لگتی تھیں۔''
یہ آج کیسا دن تھا کہ پے در پے انکشافات اس کا وجود ہلاتے چلے جا رہے تھے۔

''میں بہت مغرور' اکھڑ اور انا پرست آدمی تھا۔ بہانے بہانے سے تمہارے گھر آتا صرف تمہیں دیکھنے جب تم انٹر یونیفارم میں اسکول جایا کرتی تھیں خاندان والوں نے ماما جی کی پسند کی شادی کے خلاف اتنا زہر میرے اندر بھر دیا تھا کہ میں تمہارے گھر آکر بھی اپنی رعونت میں رہا کرتا کہ اسی زعم میں میں ایک دن تمہیں حاصل کرہی لوں گا۔ ماما جی تو خاندان پانے کی۔ جیج میں کر بھی میری خواہش کو رد نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے غرور میں مجھے تمہیں دل سے جیتنا نہیں آیا۔ آخر دیر ہو ہی گئی تم اریب حسن کی محبت میں گرفتار ہوگئیں لیکن مجھے تو تمہیں حاصل کرنا ہی تھا اور کرلیا لیکن اریب کے نام کی آگ مجھے نہ چین سے سونے دیتی نہ جاگنے دیتی۔ جس کے نتیجے میں ماما جی سے بھی بدتمیزی کرتا اور تمہیں بھی جی بھر کر اذیت دیتا۔ تمہاری خاموشی مجھے یہی احساس دلاتی کہ تم اسے یاد کر رہی ہو۔ اسی کی یادوں کے سہارے ساری اذیتیں سہہ رہی ہو۔ میری مردانہ انا کو تسکین پہنچتی جب تک دہکتے وجود کے ساتھ بستر پر کروٹیں بدلتیں۔
لیکن میری بدتمیزیاں اسی دن دھری کی دھری رہ گئیں۔ جب ماما جی کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ خیال آیا یہی حشر کبھی میرا بھی ہوگا۔ اسی دن مجھے احساس ہوا تمہارے ساتھ خود غرض بن کر کتنی بڑی ناانصافی کی ہے میں نے۔ تمہاری چاہت کو ہی نہیں چھینا میں نے بلکہ تمہاری روح کو بھی چھلنی کیا۔ ہوسکے تو مجھے معاف کردو' مجھے پتا چل گیا تھا کہ اس گھر میں اریب حسن آچکا ہے جب تم نے اس گھر کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میرے دل میں یہی خیال آیا کہ مکان اور مکین دونوں تمہارے سپرد کردوں اسی صورت میری غلطیوں کا ازالہ ہوسکے گا۔ میں تمہیں یہاں روانہ کرکے اپنے وکیل دوست کے پاس گیا تھا تاکہ طلاق کے کاغذات تیار کروا سکوں اس سے بات کرکے میں آخری فیصلہ کرنے تمہارے گھر گیا لیکن وہاں عجیب ہی صورت حال تھی۔ پریشے' اریب اب بھی تمہارے انتظار میں ہے چاہو تو اس کا ہاتھ تھام لو۔ دل سے میں تمہیں جدا کرنے کو تیار ہوں۔ دو دن تباہ ہونے سے بہتر ہے ایک ہی پر ضرب آئے۔''
اتنا دل گرفتہ اس نے بلند بخت جیسے انسان کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جس کی ساری رعونت' مردانہ انا اور فخر اس لمحے بھربھری ریت کی طرح بکھر رہے تھے۔ صرف اور صرف محبت کے سامنے اور کیا کیا رنگ دکھائے گی زندگی۔
اس کی زندگی میں سکون دیکھ کر اریب کو بھی قرار آجائے گا لیکن وہ بلند بخت کی زندگی میں بے قراریاں گھولے گی تو یہ دوبارہ سے سنگ دل اور بے رحم انسان بن جائے گا جو اس کی محبت میں موم ہوگیا تھا۔
پھر وہ دو بوڑھی آنکھیں جو اس کی جدائی کے وقت جلدی لوٹ آنے کے لیے بھیجی تھیں ان آنکھوں میں قرار پھر نا آسکے گا۔
اس کے بے تحاشا رونے پر بلند بخت کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔
''جتنا رونا ہے آخری بار رولو یا تو اریب ہی تمہیں نہیں رونے دے گا یا بلند بخت کی چاہت تمہاری آنکھیں خشک کردیں گی۔''
''بار... بار... اس کا نام کیوں لے رہے ہو۔ جسے میں بھول جانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ میں اپنی خود غرضی میں دو زندگیاں نہیں تباہ کروں گی۔ وہ کبھی نہ کبھی مجھے بھول ہی جائے گا۔ لیکن میں یہ فراموش نہیں کرپاؤں گی کہ میری محبت میں ایک شخص سرتاپا بدل گیا۔ انتظار کرلو گے نا بلند بخت جب تمہاری چاہتیں میرے دل سے اریب کے نام کو یکسر مٹا دیں گی۔'' وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
جواباً اس کے سفید ہاتھوں پر بلند بخت نے اپنے لب رکھ دیے تھے۔ یہ پہلا مرہم تھا اس کے دکھوں کا۔
ساون کی بوندوں میں کیا ٹھنڈک ہوگی۔ جو اس کے دل میں آج اتری جا رہی تھی۔

قسط نمبر 19

بھیگی پلکوں پر

اقراء صغیر احمد

کشش تو بہت تھی میرے پیار میں لیکن
کیا کروں کوئی پتھر پگھلتا ہی نہیں
اگر خدا ملے تو اس سے اپنا پیار مانگوں گی
پر سُنا ہے وہ مرنے سے پہلے کسی سے ملتا ہی نہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اپنے والد کے ایکسیڈنٹ کی خبر پا کر طغرل برق رفتاری سے باہر نکلتا ہے جب ہی اس کی گاڑی سامنے سے آنے والی گاڑی سے ٹکراتی ہے لیکن کوئی نقصان نہیں ہوتا' جاتے میں وہ شخص معذرت کے ساتھ بڑھ جاتا ہے جب کہ اس کا لفافہ وہیں گر جاتا ہے جسے طغرل نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھالیتا ہے۔ دوسری طرف مسز عابدی پری کی تمام تصاویر لے کر فیاض صاحب کے گھر جاتی ہیں اور ساتھ ہی شہری کی اس نامعقول حرکت پر معذرت بھی کرتی ہیں۔ ماہ رخ جو کہ اپنے ہی حسن کے دام میں گرفتار ہے رات کی تاریکی میں ساحر کے ساتھ گھر چھوڑنے کو تیار ہے۔ والدین کی محبت' چچا چچی کا پیار اور سب سے بڑھ کر گلفام کی چاہت بھی اسے اس فعل سے باز نہیں رکھ پاتے۔ صفدر جمال اپنے بیٹے مسعود کے پاکستان نہ آنے پر افسردہ ہیں اور دوسری طرف یہ بات بھی ان کے لیے مایوس کن ہے کہ وہ صرف ایک لڑکی کی بے وفائی کی خاطر والدین کو بھی نظر انداز کر رہا ہے۔ فراز صاحب کے ایکسیڈنٹ اور ان کی خراب طبیعت کا طغرل اور مزنہ مصلحت کے تحت کسی کو نہیں بتاتے جب کہ مزنہ کا خیال ہے کہ انہیں گھر میں یہ بات بتادینی چاہیے۔ عادلہ اور عائزہ راحیل سے ملنے آتی ہیں تو راحیل عادلہ کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہے جس پر عادلہ غصے سے عائزہ کو کھینچتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ماہ رخ فون پر ساحر سے بات کر کے تمام معاملہ طے کرتی ہے اور تیار ہو کر دروازے کی جانب بڑھتی ہے کہ دروازہ اچانک کھلتا ہے' عادلہ راحیل اور اپنی بہن عائزہ کی اس قدر بے تکلفی دیکھ کر پریشان ہوتی ہے اور اپنی ماں صباحت بیگم کو اشاروں کنایوں میں یہ باور بھی کرانا چاہتی ہے کہ وہ جلد از جلد عائزہ کی شادی کر دیں جب کہ وہ اس کی بات کی گہرائی کو سمجھ ہی نہیں پاتیں۔

رات میں پری کی آنکھ دادی کی سسکیوں سے کھلتی ہے وہ اپنی تنگ دستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس بات پر رنجیدہ ہیں کہ وہ مزنہ اور طغرل کو کچھ بھی نہیں دے سکتیں۔ اسی موقع پر پری ایک فیصلہ کر لیتی ہے دوسری طرف شیری کو جب وہ لفافہ نہیں ملتا تو وہ سارے گھر میں قیامت برپا کر دیتا ہے اور جب مسز عابدی کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پری کی تصاویر ڈھونڈ رہا ہے جواب تک اس کے پاس تھیں تو وہ حیران رہ جاتی ہیں۔ دوسری طرف شیری کو یاد آتا ہے کہ جب اس کی گاڑی

کسی اجنبی کی گاڑی سے ٹکرائی تھی وہ تب سے وہیں کہیں رک گئی ہیں۔
طغرل جب پاپا کی خیریت دریافت کرتا ہے تو اسی دوران پری ان کی تمام باتیں سن لیتی ہے۔ تایا جان نے ایکسیڈنٹ کی خبر پردہ رکھا جاتی ہے تو طغرل ہی سے سنبھالتے ہے اور اس سے وعدہ لیتا ہے کہ وہ یہ بات گھر پر کسی کو نہیں بتائے گی۔ دادی جان اپنی انگوٹھی بیچ کر کچھ بندوبست کرنا چاہتی ہیں لیکن پری انہیں اپنے کنگنس دینے کی بات کرتی ہے جس کے لیے دادی رضامند نہیں ہوتیں۔ وہ دادی کے کہنے پر پاپا کو بلانے لیونگ روم میں آتی ہے لیکن سامنے صوفے پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁ ☆ ❁

"تم... آپ...؟" شہریار کو وہاں دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئی اس پر مستزاد اس کی اطمینان بھری شوخی وہٹ دھرم سا انداز اس کو سراسیمہ کر گیا وہ غصے سے گویا ہوئی۔
"آپ کو جرأت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟"
"فیاض انکل کے بلاوے اس پر یہاں آیا ہوں۔" وہ اس کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس کے انداز میں بڑی سرخوشی تھی بات کرتے ہوئے جھک کر دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔
"خیر آپس کی بات ہے انکل یہاں بلانے کے لیے مجھ سے اصرار بھی نہ کرتے تو میں خود ان سے اصرار کرتا یہاں آنے پر بے حد بے قرار رہا ہوں میں آپ کو دیکھنے کے لیے۔"
"آپ کی غیر دماغی حالت پر مجھے پہلے دن ہی یقین ہو گیا تھا اور اب آپ کے پاگل پن کی تصدیق بھی ہو گئی ہے۔"
"میری خوش قسمتی ہے ڈیئر۔" اس کا انداز از حد ہٹ دھرمی تھا۔
"کیا کھڑی رہیں گی؟ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں آخر ایسی بے رخی بھی کس بات کی گھر آئے مہمان سے اس طرح برتاؤ کیا جاتا ہے کیا؟" اس کے انداز میں یک دم ہی بے چارگی سی ابھر آئی تھی۔
"ہونہہ... آپ پاپا کے مہمان ہیں میرے نہیں اور میرے مہمان آپ جیسے لوگ کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔" اس کے انداز میں اتنی سختی و بیگانگی تھی کہ شہریار کا مسکراتا ہوا چہرہ سنجیدہ ہو گیا اس نے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبایا۔
"آپ کو اتنا بھی سینس نہیں ہے آپ کہاں ہیں؟ کس کے متعلق کیا بات کر رہے ہیں؟ گر مجھے پاپا کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کو دھکے دے کر یہاں سے نکلوا دیتی چند لمحوں میں۔"
"آپ اتنی ہائپر کیوں ہو رہی ہیں؟ میں نے آپ سے صرف درخواست کی ہے کہ... میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اگر آپ راضی نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں۔" لمحے بھر میں وہ اپنی کیفیت پر قابو پا کر گویا ہوا تھا۔
"میں آپ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی سمجھے آپ؟"
"لیکن کیوں؟ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے ایسی یہ بتائیں گی آپ؟" قبل اس کے کہ وہ جواباً کچھ کہتی کوریڈور سے آتی صباحت اسے نظر آئیں اور اس کو یہاں سے جانے میں ہی عافیت دکھائی دی تھی۔
"ارے کہاں جا رہی ہیں آپ؟ میری بات تو سنیں۔" اس کو جاتے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا اس اثناء میں وہ کچن سے لان میں وا ہونے والے عقبی دروازے سے باہر جا چکی تھی۔
"اوہ بیٹا! آپ ابھی تک کھڑے ہیں؟ پلیز بیٹھیے نا..." صباحت اس کو کھڑا دیکھ کر شرمندہ لہجے میں بولیں۔

"... میں جا دوں گا آنٹی!" پری کے جانے سے گویا چراغوں میں روشنی نہ رہی تھی لمحوں میں بہار خزاں میں تبدیل ہو گئی تھی۔
"ارے کیوں جائیں گے بھلا؟ ابھی تو آپ آئے ہیں فیاض نے بتایا آپ کے آنے کا میں تو بے حد خوش ہوئی آپ ایزی ہو کر بیٹھیں میں آپ کو اچھی سی کافی پلواتی ہوں۔" وہ حقیقتاً شہریار کو اپنے گھر میں دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔
... کے بے حد اصرار پر اس کو بیٹھنا پڑا مگر پری کے رویے کی وجہ سے اس کا دل بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا اس کی موجودگی میں پری یہیں رہے کہ اس کی موجودگی میں دل کو بہت راحت ملتی تھی اور وہ پارٹی والے دن صباحت کا رویہ پری کے ساتھ نوٹ نہ کرتا تو... آج وہ پری کی سرد مہری کی شکایت ان سے ضرور کرتا مگر وہ جانتا تھا وہ پری کی سوتیلی ماں ہیں اور کسی حد تک پری کو پسند نہیں کرتی ہیں۔
"کیا سوچنے لگے بیٹا؟ کوئی پرابلم ہے کیا؟" وہ اس کی خاموشی دیکھ کر استفسار کرنے لگیں۔
"نہیں آنٹی! آپ مجھے اجازت دیں تو اچھا ہے میں لیٹ ہو رہا ہوں مجھے فرینڈ سے ضروری میٹنگ کرنی ہے۔"
"فیاض تو کہہ رہے تھے آپ ڈنر کریں گے ہمارے ساتھ۔"
"دراصل پروگرام تو یہی تھا..."
"پروگرام تھا نہیں پروگرام ہے میں آپ کو جانے نہیں دوں گی۔"

❁ ☆ ❁
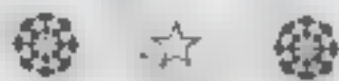
اس پر شدید سرشاری طاری تھی۔
زمین سے اس کے قدم اٹھ چکے تھے وہ ہواؤں کے دوش پر اڑی جا رہی تھی آسمان روئی کے نرم و ملائم گالوں کی طرح اسے چھوتا ہوا گزر رہا تھا اور وہ اوپر کی طرف اڑتی جا رہی تھی۔
"ساحر! ایک بات پوچھوں؟" اس کا چہرہ اس کے شانے پر تھا۔
"ہوں... پوچھو ایک نہیں ہزار دوں۔" اس کی دھیمی سرگوشی ابھری تھی۔
"میں آکاش پر اڑ رہی ہوں بہت بلندی پر ہوں اتنی بلندی پر کہ بادلوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے میں نے۔"
"میڈم! آپ ہی نہیں ہم بھی اڑ رہے ہیں آپ کے ساتھ یعنی اور بھی لوگ ہیں ہمارے ساتھ آنکھیں کھول کر دیکھیے ہم جہاز میں ہیں اور جہاز اڑ رہا ہے۔" ساحر کے سرگوشیانہ لہجے میں شوخی سے ابھر آئی تھی۔
"میں آنکھیں نہیں کھولوں گی کبھی بھی۔"
"اسٹوپڈ! یہ کیا بات ہوئی بھلا؟" وہ ہنسا۔
"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے میرے خواب حقیقت بن گئے ہیں۔"
"آنکھیں کھولو گی تو یقین آئے گا۔"
"نہیں میں آنکھیں نہیں کھولوں گی۔" کسی انجانے خوف سے اس کی آواز لرز اٹھی تھی۔
"کہیں ایسا نہ ہو آنکھیں کھولنے کے بعد پھر خواب خواب ہی رہیں حقیقت نہ بن سکیں۔"
"اوکے جب تک جہاز لینڈ نہیں کرتا تب تک تم سوتی رہو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا مجھے اپنی یادداشت پر اتنا بھروسہ نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔
"تم سوتی رہیں اور میں بھول کر چلا گیا تو پھر تمہارا کیا ہو گا؟"
"کیا...؟" اس نے ایک دم گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور سیدھی بیٹھ گئی دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر۔

''حد ہے یعنی نیند سے بیدار کرنے کا؟'' ساحر ہنس کر گویا ہوا جب کہ رخ بدحواسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''یہ تم ابھی اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو مجھے؟''

''تم نے کیا کہا تھا ابھی؟ مجھے چھوڑ کر جانے کی بات...''

''اوہ مائی ڈارلنگ! میں مذاق کر رہا تھا تم مجھے سارے راستے بور کرتی آئی ہو میں نے سوچا تمہیں بھی تنگ کیا جائے۔'' وہ اسے سنجیدہ دیکھ کر مسکرا کر گویا ہوا تھا۔

''ایک لمحے میں میرے دل پر بجلی گر گئی ہے آئندہ مذاق میں بھی ایسا مت کہنا میں تمام کشتیاں جلا کر تمہارے ساتھ آئی ہوں۔''

''کم آن میں نے کہا نا میں مذاق کر رہا تھا۔'' اس نے اس کے دونوں ہاتھ بڑی محبت سے اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''تمہیں چھوڑنا ہی ہوتا تو یہاں ساتھ کیوں لاتا سوچو تم۔''

''میں تمہاری محبت پر یقین کر کے یہاں تک چلی آئی ہوں۔''

''تمہارے یقین کو بھی متزلزل ہونے نہیں دوں گا میں چاہتا ہوں آنکھیں کھول کر میرے ساتھ اس دنیا کو دیکھو جو ہم دونوں کے لیے ہے۔''

❁ ☆ ❁
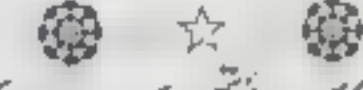
صباحت سٹنگ روم میں آنے سے قبل عادلہ کو کہہ آئی تھیں کہ وہ تیار ہو کر آجائے عائزہ کا موڈ خراب تھا اس کو انہوں نے کہا بھی نہیں البتہ ملازمہ کو وہ بیکری سے لوازمات لانے کے لیے رقم دے آئی تھیں، پری کو کافی بنانے کا آرڈر بھی ملازمہ سے بھیج چکی تھیں کچھ دیر بعد عادلہ ٹرالی میں کافی و لوازمات لیے آگئی تھی۔

''بہت ہی سگھڑ اور سلیقہ شعار ہیں میری بیٹیاں۔'' وہ رسمی تعارف کے بعد مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

''اس دور میں لڑکیاں کچن میں جانا پسند نہیں کرتی ہیں اور یہ دونوں بہنیں ہیں کہ ان کو نت نئی ڈشیں بنانے سے فرصت نہیں ہے اور میری عادلہ کو تو کوکنگ اور بیکنگ کا اتنا کریز ہے کہ یہ تمام چیزیں خود ہی بیک کی ہیں اس نے۔'' مختلف اسنیکس سے اس کی پلیٹ بھرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ عادلہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے شیری کا جائزہ لے رہی تھی۔

''بہت ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں۔ آپ کیوں اتنی محنت کرنے دیتی ہیں عادلہ صاحبہ کو؟ آج کل گرلز کو اپنی ہابیز [?] سے فرصت نہیں ملتی ہے پھر جب ہر شے ریڈی میڈ ملتی ہو تو کیوں اتنی اسٹرگل کرتی ہیں؟ یہ سارے کام تو سرونٹ کے کرنے کے ہوتے ہیں میری سسٹرز کو تو کچن کا راستہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے اور میں تو بالکل بھی گھر کی خواتین کا کچن میں کام کرنا پسند نہیں کرتا۔'' وہ عادلہ کو اچٹتی سی نگاہ دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

صباحت کی سمجھ نہیں آیا وہ کس طرح اپنے جھوٹ کو سچ کا پیراہن دے۔ مسز عابدی نے اس دن پری کے کھانے بے حد پسند کیے تھے اس کا کچن میں کام کرنا ان کو اس کا گرویدہ کر گیا تھا۔

وہ سوچ رہی تھیں بیٹا بھی ماں کی جیسی چوائس رکھتا ہوگا مگر...

''خیر یہ سب ممی کی محبت ہے جو وہ ایسا کہہ رہی ہیں اصل بات تو یہ ہے مجھے کچن سے الرجی ہے یہ سب تو ہمیں دادی جان کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے وہ پسند کرتی ہیں یہ سب۔'' عادلہ کو بھی اس سے مل کر خوشی ہوئی تھی جلد ہی وہ بے تکلفی سے کافی پی رہے تھے صباحت بے حد خوش تھیں۔

''عادلہ سے مل کر کیسا لگا آپ کو شیری بیٹا؟''

''بہت اچھا۔'' وہ چونک کر گویا ہوا کافی کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی نگاہیں عادلہ کے چہرے پر تھیں۔

''میری بیٹیاں بہت خوب صورت لائق اور حسین ہیں کوئی میری بیٹیوں کو ناپسند نہیں کرتا اور کرے بھی کیوں میں نے ان کی تربیت ہی ایسی شان دار کی ہے اس دن پری سے ملے تھے نا آپ؟'' ان کے لیے آج میدان صاف تھا وہ چھکے پہ چھکے لگا رہی تھیں۔

''جی آنٹی! کہاں ہیں وہ؟'' اس نے انجان بن کے پوچھا۔

''آرام کر رہی ہو گی اور کیا کرے گی میں کہہ بھی آئی تھی شیری بیٹا آیا ہے آ کر سلام کر دو مگر وہی بات سوتیلی بیٹی ہے میری بات کیوں ماننے لگی یہ تو میری بیٹی ہے جو آپ کی عزت میں یہاں چلی آئی ہے۔'' وہ کہتے ہوئے شیری کے تاثرات بغور [?] دیکھ رہی تھیں۔

❁ ☆ ❁

''کیسا لگا شیری؟ ہینڈسم اینڈ گڈ لکنگ ہے نا؟'' شہریار کے جانے کے بعد صباحت عادلہ سے مسرور لہجے میں گویا ہوئیں۔

''جی ممی! بلکہ شیری تو جلدی فری ہونے والے ہیں۔''

''اور بھی بہت ساری خوبیاں ہیں اس میں سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ وہ بڑی جائیداد کا اکلوتا وارث ہے۔ اب تم طغرل کو بھول جاؤ اور شیری کو قابو کرنے کی سعی کرو ویسے بھی شیری طغرل سے زیادہ اسمارٹ و خوب صورت ہے۔'' طغرل کے نام پر وہ منہ بنا کر گویا ہوئی تھیں۔

''آہ... یہ سچ نہیں ہے ممی! طغرل کی طرح وہ خوب صورت نہیں ہے طغرل جیسی سحر انگیزی کسی کسی مرد میں ہوتی ہے۔'' اس کے مدھم لہجے میں حسرتوں کی تپش تھی۔

''عادلہ! مرد کی خوب صورتی کون دیکھتا ہے بیٹا! مرد کی خوب صورتی سے زیادہ اس کا بینک بیلنس دیکھا جاتا ہے دولت مند مرد کی بدصورتی بھی خوبروئی میں بدل جاتی ہے پھر شیری طغرل جیسا وجیہہ نہ سہی مگر دولت مند تو ہے۔'' وہ باتیں کرتی لاؤنج کی سمت آگئی تھیں جہاں فیاض روم سے نکل کر آئے تھے انہیں دیکھ کر وہ استفسار کرنے لگے۔

''میں نے تم سے کہا تھا کچھ دیر شیری کو کمپنی دو اور تم یہاں موجود ہو؟'' وہ قریب آ کر گویا ہوئے۔

''شیری جا چکا ہے میں اس کو رخصت کر کے ادھر آئی ہوں۔''

''اتنی جلدی کیوں چلا گیا ہے وہ؟'' وہ حیران ہوئے۔

''اس کے کسی دوست کی کال آگئی تھی وہ تو اسی وقت جا رہا تھا میں نے زبردستی روک کر خاطر مدارت کی ہے آپ نے باتھ لینے میں اتنا ٹائم لگا دیا معذرت کر کے گیا ہے وہ آپ سے۔''

''چائے ملے گی یا نہیں؟'' وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''میں چائے لاتی ہوں ڈیڈی۔'' عادلہ نے کہا اور چلی گئی۔

''آپ کو بھی عادت ہے بات گھما پھرا کر کہنے کی صاف کہہ دیں چائے پینی ہے آپ کو۔''

''سیدھی بات آپ کی سمجھ ہی کہاں آتی ہے۔'' ان کے لہجے میں شگفتگی تھی جب کہ صباحت کے تیور بگڑ گئے تھے۔

''میں تو آپ کی نظر میں پہلے دن سے ہی کوڑھ مغز ہوں۔''

''تمہارے سینس آف ہیومر کا لیول اتنا گرا ہوا کیوں ہے؟ کبھی اپنے انداز کو بدلنے کی سعی بھی کیا کرو۔'' حتی

المقدور انہوں نے اپنے لہجے کو نرم ہی رکھا تھا۔

"ہیپی نیس آف ہیومن ان لوگوں میں زندہ رہتا ہے جن کو کوئی دل سے چاہتا ہے ہر خوشی ہر آسائش جن کے قدموں میں ڈھیر ہوتی ہیں ور مجھے ملا ہی کیا ہے؟" ان کے لہجے میں شکوے وشکایات کی جگہ بے زاری در آئی تھی۔

"خوش رہنا اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا بھی ایک وصف ہوتی ہے جو شاید بہت خاص لوگوں میں ہوتی ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک عطیہ خداوندی ہے جو اپنے مقرب بندوں کو ہی عطا کرتا ہے ایسے لوگ جو فاقے کرنے کے باوجود ہر ضرورت کو ترستے ہوئے بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں' خوش رہتے ہیں۔"

"آپ کی نظروں میں تو میں گری ہوئی ہوں اب اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے بھی مجھے گرادیں آپ۔"

"میں تو بہت گناہ گار بندہ ہوں میری ایسی مجال کہاں۔"

"آپ کا بس نہیں چلتا ورنہ آپ تو..." وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔

فیاض گہرا سانس لیتے ہوئے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں ماضی کی دھند پھیلنے لگی تھی۔

اسکائی بلو بنارسی ساڑھی میں نازک سی جیولری پہنے بنا میک اپ کے ہی وہ جاذب نظر لگ رہی تھی اس کو دیسے بھی عام لڑکیوں کی طرح سجنے سنورنے کا شوق نہیں تھا۔ بالوں میں برش پھیر کر اس نے طائرانہ نگاہ خود پر ڈالی تھی۔ دودھیائی رنگ' ڈارک براؤن ہیروں کی چمک لیے آنکھیں' گلابی بھرے بھرے ہونٹ۔ اس کی آرائش قدرت کی طرف سے تھی تو اس کو پھر خود کو سنوارنے کی ضرورت نہ تھی وہ برش رکھ کر آگے بڑھی تو جوس کا گلاس تھامے فیاض نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"کچھ دیر میرے پاس تو بیٹھو میں ابھی آیا ہوں آفس سے۔"

"آصفہ آپی انتظار کررہی ہیں ان کے ساتھ جانا ہے مجھے۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

"یہاں بیٹھو میرے پاس تم۔" اس نے بازو کے حصار میں لے کر بٹھالیا۔

"میں اماں کے پاس ہی آرہا ہوں' آپا تو ابھی تیار بھی نہیں ہیں' اماں کے پاس بیٹھیں اپنے سسرالیوں کے گناہ بخشوا رہی ہیں۔"

"گناہ بخشوا رہی ہیں... کیا مطلب ہے تمہارا فیاض؟" وہ حیرانی سے اس کی جانب دیکھتی استفسار کر بیٹھیں۔

"ارے یار! برائیاں کررہی ہیں ان لوگوں کی۔"

"اوہ مائی گاڈ۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"یونہی ہنستی رہا کرو اپنی اس ہنسی کو کبھی چڑچڑاہٹ میں تبدیل نہ ہونے دینا شفی! وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا کر گویا ہوئی اس کے ہر انداز میں محبت تھی۔

"لڑتی' جھگڑتی' چڑچڑی عورت' چڑیل لگتی ہے مجھے اور تم کبھی..." وہ جذباتی ہو رہا تھا اور اس کے ہاتھ سے جوس چھلک گیا۔

"اوہ...!" تیزی سے پھیلتے جوس کو دیکھ کر وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔

"سوری یار! میں نے تمہاری ساڑھی خراب کردی۔"

"ڈونٹ وری' ساڑھی ہے یہ زندگی نہیں۔ میں چینج کرکے آتی ہوں۔" اس کو شرمندہ دیکھ کر وہ مسکرا کر بولی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی فیاض اٹھ کر اماں کی طرف چلا گیا۔

"ہائے ہائے یہ کیا پہن کر چلی آئی ہو بہو تم؟" وہ آف وہائٹ ریشمی کڑھائی والا سوٹ زیب تن کیے وہاں گئی تو اس کو

سامنے تم نے میرا ہاتھ بھی پکڑ لیا تو گناہ ہوگا۔'' اس نے بھی سنجیدگی سے احساسات شیئر کیے تھے۔

''تھینکس گاڈ! یہ شوفر ہماری لینگوئج سے ناواقف ہے ورنہ تم نے تو میری عزت کا جنازہ ہی نکال دیا تھا۔'' وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''ایسی بھی کیا جلدی ہے ہم اب آزاد ہیں' کون ہے جو ہمیں ہماری آرزوؤں سے دور رکھ سکے گا۔'' اس نے تسلی دی۔

دن کی روشنی رات کی تاریکی میں بدلنے لگی تھی سفر تھا کہ تمام ہی نہ ہو کر دے رہا تھا' کئی گھنٹوں پر محیط اس سفر میں کئی مرتبہ سوئی اور جاگی تھی۔

''ساحر! یہ سفر کب ختم ہوگا آخر؟'' وہ ستا کر گویا ہوئی تھی۔

''بس کچھ دیر صبر کرو میری جان! منزل بہت قریب ہے۔''

❁ ☆ ❁

عشرت جہاں کو اپنے ہاں موجود دیکھ کر صفدر بے حد خوش ہوئے تھے اور ان کے قریب بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے منال صوفے پر بیٹھیں ٹرالی پر رکھے کپ میں کافی نکال رہی تھیں۔

''میں بہت خوش ہوں آنٹی! آپ کو قریب دیکھ کر میں بے حد خوش ہوں۔ لندن سے واپسی کے بعد میں خود کو بے حد تنہا محسوس کر رہا ہوں' بہت ٹوٹ گیا ہوں میں سعود کی نالائقی اور بے حسی سے۔''

''بیٹا! آپ حوصلہ نہ ہاریں ایسا وقت بھی آتا ہے کبھی کبھی زندگی میں جب انسان خود کو تنہا محسوس کرتا ہے حالانکہ وہ تنہا ہوتا نہیں ہے سب اس کے اپنے موجود ہوتے ہیں۔'' عشرت جہاں نے اس کو ممتا بھرے لہجے میں سمجھایا تھا۔

''اب کے سعود کے برتاؤ نے صفدر کو بے حد اپ سیٹ کر دیا ہے وہ ہوگئے ہیں ان کو واپس آئے ہوئے اور ان کی حالت ابھی تک پہلے دن جیسی ہے بھلا نہیں پا رہے ہیں۔'' مثنیٰ نے کافی سرو کرتے ہوئے فسردہ لہجے میں کہا۔

''اس عرصے میں اس نے ایک بار بھی کال کر کے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے ہم زندہ بھی ہیں یا مر گئے ہیں؟'' وہ غصے سے گویا ہوئے۔

''بدگوئی مت کرو بیٹا! اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے اس طرح ٹینس رہ کر آپ خود کو بیمار کر لیں گے۔''

''کیا کروں آنٹی جان! مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے میں کس طرح اپنے اکلوتے بیٹے کو سمجھاؤں' کس طرح اسے ضائع ہونے سے بچاؤں؟ وہ خود سے اس بدبخت لڑکی کی بے وفائی کا بدلہ لے رہا ہے۔'' وہ سخت مضطرب و بے چین ہو رہے تھے۔

''میں نے کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی' کسی کا حق نہیں مارا' میرا رویہ سب کے ساتھ بہترین رہا ہے۔'' ان کی بات پر مثنیٰ نے ان کی طرف دیکھا تھا ان کی آنکھوں میں کتنے شکوے و شکایات تھیں وہ بیٹے کی بے پروائی و بے حسی کی آگ میں جل رہے تھے اس کی جدائی و تنہائی کا خیال انہیں تڑپا رہا تھا۔ آج انہیں احساس ہو رہا تھا اولاد جدا ہو جائے تو زندگی کتنی بوجھل اور بوجھ بن جاتی ہے وہ اس دکھ کو ایک عرصے سے جھیل رہی تھیں اور صفدر جمال آگاہ ہونے کے باوجود بھی اس کا احساس نہیں کرتے تھے' اب مکافات عمل ان کے ساتھ شروع ہوا تو وہ بچوں کی مانند بلک رہے تھے وہ عجیب سے احساسات کا شکار تھی۔

ان کا دکھ دہرا ہو گیا تھا پہلے وہ پری کے دکھ میں روتی تھیں تو اب بیٹے کی جدائی اور اس کی ناکام زندگی ان کے لیے بھی دکھ و کرب کا باعث تھی۔

سیلاب زدگان کے نام	بچپن کی یادیں
کہیں پانی کی بوندوں کو	پھر ڈھونڈ لائیں ہم اسی معصوم بچپن کو
ترستی ہے یہ دھرتی تو	انہی معصوم خوشیوں کو انہی رنگین لمحوں کو
کہیں پانی نے دھرتی سے	جہاں غم کا پتا نہ تھا جہاں دکھ کی سمجھ نہ تھی
نقشے مٹا ڈالے	جہاں بس مسکراہٹ تھی بہاریں ہی بہاریں تھی
ہزاروں لوگ ایسے ہیں	کہ جب ساون برستا تھا تو اس کاغذ کی کشتی کو
جنہیں اب آسماں چھت ہے	بنانا اور ڈبو دینا بہت اچھا سا لگتا تھا
کھلے میدان کمرے ہیں	اور اسی دنیا کا ہر چہرہ بہت سچا سا لگتا تھا
جہاں وہ جاگتے سوتے	چلو پھر ڈھونڈ لیں ہم اسی معصوم بچپن کو
کسی انجان منزل کے	رانا عارف اکرم......لودھراں
بھروسے پر	
[illegible]	وسیم عالم گوجرانوالہ

''مثنیٰ! دکھ کی اس گھڑی میں تم کو صفدر جمال کی دل جوئی میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے بہت پریشان ہیں جمال ان دنوں۔'' ان کو خاموش دیکھ کر عشرت جہاں نے رسانیت سے سمجھایا تھا۔

''مجھے نہ سمجھائیں ممی! میں اپنے فرض کو بخوبی پہچانتی ہوں' صفدر کو ان چند ماہ میں احساس ہوا ہے اولاد کی جدائی کی اذیت کا' میں سالوں سے اس اذیت کو سہہ رہی ہوں۔'' ان کے انداز پر صفدر نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

❁ ☆ ❁

فراز صاحب کی طبیعت سنبھل رہی تھی تین دن بعد وہ ہوش میں آئے تھے' ڈاکٹرز نے خوش خبری سنائی تھی وہ اب خطرے سے باہر تھے انہیں آئی سی یو سے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ طغرل نے کال سننے کے بعد شکرانے کے نفل ادا کیے تھے ایک ہفتے سے جو اس پر رنج و ملال' پریشانی و تفکر کی جو کیفیت سوار تھی وہ ایک حد تک کم ہو گئی تھی عزیزہ کو بھی بڑے بیٹے تیمور نے کال پر خوش خبری دے دی تھی ان کے دل میں بھی کچھ سکون در آیا تھا۔ رات کو کھانے پر اس نے دونوں بیٹیوں' داماد اور ان کے بچوں کو بھی انوائٹ کیا تھا ساتھ عائزہ کے سسرال کو بھی دعوت دی تھی' رات گئے تک ہلہ گلہ رہا تھا۔

آصفہ اور عامرہ کی بیٹیاں تتلیوں کی طرح طغرل کے اردگرد منڈلاتی رہی تھیں اور وہ عام انداز میں ان سے ملتا رہا تھا۔ عادلہ کوئی فیصلہ کر چکی تھی سو وہ نارمل رہی تھی۔

تمام مہمانوں کے جانے کے بعد وہ فیاض کے پاس آ گیا وہ لاؤنج میں بیٹھے کسی سے کال پر مصروف تھے اس کو دیکھ کر مسکرائے اور ہاتھ سے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا طغرل بیٹھ گیا تھا وہ جانے سے قبل ان کو ڈیڈی کی طبیعت کا بتانا چاہتا تھا۔

''شیری بیٹا! میں نے آپ کو ڈنر پر انوائٹ کیا تھا اور آپ بنا ڈنر کیے کیوں چلے گئے؟ میں شام سے کال کر رہا ہوں' اب جا کر بات ہوئی ہے آپ سے۔'' وہ نرم لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

شیری کا نام سنتے ہی اس کے اندر ناگوار احساس بیدار ہونے لگے۔

''میں اپنے بیٹے طغرل سے ملوا تا آپ کو۔'' وہ سر جھکائے کچھ سوچتے ہوئے طغرل کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

"ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو اوائیڈ کیا جاتا ہے دل سے لگانے والی باتیں نہیں ہوتی ہیں یہ۔ تمہیں پہلے ہی پرابلم ہے ڈاکٹر نے ٹینشن فری رہنے کی ایڈوائز دی ہے۔"

"ٹینشن نہ دو عابدی! ایسا کون بے وقوف ہوگا جو یہ چاہے گا فکروں کے سانپ اسے ڈستے رہیں وسوسوں، واہموں کے آسیب سے سب ہی جان چھڑانا چاہتے ہیں اور میں بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں جو خوش و خرم رہنا چاہتے ہوں۔ ٹینشن ہمیں حالات دیتے ہیں یا وہ لوگ جن سے ہم محبت کرتے ہیں اور ان کی فکر اور پروا کرتے ہیں۔" وہ اضطرابی انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"وہ ایک عرصہ ہم سے گھر سے اور ماحول سے دور رہا ہے ہم سے دور رہ کر اس نے آزادانہ اپنی مرضی سے گزاری ہے یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے کے لیے شیری کو وقت لگے گا اور تب تک آپ بھی عادی ہو جائیں گی اس ماحول کی جو شیری کی وجہ سے آپ فیل کر رہی ہیں۔"

"جی میری وجہ سے آپ بھی ڈسٹرب ہو گئے ہیں۔" عابدی کو فکر مند دیکھ کر مسز عابدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو پارٹی میں جانے کی دیر ہو رہی ہے جائیے میں ٹھیک ہوں آپ میری فکر مت کریں پلیز۔"

"مجھے سب سے زیادہ تمہاری فکر ہوتی ہے میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں مجھے کسی کی پروا نہیں حتیٰ کہ دونوں بیٹیوں اور اکلوتے بیٹے شہریار کی بھی میں اتنی فکر نہیں کرتا جس قدر مجھے تمہاری فکر ہے۔" وہ انہیں سینے سے لگاتے ہوئے جذباتی انداز میں کہہ رہے تھے۔

"آئی نو عابدی! مجھے معلوم ہے اور یقین ہے آہستہ آہستہ شیری بھی سنبھل جائے گا آپ جائیے یہ بزنس میٹنگ ہے۔" عابدی کی محبت نے انہیں پرسکون کر دیا تھا۔

❁ ☆ ❁
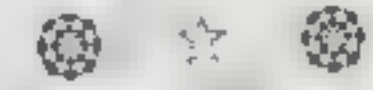
رات گئے تک وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچے تھے۔

وہ خوب صورت نخلستان تھا آسمان صاف تھا ہوا خنک اور فضا میں حبس کی کیفیت تھی گاڑی کی رفتار دھیمی ہوئی تو کچھ فاصلے پر درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے جن میں کھجور کے درخت نمایاں تھے اور ان درختوں کے درمیان میں بنا محل نما گھر دکھائی دینے لگا تھا بے حد خوب صورت گھر دیکھ کر وہ خوشی سے بولی۔

"او میرے خدایا! کیا اتنا خوب صورت محل نما گھر تمہارا ہے ساحر؟"

"ہوں... اب اپنا ہی سمجھو۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"او ریئلی! میں تو کبھی خواب میں ایسا شان دار گھر نہیں دیکھ سکتی تھی دور سے اتنا خوب صورت لگ رہا ہے تو نہ جانے نامعلوم کس قدر حسین ہوگا۔" وہ شیشے سے چہرہ لگائے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ابھی گاڑی اس محل نما عمارت سے دور تھی ایک عجیب بات ہوئی ساحر نے دونوں کھڑکیوں کے سائیڈ میں موجود ریشمی و بھاری پردوں کو بند سے آزاد کر کے برابر کھڑکیوں کے شیشوں کو ڈھانپ دیا تھا ایک پردہ ایسا ہی ان کی اور ڈرائیور کی سیٹ کے درمیان بھی حائل ہو چکا تھا اور بیک مرر پر بھی وہ چار دیواری کے درمیان تھے۔

"یہ... یہ پردے... یہ پردہ داری کیوں بھلا؟" اس نے نا سمجھی کے انداز میں ساحر کی طرف دیکھا تھا۔

"گھبراؤ مت میرے ڈیڈ حجاب کو پسند کرتے ہیں وہ تمہارا اس طرح عام سے لباس اور بنا حجاب سامنے آنا بالکل پسند نہیں کریں گے۔"

"تم یہ مجھے بتا دیتے پاکستان میں ہی میں وہیں سے حجاب لے لیتی۔ تم نے مجھے بالکل ہی ڈرا دیا تھا میں کس

راشدہ شریف چوہدری

السلام علیکم آنچل اسٹاف، ریڈرز اور مہین کرام! آپ سب کو راشدہ کی طرف سے محبتوں اور چاہتوں بھرا سلام قبول ہو۔ آنچل کی تو کیا ہی بات ہے۔ ہر مہینے آنچل کا بے صبری سے انتظار کرتی ہوں۔ آنچل کے اس سلسلے کے ذریعے بدولت آپ سب کو بھی جاننے کو دل چاہا۔ تو جی میں 30 اپریل 1993ء کو اوکاڑہ میں پیدا ہوئی۔ میرا اسٹار ثور ہے۔ گو کہ اسٹارز پر یقین کچھ خاص نہیں ہے۔ چار بہنوں اور ایک بھائی میں بدولت آخری نمبر پر ہیں۔ اگر بات کی جائے پسند اور ناپسند کی تو کھانے میں مجھے بھنڈی اور چاول پسند ہیں۔ مچھلی بالکل بھی نہیں کھاتی۔ کافی کی تو میں دیوانی ہوں۔ چاندنی رات ٹھنڈی ہوا اور کافی اور کتاب کا ساتھ بہت بھاتا ہے۔ رنگوں میں کالا اور جامنی پسند ہیں۔ پیلا اور نیلا رنگ بالکل اچھا نہیں لگتا۔ مہندی اور چوڑیاں مجھے بہت پسند ہیں۔ پہناوے میں پائل اور بریسلیٹ بہت اچھے لگتے ہیں۔ سوٹ میں مجھے پٹیالہ سوٹ اور شیفون کی پسند ہے۔ کھانا پکانا تو بالکل اچھا نہیں لگتا مگر میری قسمت کی بدولت کا زیادہ وقت کچن میں ہی گزرتا ہے۔ شاعری بہت پسند ہے۔ شاعروں میں مجھے ارشد ملک، وصی شاہ، احمد فراز، قتیل شفائی اور نازیہ کنول نازی بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں موسٹ فیورٹ نازیہ کنول نازی، سمیرا حمید، عمیرہ احمد، نبیلہ ملک، رخسانہ نگار، فرحت اشتیاق، عفت سحر طاہر بہت پسند ہیں۔ ویسے تو بہت سے ناولز پڑھتے ہیں مگر یہ چند جنہیں یہ شدتیں، محبت دل پر دستک، متاع جاں ہے تو، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، شہر چاراں گر، امیری ذات ذرہ بے نشاں، تو دل جواب ہیں۔ وصی شاہ کی کنگن آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور چاند جلتا رہا مجھے بہت پسند ہیں۔ اس کے علاوہ "ہم سفر" ناول بھی بہت پسند ہے مگر کس کی ہے یہ نہیں پتا۔ خوبیاں اور خامیاں تو کسی انسان میں نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی بھی انسان مکمل تو نہیں ہوتا۔ خوبیوں کا تو نہیں پتا مگر خامیاں ضرور بتا سکتی ہوں۔ غصے کی تیز ہوں اور غصے میں نہیں معلوم کہ کیا بول جاتی ہوں۔ ہر ایک پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں۔ جس کی وجہ سے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ میری دوستوں میں صرف عاشی، بینش، مینا، اقرا، آمنہ، صائمہ اور میری کتابیں جو میری سب سے اچھی دوست ہیں۔ شاید تعارف کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے اور ایسا نہ ہو کہ آنچل کی جگہ ردی کی ٹوکری میں چلا جائے۔ پلیز ملیحہ جی بچی کا دل مت توڑیے گا۔

طرح خوف زدہ ہوئی تھی۔" اس نے چہرہ اس کے بازو سے ٹکاتے ہوئے لرزاں لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے رخ! آج کل تم کو ذرا ذرا سی بات پر ڈر بہت لگنے لگا ہے؟ پہلے تو تم ایسی نہ تھیں۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو تم ساحر! میں کسی سے ڈرنے والی نہیں ہوں لیکن اب شاید میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں شاید گھر والوں سے پہلی بار میں اتنی دور ہوئی ہوں۔ اسی وجہ سے ایک انجانا خوف مجھے گرفت میں لیے ہوئے ہے۔" سیدھے بیٹھتے ہوئے اس نے دلی کیفیت بیان کی تھی ساحر نے جواباً کوئی لفظ نہ کہا وہ آنکھیں بند کر کے سیٹ سے ٹیک لگا کر خاموش ہو گیا تھا۔ گاڑی میں لائٹ روشن تھی اے سی کی کولنگ بڑھ چکی تھی ان کے درمیان عجیب سی خاموشی تھی۔

گاڑی دھیمی رفتار سے رواں دواں تھی کن راستوں سے گزر رہے تھے وہ لوگ کچھ معلوم نہ تھا دبیز پردوں نے ہر منظر چھپا کر رکھا تھا۔

"ساحر... ساحر! یہ گاڑی کب رکے گی آخر؟" اس نے اکتا کر آنکھیں بند کیے ساحر کو شانہ ہلا کر استفسار کیا۔

"دس منٹ بعد ہم محل میں داخل ہو چکے ہیں۔" وہ آنکھیں کھول کر سنبھل کر اٹھتا ہوا گویا ہوا۔

"ہونہہ! ایسے محل کا فائدہ کیا ہے جسے دیکھنے کے لیے بھی آنکھیں ترسیں اپنے ڈیڈ کو بتا دینا میں حجاب لگا کر محل کا گوشہ گوشہ دیکھوں گی۔" اسی پل گاڑی رکی تھی۔
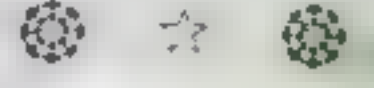
❁ ☆ ❁

کمرے میں دھواں پھیلا ہوا تھا سگریٹ کے جلے ہوئے کئی ٹکڑے ایش ٹرے ٹیبل اور کارپٹ پر بکھرے ہوئے تھے ٹیبل لیمپ کی روشنی میں نیم اندھیرے کمرے میں عجیب سی وحشت پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بیڈ پر نیم دراز تھا ہونٹوں میں دبا جلتا ہوا سگریٹ ابھی بجھی تھا۔ ایک خالی بوتل اس کے قریب ہی پڑی تھی اور وہ بڑبڑا رہا تھا۔

”پری! کیوں خفا رہتی ہو مجھ سے؟ میں تو تمہاری خاطر تمہارے گھر گیا تھا تمہیں دیکھنے تم سے ملنے اور تم کس قدر اسٹون ہارٹ ہو مجھ سے کہتی ہو تمہارے دوست میرے جیسے نہیں ہیں‘ تم کو اگر اپنے باپ کی عزت کا خیال نہ ہوتا تو تم مجھ کو دھکے دے کر اپنے گھر سے نکال دیتیں۔“ وہ اضطرابی انداز میں گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

”تم مجھے گھر سے نکالنے کی بات کرتی ہو اور میں تمہیں اپنے گھر انوائٹ کرنے گیا تھا‘ تم جو سے گیا تھا میں اور تم نے کتنی نفرت سے مجھ کو دھتکارا ہے میری بے عزتی کی ہے۔ لیکن مجھے برا نہیں لگا میں تمہاری کسی بھی بات کا برا نہیں مانوں گا‘ تمہارا غصہ ہی تو مجھے اچھا لگتا ہے تمہاری خفگی ہی تو میں دیوانہ ہوں۔“

”شیری!“ مسز عابدی ڈور کھول کر اندر آئی تھیں اور اسمٰعیل نے ان کا استقبال کیا تھا آگے بڑھ کر سوئچ آن کیے تھے نیم تاریک کمرہ ایک دم روشن ہوگیا۔

”شٹ مما! پلیز لائٹس آف کریں بیڈ فیل ہو رہا ہے۔“ اس نے آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا تھا۔

”مائی گاڈ! اتنی سگریٹس پی ہیں آپ نے اور یہ ڈرنک بھی؟“ وہ پریشانی سے سگریٹ کے ٹکڑوں اور بوتل کو دیکھ کر گویا ہوئی تھیں۔ ”آخر تم چاہتے کیا ہو شیری؟“

”کیا ہوا مما! اتنا ہائپر کیوں ہو رہی ہیں آپ؟“

”یہ سب کیا ہے جب سے آفس سے آئے ہیں کمرے میں بند ہو کر یہ کیا حرکتیں کر رہے ہیں؟ ڈنر بھی نہیں کیا ہے آپ نے۔“ وہ اس کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئی تھیں۔

”آپ کو عادت نہیں ہے میری‘ میرا یہی لائف اسٹائل ہے میں اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا عادی ہوں‘ آپ بار بار میرے روم میں انٹر ہو کر مجھے ڈسٹرب مت کیا کریں۔“ اس نے اٹھ کر سگریٹ ایش ٹرے میں رگڑا اور تند لہجے میں ان سے مخاطب ہوا وہ دکھ و تاسف سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی تھیں۔

”میں آپ کے روم میں آنے کا حق نہیں رکھتی شیری؟“

”دس از ناٹ آئی مین آپ غلط مت سمجھیں مما۔“ وہ دھیمے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوا۔

”میں چاہتا ہوں آپ یہاں آ کر مجھے گلٹ نہ کیا کریں‘ مجھے یہ سب اچھا فیل نہیں ہوتا۔ آپ جانتی ہیں میں بچہ نہیں ہوں‘ بڑا ہو گیا ہوں۔“

”میں آپ کو شرمندہ کرنا کیوں چاہوں گی بیٹا! بڑی محبت سے میں نے آپ کو یہاں بلوایا ہے۔ آپ میرے اکلوتے بیٹے ہیں آپ میں میری جان ہے میں بھلا آپ کو گلٹ کیوں کروں گی۔“ اس کے غصے پر ان کی ممتا حاوی ہوگئی تھی وہ شفقت سے گویا ہوئیں۔

”میری محبت میں آپ کیا کر سکتی ہیں؟“ وہ کسی خیال کے آتے ہی ان سے خاص لہجے میں گویا ہوا تھا۔

”کیا چاہتے ہیں آپ یہ بتائیں؟“ وہ مسکرائیں۔

”سوچ لیں مما! یہ چیلنجنگ کو کچھ ہے آپ کے لیے اگر آپ جیت نہ سکیں تو بہت پرابلم کری ایٹ ہو جائیں گی میرے لیے۔“ اس کا انداز بے حد عجیب تھا مسز عابدی کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

”خدانخواستہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ شیری؟“

"میں سچ کہہ رہا ہوں ماما اگر آپ اس چیلنج میں کامیاب نہ ہوئیں تو میں کبھی واپس نہ آنے کے لیے مر کر جاؤں گا۔"

"میرا قول ہوئے چاہے بی پی شوٹ ہونے کا سبب میرا ایسی باتیں ہیں جو آپ کرتی ہیں' جو ایسی منحوس باتیں کرنے لگے ہیں آپ۔" اپنی آواز میں تخفیف محسوس کر کے اس نے مزید ان کی طرف دیکھا تھا ان کو زرد چہرے کے ساتھ پسینہ پسینہ دیکھ کر وہ گھبرا کر آگے بڑھا۔

"ارے آپ تو بہت تکلیف میں ہیں کیا ہوا؟"

"مجھے میرے روم میں لے چلو ٹیبلٹ لینی ہوگی مجھے جلدی سے۔" وہ اس کا سہارا لے کر چلنا چاہتی تھیں اور وہ بہت اکھڑ اور خود غرض بنا ہوا تھا اچانک بگڑنے والی ان کی طبیعت دیکھ کر شدید پریشان ہو گیا تھا اس نے ان کے کمزور وجود کو بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔

"ہمیں فوراً اسپتال جانا ہوگا ماما" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا۔

"نہیں ٹیبلٹ لے کر میری طبیعت بہتر ہو جائے گی تم فکر مت کرو کبھی کبھی میرا بی پی شوٹ کر جاتا ہے ٹھیک ہو جاؤں گی ابھی۔" ان کے اصرار پر وہ ان کو کمرے میں لے آیا تھا ملازم بھی ساتھ تھا۔ انہوں نے ہی دوا دراز سے نکال کر دی تھی۔ ٹیبلٹ کھانے کے بعد وہ کچھ دیر میں ہی بے خبر سو گئی تھیں۔

"برکت! ماما کی ایسی حالت کب سے ہے؟" اس نے باہر نکل کر پرانے ملازم سے دریافت کیا تھا۔

"ایک سال پہلے بیگم صاحبہ کو دل کا دورہ پڑا تھا تب سے ہی۔"

"اوہ! اتنی بڑی بات مجھے ماما اور ڈیڈی نے نہیں بتائی ہے۔" اس نے ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

❁ ☆ ❁
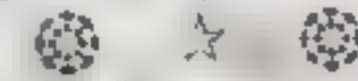
"ارے بھئی بہت خوش ہو آج تم اور ممی عابدی انکل کا بیٹا کوئی خزانہ دے گیا ہے تمہیں؟ جو شام سے تمہارے قدم ہی اندر نہیں ہو رہے ہیں پاگلوں کی طرح ہنسے جا رہی ہو۔" عائزہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی اپنے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے طنز سے بولی۔

"کبھی کوئی بات بغیر طنز کے بھی کر لیا کرو عادلہ!"

"مجھے تمہاری طرح بات بے بات ہاہاہا... ہی ہی پسند نہیں ہے میں سنجیدہ ہوں اور سنجیدگی میں بہت وقار ہوتا ہے۔"

"تم سنجیدہ نہیں رنجیدہ لگتی ہو مجھے تم نہ خوش رہتی ہو اور نہ ہی دوسروں کو خوش دیکھنے کا حوصلہ ہے تم میں۔" عادلہ آئینے میں اس کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اچھا' پہلے اپنی خوشی سے میرا تعارف تو کرواؤ' جو میں بھی خوش ہو جاؤں اور تمہیں بتاؤں مجھ میں حوصلہ ہے یا نہیں؟" اس کو مسکراتے دیکھ کر عادلہ اس کے قریب بیٹھ کر گرمجوشی سے بولی۔

"عابدی انکل کا بیٹا امریکہ پلٹ ہے بہت ڈیشنگ' اسمارٹ اور چارمنگ ہے نا معلوم کتنی لڑکیاں مرتی ہوں گی اس پر۔"

"وہ تو پری پر مرمٹا ہے ممی بتا رہی تھیں نا پارٹی والے دن اس نے پری کی تصویریں لی تھیں اس کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا وہ تو ممی نے ہی پری کو وہاں سے گھر بھیجا تھا ورنہ..."

"بس بس چپ رہو سب معلوم ہے مجھے وہ تو پرانی بات تھی نا جب اس نے مجھے دیکھا نہیں تھا آج اس نے مجھے

غزل

مدتوں مجھے تم راہ گزر ذہن میں رکھنا
دیکھو یہ میرے دیدۂ تر ذہن میں رکھنا

ہیں تیز بہت تیز زمانے کی ہوائیں
نازک ہے بہت دل کا نگر ذہن میں رکھنا

بے ساختہ دریائے محبت میں نہ اترو
چھپا نہیں کچھ کسب و ہنر ذہن میں رکھنا

اللہ کرے تم کو ملے پیار کی منزل
میں تیرے بنا جاؤں گا مر ذہن میں رکھنا

جو تو نے جدا ہو کے لگائے میرے دل پہ
یہ زخم مرے جائیں گے بھر ذہن میں رکھنا

اس راہِ وفا میں جو مری قدر نہ جانی
پھر تڑپو گے تم شام و سحر ذہن میں رکھنا

پتھر کے کھلونوں کی دکان کھول نہ دلبر
رکھتے ہیں کبھی کانچ کے گھر ذہن میں رکھنا

میاں شبیر احمد دلبر..... سرگودھا

دیکھتا رہ گیا وہ مجھے۔" عادلہ خوشی سے سرشار تھی۔

"بہت خوب! تمہیں اس نے تمہیں دنیا کا آٹھواں عجوبہ تو نہیں سمجھ لیا؟" عائزہ بے حد سنجیدہ تھی مگر اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"شٹ اپ' میں تمہارا منہ توڑ دوں گی عائزہ! تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے پرسنل بات کی جائے بہت بے وقوف ہو تم۔"

جب سے تُو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

عائزہ گنگنانے لگی تھی۔

❁......☆......❁

گاڑی کی رفتار دھیمی ہو رہی تھی ساحر کے چہرے کے تاثرات تیزی سے بدل رہے تھے وہ مستعد ہو کر بیٹھ گیا تھا گویا کسی بہت برگزیدہ ہستی سے اس کی ملاقات ہونے والی ہے از حد مرعوبیت اور تابعداری کے تاثرات تھے اس کے چہرے پر جس کا اثر رخ پر بھی پڑا تھا اس نے گلے میں پڑے مفلر کو تیزی سے سر پر سیٹ کرنا شروع کر دیا تھا وہ مفلر جس کی چوڑائی ایک بالشت بھی نہ تھی کسی پٹی کی مانند سر کے درمیانی حصے پر ہی فٹ ہوا تھا۔

"ساحر! تمہارے ڈیڈ تو مجھے بہت بارعب و غصہ ور لگ رہے ہیں۔"

"تم فکر مت کرو' غصہ ور صرف وہ میرے لیے ہیں تم کو تو بہت محبت سے رکھیں گے وہ' لڑکیوں سے محبت کرتے ہیں وہ۔"

''تم کچھ بھی ہو مجھے یقین نہیں آرہا مجھے ڈر ہے میرے بعد پریشانی ان پر بڑا پڑے گا اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوگا۔'' ساحر کی شوخ مسکراہٹ اس کو اس وقت زہر لگ رہی تھی۔

''میری بات غور سے سنو میں یہاں سے سیدھا ڈیڈ کے روم میں جاؤں گا تب تک تم ڈریس اپ ہوکر ریڈی ہو جاؤ ڈنر پر میں تم کو ڈیڈ سے ملواؤں گا۔ بہت اچھی طرح سے تیار ہونا بلکہ ذہن بنانا اب تو ملن رت آئی ہے فاصلے مٹنے کا وقت آن پہنچا ہے۔'' ساحر کے لہجے میں عجیب سی تپش تھی۔ اس سے نگاہیں نہ اٹھائی گئیں چہرے پر حیا کی شفق پھیلتی گئی اور سفر ختم ہوا گاڑی رک چکی تھی۔

''شکر ہے یہ طویل ترین سفر ختم ہوا۔'' وہ آسودگی سے بولی۔

''ختم نہیں ہوا ابھی تو شروع ہوگا حیات نو کا سفر۔'' ڈرائیور نے گیٹ وا کیا تو دونوں باہر نکل آئے تھے۔ یہ بھی ایک کورڈ پارکنگ لاٹ تھی۔

وہاں ایک سیاہ فام عورت کھڑی تھی جو مسکراتی ہوئی ان کی جانب آئی اشارے سے سلام لیا جھک کر اس کے ہاتھ تھامے اور بوسے دیئے تھے اس کے ہاتھوں کی پشت پر اس کے انداز میں بے حد عزت و احترام تھا پہلے ہی قدم پر اتنی عزت و توقیر پانے پر وہ پھولوں نہ سما رہی تھی لمحے بھر میں وہ تصور کی دنیا سجا بیٹھی تھی جہاں شاہی لباس میں سر پر بیش قیمت تاج رکھے حکمرانی کے سب سے اونچے تخت پر وہ براجمان تھی۔

''رخ... رخ... رخ...'' ساحر کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر حواسوں میں آئی۔

''یہ ملازمہ ہے تمہیں میرے روم میں لے جائے گی وہاں تمہاری ضرورت کی ہر چیز موجود ہے اگر کوئی چیز رہ گئی ہو تو تم کہہ دینا مل جائے گی اب تم تیار ہو جاؤ کھانا روم میں ہی کھا لینا۔''

''تمہارے بغیر میں تنہا کھانا نہیں کھاؤں گی۔'' وہ لاڈ سے بولی۔

''رخ! دیکھو میں بزنس کے چکر میں عموماً باہر رہتا ہوں تو تم کو بھی سے ان تمام باتوں کی عادت ڈالنی ہے۔''

''ٹھیک ہے مگر اب میں تمہیں تنہا باہر زیادہ جانے نہیں دوں گی۔'' اس نے حق جتاتے ہوئے کہا اور ملازمہ کے ہمراہ آگے بڑھ گئی اور وہ جہاں جہاں سے گزر رہی تھی وہاں کی تزئین و آرائش سے مرعوب ہو رہی تھی۔

❁ ☆ ❁
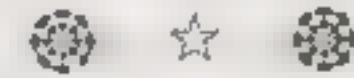
دسمبر کا آخری ہفتہ تھا۔

موسم سرد تھا ایک ایسی اداسی ہر سو پھیلی تھی جو دل کو عجیب سے درد سے آشنا کرتی ہے جس کی موجودگی کا سبب بڑا بار کوششوں کے باوجود معلوم نہیں ہوتا مگر درد محسوس ہوتا ہے وہ بھی ہمیشہ کی طرح اس وحشت بھری تنہائی کو محسوس کر رہی تھی وہ ہر سال اس موسم کا انتظار کرتی تھی یہ سرد خاموش و اداس موسم اس کو اپنے جیسا لگتا تھا تنہا بے کل، ور روٹھا روٹھا سا اپنی دنیا میں گم اپنی وحشت بھری اداسیوں میں مگن یا کسی ایسے دوست کی تلاش کے رنگ بھرے یہ پھر اس کے ساتھ چل پڑے اور کہے ''تم میرے جیسے ہو آؤ اس تنہائی کو ہم شیئر کرتے ہیں خوش رہتے ہیں۔''

''اتنا کیوں سوچتی ہو پارس! کوئی نئی دنیا دریافت کرنے کا ارادہ ہے؟ کب سے کھڑا میں تم کو دیکھ رہا ہوں اور تم اپنی دنیا میں مگن ہو کیا سوچتی رہتی ہو پتا تو چلے؟''

دادی کی طرف جاتا ہوا طغرل ٹیرس پر کھڑی پری کو دیکھ کر رک گیا تھا وہ گرم شال اوڑھے باہر دن میں دیکھ رہی تھی جہاں اس سرد موسم میں ٹھنڈی ہواؤں کے سوا اور سرد پھیلی ٹھٹھرتی ہوئی سی چاندنی تھی اور گہرا سکون و سناٹا تھا اور وہ گویا اس دنیا میں نہیں تھی سوچوں کے گھوڑوں پر سوار نا معلوم کس جہاں کی سیر کر رہی تھی اس کی شال سر سے ڈھلک چکی تھی بال...

بے خبر رہے تھے مگر اس کو ہوش نہ تھا۔

''یہاں کام کرنا ہوا تم کو نقصان پہنچا سکتی ہے سب کمروں میں آرام کر رہے ہیں اور دیکھو کوئی پرندہ بھی یہاں نہیں ہے تم کیوں خود کو سزا دے رہی ہو اتنی سردی میں کھڑے ہو کر؟'' اس کی آواز پر چونک کر اس نے پھرتی سے رخ پر تاں لی تھی۔

''آپ جائیں کیوں آئے ہیں یہاں؟'' وہ ترش لہجے میں بولی۔ ''مجھے میری دنیا میں مگن رہنے دیں مجھے یہاں سکون ملتا ہے۔''

''یہ سکون ہے؟ سب اپنے کمروں میں گرم بستروں میں دبکے ہوئے ہیں اور تم یہاں اس سرد موسم میں کسی بھٹکتی ہوئی روح کی مانند بے چین پھر رہی ہو یہ تو سراسر خودکشی ہے پارس!'' اس کے لہجے میں ہمدردی تھی وہ آگے بڑھ آیا تھا۔

''طغرل بھائی! آپ جائیں یہاں سے میں خود چلی جاؤں گی۔ آپ کو مجھ سے ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ بلاوجہ سے اس سے الجھ رہی تھی۔

''مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں تمہیں مجھے ٹائم دینا ہوگا۔'' وہ اس وقت اس سے کمپرومائز کے موڈ میں تھا۔

''کیسی باتیں؟ میں آپ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔''

''مجھے تم سے کچھ کہنا ہے اور وہ تمہیں سننا ہوگا۔'' طغرل کے لہجے میں سختی ابھرنے لگی تھی۔

''میرا بہت تماشا بن چکا ہے آپ کی وجہ سے میں اور برداشت نہیں کرسکتی اگر چند دن میں نے آپ سے اپنائیت سے بات کرلی ہے تو وہ سب تائی جان کی طبیعت کی وجہ سے تھا۔'' وہ اس جانب رخ کرکے سرد مہری سے کہہ رہی تھی۔

''آپ اس خوش فہمی میں مبتلا مت ہو جائیے گا کہ میں بھی کچھ اسٹوپڈ لڑکیوں کی طرح آپ کے عشق میں مبتلا ہوگئی ہوں تو کان کھول کر سن لیجیے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔'' عزنہ کا اس کو بہو بنانے سے انکار دادی جان کے آنسو اور بے بسی تڑپ سب سے اس کے اندر آگ بن کر بھڑک رہی تھی اور اس بھڑکتی آگ کے شعلوں کا شکار بے قصور طغرل بنا تھا۔

''مجھے معلوم ہے ایسا نہیں ہے تم میرے عشق میں مبتلا نہیں ہو مگر یہ گارنٹی نہیں ہے کبھی مبتلا نہیں ہوگی۔'' وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر دلکشی سے مسکرا کر بولا۔

''ہونہہ... منہ دھو رکھیے ایسا ممکن ہی نہیں۔''

''اینی ویز میں یہاں تم سے کوئی عہد و پیماں کرنے نہیں آیا ہوں چل کر میری بات سنو جو اہم ہے۔'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھاما اور گھسیٹتا ہوا لے گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

کچھ عشق تھا کچھ مجبوری

ام مریم

محبت کا ارادہ اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے، پانا بھی مشکل ہے
اُداسی تیرے چہرے کی گوارا بھی نہیں لیکن
تیری خاطر ستارے توڑ کر لانا بھی مشکل ہے

صحرائے تھل کا عدقہ شروع ہوئے خاصی دیر بیت گئی تھی۔ کھڑکی کے پار چبھتی ہوئی تیز شعاعیں اور ریت سے بھری ہوا کے بگولے شیشے سے ٹکراتے اور بکھر جاتے تھے۔ اس ایک ہی منظر نے جب اسے جی بھر کے بور کردیا تو اس نے سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور جانے کب اس کی آنکھ لگی تھی، گاڑی کے جھٹکے سے رکنے پر وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور دیکھا تو پاپا گاڑی کا دروازہ کھولے باہر نکل رہے تھے۔ اس نے یونہی شیشے کے پار دیکھا۔ شاہ خاور واپسی کا سفر شروع کرچکا تھا چہار سو پھیلی ریت سورج کی نقشی روشنی میں سونے کی مانند دمکتی نظر آرہی تھی۔ وہ گہرا سانس کھینچتی خود بھی باہر نکل آئی، گرم جھلساتی ہوئی ہوا کا جھونکا باہر آتے ہی اس کے نرم و نازک سراپا کو جھلسا کے رکھ گیا۔ اڑتی ہوئی ریت گویا تیزاب بن کر اس کے چہرے کی حساس جلد کو جھلسنے کا باعث بن رہی تھی۔ اس کے بے اختیار جھرجھری لینے پر پاپا جو اسی پل اس کی سمت متوجہ ہوئے تھے مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے۔

''سورج ڈھلنے کے باوجود اتنی گرمی ہے تو دن میں کیا حشر ہوتا ہوگا؟'' وہ آنکھوں کے آگے ہاتھ کو چھجا بناتے ہوئے دور تک پھیلی خاموشی اور ویرانی کو دیکھنے لگی تھی۔

ان کی پشت پر سرخ حویلی کی بلند عمارت تھی۔ فخر سے سر اٹھائے شان سے ایستادہ مگر حورعین کی توجہ کا مرکز وہ عمارت نہیں تھل کا ریت اڑاتا ریگستان تھا۔

''جی آیاں نوں، میرا تھل یار آیا سی۔ ست خیراں! یار من اندر آنے کی بجائے باہر کیوں رک گئے؟'' حورعین کے اس انہماک کو توڑنے والی چوہدری شجاعت کی آواز تھی۔ جو حویلی کے بلند گیٹ سے برآمد ہو کر لپکتے ہوئے اپنے والہانہ انداز میں اپنے ملازموں کے ہمراہ استقبال میں مصروف ہوئے تھے کہ حورعین ان کے خلوص سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ سرخ و سفید رنگت گرانڈیل وجود کے مالک چوہدری شجاعت کی نگاہوں میں اس کے لیے بے حد شفقت تھی۔

''یہ دھی رانی ہے ہماری، اتنی بڑی ہوگئی ماشاءاللہ۔ یاد ہے محب، جب میں شہر گیا تھا تم سے ملنے یہ اتنی سی تھی۔'' انہوں نے حویلی کے گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر مسکرا کر کہا تو پاپا کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''بھابی کو بھی لے آتے محب! ویسے اچھی تو ہیں نا وہ؟ اوئے زوار ے جا تو سامان لا صاحب کا۔'' انہوں نے پاپا سے بات کرتے ہوئے ایک دم پیچھے ہٹ کر

ملازم کو غالباً جب یہ پتا چلا کہ وہ دور دراز علاقے سے تحقیق کرنے آئی ہے تو اس نے اپنے کمرے میں ملبوس نوجوان کو مخاطب کیا جو باڈی گارڈ کی طرح اس کے ساتھ موجود تھا اس کے حکم پر سر جھکا کر پلٹ گیا۔ حورعین پاپا اور چوہدری شجاعت کی تقلید میں ان کی ہمراہی میں چلتی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

حورعین ریگستان پر فیچر لکھ رہی تھی اسی سلسلے میں ریسرچ کرنے یہاں آئی تھی۔ اس کی عادت تھی ہر کام کو پوری ایمان داری سے انجام دینے کی اور اس فیچر کی پہلی شرط ریسرچ تھی۔

وہ حویلی کی خوب صورتی میں گم تھی وسیع و عریض اس حویلی میں زندگی کی تمام سہولیات موجود تھیں۔ سفید ماربل کے جگمگاتے فرش آف وائٹ پینٹ سے چمکتی دیواروں پر بڑی بڑی خوش نما سینریاں آویزاں تھیں۔ وال ٹو وال کارپٹ اور ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی شوپیس۔ پاپا متاثر تھے تو حورعین کو جیسے کیوں چپ سی لگ گئی تھی۔ اس کا حساس دل اس درجہ تضاد پر غبار اور گھٹن سے بھرنے لگا تھا۔ یہاں کے عام باسیوں کی زندگی جس قدر کٹھن اور دشوار تھی یہاں کے دو دن کے قیام کے دوران ہی وہ جان چکی تھی۔ عورتوں کو ضرورت کے لیے پانی بھرنے کوسوں پیدل چلنا پڑتا تھا۔ تپتے سورج کے نیچے پانی سے بھرے ہوئے ریت سے زرد گھڑے اٹھا کر میلوں کا سفر طے کرنا آسان نہیں تھا۔ اسے اسی موضوع کو یہاں کی مشکلات کو جاگر کرکے ان محنت کش لوگوں کی کے لیے حکومت سے اپیل کرنی تھی اور چونکہ پاپا اس کی ناگواری کی اصل وجہ سمجھ سکتے تھے جبھی انہوں نے اس کی برین واشنگ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"تمہیں جو بھی لکھنا ہے حورعین! اس میں شجاعت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہونا چاہیے۔"

"ان کی حویلی کا تو ہوسکتا ہے نا" ان بے تحاشا سہولیات کا تھی؟" اس کا لہجہ سوالیہ ہی نہیں تاسف سے پُر تھا۔

"تم میری دوستی خراب کروگی بیٹے ان چار سالوں تو ہمارے ساتھ اچھے ہیں نا۔" پاپا کے قائل کرنے والے انداز پر اس کی آنکھوں میں شکایت اتر آئی تھی۔

"بات دوستی کی نہیں ہے پاپا! یہاں سب لوگ ان سے اس حسن سلوک کے اصل مستحق ہیں مگر۔۔۔" وہ سخت اشتعال میں بولی۔

"مجھے لگتا ہے میں نے تمہیں یہاں لاکر غلطی کی۔" پاپا نے برہمی سے کہا۔ حورعین نے یک دم ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ اس سے قبل کہ دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا سرخ لاچے اور پیلی قمیص میں ملبوس وہی زوار نامی ملازم کھانا لگنے کی اطلاع لے کر آیا۔ پاپا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا گویا اس کا ارادہ جاننا چاہا۔

"آپ بے فکر رہیں پاپا! میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی لیکن پلیز مجھے اپنا کام تو کرنے دیں۔" وہ یک دم الجھی ہوئی تو پاپا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حورعین نے گہرا سانس بھرا کاندھے جھٹک کر خود بھی اٹھ گئی تب ہی اس کی نگاہ زوار پر پڑی۔ سرمہ زدہ مگر بڑی بڑی آنکھوں میں دلچسپی اور شوق کے ساتھ اشتیاق کا اک جہان آباد کیے وہ پوری جان سے گویا اسی کی سمت متوجہ تھا۔ محویت کا یہ عالم کہ اس کے کھنکارنے پر بھی نہیں چونکا۔ حورعین سر جھٹک کر مسکراتی آگے بڑھ گئی۔

❁ ❁ ❁

"آپ کو ایک بات بولوں بی بی سین! اچ میں آپ بہت خوب صورت ہو۔"

تیسرے دن پاپا اس کے اصرار پر اسے وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے اس کے بعد وہ اکثر زوار کے ساتھ حویلی سے نکل جاتی۔ علاقے کی عورتوں سے ملنے ان کے مسائل جاننے کے علاوہ بھی تصویریں بنانے کے ارادے سے۔ زوار اس کے نرم خو انداز اور مزاج کی نرمی کی بدولت اس سے اچھا خاصا بے تکلف ہوگیا تھا شاید جبھی اپنے دل میں آنے والی بات کو سادگی اور معصومیت سے اس کے سامنے بولی جو اس کی طبیعت اور مزاج کا حصہ تھی۔ اس کے ہمراہ چلتی حورعین کے قدم تھم گئے۔ یہ چٹیل میدان تھا تا حد نگاہ آبادی کے آثار نہیں تھے۔ سورج کی تیز روشنی ریت کے چمکیلے ذروں سے منعکس ہوکر نگاہوں کو چندھیا رہی تھی۔ سنسنی سے چلتی ہوا اپنے ساتھ ریت کے لاتعداد ذرات اٹھا کر لاتی اور اس کے بالوں اور چہرے سے ٹکرا کر بکھیر دیتی۔ اس نے گردن موڑ کر زوار کو دیکھا اس کے چہرے پر ازلی سادگی اور بھولپن تھا۔ وہ مسکرادی۔

"خوب صورت تو تم بھی بہت ہو زوار! لیکن تم اس خوب صورتی سے آگاہ نہیں ہو۔ یہ بتاؤ چاچا شجاعت کے ملازم نہ ہوتے تو کیا ہوتے تم؟"

"کچھ نہ ہوتا جی! ملازم کے سوا۔ ہمارا خاندان تو پشتوں سے جاگیرداروں کی چاکری کرتا آرہا ہے۔ میں کیسے نہ کرتا۔" حورعین کو اسی پل وہ بے حد اداس اور پژمردہ سا لگا۔ حورعین نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"اگر تمہیں اس غلامی سے نجات مل جائے زوار! کیسا لگے گا تمہیں؟"

"ایسا ممکن ہی نہیں ہے بی بی سین!" اس کا لہجہ دو ٹوک تھا۔ حورعین نے کوئی جواب نہیں دیا بس وہ خاموش تھی مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے کا ٹھان چکی ہے۔

❁ ❁ ❁

"بابا سائیں نے مجھے بتایا تو تھا آپ کے متعلق مگر میں ہرگز نہیں جانتا تھا ان کا انتخاب اس قدر اعلیٰ بھی ہوسکتا ہے۔"

یاور اس کے سامنے بیٹھا بے حد پُر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ اس سے مخاطب تھا مگر اس کی آخری بات نے حورعین کو پریشان کردیا تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی آئی ایم سوری۔" اس کے جواب پر یاور کے ہونٹوں کی تراش میں معنی خیز مسکان ترآئی تھی۔

"بے فکر رہیں بہت جلد یہ بات آپ پر واضح ہوجائے گی۔" اس نے کاندھے جھٹکے اور آگے بڑھ کر ایک کمرے میں گھس گیا۔ حورعین الجھی نظروں سے سنسان راہ داری کو دیکھ رہی تھی جب زوار کی آمد نے اسے چونکا دیا تھا۔

"اب چلیں بی بی سین! آپ نے کہا تھا نا میری اماں سے ملیں گی۔" وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں یاد آگیا زوار! چلو چلتے ہیں۔" گہرا سانس بھرتی وہ سر جھٹک کر زوار کے ساتھ چل دی۔ زوار کی والدہ سے ملنے کی وجہ کوئی خاص نہیں تھی۔ اسے علاقے کی دیگر خواتین سے اتنی انکساری اور محبت سے ملتے دیکھ کر زوار نے خود ہی اس سے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ جس پر بغیر کسی پس و پیش کے حورعین نے ہامی بھر لی تھی بھلا حرج بھی کیا تھا اس کام میں۔

"کہاں جارہی ہیں حور؟" زوار کے ہمراہ وہ راہ داری عبور بھی نہ کرپائی تھی کہ اس نے یاور کی آواز سن کر گردن موڑی اگلے لمحے وہ اس کے مقابل تھا۔

"میں زوار کے گھر جارہی ہوں اس کی والدہ سے ملنے۔" حورعین کے اطمینان سے دیئے جواب نے یاور کو ششدر کردیا۔

"اس نوکر کی ماں سے اگر کوئی کام ہے تو اسے یہیں بلوالیا ہوتا آپ کو یہ زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ بولا تو اس کی حیرت کی جگہ ناگواری اور تنفر لے چکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ زوار پر برس رہا تھا۔

"تمہیں عقل بھی ہے کچھ انہیں کچھ کام تھا بھی تو اپنی ماں کو یہاں لے آتے نہ کہ منہ اٹھا کر۔۔۔"

"ایکسکیوزمی مسٹر یاور! سب سے پہلے تو یہ نوٹ کرلیں کہ میرا نام حورعین ہے نا کہ حور۔ مجھے یہ بے تکلفی ہرگز پسند نہیں اور دوسری اہم بات یہ کہ میں زوار کی والدہ سے ملنے اپنی مرضی سے جارہی ہوں اوکے۔

یہ ملازم ضرور ہوگا آپ کا، زر خرید نہیں ہے جو آپ اس کی عزتِ نفس کا بھی خیال نہ رکھیں۔ چلو زوار ہم چلتے ہیں۔" ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولتی ہوئی وہ یاور کی طبیعت اچھی طرح صاف کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔ یاور کے چہرے کے بدلتے رنگ اس کے مشتعل اور غیر یقینی کی کیفیت کو ظاہر کر رہے تھے۔

❀ ... ❀ ... ❀

اس کی آمد کی طرح اس کی روانگی بھی اچانک اور غیر متوقع ثابت ہوئی جس نے شجاعت چوہدری کے ساتھ ساتھ یاور کو بھی بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

"آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہے تو میں معافی مانگ لیتا ہوں آپ سے حورعین! لیکن اس طرح خفا ہو کر تو مت جائیے۔" وہ اس کے پاس آ کر بے حد عاجزی سے گویا ہوا تو حورعین جو جھک کر اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی زپ کھینچ کر جھٹکے سے بند کر کے یک دم سیدھی ہو گئی۔

"ڈونٹ وری ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ دھیما ہونے کے باوجود عجیب سی کاٹ لیے ہوئے تھے۔

"لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے؟" وہ خفا ہوا تو حورعین کی آنکھوں میں سرد پن سمٹ آیا۔

"آپ کو غلط لگ رہا ہے کوئی اہمیت مت دیں۔" اس کی نظروں کی طرح اس کا لہجہ بھی سرد تھا۔ یاور جیسے خود پر جبر کرتے ہارنے لگا۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے اس کے باپ نے اس کے لیے پسند کیا تھا۔ وہ تھی بھی اس قابل مگر اس کی اکڑ اور طنطنہ کا مخراب کر گیا تھا۔

"راستے سے ہٹیں مجھے جانا ہے۔" حورعین کے نخوت سے کہنے پر یاور ہونٹ بھینچے وہاں سے نکل گیا۔

حورعین شجاعت چوہدری کے پاس مردانے میں آئی تو دونوں باپ بیٹے کو کسی بات پر بحث میں مصروف پایا تھا۔ یاور جھنجلایا ہوا اور کسی قدر مشتعل نظر آتا تھا جب کہ شجاعت چوہدری پرسکون تھے۔ اسے دیکھ کر بے حد خوش دلی سے مخاطب کیا تھا۔

"او پتر آؤ۔ میں تو چاہتا تھا میری دھی کچھ دن رکے یہاں مگر"

"بہت شکریہ چاچا سائیں! کام ختم ہو گیا ہے بس مجھے جانا ہے۔"

"پتر! یہ کچھ تحائف ہیں یہ ساتھ جائیں گے تمہارے۔" شجاعت حسین کے بڑھتے تھیلوں سے جھانکتے بے حد قیمتی تحائف کے ساتھ انہیں دیکھ کر وہ یک دم سنجیدہ ہوئی تھی۔

"ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے چاچا سائیں! بہت شکریہ۔"

"کیوں ضرورت نہیں ہے پتر! تو دھی ہے ہماری خالی ہاتھ کیسے جانے دیں۔ زوار تمہیں چھوڑنے جا رہا ہے بھروسے کا آدمی ہے ہمارا۔"

"چاچا سائیں اگر آپ مجھے تحفہ دینا ضروری سمجھتے ہیں تو کیا میں اپنی پسند کے مطابق فرمائش کر سکتی ہوں؟" اس نے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا شجاعت چوہدری اس قدر نہال ہوئے کہ واری صدقے ہونے کو تیار ہو گئے۔

"خوش بختی ہے ہماری پتر! سب کچھ تمہارا ہے چاچا کی جان۔ جو چاہو لے لو فرمائش کی کیا ضرورت۔" وہ ہنستے ہوئے بولے تو حورعین نے ایک نظر سنجیدہ نظر آتے یاور کو دیکھ کر گلا کھنکارا۔

"میں زوار کو بطور ہیلپر ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ آپ کے پاس ملازموں کی کمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آپ کو اس کی غیر موجودگی سے ہرگز کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" عجیب فرمائش ہوئی تھی جس نے پہلے تو شجاعت چوہدری کو ہونق کیا پھر وہ کاندھے جھٹک کر ہنسنے لگے تھے۔

"او پتر جی! یہ اک زوار کیا ایسے لاکھوں ملازم نثار ہیں تم پر لے جاؤ اسے یہاں واقعی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ اسی طرح بے پروا انداز میں ہنس ہنس کر کہہ رہے تھے۔ حورعین یک دم ریلیکس ہوئی اور اک جتاتی ہوئی نگاہ یاور پر ڈالی جو بے حد جز بز نظر آ رہا تھا۔ اس روز جس

ندازمیں اس نے زوار کو ان کے ساتھ جانے سے روکا
ور سے جھڑک دیا یہ الگ بات کہ اس وقت وہ چپ ہو گئی تھی مگر
ورعین کے سامنے سے گزرتے یاور نے اپنی شہ ملنے پر
دم ہوتے اسے آئندہ سے تنبیہ کی وہ حورعین کو یہ
قدم اٹھانے پر مجبور کر گئی تھی۔ اس نے تب ہی سوچ لیا تھا
کہ یاور کو نیچا دکھائے گی جیسے یہ تو تب نہیں سوچا تھا مگر
یہاں اس مقام پر اس کے ذہن میں آنے والی اس
ترکیب نے گویا یک دم اسے فاتح قرار دے دیا تھا۔

"بہت شکریہ چاچا سائیں! آپ کا یہ احسان ہمیشہ
یاد رہے گا۔"

یاور کے تلملاتے چہرے سے جتلاتی نظریں ہٹا کر
اس نے بے حد ممنونیت سے شجاعت چوہدری سے کہا تو
انہوں نے اس کا سر تھپک کر الوداعی کلمات ادا کر دیے تھے۔

"آپ کو ضرورت کیا تھی بابا سائیں بنا پوچھے مشورہ
کیے یہ اتنا بڑا قدم اٹھانے کی۔" حورعین نے دروازے
سے نکلتے ہوئے یاور کی جھنجلاہٹ زدہ آواز سنی تھی اور طنزیہ
سی مسکان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس کا مقصد پورا
ہو چکا تھا اب اسے ان کے معاملات سے ہرگز کوئی
دلچسپی نہیں تھی۔

❁ ❁ ❁

"تمہیں یقین نہیں آ رہا نا؟" حورعین نے اس کی
حیرت کے باعث کچھ اور کھل جانے والی خوب صورت
سی آنکھوں میں شرارت زدہ انداز میں جھانکا اور پھر
کھلکھلا کر ہنس دی۔

"کیسے یقین آ سکتا ہے یہ تو ناممکن ہے؟" وہ منہ ہی
منہ میں بڑبڑایا تھا۔

"اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے زوار! بات
بڑی حوصلے اور ہمت کی ہوتی ہے۔ بزدلوں کو یہ دنیا
جینے نہیں دیتی یاد رکھنا۔" اس کا انداز صرف شوخ نہیں تھا
سنجیدہ بھی تھا۔

"مجھے تم یہ بتاؤ تم آخر اس موٹے کو کس لیے لے کر
آئی ہو عجیب لڑکی ہو تم حور۔" مما غصے میں زور سے بولتی
ہوئی کمرے میں آ گئی تھیں۔ حورعین نے ایک خائف نگاہ
زوار پر ڈالی پھر انہیں دیکھا۔

"آہستہ چلائیں بات کرتے ہیں مما۔" وہ ان کے تیز
سامان تاثرات سے خائف نہیں، بازو سے پکڑ کر عجلت
بھرے انداز میں باہر لے آئی۔

"زوار سے آپ کو کیا پرابلم ہے مما؟" اس
کے پرسکون انداز میں کیے گئے سوال نے مما
کا دماغ گھما ڈالا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو حورعین! ایک اسکینڈل بن
جائے گا سمجھتی کیوں نہیں ہو تم؟" وہ بے حد خفا نظر
آ رہی تھیں۔

"شجاعت چوہدری کے بیٹے یاور کا پرپوزل آیا ہے
تمہارے لیے۔ میں ہاں کر رہی ہوں بس لڑکا خوب
صورت ہے باحیثیت لوگ ہیں پسند ہیں ہمیں۔"

"لیکن مجھے نہیں پسند مما! آپ صاف انکار کر دیں
مجھے وہاں شادی نہیں کرنی۔" حورعین کے بلند لہجے میں
جتنی ناگواری اور تلخی در آئی تھی اس نے مما کو ٹھٹک جانے
پر مجبور کر دیا تھا۔

"وہاں نہیں کرنی تو پھر کہاں کرنی ہے؟ اس واہیات
آدمی سے جسے تم اپنی غلامی سے نکال لائی ہو؟" وہ
سخت برفروختہ ہو گئی تھیں۔ حورعین کا چہرہ ان کے ہتک
آمیز انداز پر یک دم سرخ پڑ گیا۔

"دس از ٹو مچ مما! پلیز خاموش ہو جائیں؟" وہ جیسے
چیخی تھی مما نے طنزیہ ہنکارا بھرا۔

"اگر ایسی بات نہیں ہے تو اسے پہلی فرصت میں
واپس بھیجو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے شادی کرو اس دو ٹکے کے فضول
انسان سے۔" مما نے حقارت بھرے انداز میں کہا اور
ایک جھٹکے سے پلٹ کر وہاں سے چلی گئیں۔ حورعین
نے ان کے پیچھے جانا چاہا تھا مگر اس کے قدم گویا زمین
نے جکڑ لیے تھے، بیڈ پر زوار متفکر چہرے کے ساتھ

کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"کیا بات ہے زوار! اس قدر خاموش کیوں ہو؟"
حورعین نے اسے بغور دیکھا اور سوال کیا جو اس کے دل
میں [illegible] بن کر چبھ رہا تھا۔

"آپ مجھے ان سوالوں کے جواب دے سکتی ہیں
حورعین بی بی! جو آپ سے صرف آپ کی ماں نے نہیں
کیے آپ سے ہر کوئی کرے گا۔" زوار کی سنجیدگی بے
حد گمبیرتا لیے ہوئے تھی۔ حورعین نے ٹھنڈا سانس لیا۔

"مجھے اندازہ ہے تم دکھی ہوئے ہو زوار مگر"

"حورعین بی بی! میرے احساسات کی پروا کرنا
چھوڑ دیں۔ غلاموں کے احساسات کی فکر کرنے کی اتنی
خاص ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ بڑی مہربانی ہو گی اگر
مجھے جواب دے دیں ورنہ مجبور کرنے کی مجال کہاں۔" وہ
شرمندہ لگ رہا تھا، حورعین جیسے بے بس نظر آنے لگی۔

"ایک بات ہوتی ہے انا کی تسکین کی اور ایک معاملہ
ہوتا ہے محبت کا۔ دونوں معاملے انسان سے کچھ بھی انوکھا
کروا سکتے ہیں۔ دوسرے کا تذکرہ ہی زیر بحث ہے، میں
ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جانتا ہوں کہ آپ نے محض
یاور سائیں کو نیچا دکھانے کی غرض سے مجھے وہاں سے
نکالا مگر ان سے شادی سے انکار کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ وہ ہر
لحاظ سے آپ کے قابل ہیں۔"

"یہ تم سمجھتے ہو زوار! مجھے ایسا نہیں لگتا۔" حورعین
اب بے حد سنجیدہ تھی

"آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟" زوار کی نگاہوں
میں الجھن تیرنے لگی۔

"شاید وہ جذبہ اس سے بھی آگے چلا گیا ہے۔"
حورعین کے لہجے میں جیسے [illegible] اتر آیا۔

"پتا ہے کیا؟ آپ مجھ سے شادی کریں بس
سے۔" زوار کی آواز نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"سب کچھ حسب منشا ہو جائے ضروری تو نہیں ہے
زوار! آؤ تمہیں مارکیٹ لے چلوں میرا خیال ہے تمہیں
کپڑوں کی ضرورت ہے۔" پھر اس کی ہچکچاہٹ کو خاطر
میں لائے بغیر وہ اسے شاپنگ سینٹر میں لے آئی تھی۔

"تم اس لباس میں بہت منفرد اور شاندار لگ رہے ہو
زوار!" اس کے لیے دھڑا دھڑ شاپنگ کرتی وہ بار بار
کہتی اور زوار عجیب سے احساسات کا شکار ہو جاتا۔

"آپ یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہیں بی بی صاحبہ!
مجھے کم از کم پتا تو دیں؟" جس لمحے وہ زبردستی اسے پینٹ
شرٹ پہننے پر مجبور کر رہی تھی وہ سخت عاجز ہو کر پوچھنے
لگا۔

"اس سوال کے جواب کو پھر کسی وقت کے لیے اٹھا
کر رکھ لو زوار!" اس نے اسے کپڑوں سمیت واش روم
میں دھکیل دیا تھا۔

"پہچانو خود کو کہاں گیا وہ پرانا والا زوار! اگر ڈھونڈ
کے لے آؤ تو مان لوں تمہیں۔" ٹائی کی گرہ لگاتے
ہوئے وہ یک دم سر اٹھا کر شوخی سے بولی تو زوار نے اس
کے ہاتھ اپنے مضبوط آہنی ہاتھوں میں لے لیے تھے۔

"جو میں سمجھ رہا ہوں حورعین بی بی! وہ اتنا غیر یقینی
میں مبتلا کر دینے والا خیال ہے کہ حد نہیں۔ آپ بتائیں
حقیقت کیا ہے؟" حورعین نے دیکھا وہ صرف مضطرب
نہیں تھا بلکہ وحشت اس کی آنکھوں میں سرسرا رہی تھی۔

"تم بتاؤ کیا سمجھے تم نے؟" حورعین نے خود کو لاکھ
لاتعلق اور بے نیاز ظاہر کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ زوار کی
آنکھیں یک دم دہک کر رہ گئیں۔ اس نے ہونٹ بھینچے
اور رخ موڑ لیا۔

"ایک غلام کو یہ زیبا نہیں دیتا حورعین بی بی!"

"یہ کیا ہر وقت فضول باتیں کرتے ہو۔" حورعین گویا
تپ گئی تھی۔

"اس میں ہرگز بھی کوئی شک نہیں ہے بی بی صاحبہ!
مالکن کا اچھا سلوک ملازم کو اس درجے پر تو نہیں لے
آتا۔" اس کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا، حورعین کا دل جیسے
پاتال میں جا گرا۔

"شجاعت سائیں کی غلامی سے نکال کر بھی

اذیت میں لیتے تم از کم تب تو سوچا ہوتا اس غلامی میں میرا دم پہلے سے زیادہ شدت سے گھٹ سکتا ہے۔ وہاں صرف غلامی تھی یہاں جذبوں کی آنچ اتنی تیز ہے کہ میرا روم روم جلن کے کرب سے دوچار ہے۔ بے بسی کی انتہا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ میں اس اذیت سے چھٹکارا بھی نہیں پا سکتا۔" وہ جیسے اپنے آپ میں نہیں رہا تھا' سرخ چہرہ اور دہکتی ہوئی آنکھیں اس کی اذیت و وحشت کی گواہی دے رہی تھیں۔ حورعین اسے سکون سے دیکھتی رہی۔

"مجھ سے محبت کرتے ہو زوار! صرف سچ سننا چاہتی ہوں؟" سینے پر بازو لپیٹے وہ کس درجہ اطمینان سے سوال کر رہی تھی جب کہ وہ جیسے برزخ میں جا پڑا تھا۔ لب بستہ' لاچار اور مضمحل' حورعین کی نظروں میں ہنوز سوال تھا۔

"کیا کریں گی کسی بے بس انسان کی مزید بے بسی کے متعلق جان کر۔" وہ جیسے خود اپنا مضحکہ اڑا کر ہنسا۔

"تمہیں یاد ہے زوار! اک بار تم نے میری تعریف کی تھی' جواب میں میں نے تمہیں بتایا تھا تم کتنے خوب صورت ہو' میں بہت حسن پرست واقع ہوئی ہوں اور تمہارے بے مثال حسن نے مجھے پہلی نگاہ میں ہی اسیر کر لیا تھا۔ عشق مرتبے اور درجات نہیں دیکھا کرتا' تم کیا سمجھتے ہو میں نے صرف پاور کو نیچا دکھانے یا اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر تمہیں اس غلامی سے نجات دلائی تھی؟ میں اتنی اچھی کبھی نہیں تھی زوار! میں اپنی خواہش کو قربان کرنے کا تصور بھی نہیں رکھتی۔ تم میری شدید ترین خواہش تھے مگر میں تمہارے منہ سے اظہار کی خواہش مند تھی' شکریہ اس پیشکش کے لیے۔" کارنش بجاتے ہوئے وہ کھنک دار ہنسی ہنس دی۔ اس انکشاف نے صرف زوار کو ہی ساکت نہیں کیا اس سمت آتے پاپا بھی سناٹے کی زد پر آ گئے تھے۔

❁ ❁ ❁

"میرا خیال ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے

حورعین اور کچھ نہیں۔" مما نے غم و غصے سے کانپتے ہوئے قہر بار نظروں سے اسے دیکھا مگر مجال ہے وہ ذرا بھی نروس ہوئی ہو۔

"آپ پہلی فرصت میں اس گھٹیا آدمی کو تو دھکے دے کر باہر نکالیں نا۔" انہوں نے اس کے ساتھ ہونٹ بھینچے پاپا کو دیکھ کر غصے میں کہا وہ محض نہیں دیکھ کر رہ گئے۔

"سن لیں مما! اگر زوار کے ساتھ برا برتاؤ ہوا تو یہاں سے صرف وہ نہیں جائے گا میں بھی جاؤں گی۔ مجھے حیرت نہیں دکھ ہے مما! میری زندگی کا ہر فیصلہ مجھے کرنے کا اختیار دے کر اس مقام پر آپ مجھ سے یہ حق کیسے چھین سکتی ہیں؟" وہ غصے میں اونچی آواز سے بولنے لگی تھی۔

"کوئی تک بھی ہو' کوئی عقل کی بات بھی ہو' ہم لوگوں کا کیسے سامنا کریں گے اندازہ ہے تمہیں۔" ممی کا بس نہیں چل رہا تھا اسے شوٹ کر دیں۔

"آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ لوگوں کی پروا ہے؟" اس نے حیرانی سے باری باری ماں باپ کو دیکھا۔

"ہاں ہے کیونکہ ہمیں انہی لوگوں کے بیچ رہنا ہے۔" مما نے دوٹوک جواب دیا تو اسے بھی غصہ آ گیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آپ لوگوں کو رکھ لیں اور مجھے چھوڑ دیں۔" وہ اس پل بے حد سفاک ہو گئی تھی' مما کا رنگ یک دم پھیکا پڑ گیا تھا مگر پاپا کا سکتہ جیسے ٹوٹ گیا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو حورعین! ہم کو تمہیں چھوڑ ہی دینا چاہیے' بے فکر رہو ویسا ہی ہو گا جو تم چاہتی ہو مگر اس کے بعد تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔" انہوں نے فیصلہ سنا کر گویا اسے پرکھنا چاہا تھا مگر انہیں مایوسی ہوئی وہ اسی اطمینان سے بیٹھی رہی جیسے گویا اسے کوئی فرق نہیں پڑا ہو۔

❁ ❁ ❁

یہ اس کا خام خیال تھا ایسے فیصلوں سے فرق تو پڑتا ہے' نکاح کے بعد وہ تن پر موجود لباس کے علاوہ دہل

سے جیسے رخصت ہوئی تھی جیسے ماں باپ دونوں کو نسو سے نہ تھی۔ بات صرف نادانی کی نہیں تھی سے خود پر گہرا بہت زخم تھا مگر یہ زخم زیادہ عرصہ برقرار نہیں رہ سکا تھا ان کا پہلا اختلاف تب ہوا جب زوار نے اسے ملازمت کی اجازت نہیں دی تھی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے زوار! تم جانتے ہو حالات کو' گزر بسر کی ضروریات"

"مجھ پر بھروسہ کیا ہے اور مجھے کچھ سمجھا ہے تو پھر اعتبار بھی کرو حورعین! میری غیرت کو بہر حال یہ گوارا نہیں کہ تم ویگنوں اور بسوں کے دھکے کھاتی غیر مردوں کی چاکری کرتی پھرو' وہ بھی دو وقت کی روٹی کی خاطر۔ ہاتھ پیر سلامت ہیں میرے' کھلا سکتا ہوں دو وقت کی روٹی تمہیں۔"

حورعین کو خاموش ہونا پڑا تھا' کچھ بول کر وہ جھگڑا کرنا اور اسے دکھی کرنا نہیں چاہتی تھی ورنہ حقیقت یہ تھی کہ مسائل کا انبار حد سے سوا تھا۔ بات صرف دو وقت کی روٹی کی نہیں تھی' سر چھپانے کی جگہ سے لے کر بجلی گیس اور پانی تک کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت تھی اور زوار شہر کی زندگی کے تقاضوں سے نابلد تھا۔ یہاں رہنا اس کے لیے ہرگز آسان نہیں تھا اس بحث کے تیسرے دن زوار کو اپنی ماں کی بیماری کی خبر ملی تھی وہ بہت عجلت میں سے بے گھر واپسی کے راستوں کا مسافر بن گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

والدہ کی بیماری نے اسے کچھ اس طور الجھایا تھا کہ زوار کو پلٹ کر جانا جیسے بھولنے لگا۔ حورعین حالات کے سازگار ہونے کی منتظر یہ مشکل وقت کاٹتی رہی۔ کرتی بھی تو کیا' کشتیاں تو اس نے خود جلائی تھیں' ایک ماہ کے اندر حورعین کو نا چاہتے ہوئے بھی وہاں کے ماحول کو اپنانا پڑا تھا کہ اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ کتنے دن تو اس کی ہمسائی نے اس کا بوجھ بانٹے رکھا تھا۔ کھانا بنانا ہوتا یا پانی بھرنا' اپنے کا کٹھن کام وہ اپنی خدمات اس کے لیے

پیش کر دیتی کہ حورعین ان کاموں سے انجان و نابلد ہی نہیں اپنی طرحداری و نزاکت کی بنا پر بھی اس کے لیے خاص تھی مگر کب تک' ہمسائی کے بچے چھوٹے تھے اور ذمہ داری کا بوجھ بہت زیادہ۔ جس دن حورعین کی تمام تر ممنونیت کے باوجود اس نے آئندہ کے لیے معذرت کے ساتھ کام سے ہاتھ اٹھایا اسی روز حورعین نے پوری سنجیدگی سے اس معاملے کو لیتے ہوئے زوار سے بات کی تھی مگر وہ تو جیسے سنتے ہی آپے سے اکھڑنے لگا تھا۔

"کیا مطلب ہے ایسا کب تک چلے گا' تم جانتی تھیں ہمارا طرز زندگی یہی تھا' پھر یہ فیصلہ بھی تمہارا اپنا تھا۔" زوار کے تیور اور بدلی ہوئی نظروں کا انداز حورعین کو خوف زدہ کرنے لگا۔

"مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم شہر چھوڑ کر واپس پھر یہیں آ بسو گے۔" وہ جیسے روہانسی ہونے لگی۔

"کوئی اپنی بنیاد سے الگ نہیں رہ سکتا سمجھیں تم' پھر میری ماں بیمار ہے یہاں۔"

"یہی تو میں کہنا چاہ رہی ہوں زوار! ہم اماں کو شہر لے چلتے ہیں وہاں ان کا بہتر علاج ممکن ہے۔" اپنے طور پر تو اس نے بہتر صلاح ہی دی تھی مگر زوار الٹا اس کے گلے پڑ گیا تھا۔

"اس بہانے تم مجھے ایک بار پھر خوار کرنے شہر لے جانا چاہتی ہو۔ حورعین بیگم تو یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو' سمجھیں۔" وہ آنکھیں نکال کر غرایا اور حورعین سن رہ گئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے اب تم کبھی واپس شہر نہیں جاؤ گے۔" اسے لگا زمین اس کے قدموں سے کھسک رہی ہو۔

"بالکل ٹھیک سمجھی ہو' اب صرف میں نہیں تم بھی واپس نہیں جاؤ گی۔" اس نے تنفر سے کہا اور حورعین اسی خوف زدہ انداز میں گردن کو نفی میں جنبش دینے لگی تھی۔

"نہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی۔" اتنی سی بات کہتے وہ جیسے رو پڑی تھی۔ ان چند دنوں میں وہ کیا سے کیا ہو گئی

تھی۔ اسے کوئی دیکھتا تو شاید آسانی سے پہچان بھی نہ پاتا۔ عمر بھر یہاں رہ جانے کا خوف بھی سوہان روح تھا۔ وہ آسائشات کی عادی تھی یہ زندگی بلاشبہ بہت کٹھن تھی۔

"ہاں تمہارے بارے میں سب کا یہی خیال ہے کہ تم یہاں نہیں رہ پاؤ گی۔ شہر کی پڑھی لکھی فیشن ایبل مغرور لڑکی جذبات میں آ کر گاؤں کے لڑکے سے شادی کر بھی لے تو اس شادی کو نبھانا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی' میں بھی تمہاری واپسی کا منتظر رہوں گا۔" کتنی آسانی سے اس نے حورعین کی ذات کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے تھے۔ یہ وہ سادہ اور پرخلوص معصوم سا زوار تو کہیں سے بھی نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی جس سے اس نے محبت کی تھی جس کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔ وہ اس پر کیسا الزام لگا گیا تھا۔ وہ بے دم سی نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

❁ ❁ ❁
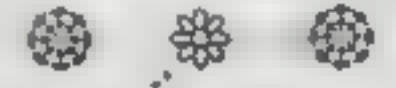
کچھ فیصلے انا اور عزت نفس کے ساتھ کردار کی حفاظت کی خاطر بھی کیے جاتے ہیں پھر وہ چاہے دل و جان کا روگ ہی کیوں نہ ثابت ہو جائیں۔ ان پر قائم رہنا مجبوری بن جایا کرتا ہے' حورعین نے بھی اپنی سابقہ حیثیت اور مرتبے کو بھلا دیا۔ اسے یاد رہ گیا تو بس زوار کے وہ آخری الفاظ جنہوں نے برچھی بن کر اس کے وجود کو چیر ڈالا تھا۔ پھر ہر گزرتا دن یکسر تبدیل ہو گیا' ایک وقت وہ بھی آیا تھا جب اس میں اور وہاں کی دوسری عورتوں کے بیچ ذرہ برابر بھی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ خدا کی تخلیقات میں سے انسان سب سے حیرت انگیز تخلیق ہے۔ اس میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے۔ عظمت کی معراج کو چھونے والے بھی انسان ہی کہلائے جنہوں نے معصومیت و پاکیزگی میں فرشتوں کو بھی مات دی اور ذلت کی پستیوں سے گر کر ابلیس کو شرمندہ کرنے والے بھی انسان ہی تھے۔ یہ انسان اپنی جبلت میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے جاتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی قسمت سمجھ میں آنے لگتی ہے بلاشبہ وہ مالک کائنات کی شان ہے کہ اس نے ہر انسان کو الگ فطرت پہ پیدا کر کے اپنے کمال کا یہ ادنیٰ سا نمونہ پیش کیا ہے۔

وہ ایک بہت گرم دن تھا تیز چلتی ہوئی لو سے بدن موم کے مجسمے کی مانند پگھل کر بہہ جانے کو تیار تھا۔ تھل کے ریگستانوں میں چلنے والی ہوا اپنے مخصوص انداز میں ریت اڑا رہی تھی اور وہ سر پہ پانی سے بھرا گھڑا رکھے گھر کو رواں تھی جب دھول اڑاتی سڑک سے آتی اچانک ایک شاندار پجارو نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اس کی حیرت بھری نگاہ اٹھی تو جیسے اس چمکتے دن میں بھی بینائی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ زوار اے سی والی گاڑی کی سیٹ پر براجمان طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتا اس کے روبرو تھا۔

"آؤ میں چھوڑ دوں تمہیں' ویسے حیرت ہے تم تو پہچانی بھی نہیں جا رہیں۔" اس کی مسکراہٹ میں کمینگی کا رنگ چھلکتا تھا۔ حورعین نے کترا کر گزرنا چاہا تو وہ اپنی جنت سے نکل کر اس تپتے صحرا میں اس کا پیچھا اور دل جلانے کو پیچھے آیا تھا۔

"کتنا برا کیا تم نے اپنے ساتھ حورعین! وہ تمہارے قابل ہی نہیں تھا' ہیرا چھوڑ کر تم نے پتھر کو چن لیا۔"

"میں تمہیں نہیں جانتی' کون ہو؟ خدا کے لیے میرا راستہ چھوڑ دو۔" وہ بولی تو حلق میں اترتے آنسوؤں نے اس کی آواز کو بھی نمناک کر ڈالا تھا اور اس کے ہونٹوں پہ تمسخرانہ مسکان گہری ہو گئی البتہ مزید اس کا ضبط نہیں آزمایا اور اسے جانے دیا مگر گھر آ کر بھی وہ بہت دیر تک اس ذلت کے احساس سمیت گھٹ گھٹ کے روتی رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

اس کے ہاں پہلے بچے کی ولادت ہوئی تو سب سے زیادہ خوش زوار ہی نظر آیا تھا۔

"میں اس کا نام من ٹھار رکھوں گا حوراں! اچھا ہے نا؟" وہ کتنے اشتیاق سے سوال کر رہا تھا۔

"یہ کیسا نام ہے بھلا؟ کچھ اور رکھ لیں' مجھے نہیں پسند۔" اس نے احتجاج کیا بہت عرصے بعد وہ بھی زندگی کی طرف لوٹی تھی۔ زندگی جو اس کے لیے اب صرف جینے اور زندہ رہنے کا احساس بن کر رہ گئی تھی مگر اندر سے پھوٹنے والی ممتا کے جذبے نے پھر سے اس کا دل خوشی سے بھر دیا تھا۔ وہ بچے کا نام اپنی پسند سے رکھنا چاہتی تھی۔

"اس نام میں کیا برائی ہے؟ میرے نام سے ملتا جلتا ہے پھر یہاں ایسے ہی نام رکھے جاتے ہیں۔ پتا نہیں کب بھولو گی تم اپنے شہر کے نخرے اور رواج۔" زوار نے دھتکار کے رکھ دیا تھا وہ یک دم چپ ہو گئی ویسی ہی چپ جیسی یہاں زبردستی خود کو روک لینے کے بعد ہو کر رہ گئی تھی پھر اس کے بیٹے کا نام من ٹھار ہی تجویز ہوا اور وہ اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ حورعین آہستہ آہستہ روبصحت ہوئی تو زندگی کی مصروفیت نے پھر سے اس کا دامن تھام لیا مگر جینے کا حوصلہ ماند نہیں پڑا اور اس کی وجہ من ٹھار ہی تھا۔ اس کی قلقاریاں اس کے اندر خوشیوں کے پھول کھلائے رکھتیں۔ تمام تر کسمپرسی اور تشنگی کے باوجود وہ اس ننھی جان کی بدولت جیسے مالا مال تھی مگر اس کے صبر کی آزمائش صرف یہاں تک نہیں تھی اس کا حلقہ وسیع تھا بہت وسیع۔

من ٹھار چھ ماہ کا تھا جب موتی بخار میں مبتلا ہوا تھا' حکیم کی دوا سے اسے ایک ہفتہ تک فرق نہیں پڑا اور وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ کمزور ہوتا چلا گیا تو حورعین کی تشویش بڑھتی چلی گئی۔

"یہاں علاج کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں زوار! میرا خیال ہے ہمیں من ٹھار کو لے کر شہر کے اسپتال میں چیک اپ کے لیے جانا چاہیے۔" وہ اب بہت کم زوار سے کسی بات کا تقاضا کرتی تھی' من ٹھار کی حالت کو دیکھتے ہوئے رہ نہیں سکی۔

"علاج ہو رہا ہے نا یہاں' کیا ضرورت ہے وہاں خوار ہوتے پھرنے کی۔" وہ ہمیشہ کی طرح بے پروا اور بے نیاز تھا۔ حورعین بے چین ہو گئی۔

"یہاں حکیم جی تو مرض تشخیص نہیں کر پا رہے علاج کیا کریں گے۔ آپ پلیز"

"حورعین! تم جانتی ہو مجھے تمہارے سبق پڑھانے والی عادت زہر لگتی ہے۔ اس کے علاج کا بہانہ بنا کر شہر جانا چاہتی ہے' میں جیسے جانتا نہیں ہوں تمہیں۔ چپکی بیٹھی رہ... اونہہ علاج نہیں ہو رہا۔ ارے احمق عورت! شفا تو اللہ نے دینی ہے اور ہر جگہ پر اللہ تو وہی ہے نا۔" وہ بعد میں بھی کتنی دیر تک اسے سناتا رہا۔ حورعین میں تاب نہیں تھی مزید کچھ کہنے کی۔

وہ رات کا کون سا پہر تھا جب من ٹھار کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوئی اور اتنی بگڑ گئی کہ حکیم جی کے پاس لے جانے کی نوبت بھی نہیں آ سکی اور وہ حورعین کی گود اجاڑ کر مالک حقیقی سے جا ملا۔ پہلے تو حورعین کو یقین ہی نہ آیا اور جب یقین آیا تو اس صدمے کی زیادتی سے اسے سکتہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اماں اور زوار کے علاوہ گلی محلے کی عورتوں نے بھی اسے رلانے کی اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لی مگر وہ پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت ہی رہی تھی یہاں تک کہ من ٹھار کے معصوم وجود کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔ رات گئے زوار ویران چہرے کے ساتھ اندر آیا اسے چارپائی پر چت لیٹے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے چھت کو مسلسل گھورتے پا کر پائنتی کی جانب آ بیٹھا۔

"حورا! کچھ بول' کچھ تو کہہ۔ اپنا من ٹھار چلا گیا' مر گیا ہے وہ۔ میری جند اوئے غبار نکال لے اپنا حوراں" اسے جھنجوڑتا ہوا وہ خود اپنے اوپر ضبط کھو بیٹھا اور اس کے شانے سے سر ٹکائے بہت دیر تک سسکتا رہا مگر اس کے ساکت وجود میں زندگی کی کوئی تحریک پیدا نہ ہو سکی تھی۔ اس رات صحرائے تھل کے علاقے میں ہوا ریت کے بگولے اڑانے لگی' بہت شدید طوفان تھا' ہوائیں ماتم کرتی محسوس ہوئی تھیں اور زوار کے کمرے کی اکلوتی کھڑکی کے پٹ سے ٹکرا ٹکرا کر جیسے اسے

ہوا میں اڑتی رہتی تھیں۔

اگلی صبح اس نے ناشتہ ان کے سامنے رکھا اور خود گھر کے کاموں میں مشغول ہوگئی۔ ہر صبح رغبت سے چائے کے ساتھ پاپے کھانے والا زوار نگاہ بھر کے بھی اس ناشتے کو نہیں دیکھ سکا۔ اس کا دل بھر آیا تھا اور وزنی پتھر بنا آنسوؤں کے سمندر میں نیچے بیٹھتا جا رہا تھا۔ حورعین کی آنکھوں کا خالی پن اس سے دیکھا نہیں جاتا تھا جبھی وہ اٹھا اور اس کے قریب دوزانو ہو بیٹھا۔

''میں جانتا ہوں حوراں! تو بہت ناراض ہے مجھ سے۔ میں نے تیری بات نہیں مانی اور اپنا من ٹھار کھو دیا مگر رب سوہنا جانتا ہے میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ تو جانتی ہے نا میں کتنی محبت کرتا تھا اس سے یہ نقصان صرف تیرا نہیں میرا بھی ہوا ہے۔ مجھے معاف کر دے۔'' اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے وہ گھٹی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا تو آنکھوں سے آنسو بارش کی پہلی بوندیں کرٹپ ٹپ گرنے لگے۔ حورعین کی ساکن پلکوں میں ذرا سا ارتعاش پیدا ہوا تھا اس نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر نگاہ کا زاویہ بدل لیا تو زوار جیسے تڑپ اٹھا۔

''ایسا مت کر حوراں! چپ کی مار نہ مار مجھے۔ تیری طرح میں بھی بہت کرب میں مبتلا ہوں احساسِ جرم کا بوجھ کاندھوں پر لادا ہوا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے من ٹھار کو مٹی کے حوالے کیا ہے مگر....'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ پھر سے رو پڑا حورعین کی کیفیت بدلنے لگی۔ کچھ کہے بغیر اس نے منہ پر دوپٹا رکھا اور بے ساختہ سسک پڑی۔ زوار نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا بہت عرصہ بعد دونوں مل کر کسی سانجھے دکھ پر روئے تھے۔

❀ ❀ ❀

پھر بہت سارے دن ایسے ہی بے رنگ بے کیف گزرتے چلے گئے مگر زندگی کے سارے رنگ جیسے ڈھل گئے تھے۔ وقت کا پنچھی اڑتا ہوا اپنے ساتھ کتنے دن اور مہینے ساتھ لے گیا تھا۔ جب ایک بار پھر وہ امید سے ہوئی مگر من میں کوئی خوشی نہیں کھلا بلکہ ایک انجانا سا خوف دل اسے اپنی لپیٹ میں لیے رہتا۔ اب چند ہی دنوں بعد نیا سال شروع ہونے والا تھا۔ یہاں کوئی نئے سال کو خوش آمدید کہنے والا نہیں تھا کیوں کہ ان کے حالات کی اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس طرح کی چونچلے بازی کرتے مگر آج اچانک کئی سالوں بعد نئے سال کی آمد شہری زندگی اور وہاں گزاری نئے سال کی تقریبات یاد آنے لگیں تو اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ تخلیق کے کڑے مراحل سے گزر کر اس مرتبہ اس نے جڑواں بچوں کو جنم دیا تو زوار نے نہایت فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں کے نام اسے رکھنے کی اجازت دی تھی مگر اس نے بے دلی سے انکار کر دیا۔

''تو ٹھیک ہے بیٹے کا نام ہم من ٹھار رکھ لیتے ہیں من ٹھار پھر لوٹ آیا ہے ہمارے پاس۔'' زوار کی بات پر وہ ایسے ہی تڑپی تھی جیسے کسی نے اسے اٹھا کر برزخ میں پھینک دیا ہو۔

''نہیں میں ہرگز اس کا یہ نام نہیں رکھوں گی۔ میں پھر سے کسی نقصان کی متحمل نہیں ہوسکتی۔''

وہ اتنی وحشت زدہ ہوکر اتنی بے قراری سے روئی تھی کہ زوار کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا اور وہ اسے یونہی روتا چھوڑ کر ہونٹ بھینچے پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔

❀ ❀ ❀
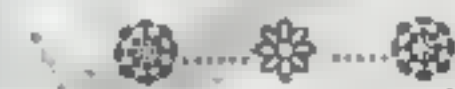
زوار کسی کام کی غرض سے شہر گیا ہوا تھا۔ یہاں لوگ نئے سال کی تیاریاں زور و شور سے کر رہے تھے۔ بازار میں خریداروں کا رش تھا اسے یک دم حورعین کا خیال آیا تو اس نے کچھ فیصلہ کر کے ایک دکان کا رخ کیا۔ واپسی پر وہ اس کے پاس آیا تو ہاتھ میں موجود شاپر اس کی سمت بڑھا دیا۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا حورعین چونک اٹھی۔

''کیا ہے اس میں؟'' اس نے حیرت بھرے انداز میں کہا پھر شاپر الٹ دیا۔ بہت نفیس شیفون کے ... سوٹ اس کے سامنے تھا۔ حورعین کی حیرت دوچند ہوگئی۔

''... تیار ہو جاؤ حور! ہمیں کہیں جانا ہے۔ ... منٹ ہیں تمہارے پاس۔'' وہ اسے آرڈر کرتا ہوا ... چلا گیا۔ حورعین کی الجھن مزید بڑھ گئی تھی۔ دس منٹ کی بجائے پندرہ منٹ بعد جب وہ اس ... میں اس کے سامنے تھی تو خود کو بہت الجھن میں محسوس کر رہی تھی۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو آنکھیں ترس گئی تھیں تمہیں اس روپ میں دیکھے۔'' وہ جو اس کا منتظر تھا نزدیک آ کر کچھ ایسی وارفتگی سے بولا کہ حورعین اچھی خاصی کنفیوز ہوگئی تھی۔

''جانا کہاں ہے ہمیں؟'' اس کی الجھن اپنی جگہ ہنوز تھی۔

''واپس اس دنیا میں جہاں سے میں تمہیں دھوکے سے نکال لایا تھا۔ حورعین میں نے تمہیں آزمایا اور اس آزمائش میں اپنا نقصان کر بیٹھا ہوں۔ من ٹھار مجھے بھولتا نہیں ہے مجھے لگتا ہے میں قاتل ہوں اس کا۔ میں نے کہا تھا اللہ یہاں بھی وہی ہے اور وہاں بھی بلاشبہ مگر اللہ نے بہتری اور بھلائی کے راستے بھی بنا رکھے ہیں۔ حکیم صاحب کسی کا علاج کیا کریں گے وہ اپنی نااہلی کی بنا پر بیماری کی جڑ سے ہی نابلد رہتے ہیں۔ مجھے اپنے ان بچوں کو کھونے کا حوصلہ نہیں حورعین! اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے ہم شہر جائیں گے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں گے۔ ایک کو ڈاکٹر بنائیں گے ... کو استاد۔ پھر اپنے گاؤں لوٹ کر یہاں ڈسپنسری بھی بنائیں گے اور اسکول بھی۔ تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق ہے مگر ان پسماندہ علاقوں میں ہر فرد کو اس سے محروم رکھ کر ان کے حقوق کو سلب کیا جا رہا ہے۔ میرے غلط فیصلوں کی وجہ بھی تعلیم کا فقدان ہے مگر آگاہی کا کوئی وقت مقرر تھوڑی ہے اور کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔ اپنی مٹی سے جدائی گوارہ ہے مجھے پھر پاکستان کا ہر گوشہ اپنے گھر کا حصہ ہے اور اپنے گھر میں کہیں بھی اٹھا بیٹھا جاسکتا ہے۔'' وہ کہہ رہا تھا اور حورعین حیرانی و غیر یقینی میں مبتلا ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا یہ سب ممکن ہے۔

''اور ہاں کل نیا سال شروع ہونے والا ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ ہم اس نئے سال کا آغاز شہر جا کر کریں اور اپنی نئی زندگی کا بھی تاکہ میں نے جو بھی خواب دیکھے ہیں ان کی تعبیر حاصل کرسکوں وہ بھی تمہارے تعاون سے اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم اسی طرح سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرو گی کہ وہ ہمارے تمام خوابوں کو حقیقی رنگ دے سکیں۔ تم کرو گی ناں....'' وہ ایک آس و امید سے اس کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نہایت ملی جلی کیفیت کا شکار نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرانی اور خوشی کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

''ہاں زوار! میں ضرور تمہارا خواب پورا کرنے کی کوشش کروں گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس میں کامیاب بھی رہیں گے۔'' اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ سب سوچ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں حالاں کہ اپنی اس آزمائش کو اس نے والدین کی نافرمانی اور دل دکھانے کی سزا سمجھ کر قبول کیا تھا ایسی سزا جس میں معافی کی گنجائش نہیں نکلتی مگر جب خدا چاہے تو توبہ کی توفیق بھی عطا کرتا ہے اور بڑی سہولت سے اسباب بھی پیدا فرماتا ہے۔ یہ سبب ہی تو پیدا ہوا تھا نہ صرف سزا ختم ہوئی تھی بلکہ معافی کا اذن بھی ملا تھا۔ واپسی کا سفر شروع ہوچکا تھا صرف واپسی کا نہیں۔ بھلائی اور اصلاح کا بھی۔ اس کی تمام تر غفلت، ناشکری اور گمراہی کے باوجود بھی تو یہ رب کا احسان ہی تھا کرم ہی تھا۔ وہ عشق جو مجبوری بن گیا تھا پھر سے بادِ صبا کا جھونکا اسے مہکا گیا تھا خوش گوار سے دل فریب احساس کے ساتھ۔

❀

عہدِ سالِ نو

عابدہ یٰسین

سب رنجشیں بھلا دو کہ سالِ نو کی آمد ہے
انا کا نام مٹا دو کہ سالِ نو کی آمد ہے
انا کے زعم میں جدا بہت رہ لیے ہم تم
گلے شکوہ مٹا دو کہ سالِ نو کی آمد ہے

"میں تنگ آچکا ہوں ہر وقت کی اس کل کل سے ارے دس سالوں میں تم نے مجھے سوائے اس بے سکونی کے دیا ہی کیا ہے؟" غصے سے ابلتے دماغ کو کنٹرول کرنے میں وہ اب ناکام ہو گیا تھا۔

"اور تم نے تو مجھے جیسے محلوں میں رکھا ہوا ہے ناں ان دس سالوں میں مجھے بھی سوائے تنگ دستی کے کچھ نہیں ملا۔ ہر وقت کا رونا' اپنی خواہشات کا گلا دبا دبا کر میں تو مر ہی چکی ہوں مگر اب اپنی اولاد کی خواہشات کا خون نہیں دیکھا جاتا' تمہاری تو مفلسی عمر بھر ختم نہ ہوگی۔" وہ بھی ترخ کر بولی تھی جس پر شہزاد مزید گرم ہو گیا تھا۔

"پھر دیکھ لو کوئی محل میں رہنے والا' چھوڑ دو مجھے۔ میری جان کو بھی سکون آئے' دفعہ ہو جاؤ میری زندگی سے۔"

"اگر میں اس طرح کی ہوتی تو دس سالوں سے تمہارے ساتھ نہ رہ رہی ہوتی۔ ارے اگر ہمارا خرچ نہیں اٹھایا جاتا تو صاف کہہ دو' میری ذات میرے کردار کو تو الزام مت دو۔"

"کیا نہیں کیا میں نے تمہارے لیے' اس گھر اور بچوں کے لیے' اپنی ذات' اپنا نام ونشان مٹا دیا اور تم آج دس سال بعد مجھے یہ صلہ دے رہے ہو کہ میں کوئی اور دیکھ لوں' دیتے ہی کیا ہو تم مرد ذات ہم عورتوں کو عمر بھر کی قربانیوں کے صلے میں الزام تراشیاں' یہ ہی کر سکتے ہو ناں۔" شہزاد کی ہر بات وہ سہہ لیتی تھی کبھی خاموش رہ کر کبھی دوبدو جواب دے کر مگر آج شہزاد کے الفاظ اس کا دل چیر گئے تھے۔ اس نے اس شخص کے لیے کیا نہیں کیا تھا اور بدلے میں اس کے مجازی خدا نے اس کو یہ تمغہ دیا تھا۔

"بس اب نئے ڈرامے شروع کر دینا' تم عورتوں کے انہی ڈراموں نے بیڑا غرق کر رکھا ہے بے چارے مردوں کا۔" اس کے بہتے آنسو دیکھ کر وہ جلے دل سے دا اور پیر پٹختا دروازہ دھڑ سے مارتا باہر نکل گیا۔

صبحت کتنی دیر آنسو بہاتی رہی مگر اس کے آنسو بچوں کے کام نہیں آ سکتے تھے۔ بلال اور عرش اسکول سے آنے والے تھے اور انس بھی سو کر اٹھنے والا تھا۔ اس نے بے بسی سے سبزی کے اس شاپر کو دیکھا جس کی وجہ سے شہزاد سے بحث ہوئی تھی پھر لاچاری سے سبزی نکال کر دھوئی اور سالن بنانے کی تیاری کرنے لگی۔ وقفے وقفے سے اس کے آنسو چہرہ بھگو رہے تھے' بچے اسکول سے آئے تو اس نے کھانا نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

"مما یہ کیا' مجھے نہیں کھانا گوبھی آلو' آپ نے تو کہا تھا

آج آپ چکن بنا کر دیں گی۔" بلال پچھلے چار دن سے یہی فرمائش کر رہا تھا اور وہ لاکھ چاہتے ہوئے بھی اس کی فرمائش پوری نہیں کر پا رہی تھی۔

"اچھا آج کھانا کھاؤ کل جمعہ ہے ناں تمہارا بابا کا آف ڈے ہوگا' کل پکا' لنچ میں چکن کڑاہی بناؤں گی اپنے بیٹے کے لیے۔" اس نے جھوٹی تسلی دی۔ وہ بگڑا اور صباحت نہ چاہتے ہوئے بھی بچے کے ساتھ تلخ ہوئی۔

"تو کہاں سے لاؤں تمہاری فرمائش پوری کرنے کے لیے پیسے' تمہارے پپا سے کہو تو وہ کھانے کو دوڑتے ہیں۔" اس کے لہجے پر بلال روہانسا ہوگیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ ابھی اس عمر میں نہیں ہے جو اس کی بات سمجھ سکے۔

"بلال! مما نے وعدہ کیا ہے ناں وہ کل ضرور دیں گی تم مما کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟" عشا بھائی سے چھوٹی تھی مگر اسے ماں کی پریشانی کا احساس تھا۔

"کل ان شاء اللہ ضرور بناؤں گی اب کھانا کھاؤ' دیکھو تم نے ناشتا بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔" صباحت نے نوالا بنا کر بیٹے کے منہ میں ڈالا تو بچہ ماں کی اس محبت سے خوش ہوگیا تھا۔

"اب جلدی جلدی کھانا ختم کرو میں انس کو فیڈر بنا کر دے دوں اور عشا تم بھی جلدی کھایا کرو' چڑیا کی طرح سے مت کھایا کرو۔"

"جی مما!" اس نے سر ہلایا۔

صباحت دونوں بچوں کو مسکرا کر دیکھتی اٹھ گئی' کمرے سے انس کے رونے کی آواز اب بلند ہو رہی تھی اور جب تک وہ فیڈر نہیں لے لیتا تھا خاموش نہیں ہوتا تھا اس نے کچن میں جا کر دودھ کی پتیلی دیکھی۔

"شکر ایک وقت کا تو گزارا تھا۔" تشکر سے سوچتے وہ فیڈر بنانے لگی۔

وہ شہزاد سے کچھ بھی کہہ ڈالے مگر اپنے مجازی خدا کی محبت میں چور رات دس بجے تک اس کا انتظار کر رہی تھی۔ دسمبر کا آغاز تھا ہلکی سردی نے اپنا سفر شروع کر دیا تھا۔

صباحت جو پچھلے ایک گھنٹے سے صحن میں ٹہل رہی تھی ہلکی ہلکی خنکی اور سرد ہوا کے مدھم جھونکوں سے خود بھی تپ سرد پڑ گئی تھی۔ موبائل فون بھی نہیں تھا اس کے پاس جو شہزاد کو فون کر کے معلوم کر لیتی کہ کب تک آ رہا ہے۔ کافی دن کیا گئے ہر کھی ہی چھین کرے گے۔ دس بجنے کو آئے تھے شہزاد اب تک نہیں لوٹا تھا۔ اس کا دل عجیب سے وہموں میں گھر گیا۔

"یا اللہ! وہ جہاں بھی ہوں' خیریت سے ہوں اور بخیریت گھر لوٹیں۔" عجیب مخلوق ہے یہ صنف نازک بھی صبح اس قدر دل برداشتہ ہو رہی تھی اس شخص کی باتوں سے اور اب ذرا سی دیر ہوئی تو سب دکھ بھول کر غصہ چھوڑ چھاڑ کر اس کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی تھی جیسے ہی دروازے پر دستک ہوئی اس کی جان میں جان آئی اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا' شہزاد نے ایک غصہ بھری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر رخ موڑ کر اندر چلا گیا۔ صباحت کچھ لمحے وہیں ٹھہری گئی پھر دروازہ بند کرتی خود بھی اندر بڑھ گئی۔

"ہاتھ منہ دھو لیں میں کھانا لگا دیتی ہوں۔"

"نہیں کھانا تمہارا کھانا اور پلیز مجھے مخاطب مت کرو میں حقیقتاً تم سے عاجز آ چکا ہوں۔" شہزاد کے اندر صبح کا غصہ اور ناراضگی ذرا بھی کم نہ ہوئی تھی وہ بولا تو پھر سے صباحت کی روح کو زخمی کر گیا۔ وہ صبح کی تلخی بھول گئی اس نے پھر سے ایک نیا زخم دے دیا تھا۔

"شہزاد پلیز رزق سے کیا ناراضگی تم کھانا تو کھا لو۔" اس نے حوصلہ قائم رکھا وہ جانتی تھی کہ صبح سے بھوکا ہوگا' وہ غصے میں خود کو بھی سزا دیتا تھا۔

"مجھے جب کھانا ہوگا میں کھاؤں گا تم پلیز میرے سامنے سے ہٹ جاؤ' مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں نے دس سال تم جیسی عورت کے ساتھ کیسے گزار دیے جس کے نزدیک صرف روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے۔"

"کب تم سے طلب کی میں نے کہ مجھے صرف دولت ہی درکار ہے یوں میری محبت کو تمہیں پیسوں سے محبت کا نام بھی مت دو تمہیں دولت سے محبت نہیں چاہیے تمہیں دولت کی ہوس ہے میں اپنی جان کا سودا کروں کا خوش رہنا دولت کے ساتھ کیونکہ تمہیں میری ضرورت ہی نہیں ہے صرف پیسہ چاہیے ناں۔" ہمارے ساتھ کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" اس کا لہجہ بھرایا تھا۔

"بس بند کرو یہ ناٹک اور پلیز اگر تم چاہتی ہو کہ میں رات اس گھر میں ہی گزاروں تو مجھے یہاں کیا چھوڑ دو۔"

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی شہزاد ہے یہ تو کوئی اجنبی تھا۔ شہزاد نہ اسے کہہ سکتا تھا اور نہ ہی وہ صباحت کو اس قدر نفرت سے دیکھ سکتا تھا۔ جتنی نفرت اس وقت ان آنکھوں میں اپنے لیے دیکھ رہی تھی۔ آنسو روتی بیوی کو چھوڑ وہ بچوں کے پاس آ گئی' دو کمروں پر مشتمل تو گھر تھا جس میں رہا جاتا تھا اس نے۔ اس کے تینوں بچے بیڈ پر سکون نیند سو رہے تھے۔ وہ بھی وہیں ٹک گئی' نیند تو دور ہی تھی صرف سیال مادہ تھا جو بھر بھر کے آنکھوں میں رہا تھا۔ دس سالہ رفاقت' وفاداری اور محبت کے بدلے آج اس کے محبوب شوہر نے اسے جن لفظوں سے نوازا تھا وہ ہضم نہیں ہو رہی تھی اسے آج بھی وہ دن نہیں بھولا تھا۔

جب اپنے ماں باپ کا آنگن چھوڑ کر وہ شہزاد حسن کی زندگی میں آئی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کی سب سے بڑی لاڈلی تھی' خواہشات اس کے لبوں سے نکلنے کی منتظر ہوتی تھیں آج تک اس کے ماں باپ نے اس کی کسی خواہش کو نہیں ٹالا تھا اگرچہ وہ کسی امیر کبیر گھرانے سے تعلق نہیں رکھتی تھی مگر پرسکون ماحول اور امی کی سلیقہ شعاری کی بدولت ابو کی محدود تنخواہ میں بھی ہر جائز خواہش پوری ہو جاتی تھی اس کی۔ سسرال میں آنے کے بعد وہ ان بے خواب ہو گئے تھے' شہزاد حسن کی صورت میں اچھا ہمسفر ملا تھی پر وہ مسرور تھی مگر اپنے سسرال کے روز روز کے رویوں نے اسے چڑا کر رکھ دیا تھا۔ ایسے میں اگر شہزاد کی بے پایاں محبت اور اعتماد اسے نہ ملتا تو شاید وہ کبھی قدم نہ اٹھا پاتی۔ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کا یہ روپ یہ انداز خود شہزاد کے لیے بھی حیران کن تھا۔ اسے علم نہ تھا اتنے چاؤ سے اس کی شادی کرنے والی ماں بہنیں یوں بدل جائیں گی۔ صباحت ان کی ہی تو پسند سے اس کی زندگی میں آئی تھی اور اب جب وہ خوش و مطمئن تھا کہ صباحت جیسی لڑکی کی سنگت اسے ملی تو پھر گھر میں روز یہ جھگڑا کس بات کا تھا' وہ بھی محض دو ماہ بعد ہی۔

ان کا مشترکہ کاروبار تھا مگر اب ابا اسے الگ کرنا چاہتے تھے۔ جس کاروبار کی ترقی میں اس نے زندگی کے کتنے ہی سال گزار دیے تھے جب وہ نوکری کرنا چاہتا تھا تب اسے نوکری بھی کرنے نہیں دی اور اب...... زندگی کیسے گزرے گی۔ ابا حضور نے اسے چیک دے کر صاف کہہ دیا تھا۔

"یہی تمہارا حصہ ہے' تم جس طرح چاہو زندگی گزارو ہم سے اب کوئی توقع نہ رکھنا۔"

ایسے وقت میں صباحت کی ہمت افزائی نے ہی اسے ٹوٹنے سے بچایا تھا۔ وہ تعلیم یافتہ تھا مگر ہمارے ملک میں ملازمت صرف سفارش اور رشوت سے ملتی ہے اور وہ ان دونوں سے محروم تھا۔ ابا نے جو رقم دی تھی اس سے انہوں نے دو کمروں پر مشتمل تین مرلے کا گھر خرید لیا تھا اور انہیں اپنا یہ چھوٹا سا گھر ہی جنت لگتا تھا۔ جو رقم بچی تھی اس سے فی الوقت گھر چلانے کے لیے ایک چھوٹا سا جنرل اسٹور کھول لیا تھا مگر اس کا ہدف اچھی جاب تھی جس کی تلاش بھی وہ جاری رکھے ہوا تھا۔

ماں باپ بہن بھائیوں کے رویے کا دکھ سینے میں لیے صباحت کی محبت میں ان دکھوں کو بھولنے کی سعی کرنے لگا' صباحت نے اس کی حیات مکمل کر دی تھی۔

خوب صورت ہی نہیں اس کی خوب سیرتی نے شہزاد کو اس کا گرویدہ بنا لیا تھا وہ صباحت سے دل کی تمام گہرائیوں سے محبت کرنے لگا تھا اور صباحت شہزاد کے لیے تو اس کی جان بھی حاضر تھی۔

وہ جاتی تھی۔ ایک دم بدلنے والے حالات نے شہزاد کو بہت دکھی کیا ہے تبھی وہ اس کی دل جوئی کرتی رہتی تھی۔

"صبا! یار کب تک ایسے چلے گا' اس قدر مہنگائی اور ہمارے پاس وسائل کے نام پر فقط چھوٹا سا ... یوں گزارا نہیں ہوگا۔"

"شہزاد! آپ کیوں خود کو ہلکان کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دن بھی جلد گزر جائیں گے اور یوں بھی ہم بہت سے لوگوں سے اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اپنا گھر ہے ہمارا' چھوٹا ہے تو کیا ہوا کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں اپنی چھت بھی میسر نہیں۔"

"تمہاری بات درست ہے لیکن صبا! آگے ان محدود وسائل میں گھر نہیں چل سکتا' اب ہم دو ہیں آنے والے دنوں میں تین ہو جائیں گے اور ہم تو سمجھ دار ہیں اپنی خواہشات پر صبر کرسکتے ہیں مگر بچے ... نہیں تو ہم کچھ نہیں سمجھا سکتے۔"

"اُف خدا! شہزاد آپ حالات سے اس قدر مایوس کیوں ہو رہے ہیں مجھے تو اس ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ جب تک ہمارا بچہ اس دنیا میں آئے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" صباحت کی ایسی ہی باتیں اسے حوصلہ دیتی تھیں۔

"اگر آپ کی خوشی اور اجازت ہو تو میں جاب کر کے آپ کی مدد کرسکتی ہوں' میری تعلیم میرا ڈپلومہ یوں ہی بے کار بھی تو ہو رہا ہے' اگر ہمارے گھر کو اس وقت ضرورت ہے۔"

"صبا! مجھے ڈبل ڈیوٹی کرنی پڑ جائے کرلوں گا مگر پلیز آئندہ میرے سامنے تم اپنی جاب کا نام مت لینا' مجھے خواتین کا جاب کرنا قطعی پسند نہیں ہے۔"

"لیکن شہزاد ..."

"کہا ناں' بس اب کچھ نہیں۔"

شہزاد کے چہرے سے خفگی جھلکنے لگی تو وہ خاموش ہوگئی۔ اسے کون سا شوق تھا جاب کا' صرف اپنے گھر کی ضرورت کے لیے وہ یہ سوچ رہی تھی مگر جب اس کے شوہر کو ہی پسند نہ تھا تو کیا ضرورت تھی۔

اس کی دعائیں اور شہزاد کی محنت رنگ لائی تھی۔ بلال کی پیدائش کے چند دن بعد شہزاد کو اچھی جاب مل گئی' سیلری بھی پرکشش تھی۔

"میرا بیٹا بہت قسمت والا ہے جب اس نے آتے ہی مجھے جاب مل گئی۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ اچھے دن نہیں رہے تو برے دن بھی نہیں رہیں گے۔ ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔"

"تمہاری انہی باتوں نے مجھے حوصلہ دیے رکھا پیچھے ہٹنے نہیں دیا۔"

شہزاد نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں صباحت کا خوب صورت چہرہ تھام کر اس کی پیشانی پر لب رکھتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو جان من! اس ساتھ کا۔"

"شہزاد آپ میرے جیون ساتھی ہیں۔ میں اگر آپ کا ساتھ نہیں دوں گی تو اور کون دے گا۔"

"ہاں ... مگر صبا میں نے آج کل کی لڑکیاں دیکھی ہیں ان میں یہ صبر و حوصلہ نہیں ہوتا۔ سچ میں' عمر بھر بھی تلاش کرتا تب بھی تم جیسا ہم سفر نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔ تم میری کسی دعا کا اجر ہو۔"

"اتنا مکھن کس خوشی میں لگا رہے ہیں؟" اس نے شوخ لہجے میں کہا تھا۔

"میری ہر خوشی تم سے ہی ہے۔" شہزاد نے کھینچ کر اسے خود میں سمو لیا۔

❁ ☆ ❁

ان کے اچھے دن لوٹ آئے تو وہ خوش تھے اپنی زندگی سے زندگی بھی تو خوش تھی۔ پانچ سال گزر گئے اور انہیں پتا بھی نہ چلا بلال کے بعد عشا ان کی گود میں آ گئی مگر شاید آزمائشیں ابھی باقی تھیں۔

شہزاد جس کمپنی میں جاب کرتا تھا اس کے مالک ...

... ہوگیا اور اس کے بیٹے نے چارج سنبھالتے ہی کئی ... ملازمین کو کمپنی سے نکال دیا تھا جن میں شہزاد بھی شامل تھا۔

کمپنی والوں نے پانچ سال دیے تھے محنت دل جمعی سے کام کیا تھا مگر مالک کے ... سب کی محنت ... یہ خبر صباحت کے لیے بھی کسی صدمے سے کم نہ تھی یوں بھی ان کے اخراجات بڑھ گئے تھے بلال ماشاء اللہ اسکول جانے لگا تھا اور پرائیوٹ اسکولز کے اخراجات بھی کم نہ تھے پھر عشا ابھی چھوٹی تھی۔

دو دن تو شہزاد اس صدمے سے ہی نکل نہ پایا مگر اس نے تیسرے دن سے پھر نوکری کی تلاش شروع کردی تھی' ایک ماہ لگا تھا اسے جاب ملنے میں اور یہ ایک ماہ کیسے گزرا وہ دونوں ہی جانتے تھے۔ اچھے وقت کی کچھ بچت تھی جو یہ دن گزر گئے تھے اب جاب ملی تو مگر تنخواہ بہت محدود تھی۔

"شہزاد! ابھی آپ اسٹارٹ کریں' ساتھ اچھی جاب کی تلاش بھی جاری رکھیں۔" صباحت نے ایک بار پھر اس کی ہمت بندھائی' جاب اچھی تھی تو اس نے صباحت کی ہر خواہش پوری کی تھی مگر اب اس تنخواہ میں صرف گزارا ہوتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ صبا بظاہر کچھ نہیں کہتی مگر اس کا چہرہ مرجھا گیا ہے۔ صحت بھی پہلے جیسی نہیں رہی تھی' مگر اس نے شہزاد سے گلہ نہیں کیا بلکہ اس کا حوصلہ بڑھاتی رہی' اس نے اپنی خواہشات مار کر زندگی گزارنے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔ اب وہ پہلے اپنے بچوں کا سوچتی تھی۔

دو سال مزید گزر گئے ان سالوں میں شہزاد کی تنخواہ اتنی نہیں بڑھی تھی جتنی کہ مہنگائی اور اخراجات بڑھے تھے۔ اب بلال کے ساتھ عشا بھی اسکول جاتی تھی۔ حالات تنگ سے تنگ ہوتے جا رہے تھے اور صباحت کے مزاج میں جانے کیوں اب چڑچڑاپن آتا جا رہا تھا۔ وہ اب پہلے کی طرح اس کا حوصلہ نہیں بڑھاتی تھی بلکہ اکثر خاموشی اختیار کرلیتی یا بچوں میں الجھ جاتی۔

ہر وقت فریش نظر آنے والی صباحت اب حلیے سے تھکی ہوئی نظر آتی اور شہزاد کچھ عرصے تو خاموش رہا مگر اب اسے صباحت کا یہ رویہ یہ حلیہ کھٹکنے لگا تھا۔

"گھر آؤں تو تم یوں ہی منہ بنائے نظر آتی ہو' میرا گھر آنا تمہیں برا لگتا ہے کیا؟"

"مجھے کیوں برا لگے گا' انسان ہوں میں بھی تھک جاتی ہوں' گھر کے کام پھر بچوں کو مکمل توجہ' دن بھر لمحہ بھر کو سکون نہیں لینے دیتے۔"

"بچے تو پہلے بھی یوں ہی کرتے تھے اب کون سی نئی بات ہوگئی مگر تم پہلے تو یوں برتاؤ نہیں کرتی تھیں۔"

"کیا کہہ دیا ہے میں نے آپ کو ...؟" وہ چڑ کر بولی۔

"کچھ کہہ سن لو تو اتنا برا نہیں لگتا مگر تمہاری خاموشی مجھے محسوس ہوتی ہے' تم گھر کے حالات سے تنگ آگئی ہو ناں؟"

"میرے تنگ آنے سے حالات کون سا بدل جائیں گے شاید میرے ہی نصیب خراب ہیں۔" بہت روکھے لہجے میں کہہ کر اس نے کروٹ بدل لی۔ شہزاد کچھ دیر اس کی پیٹھ دیکھتا رہا پھر وہ بھی لیٹ گیا مگر صبا کا رویہ روز بہ روز روکھا ہوتا جا رہا تھا' جس سے اس کے اندر بھی تلخی اترنے لگی۔

"کل بلال اور عشا کی فیس جمع کرانی ہے۔"

"میں کہاں سے دوں ساری تنخواہ تمہارے ہاتھ میں لا کر رکھ دیتا ہوں۔"

"تو میں کون سا عیاشی کرتی ہوں' گھر کا ہی پورا کرتی ہوں نا ... یہاں تو دوسرا سال ہے ایک نیا سوٹ تک نصیب نہ ہوا۔"

"یہ کب کہا میں نے کہ تم عیاشی کرتی ہو' تم ہر بات کا الٹا مطلب کیوں نکالتی ہو؟"

"ہاں میرا ہی دماغ خراب ہے ناں۔"

صبح صبح بحث نے شہزاد کا موڈ خراب کردیا تھا وہ ناشتہ چھوڑ کر ایسے ہی چلا گیا' مگر رات کو لوٹا تو اس کے اندر غصہ نہ تھا۔

"صبا میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

"کیا ...؟" اس وقت صبا کے اندر بھی تلخی نہ تھی۔

”کیوں نا میں پہلے کی طرح اپنا جنرل اسٹور بنالوں کم از کم اس تنخواہ سے تو زیادہ کما سکتا ہوں۔“

”لیکن اس کے لیے سرمایہ چاہیے۔“ صبا نے پُرسوچ انداز میں شوہر کو دیکھا۔

”اگر تم بُرا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔“

”ہوں۔“

”ہم زیور بیچ کر....“ اس نے صبا کا چہرہ دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

”میرے نزدیک زیور آپ یا بچوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ شہزاد! میں نے زیور اپنے بچوں کے لیے رکھا ہوا ہے۔ ان کے مستقبل کے لیے اگر ضرورت پڑی تو بیچ دیں گے اور اگر آپ کا کاروبار اچھا ہوگا تو اس سے بچوں کا مستقبل اچھا ہوگا۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ زیور آپ کے کام آسکتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بخوشی بیچ کر کاروبار کریں۔“ اس نے زیور دے دیا اپنے اور بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے۔

اس بار شہزاد نے پہلے سے بھی بڑا جنرل اسٹور بنایا تھا مگر آج کل تو ایسے جنرل اسٹور قدم قدم پر موجود تھے۔ شہزاد نے جو سوچا تھا وہ تو نہ ہوا مگر پھر بھی جاب سے کچھ زیادہ آمدنی تھی لیکن جب اس کی پیدائش ہوئی اور چار سے پانچ ہوئے تو خرچے مزید بڑھ گئے۔ صباحت جو سوچ رہی تھی کہ شاید اب حالات بدل جائیں وہ خواب ہی رہ گیا۔ مہنگائی اور اخراجات بڑھتے چلے گئے اور آمدنی وہیں کی وہیں رہی۔ شہزاد صبح سے گیارہ رات کو آتا اور صبا کا پھولا چہرہ اور رف حلیہ اس کی تھکن اور فکر مزید بڑھا دیتا یوں ان دونوں میں روز ہی تلخ کلامی ہونے لگی تھی۔

لیکن آج کے الفاظ نے تو صباحت کو بالکل ہی توڑ کر رکھ دیا تھا۔ ٹھیک ہے وہ مانتی تھی روپے پیسے کے بنا زندگی قطعی نہیں گزرتی لیکن کیا وہ واقعی اچھی تھی؟ کیا اسے شہزاد سے پیار نہیں تھا؟ جس کے لیے اس نے اپنا آپ ہی نہیں خود سے وابستہ ہر رشتہ بھی چھوڑ دیا۔ ایک شہر میں رہتے ہوئے سالوں گزر جاتے تھے ماں باپ سے ملے شادی کے بعد کبھی وہ میکے میں ایک رات تک نہ رکی کیونکہ شہزاد کو پسند نہ تھا۔ تنگ سے تنگ حالات میں ... کر دیا لیکن ماں باپ کو اپنے حالات کا علم نہ ہونے دیا کیونکہ شہزاد کو پسند نہ تھا۔ اس نے خود کو ویسا بنا لیا جیسا اس نے چاہا اور اب وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف دولت سے غرض ہے۔ میری محبت اسے ناٹک لگتی ہے۔

صبح تک وہ اپنے ماضی کے ایک ایک پل کو یاد کرکے روتی رہی مگر لمحہ بھر کو بھی سو نہ سکی تھی اور جب سوچتے سوچتے صبح ہوگئی وہ فوراً اٹھ گئی آخر بچوں نے اسکول جانا تھا۔

❁ ☆ ❁

وہ بنا ناشتہ کیے چلا گیا۔ صباحت نے مخاطب کرنا چاہا مگر اس کے چہرے کے سرد تاثرات نے اسے جیسے بولنے ہی نہ دیا۔ اس نے بلال اور عشا کو تیار کرکے اسکول بھیج دیا اور خود گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی۔ تقریباً دس بجے شہزاد آیا اسے مخاطب کیے بنا ہی اپنے کپڑے پریس کرکے تیار ہو کر چلا گیا۔ شہزاد کے اس رویے پر صبا کا دل کٹتا تھا مگر وہ ہمت نہ ہاری۔ رات میں وہ آیا تو دل مضبوط کرکے صبا نے خود ہی پوچھا

”شہزاد آپ کہاں گئے تھے دوپہر میں؟“ شہزاد نے جواب میں سرد ترین نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”تمہارے لیے دولت اکٹھی کرنے کے لیے راستہ تلاش کرنے گیا تھا۔“

”کیا صرف میری ضرورت ہے دولت؟ خود آپ کی اور بچوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنی ذات کے لیے نہیں خواہشات رکھتی مگر میں اپنے بچوں کی....“

”کر تو رہا ہوں تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے اور کیا کروں اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ میں یہ بے سکونی کی زندگی نہیں گزار سکتا۔“ شہزاد کا اس قدر اجنبی اور سفاک انداز تھا کہ وہ دنگ نظروں سے اسے کتنی ہی دیر دیکھتی رہی۔

”میں نے ہر بُرے حالات کا سامنا کیا ہے شہزاد مگر کبھی بھی اپنے والدین کے گھر نہیں گئی۔“

”اب مگر اب میں خود تمہیں بھیج رہا ہوں اور میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اب ہم دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نبھنا مشکل ہے تو میں تمہیں زبردستی باندھ کر بھی نہیں رکھوں گا... کے کاغذات تمہیں جلد مل جائیں گے۔“

صبا کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں اس قدر ... آچکا تھا وہ۔

”شہزاد اب.....“ شدید حیرت تھی اس کے لہجے میں شہزاد نے لمحے بھر کو اس کا دھواں ہوتا چہرہ دیکھا تھا۔

”میری اور میرے بچوں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ میں خود کرسکتا ہوں ان کی فکر۔ صبح اپنا سامان باندھو اور اپنے گھر چلی جاؤ۔“ وہ کہہ کر کمرے میں جا چکا تھا۔

”اپنا گھر....؟“ کیا عورت کا کوئی گھر اپنا ہے بھی؟ بچپن سے جوانی تک باپ کا گھر پھر شوہر کا گھر بڑھاپے میں بیٹے کا گھر، ماں باپ نہ رہیں تو بھائی کا گھر۔ عورت کا تو کوئی گھر ہوتا ہی نہیں، عمر اور خون دے کر شوہر کا گھر بناتی ہے اور جب شوہر کا دل چاہا تو ختم کرکے باہر نکال دیا۔

آخر حوا کی بیٹی کے لیے اس دھرتی پر صرف خواری ہی کیوں ہے؟ اس کے آنسو چہرے پر تیزی سے بہے چلے جا رہے تھے۔ شہزاد کے لفظ چھریاں بن کر اس کی روح کاٹ رہے تھے۔ دس سال سے جس گھر کو وہ اپنا سمجھ کر لہو دے رہی تھی وہ اس کا نہیں تھا۔ اس نے لاکھ خود کو سمجھانا چاہا مگر اس کا دل مسلسل روئے جا رہا تھا۔ کتنی ہی دیر گزرنے کے بعد وہ بچوں کے پاس آئی تھی مگر ان کے پاس بیڈ پر شہزاد کو لیٹے دیکھ کر وہ دروازے میں ہی رک گئی۔ کیا واقعی یہ گھر یہ سب صرف شہزاد کے ہیں۔

مجھے نہیں لگتا تھا اس شخص نے اسے زمین بوس کرنے میں دیر... اس سے جھگڑتی، لڑتی، روٹھتی تھی تو ایک مان اور یقین سے کہ وہ اس کا اپنا ہے... یہ گھر اس کا ہے مگر اسے آج علم ہوا کہ کچھ بھی اس کا اپنا نہیں تھا۔

وہ دروازے سے ہی پلٹ آئی تھی۔ صحن میں کھلے آسمان کے نیچے بیٹھ گئی۔ یخ بستہ ہوا کے سرد جھونکے بھی اسے گرم محسوس ہو رہے تھے۔ آنسو تھے کہ تواتر سے بہہ رہے تھے۔

اس کی برداشت اب جواب دے چکی تھی وہ پچھلے تین گھنٹے سے اسے اس ٹھنڈ میں بت کی طرح بیٹھے دیکھ رہا تھا۔

ہاں صرف اس کے رویے کی مایوسی نے ہی صباحت کو یوں توڑا تھا۔ مگر وہ کیا کرتا روز روز کی تلخیوں، بحث اور جھگڑوں سے وہ عاجز آچکا تھا۔ ان دس سالوں میں واقعی اس نے صبا کو دیا ہی کیا تھا تنگ دستی اور سوائے صبر کے اور بھلا کب تک وہ صبر کا دامن تھامے چلتی رہے گی وہ بھی تھک گئی تھی۔ اس کی یہ تھکن شہزاد کو بھی تھکا رہی تھی کیونکہ اب تک سخت سے سخت حالات کا مقابلہ اگر اس نے کیا تھا تو صرف صبا کے دیے گئے ہمت اور حوصلے سے لیکن اب اسے وہ حوصلہ نہیں ملتا تھا صرف مایوسی ملتی تھی تو اس کے اندر بھی وہی چڑچڑا پن اترنے لگا تھا۔

بُرے حالات میں جب بھی وہ مایوس ہو کر گھر لوٹتا تو صباحت کا چمکتا مسکراتا چہرہ دیکھ کر اس کی ناامیدی پھر سے ہمت میں بدل جاتی۔ صباحت صاف ستھری رہتی تھی اس کے چہرے پر بے شک ہمہ وقت میک اپ نہیں ہوتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنا خیال رکھتی تھی مسکراتا فریش چہرہ شہزاد کی ساری تھکن دور کر دیتا تھا۔ مگر اب اس کے چہرے پر صرف مایوسی، تھکن اور پیشانی پر شکنیں ملتی تھیں، لباس بھی پہلے کی طرح صاف نہیں ہوتا ہر وقت ملگجے سے حلیے میں نظر آتی تھی پھر نہ وہ مسکراہٹ تھی نہ وہ باتیں جو شہزاد کی ہمت بڑھاتی تھیں بلکہ اب تو وہ ہر وقت بچوں سے الجھتی تھی ان کی فرمائشوں پر عاجز نظر آتی اور اگر ایسے میں وہ بدلیتا تو اس کے پاس تلخ سا جواب حاضر ہوتا۔ رات میں لوٹتا تو اس کے چہرے پر قطعی خوشی نہ ہوتی اسے کھانا دے کر وہ بچوں کے پاس چلی جاتی اور اکثر وہیں سو جاتی۔

وہ جانتا تھا کہ صبا کی محبت کم نہیں ہوئی تھی بس حالات اور وقت کی گردش نے اسے ایسا کر دیا تھا۔ اس

نے ہمیشہ اپنی خواہشات کا خون کیا ہے مگر اب اس کے بچوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات بھی پوری نہ ہوتیں تو اس کا دل کٹ جاتا تھا۔

دن بہ دن بڑھتی مہنگائی اور ملک کے بدترین حالات نے روزگار کو آگ لگادی تھی۔ وہ بھی کرتا کیا؟ خود اس کا اپنا دل جلتا تھا جب بچوں کی چھوٹی سی فرمائش پوری کرنے میں اسے ہفتہ لگ جاتا تھا۔

قصور صبا کا تھا نہ اس کا' قصور تو حالات کا تھا جس نے ان دونوں کے بیچ اتنی دوریاں پیدا کردی تھیں کہ اس نے اتنے سخت الفاظ کہہ تو دیے تھے مگر اب دل خود کو ہی ملامت کررہا تھا۔ جس عورت نے صرف اس کی خاطر اور اس کی ذات کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اس نے آج اس سے وہ مان پل بھر میں چھین لیا تھا اور اگر اب وہ اپنے میکے گئی تو کیا کہے گی...... یہ کب سوچا تھا اس نے اب اس کی خودداری پر ضرب نہیں لگے گی جب صبا جاکر انہیں تمام صورت حال بتائے گی اور صبا نہ بھی بتائے تو بنا بچوں کے اسے دیکھ کر کیا اس کے گھر والے سوال نہیں کریں گے کس طرح بتائے گی اور کیا؟ اور کیا واقعی صبا مجھ سے مایوس ہوکر چلی جائے گی؟ ایک بار بھی وجہ نہیں پوچھے گی؟

وہ صحن میں بیٹھی تھی اور شہزاد اندر لیٹا اس سے زیادہ بے سکون تھا۔

"اتنی ٹھنڈ اسے بیمار کردے گی۔"

اس کی سوچ نے تیسری بار اسے اٹھایا تھا مگر وہ کمرے کے دروازے سے پھر لوٹ آتا' کیسے صبا کو مخاطب کرے' کیسے کہے کہ پلیز اندر آجاؤ۔ میری انا اس کی ذات سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ میں اسے کیسے تکلیف دے سکتا ہوں جس نے ہر تکلیف میں میرا ساتھ دیا' وہ مضبوط ارادہ باندھ کر اس بار اس کے پاس آن رکا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر آنسو چہرے پر تواتر سے پھسل رہے تھے چہرے پر پھیلی پیلاہٹ سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو۔ شہزاد بے کل ہوگیا پھر جانے کیا سوچتے ہوئے اس نے صبا کی کلائی تھام کر بنا مخاطب کیے اسے اٹھایا تھا اور صبا کے حیران چہرے کی پروا کیے بغیر بچوں کے پاس لاکر لٹا دیا۔

"تمہاری خود اذیتی حالات نہیں بدل سکتی بیگم! حقیقت کا سامنا کرنے کے لیے ہمت چاہیے جو تم ہار چکی ہو۔" وہ اس کا جواب سننے کے لیے رکا نہیں دوسرے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔

❀ ☆ ❀

صبح معمول کے مطابق اس نے تمام کام سمیٹے تھے آج اس کے چہرے پر صرف خاموشی تھی۔ آنکھیں اب بھی ساکت و جامد تھیں۔ شہزاد نے اس کی یہ بات شدت سے نوٹ کی تھی۔ بچے بھی مما کو اس طرح خاموش دیکھ کر بنا ضد کیے اسکول چلے گئے۔

آج شہزاد اسٹور پر بھی نہیں گیا تھا اپنے کمرے میں لیٹا وہ صبا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تمام کام ختم کرکے اس نے ہاتھ لے کر کپڑے تبدیل کیے اور خود کو فریش ظاہر کرنے کے لیے اس نے ہلکے میک اپ کا سہارا لیا' اس کے کپڑے چینج کرکے اسے تیار کیا تھا۔

شہزاد بہت بے چینی سے اس کی تیاری دیکھ رہا تھا۔

"کہاں جارہی ہو تم؟"

"میں واقعی ہمت ہار چکی ہوں شہزاد حسن! اور اتنی بھی ہمت نہیں کہ میں اپنے گھر والوں کا سامنا کرکے ان کے ان گنت سوالوں کے جواب دے سکوں اس لیے تم کہو تو تمہارے پاؤں پکڑ لیتی ہوں' تمہارے اس گھر میں تھوڑی سی جگہ درکار ہے ہاں آج کے بعد بوجھ نہیں بنوں گی۔ ایک پرائیوٹ اسکول میں ٹیچر کی ضرورت ہے اور مجھے اپنے سہارے کی' اس لیے میں اس کے لیے جارہی ہوں۔"

"جب میں تمہیں اس گھر میں جگہ دے سکتا ہوں تو تین وقت کھانے کے لیے روٹی بھی فراہم کرسکتا ہوں جب سے خیال سے تم نے قدم باہر نکالا تو بہت برا ہوگا۔" اسے جو رات سے سوچ سوچ کر خود پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے صبا کا دل دکھایا ہے۔ صبا کی باتوں پر تو اس کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر سختی سے بری طرح جھنجوڑ دیا۔

"تم یہ چاہتی ہو زمانے کو کہ تمہارا شوہر تمہارے ناز نہیں اٹھا سکتا' مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو دنیا کے سامنے۔"

"ہر سب میں نے تمہاری عزت بنانے کے لیے اپنا آپ مٹا دیا ہے شہزاد حسن! میں تمہیں دنیا کے سامنے بدنام کیسے کرسکتی ہوں۔"

"اگر اپنے ماں باپ کے گھر نہیں جانا چاہتی تو ٹھیک ہے جس طرح گزر رہی ہے گزرنے دو زندگی' مگر نوکری کی اجازت میں تمہیں کسی صورت نہیں دے سکتا۔" اس نے صباحت کو کندھوں سے سختی سے تھام رکھا تھا اپنی بات مکمل کرکے اس نے صبا کو بیڈ پر دھکیل دیا تھا اور خود غصے سے پیر پٹختا باہر چلا گیا۔

❀ ☆ ❀

ایک دوسرے کو مخاطب کرنا دونوں ہی نے ترک کردیا تھا۔ صباحت نے خود کو جہاں بچوں میں مصروف کرلیا تھا۔ وہیں ہر وقت اب اس کا ذہن سوچوں میں الجھا رہتا تھا وہ غائب دماغی سے ہر کام کرتی تھی۔

"مما آپ کو معلوم ہے کل کیا تاریخ ہے؟" بلال جب سے اسکول سے لوٹا تھا کئی بار یہ سوال دہرا چکا تھا۔

"ہوں... نہیں..." بے دھیانی سے عشا کو ہوم ورک کراتی وہ بولی تھی۔

"مما کل اکتیس دسمبر ہے یعنی لاسٹ ڈے اس ایئر کا اور پتا ہے، سکول میں نیو ایئر کے جشن کے لیے مکمل تیاری ہوگئی ہے۔"

"مما! پاپا ہمیں لاسٹ ایئر کی طرح باہر گھمانے کے لیے لے جائیں گے ناں۔"

"ضرور بیٹے کر جائیں گے اپنے بچوں کو اور جو آپ کہیں گے دلائیں گے بھی۔" شہزاد کی اچانک آواز پر چونکی تھی۔

"رئیلی پاپا مجھے تو آئس کریم کھانی ہے۔"

"اوں ہوں... آئس کریم سے گلا خراب ہوگا سردی ہے ناں آئس کریم کے علاوہ..."

"اچھا پھر کل باہر جا کے فیصلہ کریں گے۔" بچوں کو یوں خوش دیکھ کر شہزاد کو لگا اس کی تھکن اتر گئی ہو۔ مگر بچوں کے ساتھ اپنے آپ سے بھی بے گانی اور بے زار صباحت کو دیکھ کر بے حد ملول سا ہوا تھا۔

"مما انس اٹھ گیا۔" عشا چیخی تو وہ یوں چونکی گویا نیند سے جاگی ہو' شہزاد نے یہ بات شدت سے نوٹ کی تھی۔

"ہاں... اچھا جلدی سے یہ میتھ کا ہوم ورک مکمل کرلو پھر سونا بھی ہے۔" وہ اٹھ کر اندر گئی جہاں انس نے رو رو کر برا حال کر رکھا تھا۔ دو دن کے بخار نے معصوم بچے کو بالکل کمزور کر ڈالا تھا۔ دوا دینے کے باوجود بھی بخار تھا کہ کم نہیں ہو رہا تھا' وہ اس کو اٹھا کر باہر لے آئی۔

عشا کام ختم کرکے اب پاپا کے سینے پر لیٹی ہوئی تھی اور بلال بازو پر۔

"عشا! ہوم ورک مکمل ہے تو بیگ بند کرکے رکھو اور بلال! آپ میرے ساتھ چلو انس کو ڈاکٹر کو دکھانا ہے۔"

اتنا تو وہ جانتا تھا کہ انس کی طبیعت ٹھیک نہیں کیونکہ پچھلی دو راتوں سے وہ صبا کو بالکل سونے نہیں دے رہا تھا' بے چین رہتا تھا۔

"کیا ہوا انس کو؟" کئی دن کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"بخار ہے۔" اس نے شہزاد حسن کو دیکھا تک نہ تھا۔

شہزاد نے اٹھ کر انس کو اس کی گود سے لیا تھا۔

"میں لے جاتا ہوں اسے ڈاکٹر کے پاس۔" وہ اب بھی خاموش تھی اس کے جانے کے بعد اس نے عشا اور بلال کو سلایا۔ کچن سمیٹا تب تک انس کو لے کر وہ بھی آگیا۔ انس باپ کی گود میں سو چکا تھا صبا نے اسے بیڈ پر لٹایا تھا۔

پھر خاموشی سے شہزاد کے لیے کھانا گرم کرکے بیڈروم میں رکھ دیا اور خود بچوں کے پاس آکر لیٹ گئی۔

کل یہ سال بھی ختم ہو جائے گا۔ وہ ہر آنے والے نئے سال کو خوش آمدید کہتی تھی کہ شاید یہ آنے والا سال ان کے لیے اچھا ثابت ہو۔ ان کی گردش ختم ہو جائے مگر ہر سال کے اختتام پر فقط مایوسی ہی اس کے ہاتھ آتی تھی۔ صباحت نے کبھی مایوس ہونا نہیں سیکھا تھا وہ ہر دم آنکھوں میں امید کے دیے روشن رکھتی تھی۔

پھر اب کیا ہوا وہ کیوں مایوسی کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ روشنی کے وہ دیے کہاں چھوڑ آئی تھی جنہیں روشن رکھ کر وہ مایوسی کو پیچھے دھکیل دیتی تھی۔

وہ تو نئے سال کو دل سے خوش آمدید کہتی تھی خوش باش ہنستے مسکراتے پھر اب !

اس بار اسے پتا بھی نہ چلا اور سال ختم ہو گیا' زندگی اتنی تلخ ہو گئی تھی کہ جینے کی رمق بھی اس کے اندر سے مٹ گئی تھی۔ کیا شہزاد کے بدلتے رویے نے اس کے اندر سے جینے کی امنگ ختم کی یا خود اس کے رویے سے مایوس ہو کر شہزاد بدظن ہوا ہے۔ ہر سال وہ اللہ تعالیٰ سے بے پناہ خوشیوں کی' اپنے گھر اور بچوں کی سلامتی کی دعائیں مانگتی تھی مگر اس سال کیا وہ اپنے رب کی ذات سے اتنی مایوس ہو گئی تھی کہ اس نے رب سے مانگنا چھوڑ دیا تھا۔

پہلے پانچ وقت اس کی بارگاہ میں سر جھکا کر جو مانگتی تھی ضرور ملتا تھا اور اگر کچھ نہیں ملتا تھا مصلحت خداوندی سے تو ذہنی اور قلبی سکون تو میسر تھا۔ گھر میں یہ بے سکونی نہ تھی' محبت تھی اور جب سے نماز سے غفلت برتی کیا ملا' بے سکونی' تلخیاں...... ہاں میں گناہ گار ہوں' مایوس ہو گئی تھی' جب کہ اس رب کا فرمان ہے کہ مایوسی گناہ ہے میں نے گناہ کیا ہے۔

حالات اچھے ہوں یا برے' زندگی میں سکون ہونا چاہیے اور اس نے اپنے گھر کا سکون خود اپنے ہاتھوں برباد کیا تھا۔

❁ ☆ ❁

"ممّا آپ بھی چلیں ناں ہمارے ساتھ۔" بلال اور عشنا اپنے پاپا کے ساتھ جانے کے لیے تیار کھڑے تھے جب بلال نے اس سے کہا۔ شہزاد کے دل میں بھی خواہش تھی مگر لب خاموش تھے۔

"میں پھر کسی دن چلی جاؤں گی بیٹا! آپ لوگ جاؤ اور خوب انجوائے کرنا۔"

"ممّا پلیز..."

"انس کی طبیعت خراب ہے ناں بلال! ضد نہیں کرتے۔ انس اچھا ہو جائے گا تو پھر ہم سب چلیں گے آج تم دونوں جاؤ اور خوب مزے کرنا۔" شہزاد نے مایوسی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی' جو قطعی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"چلو بھئی دیر ہو رہی ہے۔" وہ بچوں سے مخاطب ہوا تھا۔

"او کے بائے ممّا۔"

"بائے جانو۔" وہ دروازے تک انہیں چھوڑنے گئی تھی پھر دروازہ بند کرتی اندر آ گئی۔

آج اس نے فجر سے مغرب تک کوئی نماز قضا نہیں کی تھی اور اس کا دل بہت پُرسکون تھا۔ نہ اس کے اندر وسوسے تھے نہ تلخیاں۔ اسے آج روز کی طرح شہزاد کو دیکھ کر بےزاری بھی نہیں ہوئی تھی بلکہ آج عرصے بعد اس نے شہزاد کی تھکن کو اپنے اندر محسوس کیا تھا۔ اس نے تنے سخت معمولات پر ترس آیا تھا۔ دن بھر کی تھکن کے باوجود وہ بچوں کو باہر لے گیا تھا۔ اس سوچ کا تھا اس نے تمام کاموں سے فارغ ہو کر وضو کیا اور عشاء کی نماز ادا کی۔

نماز کے بعد اس نے رب العزت سے تہہ دل سے اپنے مایوس رویے کی معافی طلب کی۔ اسے یقین تھا کہ ستر ماؤں سے بڑھ کر چاہنے والا رب اسے ضرور معاف کرے گا۔

ایک عرصہ بعد اس نے عشاء کی نماز کے بعد تنہائی میں دعا مانگی تھی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا لیکن اس کے دل میں اطمینان تھا وہ اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔

اس پورے سال میں پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس نے اپنے گھر میں بے سکونی پھیلا دی تھی جس میں نہ صرف وہ خود بلکہ اس کا مجازی خدا بھی بے چینی میں گرفتار رہا تھا۔

عورت گھر بناتی ہے گھر میں سکون ہو یا تلخیاں دونوں میں ہی عورت کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر وہ صبر کا دامن تھامے رہتی تو شاید ان کے حالات آج اس حد تک نہ بگڑے ہوتے کہ گھر میں نہ صرف بے برکتی تھی بلکہ تلخیاں اور جھگڑے اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ ایک دوسرے کی صورت تک سے بےزار ہو گئے۔

دل کی شدتوں سے اسے چاہنے والا شوہر اس سے دور ہو گیا کیونکہ اس نے بات بے بات گھر میں جرح شروع کر دی تھی بے شک وہ اپنے بچوں کی خواہشات کے لیے ایسا کرتی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے شہزاد کی تھکن اور پریشانی دونوں کا احساس کرنا ترک کر دیا تھا۔

"اے رب العزت! مجھے معاف فرما' میں غلطی پر تھی' میں نے شہزاد کو ذہنی اذیت دی' وہ تو ہمارے لیے ہی صبح سے رات گئے تک اپنی جان کھپاتے تھے' اپنے ہر دکھ ہر تکلیف کی پروا کیے بغیر ہمارے لیے ہماری خواہشات کی تکمیل کے لیے حالات سے لڑتے رہنے میں گناہ گار ہوں جو بھول گئی تھی کہ وقت سے پہلے اور نصیب سے بڑھ کر کچھ نہیں ملتا' میں تیری رضا میں راضی ہوں' میرے رب تو معاف فرما۔"

ابھی تو میں نے اپنے مجازی خدا سے بھی معافی مانگنی ہے میں اس کی بھی خطاوار ہوں۔

اس نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ وہ شہزاد سے اپنے ہر غلط رویے کی معافی مانگے گی اور آئندہ کبھی مایوس نہیں ہوگی۔ انہی سوچوں میں گم تھی جب گیٹ پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو بلال اور شہزاد اندر آ گئے۔ عشنا باپ کی گود میں سوئی ہوئی تھی۔

"مزا آیا؟"

"بہت زیادہ۔"

وہ بہت خوش تھا مگر اسے ابھی بہت زیادہ نیند آ رہی تھی۔ صباحت نے عشنا کو بیڈ پر لٹایا اور بلال بھی تکیہ سنبھال...

لیٹ گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ گہری نیند سو چکا تھا۔ اس نے تینوں بچوں پر لحاف ڈالا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے بیڈ روم میں آگئی۔ جہاں شہزاد سونے کی تیاری کر رہا تھا' اسے خلاف معمول دیکھ کر قدرے حیران ہوا تھا۔

"کھانا نہیں کھائیں گے؟"

"نہیں بھوک نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ کافی کچھ کھالیا۔"

صبا واپس پلٹی تھی۔

"سنو..." شہزاد نے یک دم پکارا۔

"ہوں......"

"یہ تمہارے لیے لایا تھا۔" اس نے آئس کریم کا پارسل اسے تھمایا جو صبا نے چند لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد تھام لیا تھا۔

"تمہیں تو اب میرے ساتھ جانا اچھا نہیں لگتا ناں' میں نے سوچا کہ تمہارے لیے کچھ لے چلوں۔"

یہ گلہ تھا یا طنز۔ اپنے جملوں کے بدلے صبا کی طرف سے کسی تلخ جملے کا منتظر تھا۔ مگر صبا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ اسے یوں روتا پاکر دنگ رہ گیا۔

خاموش تو اب رہنے ہی لگی تھی لڑنا جھگڑنا کافی دن سے بند کردیا تھا۔ مگر اس کا یوں رونا بہرحال اسے بے چین کرگیا۔

"کیا ہوا...؟" وہ پلٹ کر اس کے قریب آیا' جو اب تک بیڈ کے چھوٹے صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

"آپ کو آج بھی میرا خیال ہے' میں ہی غلط سمت قدم رکھ چکی تھی خود ہی اپنے گھر کا سکون ختم کر رہی تھی۔" اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی' شہزاد نے لب بھینچ کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔ اسے صبا سے گلہ نہیں تھا بس حالات نے ہی ان دونوں کے درمیان یہ فاصلے پیدا کردیے تھے۔

"یہاں آکر بیٹھو۔" نرمی سے اسے تھام کر بیڈ کے کنارے بٹھایا تھا' خود بھی اس کے برابر میں ہی بیٹھ گیا۔ لب اب بھی سختی سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے صبا کو خاموش کرائے۔

"شہزاد پلیز مجھے معاف کردیں' میں نے اتنے عرصے آپ کو ذہنی تکلیف دی' میں آپ کی گناہ گار ہوں۔"

"غلطی تو ہم دونوں کی ہے صبا! مجھے بھی تمہارے ساتھ یوں برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا' شاید تم اپنی جگہ ٹھیک ہو کہ ان دس سالوں میں میں تمہیں وہ زندگی نہ دے سکا جس کی تم عادی تھیں۔ تم نے تو پھر بھی ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور میں نے بدلے میں تمہیں اپنے رویے کی بدصورتی دی۔"

"لیکن مجھے احساس کرنا چاہیے تھا' آپ نے تو ہمیشہ کوشش کی ہے اب روز بہ روز بگڑتے حالات اور مہنگائی کی وجہ سے تو ہر انسان پریشان ہے کم از کم مجھے اس طرح سے گھر کا سکون نہیں برباد کرنا چاہیے تھا۔ ہم انسان کے بہت ناشکرے ہیں' کسی حالت میں بھی خوش نہیں رہتے۔ اس مالک کا شکر نہیں ادا کرتے کہ ہم بہرحال لاکھوں لوگوں سے بہتر زندگی گزار رہے ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ ہر خواہش انسان کی تکمیل پائے ہوسکتا ہے اس مالک نے ہمارے لیے ہم سے بہتر سوچ رکھی ہو ہمیں کبھی بھی اس ذات باری تعالیٰ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں ہم اس رستے کو چھوڑ دیتے ہیں جو سب سے بہتر ہے جو اس نے ہمارے لیے متعین کیا ہے اور میری اس بے صبری اور ناشکرے پن کے باعث آپ کتنے دن ذہنی سکون سے محروم رہے' میں نے اپنے گھر کا سکون خود اپنے ہاتھوں ختم کردیا' ان جاہل عورتوں کی طرح جن میں شعور اور علم نہیں ہوتا مگر شہزاد میرے پاس تو یہ دونوں چیزیں تھیں شعور بھی اور علم بھی پھر بھی میں غلطی کرگئی۔"

"صبا! تم بھی انسان ہو اور غلطی انسان ہی کرتے ہیں۔ سچ پوچھو مجھے لگتا ہے تم بھی اپنی جگہ ٹھیک ہی تھیں۔

اتنا عرصہ تم نے میرا ساتھ دیا مگر شاید رب کو یہ منظور نہیں تھا' تمہارا غصہ کرنا بھی درست تھا' میں ہر بار تمہیں امید دلا کر تمہاری امید توڑ دیتا تھا۔ مگر صبا! مجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کہ جلد ہی ہماری یہ آزمائش ختم ہوجائے گی۔ تین چار دن پہلے میں نے ایک انٹرویو دیا تھا اور مجھے انہوں نے کل صبح بلایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے میری پسند اور معیار کی جاب ضرور مل جائے گی۔"

"ان شاء اللہ تعالیٰ!" صبا نے دل سے دعا کی تھی پھر دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے اس نے شہزاد کو دیکھا تھا۔

"اگر میں آپ سے اس نئے سال پر کچھ مانگوں تو آپ انکار تو نہیں کریں گے؟"

"نہیں' تم کہو۔" وہ بہت پرسکون تھا اس کی صبا اسے دوبارہ مل گئی تھی۔

"آپ وعدہ کریں خفا نہیں ہوں گے۔"

"وعدہ! تم کہو تو..."

"مجھے جاب کی اجازت دے دیں پلیز۔" اس کی بات پر شہزاد حسن کے مسکراتے لب سکڑ گئے تھے۔

"صبا تمہیں پتا ہے ناں کہ..."

"میرا وعدہ ہے آپ سے میری ذات ہمیشہ آپ کی عزت اور وقار کو مزید اونچا کرنے کا باعث بنے گی' میں کبھی آپ کے نام پر حرف نہیں آنے دوں گی۔ اعتبار تو کرتے ہیں ناں مجھ پر۔" شہزاد کے کچھ کہنے سے قبل ہی اس نے امید بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"تم پر تو مکمل اعتبار ہے صبا! مگر دنیا سے ڈرتا ہوں کل کو کسی نے یہ کہہ دیا کہ میں اپنے گھر کے......"

"دنیا کی باتیں کرنا چھوڑ دیں شہزاد! ہمیں اپنا گھر مل کر بنانا ہے دنیا نے صرف باتیں بنانی ہیں۔ ہم دونوں مل کر محنت کریں گے تو ان شاء اللہ بہت جلد ہی اس گھر میں خوش حالی ہوگی' ہم اپنے بچوں کی تمام خواہشات و ضروریات باآسانی پورا کرسکیں گے۔ اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ترسنا نہیں پڑے گا۔ پلیز شہزاد بھروسہ رکھیں میں کبھی آپ کا اعتبار نہیں توڑوں گی۔"

"ایسا نہیں ہے صبا کہ مجھے تم پر بھروسہ نہیں ہے۔" اس نے صبا کے نرم ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامے تھے۔ "بس مجھے شروع سے ہی خواتین کا جاب کرنا اچھا نہیں لگتا لیکن اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں تمہیں اجازت دے دیتا ہوں کیونکہ تم نے ان دس سالوں میں مجھ سے بہت سی خواہشات کا اظہار کیا اور میں پورا نہ کرسکا اور تمہاری یہ خواہش بھی میں کئی بار نظر انداز کرگیا مگر آج نہیں۔ اسے کل شروع ہونے والے نئے سال کا تحفہ سمجھو میں تمہاری یہ خواہش مان لیتا ہوں۔"

صبا حسن شہزاد کی خوشی ناقابل بیان تھی۔ وہ خوشی کے ان آنسوؤں کو چھپانے کے لیے شہزاد حسن کے کشادہ سینے میں جا چھپی تھی۔

"تھینک یو شہزاد... تھینک یو سو مچ۔" اور شہزاد حسن نے اس کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار باندھ دیا تھا۔

"صبح ہمارے گھر میں سورج ایک نئی امید کی روشن کرن لیے طلوع ہوگا۔ کیوں ناں ہم مل کر عہد کریں کہ اس نئے سال کو ہم خوش دلی سے خوش آمدید کہیں گے اور خوش رہیں گے' زندگی کی ہر دھوپ چھاؤں کا مقابلہ مل کر کریں گے اور کبھی بھی ہمارے درمیان پھر سے کوئی تلخی نہیں آنے دیں گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں آپ سے کہ کچھ بھی ہو' مایوسی کے اندھیروں کو نہیں دیکھوں گی امید کے دیے ہمیشہ روشن رکھوں گی۔"

اس کے سینے پر سر رکھے وہ دل کی تمام تر گہرائیوں سے وعدہ کررہی تھی۔

شہزاد حسن نے مسکرا کر اپنی بانہوں کا حصار مزید مضبوط کیا اور اسی دوران بارہ بج گئے' ہر طرف فضا میں پٹاخوں کی آوازیں گونج اٹھیں۔

قسط نمبر 34

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

سب وا ہیں دریچے تو ہوا کیوں نہیں آتی
چپ کیوں ہے پرندوں کی صدا کیوں نہیں آتی
گل کھلنے کا موسم ہے تو پھر کیوں نہیں کھلتے
خاموش ہیں کیوں پیڑ، صبا کیوں نہیں آتی

انائیا ملک کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ ایشاع کو بھی یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ لڑکی ہونے کے ناتے انائیا کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔ تبھی دل جوئی کو اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

”بھابی بھائی کو اندازہ نہیں تھا۔ ایکچوئیلی بھائی کے مزاج سے آپ واقف ہوں گی۔ ان میں اتنی کرٹسی ہے کہ وہ کسی کو بھی نا نہیں کرتے۔ اگر وہ علیزے ہاشمی کے ساتھ گئے ہیں تو اس میں ان کی مرضی سے زیادہ دخل ان کی مروت کا ہوگا۔ وہ مروتاً ایسا کر گئے اور......!“ انائیا نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا وہ کس کیفیت سے گزر رہی ہے۔

”بھائی آ جائیں تو آپ خوب اچھے سے کلاس لیناان کی۔ مجھے بھی اچھا نہیں لگا جس طرح وہ آپ کا ہاتھ چھوڑ کر اچانک سے چلے گئے۔“ ایشاع نے کہا تھا مگر وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

”مجھے ہوٹل واپس چلنا چاہیے ایشاع، میں تمہیں رنگ کروں گی۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

ذہن سوچوں سے اٹا ہوا تھا۔ اس کی ”پیش رفت“ کی کوشش بے کار گئی تھی۔ اس کا ربط بنانے کی کوشش کرنا رائیگاں گیا تھا۔ وہ اتنا کچھ کر کے بھی ہار رہی تھی۔ اس کے خدشے اسے ڈرانے پر آ گئے تھے۔

اسے اپنی ہر کوشش بے کار لگی تھی اور اپنا آپ انتہائی بے وقعت اور ارزاں لگا تھا۔ وہ محبت کر کے ہار گئی تھی۔

محبت کے بنا وہ مضبوط تنی کھڑی تھی۔ اس کے قدم مضبوطی سے زمین پر جمے تھے مگر خود اس کے دل نے ہرا دیا تھا۔

کاش اس نے دل کی نہ سنی ہوتی یا اس طرح کوئی کوشش کرنے کا ارادہ نہ باندھا ہوتا۔

❁ ❁ ❁

دامیان سوری کا ضبط لمحہ بھر کو جواب دینے لگا تھا مگر وہ بات کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا سو گہری سانس لے کر مصلحت پسندی سے بولا۔

”میں بھی کچھ چاہتا ہوں مگر کیا تمہیں اس کی فکر ہے انابیہ بیگ؟“ اس کی آنکھوں میں اس کے اندر کی تمام کیفیت

عیاں تھی۔ جیسے دامیان سوری کا دل اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا‘ مگر انابیتا کسی بات پر اعتبار کرنے کی خواہاں نہ تھی۔ تبھی اس کی سمت سے دھیان ہٹالیا تھا۔

”میری طرف دیکھو انابیتا‘ ادھر... میرا مقصد تمہیں پریشان کرنا قطعاً نہیں ہے۔ میں تمہیں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا جز اور کل تم ہو میں کسی سیارے کی طرح تمہارے ارد گرد چکر کاٹتا ہوں۔ میری دنیا اس سے شروع ہوتی ہے نہ پیچھے میرا مرکز تم ہو انابیتا بیگ تم سے میری دنیا چلتی اور رکتی ہے۔ تم نا چاہ کر بھی میرے لمحوں کو اپنے تصرف میں باندھے ہوئے ہو۔ چاہو تو یقین کرو چاہو تو مت کرو‘ مگر میں اب سب چیزوں کو ایک سمت کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان ہوں چیزوں کو میں نے بگاڑا ہے۔ ساری غلطی میری ہے اور...“ دامیان سوری کو چونک کر رک جانا پڑا تھا۔ وہ اس کی سمت نہیں متوجہ تھی مگر اس کی آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ اٹھ کر جانے لگی تھی۔ مگر دامیان نے بنا پیچھے دیکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا تو وہ اٹھ نہیں پائی تھی۔

کوئی شے اسے باندھ رہی تھی۔ اس کا سارا وجود کپکپا رہا تھا۔ وہ جیسے اپنے اندر سے لڑ رہی تھی۔ دامیان سوری نے اس کے شانوں پر ہاتھ دھرا تھا مگر اس نے غصے سے جھٹک دیا تھا۔

دامیان نے دوبارہ اسے تھاما... وہ اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ وہ کسی مشکل میں گھری تھی اور اس سے نمٹنا جیسے اس کے لیے مشکل ترین لمحہ تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس لمحے جیسے وہ بیپ میں تھا۔ آنکھوں کے سمندر میں طغیانیوں کا سلسلہ بڑھ رہا تھا اور کئی آنسو بند توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ دامیان سوری کو اس کا ٹوٹنا بکھرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ بہت آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

آنکھوں سے آنسو یک تواتر سے بہہ رہے تھے۔ دامیان کے لیے یہ سب برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے ڈر تھا اسے کچھ ہو نہ جائے۔

”انابیتا...!“ بہت نرمی اور آہستگی سے پکارا۔

”پلیز انابیتا تمہیں جو تکلیف ہو رہی ہے اسے میں بھی اتنا ہی محسوس کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم پرسکون نہیں ہو اور اس کا باعث میں ہوں‘ پلیز خود کو مزامت دو‘ کیونکہ تمہارا خود کو سزا دینا مجھے اپنی سزا لگتا ہے۔“ وہ مدھم لہجے میں بولا۔ انابیتا نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔ بنا اس کی جانب دیکھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ کچھ لمحوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر جب اندر کا غبار کچھ کم ہوا تھا تو سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی دھڑکنوں کی آواز بہت قریب سنائی دے رہی تھی۔

اس کی نظروں میں نرمی تھی محبت کی تپش تھی اس کے لیے خاص پیار اور فکر تھی۔ وہ کچھ فکرمند دکھائی دے رہا تھا۔ انابیتا کو اس قربت پر کچھ حیرت ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ خود اس کے قریب آئی تھی لیکن ایک جذباتی لمحہ گزر جانے کے بعد وہ پھر سے وہی انابیتا بیگ تھی۔ نظریں اس کی سمت سے ہٹا کر وہ اس سے دور ہوئی تھی اور مکمل سنجیدہ دکھائی دی تھی۔ دامیان سوری نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پہلے اس کی سمت رومال بڑھایا تھا پھر پانی کا گلاس پیش کیا۔

انابیتا نے رومال نہیں لیا مگر شاید وہ رونے کے باعث حلق خشک محسوس کر رہی تھی۔ سو اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھام لیا تھا اور دو چار گھونٹ لے کر گلاس میز کی سطح پر واپس رکھ دیا تھا۔

”اتنی محبت ہے؟“ دامیان سوری نے مدھم سرگوشی میں پوچھا مگر نظریں اس کے چہرے پر رکی تھیں۔ انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ شاید وہ اسے اگنور کرنا چاہتی تھی۔ تبھی اس کی سمت دیکھے بنا اٹھی تھی۔ سرعت سے آگے بڑھ جانا چاہا مگر دامیان نے اٹھ کر ایک جست میں اس کا ہاتھ تھاما اور وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔

کچھ دیر تک سکوت سا رہا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آیا تھا اور جب سجھائی دیا تھا تو اس کی ناک کے نتھنوں میں اس کی خوش بو تھم رہی تھی اور اس کی دھڑکنوں کو وہ اپنے قریب محسوس کر رہی تھی۔ سر اٹھا کر دیکھا تھا وہ اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔

”انابیتا بیگ میں جاننا چاہتا ہوں تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے اور کتنی نفرت کیا یہ نفرت اس محبت سے زیادہ گہری ہے؟ تم مجھے کسی ایک بات کے لیے معاف نہیں کر پائیں یا پھر تمہاری نفرت اتنی بڑی ہے کہ محبت کا قد اس کے سامنے کسی ذرے جتنا ہو گیا ہے؟ اور تمہاری انا اس نفرت کو اور ہوا دے رہی ہے ایسا ہے تو کیا انا جیت جائے گی؟ تمہیں خوشی ہوگی اگر محبت ہار جائے اور کچھ باقی نہ رہے؟ تم سمجھتی ہو جو گزر گیا اس کے لیے آنے والے دنوں کو گنوانا عقل مندی ہے؟ تمہیں ڈر لگتا ہے کہ اگر تم ان گزرے لمحوں کو آزاد کر دو گی تو تمہاری ناسر پنجتی رہ جائے گی؟ تم اپنے اندر کی انا کو تسکین دینے کے لیے آنے والی ان خوشیوں کا گلا گھونٹ دینا چاہتی ہو؟ کیا یہ دانش مندی ہے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مدھم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”اپنی بند مٹھی کھول دو انابیتا بیگ ان گزرے لمحوں کو آزاد کر دو۔ میں جانتا ہوں ایسا کر کے تمہیں بہت سکون ملے گا اور تسکین ملے گی۔ اپنے آپ کو اتنے بہاؤ کی مذمت کرو۔ اس بہاؤ سے تم آنے والے زمانوں سے کٹ جاؤ گی انابیتا۔ مجھے اندیشہ ہے تم پچھتاؤوں میں نہ گھر جاؤ اور پھر محبت ان بند دروازوں سے کبھی باہر نہ جھانک پائے۔“ وہ تھکے ماندے لہجے میں بولا تھا۔ انابیتا بیگ کچھ لمحوں تک خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی پھر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ آہستگی سے نکالا اور اس کی جانب سے چہرے کا رخ پھیر کر ایک لمحے میں مڑی تھی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ دامیان سوری اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

۞ ۞ ۞

انائیہ ملک اپنا سامان پیک کر رہی تھی جب وہ اندر آیا تھا اور اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

”یہ کیا کر رہی ہو تم؟“ معارج مغلق فکرمندی سے بولا۔ مگر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا نا کوئی جواب دیا۔ معارج مغلق کو اس کا انداز خطرناک لگا تھا۔ وہ اس سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی اور شدید غصے میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا وہ واپسی کی ٹھان چکی تھی۔ وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔ پھر شانوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔ وہ جو الماری سے سامان نکال کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی اس کے سامنے آ جانے پر اسے ناگواری سے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے جھٹک دیے تھے۔

”انائیہ!“ معارج مغلق نے پکارا۔ مگر اس نے سنی ان سنی کر دی تھی۔ معارج مغلق اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا پھر ایک گہری سانس لے کر اس کے متحرک وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں لیا تھا۔

”کیا ہے یہ سب؟ اگر کوئی احتجاج ہے تو بہت بھونڈا ہے۔“ وہ تیز ہوا بول رہا تھا۔ انائیہ ملک نے اس کی سمت خشمگیں نظروں سے دیکھا تھا پھر اس کے سینے پر مکوں کی بارش شروع کر دی تھی۔ وہ اپنے اندر کا سارا غصہ اس پر نکال رہی تھی اور معارج مغلق اس کے سامنے بہت سکون سے تنا کھڑا تھا۔ جیسے اس کے مکوں کا اس پر سرے سے کوئی اثر ہی نہ ہو یا اس بات کا خواہاں ہو کہ وہ اپنے اندر کے غصے کو باہر نکال دے۔

انائیہ ملک تھک کر اس کی بانہوں میں تھی۔ اس کی ہمت ختم ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ گہرے گہرے سانس لیتی رہی

تھی پھر سر اس کے سینے پر دھرا پھر کچھ دیر سے دیکھنے لگی تھی انداز قتل کر دینے والا تھا۔

”نفرت ہے مجھے آپ سے، بہت نفرت۔ نہیں ہیں آپ اس قابل کہ آپ سے کسی قسم کی کوئی رعایت برتی جائے یا پھر کسی خاص جذبے سے آپ کو نوازا جائے۔ آپ بہت خود غرض انسان ہیں۔ میں نے پوری زندگی میں آپ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ جو آپ کو دیا آپ اس کے لیے بالکل بھی ڈیزرو نہیں کرتے۔ حیرت ہے مجھے اپنے آپ پر، کیسے اعتبار کرلیا آپ پر اور کیسے سونپ دیا سب۔ میں کوشش کر رہی تھی پل بنانے کی، سینے جوڑ رہی تھی۔ نقطے سے نقطہ ملا کر راستے بنا رہی تھی مگر آپ نے تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ مجھے لگا تھا کوشش کر کے کچھ ہو سکتا ہے تو کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ میں کل کو پچھتاؤں سے الگ کر کے رکھنا چاہتی تھی مگر کیا ہوا؟ رائیگاں گئیں سب کوششیں۔ بے وقعت ہوا سب، مجھے بے وقعت کر دیا آپ نے۔ اتنا ارزاں کر دیا کہ میں خود اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پا رہی اور.....“ وہ تھک کر چپ ہوئی تھی۔ اس کی سمت سے نگاہ ہٹائی تھی۔ مگر تبھی گرم گرم آنسو بند ھ توڑ کر اس کے چہرے کو بھگونے لگے تھے۔ اس نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ بنا اس کی جانب دیکھے۔

معارج تغلق اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا بنا کچھ بولے۔ اس کی چھڑانے کی کوشش اس نے ناکام بنا دی تھی۔ وہ غصے سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”چھوڑو مجھے، مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔ معارج تغلق نے بجائے اسے چھوڑنے کے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے اس کے آنسو پونچھنا چاہے تھے۔ مگر انایا نے ہاتھ جھٹک دیا تھا گویا اسے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہیں چاہیے تھی۔

”لیو می!“ وہ جارحانہ نظروں سے اس کی سمت دیکھتی ہوئی اس کے بازوؤں کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ مگر معارج تغلق نے سنی ان سنی کر دی تھی اور اس کے اطراف اپنا گھیرا مزید تنگ کر دیا تھا۔ وہ پر احتجاج انداز میں اس کی سمت تکنے لگی۔ چہرہ متواتر آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ معارج تغلق نے ان آنکھوں کو بغور دیکھا تھا پھر بہت پر سکون انداز میں بولا۔

”مسز انایا تغلق کیا ہے یہ سب؟ ایسے بچپنے کی امید میں تم سے نہیں رکھتا۔“ وہ شدید غصے سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

”مجھ سے تم بچپنے کی امید نہیں رکھتے۔ مجھ سے یہ امید رکھتے ہو کہ میں تمہارے ہر ڈرامے میں فٹ بیٹھوں۔ ہر کردار میں ڈھل کر ڈھل جاؤں۔ بنا چوں چرا کیے ہر بات مانوں، ہر گھٹیا بات کو سہوں اور پھر بھی تمہارا ساتھ دوں۔ یہ ساری امیدیں مجھ سے ہی کیوں؟ اور اگر میں کوئی احتجاج کروں تو اس پر بچپن کا لیبل لگا دیا جائے؟ کتنے مہان انسان ہو تم معارج تغلق، کس قدر خود غرض ہو۔ تمہیں عادت ہوگئی ہے فائدہ اٹھانے کی۔ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو استعمال کرنے کی، ڈرامہ کرنے کی۔ بہت شاطر دماغ ہو تم اور اپنے پلڑے میں ہمیشہ جیت رکھنا چاہتے ہو۔ تمہاری بلا سے جائے کوئی بھاڑ میں۔ کسی کی تکلیف، کسی کے نقصان سے تمہیں کیا سروکار؟ رشتے کیا ہوتے ہیں اس کی قدر تمہیں کب ہونے لگی؟ کوئی قیمت نہیں ہے تمہارے لیے کسی بھی رشتے کی۔ بہت خوش ہوگے نا تم کہ بدلہ پورا ہوا؟ اپنی انا کی تسکین کو بھار رہے ہو اور کتنے مزے لوگے اس ایک بات کے لیے؟ تمہیں تو عادت ہے نا کسی کے کیے کی سزا کسی اور کو دینے کی۔ اپنے طور پر بہت انصاف پسند ہونا اپنے لیے یہ، تجویز کر دیتے تم؟ یہ کس ڈگری کا استعمال کر رہے ہو شاید تم؟ یہی تمہیں؟ میں یہاں تمہارے ساتھ تھی کیوں اس سب کھیل کو پھر سے کھیلنے کا موقع دیا تمہیں، بہت خوش ہوئے نا۔ میں بازی، بہت تسکین مل رہی ہوگی نا کہ میں نے سب کھو دیا؟ جو میرا تھا سب تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

بہت سکون مل رہا ہوگا۔ یقیناً بہت خوش ہوگے اپنے دل میں۔ سوچ رہے ہوگے کہ میں کتنی بے وقوف ہوں اب بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے قریب آنے کے جتن کر رہی ہوں تمہاری قربت کے لیے مری جا رہی ہوں۔ بہانے ڈھونڈ رہی ہوں۔ قریب آنے کے۔ یہ سب محبت تھی معارج تغلق، غلطی سے ہوئی تھی محبت مگر اس کا خمیازہ اب بھگتنا بہت بھاری بہت ہوگیا۔ بہت پاگل تھی میں، تمہیں معاف کر دیا۔ جہاں کچھ نہیں وہاں کچھ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ نہیں ہو تم اس قابل نا میری نفرت نا محبت کے۔“ وہ بہت غصے سے کہہ رہی تھی اور معارج تغلق پر سکون کھڑا اسے سن رہا تھا۔ اپنے حصار میں لیے چپ چاپ سن رہا تھا وہ اسے بولنے دینا چاہتا تھا۔ وہ تھک کر چپ ہوئی تھی اور اس کی جانب دیکھنے کا سلسلہ متروک کرتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ اس کے بازوؤں کے حصار میں بے بس سی کھڑی تھی۔ آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ اس کے اندر کا غصہ لامحدود تھا اور احتجاج بھرپور۔ معارج تغلق اس کے لرزتے کانپتے وجود کو تھامے کھڑا بہت پر سکون انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر بہت آہستگی سے بولا۔

”مجھے ایلکس کی طرف جانا تھا ضروری کام سے مگر تم نے سارا دھیان اپنی طرف باندھ لیا۔ اپنا سامان واپس رکھو۔ میں اس میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن جب جانا ہوگا اس کے بارے میں پہلے سے انفارم کر دوں گا۔ فی الحال اس کا وقت نہیں آیا مجھے کئی ضروری کام ہیں جو نمٹانے ہیں اور تمہارا میرے ساتھ رکنا ضروری ہے اگر تم سمجھتی ہو تمہیں استعمال کر رہا ہوں تو مجھے کچھ اور فیور دے دو۔ تمہارا ہزبینڈ ہوں اتنی رعایت تو دے سکتی ہو نا؟“ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

انایا ملک اسے سر اٹھا کر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت پر سکون تھا اس کا معمول یہ نہیں تھا وہ اس کا غصہ برداشت کر رہا تھا۔ بہت سکون سے اسے جھیل رہا تھا اور بولنے میں بھی ایک ٹھہراؤ تھا۔ وہ کون سا روپ تھا اس کا؟ وہ اپنے آپ کی نفی کر رہا تھا۔ جو وہ اس گھڑی تھا وہ شاید اس کا اصل نہیں تھا یا پھر وہ بدل گیا تھا؟

انایا ملک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

۞ ۞ ۞

”ممی مجھے آپ کو بتانا تھا میں نے لندن کی ایک یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے اپلائی کیا تھا۔ وہاں سے جواب آیا ہے۔ میں مزید پڑھنا چاہتی ہوں اس طرح فارغ بیٹھنے سے کہیں بہتر ہے کہ میں انٹرنیشنل بزنس میں ایک ڈگری لے لوں۔“ مسز بیگ سبزی کاٹ رہی تھیں جب وہ اپنے لیے چائے بناتی ہوئی بولی۔ مسز بیگ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔ وہ ان کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ پھر منت سے بولی۔

”پلیز آپ پاپا کو بتا کر انہیں منا لیں۔ میرا فی الحال شادی کا کوئی پلان نہیں ہے۔“ وہ فرار کے راستے ڈھونڈ رہی تھی۔

”نابیہ بیٹا! لڑکیوں کے پڑھنے اور شادی کے ہونے کا ایک ٹائم مقرر ہوتا ہے۔ ایک خاص وقت کے بعد پھر اچھے رشتے ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تم ضد کر کے مجھے اور اپنے پاپا کو رضا مند تو کر لوگی مگر پھر ہمیں اس بات کی فکر رہے گی کہ آگے جا کر کیا ہوگا۔ ہم ماں باپ ہیں ہمیں تمہارے آج کی پروا ہے اور کل کی بھی فکر ہے۔ ہم تم سے اس طرح لاتعلق نہیں ہو سکتے۔“ مسز بیگ بول رہی تھیں جب ملازمہ نے آ کر بتایا تھا کہ لائبہ آئی ہے اور نابیہ سے ملنا چاہتی ہے۔ نابیہ کوئی جواب دیے بنا باہر آ گئی تھی۔

”مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی نابیہ۔“ وہ اسے دیکھتے ہی بولی۔ نابیہ چونکی تھی۔

”کیا ہوا؟“ نابیہ نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ کچھ تو خاص

تھا جو للی اس سے کہنے جا رہی تھی۔ جانے کیوں اناہیتا کو اس لمحے بہت بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''اناہیتا مجھے تم سے کچھ کہنا تھا مگر پھر لگا شاید یہ مناسب نہ ہو تم خود سے چیزوں کو جانو اور سمجھو تو یہی مناسب ہوگا۔ مگر میں تم سے کہنا چاہوں گی کہ پلیز اس طرح جلدی مت کرو۔ کبھی کبھی جو دکھائی دیتا ہے وہ ہوتا نہیں اور درحقیقت جو ہوتا ہے اس کی کھوج کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔'' للی میک بولی تھی۔ اناہیتا کو الجھن ہوئی تھی۔

''تم واضح انداز میں بات کر سکتی ہو؟ تمہارے اس انداز سے مجھے الجھن ہو رہی ہے۔'' للی کچھ لمحوں تک خاموش رہی تھی پھر سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی پوروں کو دیکھتی ہوئی بہت پرسکون انداز میں بولی تھی۔

''اناہیتا میری اور دامیان سوری کی انگیجمنٹ نہیں ہو رہی۔''

''کیا؟'' اناہیتا بیگ چونکی تھی للی میک نے سر ہلا دیا تھا۔

''کیا مطلب؟ کیا انگیجمنٹ پوسٹ پونڈ ہو گئی؟'' اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔ للی نے بہت سکون سے سر نفی میں ہلایا تھا اور بولی۔

''دامیان تم سے بہت شدید عشق میں مبتلا ہے اناہیتا بیگ اور یہ بات میں ہی نہیں سب جانتے ہیں شاید تم بھی جانتی ہو۔ وہ تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ہر خطرہ اپنا سکتا ہے۔ تمہارے معاملے میں وہ پورا پاگل ہے۔ اسے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میرا یہاں آنا اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اس نے مجھے یہاں اپنی مدد کے لیے بلایا۔ اسے میری ضرورت تھی شاید تمہیں برا لگے مگر اسے لگا میرے یہاں آنے سے تمہیں فرق پڑے گا۔ تم غلط مت سمجھو اس کا ارادہ تمہیں بے وقوف بنانے کا نہیں تھا مگر صرف یہی کہ تم اس کا نوٹس لو کہ اس کی توجہ کا تمام تر مرکز تم نہیں ہو۔ اس کی سوچوں کا آغاز اور اختتام تم پر ہوتا ہے۔ اس کی سوچ تم سے آگے جاتی ہی نہیں۔ میرا اس کا ناتا دوستی کا ہے۔ وہ تو اسی دن ختم ہو گیا تھا جب اسے تم سے محبت کا ادراک ہوا تھا اسے مجھ سے محبت کبھی نہیں تھی۔ مجھے اس کا احساس بہت پہلے ہو گیا تھا۔ اسے میری قربت کی خواہش نے کبھی نہیں ستایا۔ ہم شاید بس اچھے دوست تھے اور آج بھی ہیں۔ تم یہ مت سمجھو کہ میں اس کی کوئی وکالت کرنے آئی ہوں۔ مگر مجھے لگا تمہیں یہ سب بتا دینا ضروری ہے کیونکہ ہم کبھی کبھی خود اپنے ہونے کی اتنی نفی کرتے ہیں کہ اس کے بعد ہر احساس ختم ہو جاتا ہے۔ میں تمہارے اندر کی اس انا کو ختم کرنا نہیں چاہتی۔ میں بھی ایک لڑکی ہوں مگر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ایک لڑکی کا دل کیا چاہتا ہے۔ کیا سوچتا ہے اور کیا خواہش کرتا ہے۔ ہم دونوں میں ایک شے مشترک ہے اور وہ ہے محبت۔ تمہیں بھی دامیان شاہ سوری سے محبت ہے اور مجھے بھی۔ تم اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتی اور میں اس بات کو اپنے اندر دبا کر رکھنے کی قائل نہیں۔ دامیان شاہ سوری کے لیے میری محبت کے معنی کچھ نہ سہی مگر میرے لیے اس کی خوشی بہت اہم ہے اور اس کی خوشی تم ہو اناہیتا بیگ۔ اگر میں اسے خود سے کوئی خوشی نہیں دے سکتی تو اس کی خوشی کو اس کے قریب کرنے کی کوشش تو کر سکتی ہوں نا اور یہاں آ کر میں نے وہی کیا۔ میں چاہتی ہوں تم اسے معاف کر دو۔ تم دونوں کے درمیان کے اختلافات اتنے شدید ہیں کہ اگر تم نے بڑھتے رہنے دیا تو یہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ یہ اختلافات دوریوں کو بڑھا دیں گے اور پھر ملنے کی کوئی امید نہیں رہے گی۔ محبت کچھ نہیں دیتی سب لے لیتی ہے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو کیا کرتی؟ کاش میں تمہاری جگہ ہوتی تو محبت کی پرستش کرتی نا کوئی ناپ تول مجھے جانچ پڑتال کی کوئی فکر نہ ستاتی اناہیتا۔ وہ جو کہتا میں آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی۔ جو راہ منتخب کرتا میں اس پر بنا کسی تردد کے قدم رکھ دیتی۔ محبت خود کی نفی ہے اناہیتا۔ محبت ''میں'' نہیں ''تو'' ہے۔ صرف ''تو'' ... جب خود کو جتانے میں وقت ضائع ہو تو سمجھو ناتے جو راستہ روکے کھڑی ہے وہ ہر راہ بند کرتی جا رہی ہے۔ تم اسے معاف نہیں کر پا رہی۔ وہ تمہیں محبت ہے اس کی خوشی سب ہے۔ تو پھر معاف کرنا تو مشکل کیوں ہے۔ محبت تو دینا

بات کو بھی سہہ سکتی اور برداشت کرسکتی ہے نا؟ کیا محبت کا دل اتنا چھوٹا ہے کہ معافی کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ کیا کیا ہے اس نے لوگ اپنے قاتل کو بھی معاف کردیتے ہیں اناہیتا۔ تم اتنی بے وقوفی کیسے کرسکتی ہو؟" ملئی میک اس کی سمت دیکھتی ہوئی مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اناہیتا اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ ملئی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"محبت کو موقع دو اناہیتا اپنے دل میں کچھ گنجائش بناؤ کسی کو معاف کردینا سزا دینے سے کہیں بہتر ہے۔ اگر تم دامیان کو سزا دو گی تو وہی سزا تمہارے حصے میں بھی آئے گی اور کیا تم اسے سزا دے کر خود کبھی خوش رہ پاؤ گی؟ کبھی چین سے جی پاؤ گی؟" ملئی میک اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔ وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"کیوں کررہا ہے وہ یہ سب؟ اب کچھ نہیں بن سکا تو تمہیں بھیج دیا۔ عادت ہے اسے اس طرح کھیل کھیلنے کی۔ چاہتا ہے کسی بھی طرح سے اس کا پلڑا بھاری رہے اور جیت اس کا مقدر ہو۔ اسے ہار پسند نہیں تا بھی اب تمہارا سہارا لے رہا ہے اور تم اس شخص کی مدد کررہی ہو؟ جس نے تمہیں بھی اپنی زندگی سے نکال باہر پھینکا؟ وہ کسی کے ساتھ فیئر نہیں ہے ملئی میک وہ کسی سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا اسے صرف اپنی فکر ہے وہ تمہیں بھی استعمال کررہا ہے اور مجھے بھی اپنے قابو میں کرنے کے ہزار ہا جتن کررہا ہے۔ تم ایسے شخص کی مدد کرنا کیوں چاہتی ہو؟ اس کو فائدہ پہنچا کر تمہیں کیا ملے گا؟" اناہیتا ہر بات کی نفی کرتی ہوئی بولی تھی تو ملئی اسے کچھ لمحوں تک دیکھتی رہی پھر مسکرادی۔

"اناہیتا آر یو کریزی؟ میرے اتنے سمجھانے پر بھی تم یہ کہہ رہی ہو اور تمہیں اندازہ ہے کہ تم کیا کررہی ہو؟ تم دامیان سوری کو اپنی زندگی سے اس طرح دھکیل کر نکال دو گی تو باقی کیا بچے گا؟ تم یہ سب اس لیے کررہی ہو نا کہ وہ تمہارے پیچھے آرہا ہے تمہیں یقین ہے کہ وہ کہیں نہیں جائے گا؟ اناہیتا آئی ایم ڈیم شیور اگر آج تمہیں پتا چل جائے کہ وہ تمہارا نہیں ہے اور وہ کسی اور سمت چل پڑا ہے یا کسی اور کو زندگی میں لے رہا ہے تو تم سر پٹخ پٹخ کر روؤ گی اور دعائیں کرو گی کہ کہیں کوئی معجزہ ہو جائے اور وہ تمہاری طرف لوٹ آئے۔ ایسے حیرت سے مت دیکھو مجھے اناہیتا۔ میں لڑکیوں کی نیچر جانتی ہوں، گر تمہاری جگہ میں بھی ہوتی تو میں بھی اسی طور بی ہیو کرتی۔ ایسے ہی کچھ نخرے بھی دکھاتی مگر پھر مان بھی جاتی۔ تم ماننے میں وقت لے رہی ہو کیونکہ تم جانتی ہو وہ کہیں اور جانے والا نہیں اور سوچو اگر وہ تھک کر امید ہار کر اگر کہیں چلا گیا تو؟" ملئی میک نے اس کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"وہ کہیں نہیں جائے گا نا یہ تمہارے دل کو یہ یقین ہے نا؟ یہی یقین تمہارے دل کو اس کے دل سے باندھ رہا ہے اور یہی یقین اتنے بھی ہے کہ تم اس کے لیے ہو جب اتنا کچھ ہے تو تھوڑی سی گنجائش تو نکل سکتی ہے نا؟" وہ اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ مگر اناہیتا بیگ کچھ نہیں بول سکی تھی۔

❁ ❁ ❁

زائرہ ملک بلاوجہ کام ڈھونڈ رہی تھی۔ خوامخواہ کی مصروفیت شاید وہ جہانگیر ملک کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ الماری کے کپڑے ڈھیر کیے دوبارہ تہہ کررہی تھی جب جہانگیر ملک اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا اور آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"تمہیں مجھ سے بہت سے گلے ہیں نا؟" مدھم لہجے میں پوچھا تو زائرہ ملک نے پلٹ کر دیکھا پھر نفی میں ہلادیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے مجھے لگ رہا تھا بہت دنوں سے الماری کو توجہ نہیں دی اور... !" زائرہ ملک نے وضاحت دینی چاہی تو جہانگیر ملک نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروادیا اور غور تکتا ہوا بولا۔

"تمہیں کوئی بات بہت پریشان کررہی ہے... کیا یہ للی کی بات ہے؟" اس نقطے پر پہنچتے ہوئے پوچھا۔ مگر زائرہ

ملک نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"تو پھر کیا تانیا کا تعلق؟"

"میں کسی بات کو لے کر پریشان نہیں ہوں جہانگیر ملک تمہیں صرف وہم ہورہا ہے۔ لیکن للی سے مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے بہت ہمدردی ہے وہ لڑکی بہت پیاری ہے اور اس کا دل بہت شفاف ہے۔ مجھے امید ہے وہ خوشی کا راستہ ڈھونڈ لے گی۔ میں اس کی آمد سے پریشان نہیں ہوں مگر حیران ہوں وقت نے جو میرے ساتھ کیا میں اسے اس طرح آرام سے ہضم نہیں کر پا رہی۔ تم گئے تم! پھر اچانک پھر تم آگئے وقت میرے ساتھ عجیب زاویے سے پیش آتا رہا اور اب جبکہ تمہارا کوئی پاسٹ بھی ہے میں خود کو...!" وہ بولتے بولتے رک گئی تھی۔ جہانگیر اس کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ تبھی وہ جانے کیا سوچ کر سر نفی میں ہلانے لگی۔ پھر جہانگیر ملک کی طرف دیکھا۔

"آپ کافی پئیں گے میں بنانے جاتی ہوں۔" وہ اس موضوع پر شاید کوئی بات کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی اس کے پاس سے نکل گئی تھی۔

جہانگیر ملک ایک سرد سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

عدن بیگ میٹنگ کے لیے گیا پھر اتنی دیر کیوں لے لی تھی؟ یا پھر وہ ہی لمحے گن گن کر تھک گئی تھی کہ اسے ایک لمحہ صدی کے برابر لگ رہا تھا؟

"پارسا آکر ڈنر کرو وہاں ٹیرس پر کیا کررہی ہو؟" اماں نے سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر پکارا تو اس کے لیے جواب دینا ناگزیر ہوگیا تھا۔

"آتی ہوں اماں۔" اس نے کہہ کر گردن موڑی ہی تھی تبھی گیٹ سے اندر آتی گاڑی میں عدن بیگ دکھائی دیا تو وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتری اور اس کے سامنے آن رکی تھی۔ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ارد گرد سے بے نیاز وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا ہوا اوکے؟" عدن بیگ کو فکر ہوئی تھی۔ وہ سانس بحال کرنے کے لیے لمحہ بھر کو رکی تھی پھر بولی تھی۔

"اتنی دیر یہاں لگادی میٹنگ کے لیے گئے تھے نا؟ اتنی لمبی میٹنگ ہوتی ہے؟" وہ مخصوص انداز سے ڈانٹ رہی تھی۔ وہ جانے کیوں مسکرادیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے پارسا؟ کیا میں کہیں ڈیٹ کرکے آرہا ہوں یا تم چاہتی ہو میں تمہارے ساتھ جڑ کر بیٹھ جاؤں اور کوئی کام نہ کروں؟ یہ تم لڑکیاں اتنی عجیب ہوتی ہو اپنے سارے حق استعمال کرنا چاہتی ہو اور سب کچھ اپنے اختیار میں دیکھنا چاہتی ہو۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف چل دیا تو وہ ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔

"تم جانتے ہو میں ایسا نہیں چاہتی۔" وہ مدعا بیان کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ وہ رک گیا تھا۔ پھر اسے لمحہ بھر کو دیکھا اور پھر چلتے ہوئے بولا تھا۔

"بالکل یہی بات میں جتانا چاہتا ہوں تم ایسا نہیں چاہتیں۔" وہ جتا گیا تھا وہ لفظوں کے غلط انتخاب پر سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

"آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کو کیوں لے رہے ہیں اور غلط زاویے سے دیکھ رہے ہیں۔ میں یہ چاہتی ہوں ایسا صرف میں چاہتی ہوں یہ میرا دل جانتا ہے اور دل کو جاننے کی سعی کوئی نہیں کرسکتا۔" وہ خفا ہوئی تو عدن بیگ اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا پھر کچھ بولنے کا ارادہ ترک کرکے قدم اندر کی طرف بڑھانے لگا تھا پارسا اس کے قدموں

سے قدم ملانے کے جتن کرنے لگی تھی۔

"اتنا تیز کیوں چل رہے ہیں۔ مجھ سے قدم ملانے کی سکت نہیں۔ بھاگنا ہے تو اس کے لیے فضول کی تاویلیں ڈھونڈنا کیا ضروری ہے۔ نکل جائیں دور۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی تو وہ رکا پھر پلٹا تو وہ اس سے واقف نہیں تھی سو جیسے ہی قدم بڑھایا اس کے سینے سے جا ٹکرائی لمحے بھر کو دونوں ساکت رہے تھے بس اتنا ہوا تھا کہ اس کے نازک وجود کو عدن بیگ نے اپنے مضبوط بازوؤں میں سنبھال لیا تھا۔ شاید اس کی دھڑکنوں کو سننا اسے گوارا نہیں تھا یا پھر وہ اس سے بچنا چاہتا تھا۔ تبھی دوسرے ہی لمحے اسے خود سے الگ کر کے کھڑا کرتا ہوا بولا وہ اس کی سمت سے نظریں چراتی ہوئی الجھن میں گھری لگی تھی۔

"میں کوئی فضول کی تاویلیں نہیں ڈھونڈ رہا تمہیں فضول کی غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔ اماں کا فون آیا تھا میری میٹنگ کے دوران کہہ رہی تھیں کھانا تمہاری پسند کا بنا ہے سو وقت پر آ جاؤ ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔" وہ مذاق کرنے کا عادی تھا اس گھڑی بھی اس کی پریشانی کم کرنے کو یونہی کہانیاں گھڑ رہا تھا۔ وہ بے یقینی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں ایسا کچھ کرسکتی ہوں؟" وہ اپنے اندر سے جھجکتی ہوئی بولی تھی۔

"کیا کرسکتی ہو؟ میرے حصے کا کھانا تو نہیں کھا لیا تم نے۔" وہ مسکرایا تھا۔ وہ غصے سے دیکھنے لگی پھر غصے سے اس کے پاؤں پر پاؤں مارا مگر اس کوشش میں اس کے مضبوط جوتے سے اس کا ننھا جوتے کے ٹکراتا پاؤں کو کچھ ہرٹ کر گیا تو اس کی سسکی سی نکلی۔ وہ فوراً جھک کر اس کا پاؤں دیکھنے لگا تھا۔

"کبھی کبھی غصے کا اظہار کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے پارسا۔ تم نے اپنا پاؤں زخمی کر لیا۔" وہ جیسے بہانہ چاہتی تھی فوراً آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔

"اتنا رونا کیوں آ رہا ہے؟ پاؤں دیکھنے میں اتنا شدید زخمی نہیں کوئی ہڈی بھی نہیں ٹوٹی موچ کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود بھی اگر تم چاہتی ہو کہ میں اٹھا کر کمرے تک لے جاؤں تو آئی ایم ہیپی۔" وہ چیزوں کو بہت لائٹ لینے کا عادی تھا۔ وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیرتی ہوئی اٹھی تھی۔ مگر تبھی عدن بیگ نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔

"اب اگر اس چوٹ کے ساتھ چلنے دوں گا تو تمہیں دنیا کا خود غرض ترین شوہر لگوں گا اور فی الحال میرا ظالم ہزبینڈ کیٹیگری میں آنے کا کوئی پلان نہیں۔" وہ اسے لے کر اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر گئی تھی۔ جب وہ بات سننے پر مائل نہیں تھا تو وہ کیوں اپنی انرجی ویسٹ کرتی؟ عدن نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر مزید کچھ بولنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے اس کے کمرے میں لایا اور بہت احتیاط سے بیڈ پر لٹا دیا۔

"وزن کچھ بڑھ گیا ہے کل سے کھانے پینے میں احتیاط کرنا ورنہ اگلی بار اٹھانے کا قصد کرنا کچھ مشکل ہوگا۔ تب بہادری کا ثبوت دینا ہوتا تو میں ویٹ لفٹنگ میں ہوتا۔ ایک ملازم شوہر بننے سے کیا حاصل؟" وہ چھیڑ رہا تھا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے اگر کچھ نہیں کہنا تو میں جا کر کھانا لے کر آتا ہوں دونوں ساتھ مل کر کھائیں گے اور اس کے بعد تمہارے پاؤں پر کوئی اچھا سا جیل مساج کرنے کے بعد کریپ بینڈیج باندھ دوں گا ٹھیک؟" وہ بولا تھا وہ اس کی سمت سے نظریں ہٹا گئی۔ انداز ناراضی ظاہر کرتا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر باہر نکل گیا تھا۔ پارسا کو ایک اضطراب نے آن گھیرا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی اس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔ وہ اس کی نہیں سن رہا تھا۔

معارج تغلق نے اس کا سامان اٹھا کر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے اور اناییا ملک نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ اسے خود کے ساتھ باندھ کر کیوں رکھنا چاہتا ہے۔ ایسا کر کے اسے کوئی تسکین مل رہی تھی یا پھر کوئی اور بات تھی۔ اناییا کو اپنی غلطی پر اب بھی شدید غصہ تھا۔ وہ اتنی بے وقوف ہوسکتی تھی یا ایسی کوئی بے وقوفی کرسکتی تھی۔ اسے خود یقین نہیں آ رہا تھا مگر یہ سچ تھا وہ ایسی بے وقوفی کر چکی تھی۔ اگر اس کی وہ ایک کوشش رائیگاں نہ جاتی تو شاید اسے اس بات کا ملال نہیں ستاتا۔ مگر وہ کوشش جس طرح تہس نہس کی گئی تھی اس سے اس کی عزت اور نسوانی وقار کی بھرپور نفی ہوئی تھی اور یہی بات اس کے لیے برداشت سے باہر تھی۔ اس نے اپنا آپ کس کو دیا تھا وہ جو انتہائی خود غرض تھا۔ جسے اس کی رتی بھر پروا نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو بھرپور الزام دے رہی تھی اور سزا دینے کی ہی ٹھان رہی تھی۔ جب معارج تغلق نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا تھا۔ وہ چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"بہت زیادہ سوچنا الجھا دیتا ہے مسز اناییا تغلق۔ بہتر ہوگا کچھ بریک لے لیں اور بریک لینے کے لیے کافی، کافی سود مند ہے۔ تم بہت سے مفید حل تلاش کرسکتی ہو اور یہ بھی ممکن ہوگا جب تم ایک متحرک دماغ رکھو گی۔" وہ خود کو اس کا ہمدرد ثابت کر رہا تھا۔ اناییا ملک کا سر شدید دکھ رہا تھا سو اس لمحے وہ کافی خاصی غنیمت لگی تھی۔ چپ چاپ اس کے ہاتھ سے کپ لے لیا دو تین سپ خاموشی میں لیے تھے اور پھر بنا اس کی سمت دیکھے بولی۔

"میں واقعی واپس جانا چاہتی ہوں۔ ایسا اس لیے نہیں ہے کہ میں خفا ہوں مجھے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہے میں غلطی اپنی سمجھتی ہوں کچھ راہ بھٹک گئی تھی اب عقل ٹھکانے آ گئی ہے تمہارے کام کے لیے تمہارے ساتھ رکنا مزید بے وقوفی ہوسکتی ہے۔ سو میں رکنا نہیں چاہتی۔ میری فلائٹ چیک کر کے بک کروا دیں۔ آج کی تاریخ میں، میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں بنا کسی ڈیلے کے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

معارج تغلق اسے بغور دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

"ہر کام کسی کے فائدے یا اپنے فائدے کے لیے نہیں کیا جاتا اناییا تغلق کبھی کبھی کچھ اور اسرار بھی ہوتے ہیں۔ میں تمہیں یہاں روک کر تم سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کر رہا اور اگر فائدہ اٹھا بھی لوں تو میرا حق ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔ وہ اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی۔ مگر اس گھڑی اسے بولنا ضروری لگا۔

"تم چاہتے ہو میں یہاں رک کر تمہاری چہرے سے آشکار ہوتی واسٹوری دیکھوں اور اس سے محظوظ ہوں، تمہیں اتنی بے وقوف لگتی ہوں؟" وہ اب بھی اسی غصے کے زیر اثر تھی۔ وہ سر نفی میں ہلانے لگا۔

"نہیں اس سے بھی کچھ زیادہ۔" اس کی بے وقوفی کی حد کو ناپا تھا۔ وہ پر احتجاج انداز میں گھورنے لگی۔

"مجھے نہیں معلوم خدا نے عورت کو کیا سوچ کر بنایا ہوگا، ورنہ اگر بنایا ہوتا تو اس کی بنائی گئی کائنات میں کس شے کی کمی رہ جاتی اگر بنا ہی دیا تھا تو کیا برا تھا کہ کچھ عقل بھی دے دی ہوتی؟" وہ اناییا ملک کی عقل پر طنز کرتا ہوا بولا۔ وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل اجتناب برتتی دکھائی دی تھی۔ معارج تغلق نے اس کی سمت بھرپور دیکھا تھا پھر اس کا چہرہ موڑ کر اپنی طرف کیا تھا اور بغور اس کی آنکھوں کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی سمت نہیں دیکھنا چاہتی تھی تبھی نگاہ جھکا گئی تھی۔

"میری طرف دیکھو اناییا ملک اپنے ساتھ جاری جنگ کو فی الحال ملتوی کردو اور پوری عقل کا استعمال کرو۔ جنگی زمانے میں جوش کے ساتھ ہوش قائم نہیں رہتا۔ عقل جنونی ہو جاتی ہے اور جنون ہو تو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ معاملات پر نگاہ کرنا ہے یا کوئی فیصلہ لینا ہے تو فی الحال اس کا سدباب ڈھونڈنا ضروری ہے۔ اس جنگ بندی کی مشق ضروری ہے۔ کوشش سے سب ہوسکتا ہے نا اور میرے کیے کی سزا کسی اور کو دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ تمہاری کمپنی کو انٹرنیشنل لیول پر کھڑا ہونے کا موقع ملا ہے۔ تم نہیں چاہو گی تمہاری کمپنی آگے جائے؟ بات بزنس کی ہے تو

کیا اس کے لیے نقصان سہا جا سکتا ہے۔ ایلکس تمہاری کمپنی کو ہار کرنے کو تیار بیٹھا ہے۔ تم کنٹری کی ٹاپ ایونٹ کمپنی چلا رہی ہو۔ اس بارے میں آنکھیں بند کر کے تم اتنی بڑی بے وقوفی کیسے کر سکتی ہو؟ وہ بھی صرف یہ سوچ کر کہ تمہارا بزبینڈ اپنا بیشتر وقت اپنی ماضی کی ایک دوست کے ساتھ گزار رہا ہے۔ اتنی معمولی وجہ کے لیے تم اس موقع کو کیوں ضائع کر رہی ہو۔ جس کا کہ تمہیں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔" وہ اسے اکسا رہا تھا۔ وہاں سے جانے سے روک رہا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ ایلکس کی کمپنی سے اپنی شادی کے انتظامات سونپنا چاہتی تھی اور ایک اچھا موقع بھی تھا۔ اس سے پہلے شاید ایسا نہیں ہوا تھا کہ کسی باہر کے کلائنٹ نے ان کی کمپنی کو چنا ہو۔ وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

❁ ❁ ❁

وہ ایکسل کے ساتھ ایکسپو سینٹر جانے کے لیے نکل رہی تھی۔ اس کوئی ارادہ نہیں تھا مگر ایکسل کا اصرار تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلے سو وہ تیار ہو گئی تھی۔ مگر اسے نہیں معلوم تھا وہ دامیان سوری کے بنا نہیں آئے گا۔ گاڑی میں جب وہ اسے پک کرنے آیا تو اس کی فرنٹ سیٹ پر اسے بیٹھے دیکھ کر وہ وہیں رک گئی تھی۔ پھر وہیں سے پلٹنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر ایکسل چلتا ہوا پیچھے آ گیا تھا۔

"اناہیتا یہ کیا ہے تم ایسے بچوں کی طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو؟ تم میرے کہنے سے آ رہی ہو نا۔ تمہیں اس کی پروا نہیں ہونا چاہیے کہ اور کون آ رہا ہے۔" وہ پیچھے پیچھے چلتا ہوا بولا۔ اناہیتا نے رک کر دیکھا تھا۔ تبھی دھیان دامیان سوری کی طرف گیا تھا۔ جو گاڑی سے باہر نکل آیا تھا اور اس وقت گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ نظریں اسے دیکھ رہی تھیں۔ اناہیتا نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر اس کی سمت سے نظریں ہٹا کر ایکسل کو دیکھنے لگی تھی۔

"ایکسل تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم اسے بھی ساتھ لینے والے ہو۔ تم جانتے ہو میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں اس جگہ پر موجود ہوں جہاں یہ موجود ہو۔" وہ تھکتے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"میں تم دونوں کو اکٹھا کرنے کے ارادے سے ایسا نہیں کر رہا اناہیتا۔ للی نے فون کر کے کہا تھا کہ وہ بھی آنے والی ہے اور تبھی میں نے دامیان کو بھی ساتھ لے لیا۔ اگر ہم عرصے بعد مل کر اچھا وقت گزار سکتے ہیں تو اس میں حرج کیا ہے۔ کیا ایک ساتھ یونیورسٹی پڑھنے اور ختم کرنے کے بعد کہیں مل نہیں سکتے؟ یا ہمارے بیچ کی دشمنی اتنی بڑی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنے سے گریز کرتے ہیں؟ اختلافات کہاں سے کہاں جائیں گے اناہیتا؟ ان کا کوئی اینڈ ہے کہ نہیں؟" ایکسل اسے سمجھاتا ہوا بولا تھا۔ تبھی دامیان قریب آن کھڑا ہوا تھا۔ اس کے لیے یہ احساس بہت جان لیوا تھا۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں اس احساس سے سرخ ہو رہی تھیں۔

اناہیتا نے اس کی سمت دیکھا اور پلٹ کر آگے بڑھنے لگی تبھی دامیان سوری نے کلائی تھام لی تھی۔ وہ پلٹ کر سرد نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"تمہیں ڈھارس نہیں ہوئی اگر تم نے اپنی وکالت کرنے کو یک کو بھیجا یا تنے خوف زدہ ہو کر بوکھلا کر مجھ سے اکٹھے کیے جا رہے ہو؟" وہ طنز کر رہی تھی دامیان سوری جانے کیوں بجائے غصہ کرنے کے یا خفگی ظاہر کرنے کے مسکرا دیا۔

"مجھے وکالت کروانے یا سہارے تلاشنے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو۔ اپنا مقدمہ لڑنے کو میں اکیلا کافی ہوں۔" اس کا انداز اعتماد سے بھرپور تھا۔

"اب آپ چلیں گی یا آپ کو گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤں۔" ... [illegible] ... ایکسل اس کے انداز سے ... خوف محسوس ہوا ... اناہیتا ... کر ... بڑھ ... گئی۔

"دامیان چھوڑو نا! ابھی ایکسپو جانے کا پلان رہنے دیتے ہیں مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی

کام نہیں ہے تو چلو واپسی پر کہیں لانگ ڈرائیو پر چلیں گے اور ڈنر بھی ساتھ کر لیں گے۔"

مگر دامیان نے جیسے سنا نہیں تھا۔ اس کی تمام تر توجہ کا مرکز اناہیتا بیگ تھی اناہیتا بیگ کو ایکسل کے سامنے تماشا بننے کا شوق نہیں تھا تبھی بولی۔

"دامیان۔ میرا جانے کا موڈ نہیں ہے۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ہاتھ چھوڑو میرا۔" انداز کچھ لچک اور نرمی لیے ہوئے تھا۔ دامیان اس کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا نگاہ اسے بغور تکتی رہی تھی۔ پھر بہت آہستگی سے ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"آر یو اوکے۔" دامیان سوری نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

اناہیتا نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔" ایکسل کہہ کر مڑ گیا تھا۔ وہ دونوں وہاں تنہا کھڑے رہ گئے تھے۔

"تمہیں مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ میرے ساتھ بھی کہیں جانا تمہیں قبول نہیں؟"

دامیان سوری نے نرمی سے پوچھا تھا۔ اناہیتا بیگ شاید جواب دینا نہیں چاہتی تھی مگر پھر للی میک کا خیال آیا تو بولی۔

"دامیان سوری تم اتنے مطلبی ہو؟ اپنے فائدے کے لیے تم کسی کے جذبات کا کوئی خیال نہیں کرتے۔" ایک شکوہ تھا اور وہ چونکا تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟ کسے استعمال کیا میں نے؟" وہ قطعاً لاتعلق دکھائی دیا تھا۔

"للی میک!" وہ جتاتے ہوئے بولی۔ "تمہیں نہیں لگتا تم اس کے ساتھ غلط کر رہے ہو دامیان؟ اب بولو کہ تم نے اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے کسی کی مدد نہیں لی؟ تم نے ایک شاندار ڈراما کھیلا۔ لندن سے للی میک کو یہاں بلایا اور اپنی جھوٹی انگیجمنٹ کا ڈراما رچایا۔ ایسا کر کے تم کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟ تمہیں بہت اچھا ڈرامہ کرنا آتا ہے؟ یا تم حد سے زیادہ جھوٹ بول سکتے ہو اور اپنا مطلب نکالنے میں تمہیں تمہیں کوئی صحیح غلط دکھائی نہیں دیتا؟ دامیان تم اس لڑکی کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے؟" اس کے بتانے پر وہ حیران رہ گیا تھا۔ یہ بات اس کے علم میں نہیں تھی کہ للی میک اس کو یہ سچ بتا چکی ہے۔ تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسا کس نے کہا تم سے؟"

"کس نے کہا ہو گا دامیان شاہ سوری؟ للی نے خود بتایا ہے مجھے اسے تم نے ہی بھیجا تھا نا؟ اب بولو وہ وکالت کرنے نہیں آئی تھی صرف تمہاری مدد کرنے آئی تھی؟ تمہیں لگتا ہے ایسا کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا؟ میں سب بھلا دوں گی یا تمہیں معاف کر دوں گی؟ تم نے مجھے بہت درد دیا ہے دامیان سوری۔ تم نے قدم قدم پر میری انسلٹ کی ہے اور یہ بات میں اتنے آرام سے نہیں بھلا سکتی۔ تم جیسا بندہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ تم صرف اپنی غرض کے بندے ہو اور ایسا انسان کسی کی محبت کے لائق نہیں۔ تمہیں للی کا استعمال کرنے پر شرم آنی چاہیے۔ وہ لڑکی تم سے محبت کرتی ہے اور تم اس کا فائدہ اٹھا سکتے ہو تو تم کسی کا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔ ایسا کر کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ میں وقت ضائع کرنے کی قائل نہیں تمہیں بتا رہی تھی۔ میں نے انگلینڈ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے مزید پڑھنا ہے۔ ممی ڈیڈی سے بات بھی ہو گئی ہے۔ تم اس طرح اپنی زندگی کو ضائع مت کرو۔ شاید اب ہم دوست نہیں رہے مگر ایک مشورہ دینا چاہوں گی۔ زندگی کو اتنا بھونڈا مذاق مت بناؤ جو لوگ تمہارے ارد گرد ہیں ان کی قدر کرو ان کے جذبات یا احساسات سے مت کھیلو۔ کبھی کبھی لفظوں کے گھاؤ نہیں بھرتے تم شاید یہ بھول جاؤ مگر سننے والے کے اندر کا درد ان لفظوں سے خطرناک نتائج کری ایٹ کر سکتا ہے۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر اندر کی جانب بڑھنے لگی۔

دامیان سوری کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا تھا منظر دھواں دھواں تھا۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

''آہ گریٹ! تم نے ایلکس سے میٹنگ کی؟ اس کا مطلب ہے تم اس کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو مجھے معلوم تھا تم اس کی مدد ضرور کرنا چاہو گی۔ تمہاری کمپنی کے لیے یہ ایک اچھا موقع ہے۔ اگر کسی ہیلپ کی ضرورت ہو تو میں یہاں ہوں۔ اسٹاف ورکر میں سب پرووائیڈ کروں گا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مگر ایلکس کی شادی کو یہ شاندار ایونٹ ہونا چاہیے۔'' معارج تغلق اسے سراہ رہا تھا مگر وہ جواباً کچھ نہیں بولی۔ ''کیا ہوا؟ تم خوش دکھائی نہیں دے رہیں۔ کم آن یو آر وود یور ہزبینڈ۔ تم تو اس طرح پریشان ہو رہی ہو جیسے تم کوئی چھوٹی سی اسکول گوئنگ گرل ہو اور کسی انجان دیس میں گم ہو گئی ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں نا تمہیں لگتا ہے میں تمہیں کچھ ہونے دوں گا؟'' اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا تھا وہ سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے لگی پھر سہوت سے اس کے ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے ہٹا دیا تھا اور آہستگی سے بولی۔

''میں نے رکنے کا فیصلہ تمہاری وجہ سے یا تمہارے لیے نہیں کیا مجھے لگا یہ میری کمپنی کے لیے اچھا موقع ہے کہ میں ایک انٹرنیشنل ایونٹ آرگنائز کروں اس سے میری کمپنی کے لیے راہیں کھل سکتی ہیں۔ میں اب بے وقوف لڑکیوں کی طرح نہیں سوچتی میں نے اپنے لیے سوچنا بند کر دیا ہے۔ میں اپنی غلطیوں کو دہرانے پر یقین نہیں رکھتی۔'' وہ جتا رہی تھی۔ وہ پھر سے اسی دوری پر تھی۔ وہی پرانی انائیہ تھی۔

وہی بے خبری وہی گریز وہی بے نیازی اور اجنبیت، مگر یہ سب شاید بہت سرد لگ رہا تھا۔ معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت آہستگی سے پیش قدمی کرتے ہوئے فاصلے مٹا گیا تھا۔ اسے تھام وہ سر اٹھا کر پر حق انداز میں اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ اس کے قریب ہونے پر اس کے چھونے پر اس کے نگاہ عنایت کرنے پر جیسے انائیہ ملک کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ایک دن کی دوری نے فاصلے اور بڑھا دیے تھے۔

ایسا لگا تھا ان کے درمیان جیسے کچھ رہا ہی نہ ہو، جیسے کوئی قربت کا لمحہ آیا ہی نہ ہو کہیں سے نہیں لگتا تھا یہ وہی انائیہ تھی جو کل اسے کھونے سے ڈر رہی تھی۔ جو اسے کھونے کے احساس سے دوچار تھی اور اس کی قربتوں کی خواہاں تھی۔

''کیا ہوا تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟'' وہ پورے اعتماد سے سرد لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ معارج تغلق بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر کچھ کہے بنا اس کی پیشانی سے لبوں تک اپنی شہادت کی انگلی سے ایک لکیر کھینچی اور مدہم سرگوشی میں بولا۔

''اچھی نہیں لگ رہی ہو میں اس پرانی انائیہ کو ڈھونڈ رہا ہوں تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔'' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی پھر ان قربتوں سے بھاگ جانا چاہا تھا۔

''مجھے کام ہے مسٹر ایلکس سے بہت کچھ ڈسکس کرنا ہے ور '' وہ کہہ کر پلٹنے کو تھی مگر معارج تغلق نے اسے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ سینے سے آن ٹکرائی۔ وہ بازوؤں کا گھیرا تنگ کر کے اسے بغور دیکھنے لگا۔ وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

اس کی نظروں میں شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں کل کے کوئی خواب تھے نا کوئی خواہش۔ وہ تنی اجنبی لگ رہی تھی اتنی سرد کے معارج تغلق کو حیرت ہو رہی تھی۔

عشق سے کہہ دو انجان ہیں راہیں
عشق سے کہہ دو کرم نہ کرے
ابھی شناسائیوں کا موسم نہیں

عشق سے کہہ دو کچھ سمجھے دے
عشق سے کہہ دو اتنا تنگ نہ کرے
مواقع اور بھی آنے ہیں زندگی میں ابھی
داوں سے بندھی ڈور ہے کوئی
تم جو چاہو تو کھینچ لو اس کو
باندھ دو خود سے اور گھیرا تنگ کر دو
یا پھر چھوڑ دو ڈور کو اور فاصلے بڑھا ڈالو
عشق کو اختیار ہے سب
جنوں کو دائرے بنانے دو
عشق سے کہہ دو ڈور بندھی ہے ایک
جو ہے ان دیکھی سی کچھ انجان سی
مگر دلوں میں ربط باندھتی ہے یہ
عشق سے کہہ دو خواب دیکھنے دے
عشق سے کہہ دو ابھی وقت ہے
جیت اور ہار کی بات رہنے دو
زمانے پڑے ہیں ابھی نئی بند کواڑوں میں
دل کو پابند کرنے کی بات ابھی جانے دو
عشق سے کہہ دو
عشق سے کہہ دو
عشق کو اختیار ہے سب

وہ مدہم لہجے میں اس کی سماعتوں میں کوئی اسم پھونک رہا تھا۔ لمحے خواب تھے کوئی جادو سا فضا میں تھا۔ وہ اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ گئی تھی۔ جیسے وہ کسی لمحے کا حصہ بننا چاہتی تھی یا ان لمحوں کے جادو سے خوف زدہ تھی۔

''تمہیں خبر ہے نا راستے کس طرح بنتے ہیں۔ نہ بنے ہیں تو پھر ان راستوں کو مٹا کیوں رہی ہو؟ طفل مکتب ہو؟ بات سمجھ میں نہیں آتی جان بوجھ کر مواقع ڈھونڈ لی ہو فاصلے بڑھانے کے؟'' وہ قربتوں کی کہانیاں لکھنے پر مائل دکھائی دے رہا تھا۔ وہ آنکھیں سختی سے میچے سانس روکے کھڑی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا اور علیزے ہاشمی اندر داخل ہوئی تھی۔ بنا دستک بے بنا اجازت چلی آنے۔ جیسے اسے اس کا اختیار تھا۔ ان دونوں کو قریب دیکھ کر وہ پچھ جز بز کا شکار ہوئی تھی۔ انائیہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا مگر تبھی معارج تغلق اس سے دور ہٹ گیا تھا اور علیزے ہاشمی کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

''تم نے آنے سے پہلے فون نہیں کیا۔ مجھے لگا تم بتا کر آؤ گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں چاہتی تھی تمہیں سرپرائز دوں مگر تم شاید بزی ہو۔ میں پھر آ جاؤں گی۔'' علیزے ہاشمی نے انائیہ ملک کی سمت دیکھا۔ مگر انائیہ ملک بنا اس کی سمت دیکھے وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی سمت تکنے لگے تھے۔

۞ ۞ ۞

''تمہیں اندازہ ہے معارج یہ چوٹ صرف تمہاری وجہ سے لگی ہے اتنا درد ہو رہا ہے پاؤں اور اس پر تم میری کوئی کیئر بھی

نہیں کررہے۔ میری بات تک نہیں سن رہے۔'' وہ شکوہ کررہی تھی۔ وہ بینڈیج کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔
''تمہیں باہر سے اٹھ کر کمرے تک لایا اپنے ہاتھ سے کھلایا ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا بس ایک لوری گا کر سنانے کی رہ گئی تھی۔ کیا آپ چاہتی ہیں وہ کمی بھی پوری کردی جائے۔'' وہ تپ کر بولا وہ سر ہلانے لگی تھی پھر یکدم نفی میں گردن ہلائی تھی اور بولی۔
''عدن مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔'' وہ کسی الجھن میں دکھائی دی تھی۔ عدن نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر گویا سے بولنے سے باز رکھا تھا اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔
''یلماز کا فون آیا تھا۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔'' مطلع کیا تھا۔
''کیوں؟'' وہ چونکی یک لمحے میں جان پر بن آئی تھی۔ جانے کیا تھا یلماز کے پاس اب کہنے کو کہیں وہ اس کی زندگی میں کوئی زہر تو نہیں گھولنا چاہتا تھا؟ یہ سوچ کر ہی اس کی جان نکلنے لگی تھی۔ وہ اپنی زندگی کو اس نہج پر جانے دینا نہیں چاہتی تھی۔
تبھی عدن بیگ کی سمت دیکھتے ہوئے اس نے بہت فخر کے ساتھ اس کے شانے پر سر رکھا تھا اور بہت الجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔
''عدن میں چاہتی ہوں تم میری سنو میں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ کوئی ایک حرف بھی نہیں جو ہوگا سب سچ ہوگا۔ میں تمہیں گنوانا نہیں چاہتی ٹرسٹ می۔ ایک خواہش میرے دل میں مدتوں رہی ہے۔ ایک گھر بنانے کی چھوٹا سا گھر اور اس گھر میں میرا بہت خیال رکھنے والا میرا ہم سفر جو میری ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھے۔ صبح اٹھوں تو مجھے کافی بنا کردے۔ شام کو آفس سے آئے تو میں اس کے لیے دروازہ کھولوں۔ اس کے دن بھر کی تھکن سمیٹ لوں۔ مگر ان بے معنی باتوں میں محبت ہو ان آنکھوں میں میرے لیے محبت ہو اور وہ آنکھیں کسی اور کی نہیں تمہاری ہوں عدن بیگ تم سے وابستہ ہیں میرے سارے خواب۔ اس گھر کے خواب اسے ساتھ سجانے کے خواب' تمہارے ساتھ رہنے کے خواب' عدن ٹرسٹ می۔ میں تمہارے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کیوں کہ مجھے تم سے محبت ہے عدن بیگ آئی لو یو۔ آئی رئیلی لو یو۔'' اس کی شرٹ کے کالر کو دونوں مٹھیوں میں بھینچے وہ اس کے شانے پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بولتی کچھ سہمی ہوئی سی لگی تھی۔ جیسے وہ خوف زدہ تھی۔ اسے ڈر تھا اگر یلماز کمال نے کوئی کہانی گھڑ کر سنادی تو عدن بیگ اس پر یقین نہ کرلے اور اس کی زندگی میں کوئی بھونچال نہ آجائے۔ وہ بے انتہا خوف زدہ دکھائی دی تھی۔ عدن بیگ نے اس کے خوف کو بھرپور طور پر محسوس کیا تھا۔ پھر آہستگی سے اس کے گرد بازو حمائل کردیا تھا۔ شاید اس کا موڈ بدلنے کو یا اسے اس خوف کے احساس سے نکالنے کو بولا تھا۔
''تم چھوٹے سے گھر کا خواب دیکھ رہی ہو؟ دیٹس مین میرے پیسوں کی خاصی بچت ہونے والی ہے۔ تھینک گاڈ مجھے گا تھام کسی بڑے سے کیسل کی ڈیمانڈ رکھوگی یا پھر کسی محل کی بات کروگی۔'' وہ مسکراتے ہوئے چھیڑنے لگا تھا مگر وہ اتنی خوف زدہ تھی کہ مسکرائی نہیں تھی۔ بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے کالر پر اپنی گرفت ڈھیلی کرتے اس سے دور ہٹ گئی تھی۔ عدن بیگ کو وہ کچھ عجیب لگی تھی بے انتہا ڈری سہمی اور متفکر سی کیا تھا جو وہ اتنا ڈر رہی تھی وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہیں پایا تھا بس خاموشی سے اسے تکتا رہا تھا۔

✿ ✿ ✿

وہ دروازے میں کھڑی پژمردہ شکستہ حال لگ رہا تھا۔ بہت ٹوٹا بکھرا بکھرا سا۔ تانی میک نے اسے دیکھا تھا پھر اس کے قریب چلی آئی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' اس نے دامیان کو اس طرح بکھرے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کیا اسے خبر ہوگئی تھی کہ اس نے اہنیتا کو سب بتادیا ہے؟ وہ سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا۔
''تم اہنیتا سے ملنے گئی تھیں؟'' وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔
''تم نے اچھا کیا اسے سب بتادیا میں بھی ایسا ہی چاہتا تھا للی وہ سب جانے اور پھر چاہے جو بھی کرے۔ بعض اوقات کسی اچھے مقصد کے لیے جھوٹ بولنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں جب اس جھوٹ سے کسی کا فائدہ نہیں ہورہا تھا۔ سو اس کا ختم ہوجانا ضروری تھا۔ اگر تم اس کا اختتام نہ کرتیں تو شاید میں خود کردیتا۔''
''شاید۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی۔
''اوں!'' وہ پرعزم دکھائی دیا تھا۔ اپنے ٹوٹے ہوئے حوصلے کے ساتھ بھی۔
''شی از گوئنگ ٹو انگلینڈ اس کے پاس پرائز ہیں راستے کھلے ہیں یہی مناسب بھی ہے۔ مجھے اس کی راہ نہیں روکنا چاہیے اس نے ٹھیک کہا۔ میں اپنے ارد گرد رشتوں کا غلط استعمال کررہا ہوں۔ فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ مجھے ایسا کرنا ترک کردینا چاہیے۔ سو کبھی غلط کہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اس کی ہر بات صحیح ہے۔ میں اس پر متفق ہوں غلطی میری ہے مگر میں تم سے بھی مخلص نہیں ہوں۔ میں نے تم کو بھی اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا۔'' وہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ہٹ رجانے لگا للی نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ رک گیا۔ للی اس کے سامنے آئی۔
''تم نے جو بھی کیا محبت کے لیے کیا اور محبت میں کچھ بھی غلط نہیں ہوتا محبت میں سب جائز ہوتا ہے۔ تمہیں مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے تم اگر میرے مجرم ہوتے بھی تو میں تمہیں دس خون معاف کردیتی۔ محبت دل کو کشادہ کرتی ہے اور میری عدالت میں تم مجرم کبھی نہیں ہوسکتے۔'' وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ وہ بغور دیکھنے لگا۔
''للی کاش میں تم سے محبت کرسکتا تم بہت اچھی لڑکی ہو تمہارا دل بہت خوب صورت ہے۔ اگر مجھے خود پر یا دل پر کچھ اختیار ہوتا تو میں اپنی محبت کو تمہارے نام وقف کردیتا۔ میں تم سے اب بھی محبت کرتا ہوں۔ مگر یہ محبت اس محبت سے کچھ الگ ہے۔ اس محبت کے ہزار ہا کرم ہیں' ستم الجھاوے اور پچھتاوے ہیں۔ مگر اس محبت میں کوئی شرط نہیں۔ نا کوئی غرض۔'' وہ بہت مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ اسے تسلی دینا چاہتی تھی تبھی بولی۔
''وہ تمہاری طرف پلٹ کر ضرور آئے گی دامیان سوری محبت کا بہاؤ عجیب ہے اسے بہنے سے روکو تو رکتا نہیں اور جب خود کی مرضی آئی تو الٹی سمت بہنے لگتا ہے۔ مجھے یقین ہے اہنیتا کی محبت کا رخ تمہاری طرف ضرور ہوگا وہ ضدی ہو رہی ہے۔ انا پرست بن رہی ہے مگر جب اس کا دل اس کی مخالفت کرے گا تو وہ تم سے مخالفت نہیں کرپائے گی۔'' وہ پریقین دکھائی دی تھی۔ مگر اب جیسے اس سے دامیان سوری کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا یا پھر وہ یہ سن کر بہل نہیں سکتا تھا۔
''دل ایک ضدی بچہ ہے اسے جو چاہیے بس چاہیے' پھر نہیں چاہیے۔'' وہ بہت پھیکے انداز میں مسکرا دیا تھا۔ للی کو اس کی آنکھوں کی ویرانی صاف دکھائی دے رہی تھی۔
''آئی وش میں تمہارے لیے کچھ کرسکتی۔'' وہ خود کو ہیلپ لیس فیل کررہی تھی۔
''اگر کرسکتی تو کیا کرتیں؟'' وہ مسکرایا تو للی میک نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر جانے کیوں اس کی سمت نہیں دیکھ پائی تھی۔ شاید وہ اسے اس طرح ہارا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔
''کرسکتی تو سب کرتی دامیان وہ بھی جو ممکن ہے اور وہ بھی جو ناممکن ہے۔'' وہ محبت کی زبان بول رہی تھی۔ دامیان نے اسے بغور دیکھا۔ پھر مدھم لہجے میں جیسے کوئی سرگوشی کی تھی۔
''اور وہ جو تمہارے جیسی کیوں نہیں ہے وہ ایسے کیوں نہیں سوچتی۔'' وہ اسے سوچ کے زاویے بدلنے پر مجبور کررہی

تھی۔ لنی میک نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"وہ شاید اس سے بھی زیادہ کر سکتی ہے کیونکہ تم اسے چاہتے ہو مگر وہ فی الحال تم سے خفا ہے اور ناراضگی میں بد تمیزی مخالفت کرنے کی ٹھانے ہوئے ہے۔" وہ اسے بھرپور طور پر ڈیفنڈ کر رہی تھی مگر دامیان نے اس کی نفی کرتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا۔

"وہ تم جیسی نہیں ہے لنی میک وہ سب نہیں کر سکتی چاہے وہ ممکن ہو یا ناممکن۔ وہ ممکن کو ناممکن کر سکتی ہے مگر ناممکن کو ممکن کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اس میں شاید کچھ بھی خاص نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اسے کوئی بات خاص بناتی ہے اور وہ شاید میری محبت ہے کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں سو وہ رعایتوں کی حقدار بن رہی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا اور وہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔

❁ ❁ ❁

معارج تغلق کی مصروفیت کچھ عجیب تھی ان دنوں۔ وہ صبح روز آ جاتی اور پھر رات گئے تک معارج تغلق کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ علیزے ہاشمی جیسے جزئیات اور کلیات پر مکمل اختیار رکھتی تھی۔ انایا ملک کے لیے یہ صورت حال سمجھنا آسان نہیں تھا۔ وہ اس سے کٹ کر رہ رہی تھی مگر اس کے باوجود وہ اس سے خود کو الگ نہیں کر پا رہی تھی۔ گرچہ اس نے ٹھان لی تھی کہ وہ واپس جا کر پلٹ کر اس کی سمت دیکھے گی بھی نہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی جانے کیوں ہر وقوع پذیر ہونے والی شے سے اسے فرق پڑ رہا تھا۔ شام ڈنر پر وہ دکھائی دیا تھا تو بھرپور وضاحت دی تھی۔

"علیزے ہاشمی کی کمپنی ہمیں بزنس دے رہی ہے۔ میں نے ایک کمپنی یہاں رجسٹرڈ کروا دی ہے۔ اس برانچ کے لیے حارث کی خدمات لوں گا۔" وہ شاید اسے تمام تفصیل بتا کر اس کا دھیان اس ایک نقطے سے ہٹانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کیوں "ملتی" ہے یا پھر وہ اس کے ساتھ اتنا وقت کیوں گزارتا ہے۔ انایہ ملک نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" اپنی طرف متوجہ نہ پا کر وہ گویا ہوا تو انایہ ملک نے اس کی سمت دیکھے بنا سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ وہ کھا نہیں رہی تھی بس ٹیبل پر موجود تھی اور کھانے کی پلیٹ سے کھیل رہی تھی۔

"تم کھا نہیں رہیں؟" وہ بھرپور نظر اس پر رکھے تھا۔

"میں کھا رہی ہوں آپ کو اس کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی تھی پھر معارج تغلق نے اس خاموشی کو توڑنا ضروری خیال کیا تھا۔

"ایلکس کی شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟"

"سب ٹھیک ہے۔" وہ مختصر جواب دے کر اٹھنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھا دیا تھا۔

"کم آن تم سے یہ ایک پلیٹ ختم نہیں ہو رہی۔ مجھے زیرو سائز وائف نہیں چاہیے۔ وائف کو وائف لگنا چاہیے وائن نہیں۔ تمہیں ڈائٹ کی نہیں ڈھنگ سے کھانے کی ضرورت ہے۔" وہ ہزبینڈ ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔ وہ اسے اپنے زاویے میں دیکھنے کا خواہاں تھا مگر وہ سنی ان سنی کر رہی تھی۔ اس کی سمت متوجہ بھی نہیں تھی۔

"کیا کیا تیاریاں چل رہی ہیں ٹائم شارٹ ہے نا؟ میں نے ایلکس سے کہا تھا تم بڑی ذمہ داری میری وائف کو سونپ رہے ہو مگر اس کے ساتھ مجھے یقین بھی تھا کہ تم سب کچھ بہت اچھے سے ہینڈل کر سکتی ہو۔" وہ اس پر مکمل اعتماد کرتا تھا۔ انایہ ملک نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے جب بے پروا پا کر وہ بغور تکنے لگا پھر آہستگی سے پکارا۔

"انایا ...!"

"ہوں ..." وہ سر خم کر دیکھنے لگی۔

"تم ہر آہٹ پر نظر رکھتی ہو تو پھر خود کو اتنا اجنبی ظاہر کیوں کر رہی ہو؟"

"کیا مطلب؟" انایا ملک چونکی۔

"مطلب یہ انایا تغلق اگر ایک ہلکی آواز پر تم میری طرف متوجہ ہو سکتی ہو تو پھر یہ بے خبر ہونے کی بھرپور کوشش کیوں کر رہی ہو؟" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ خاموشی سے دیکھ کر رہ گئی تھی پھر پلیٹ کھسکا کر گویا اعلان کیا تھا کہ وہ مزید نہیں کھا سکتی۔ اٹھنے کا قصد کیا پھر معارج تغلق بھی چیئر کھینچ کر اٹھا اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر ٹاپ فلور پر لے آیا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ اسے یہاں کیوں لایا تھا۔ تبھی اسے حیرت سے الجھ کر دیکھا۔ پھر نگاہ اوپر اٹھی اور تاروں سے بھرا آسمان کا تھال تھا جیسے جو اس کے سر پر کسی نے جیسے لا کر دھر دیا تھا۔ وہ محویت سے تکنے لگی تھی۔

"یہاں موسم اتنی فیور کم کم ہی کرتا ہے۔ زیادہ تر آسمان اس طرح دیکھنا ممکن نہیں۔ بادلوں سے سارا منظر ڈھکا رہتا ہے۔ مگر کبھی کبھی بہت خوب صورت منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ میں چاہتا تھا تم ان تاروں کو میری نظروں سے دیکھو۔" انایا نے اسے ایک نظر دیکھا تھا۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے بھرپور نظر سے دیکھتی۔ مگر اس لمحے اس کے لیے اس منظر میں کوئی کشش نہیں تھی۔ وہ پلٹ کر واپس جانے لگی تو معارج تغلق نے اس کی کلائی تھام لی۔ وہ پلٹ کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ وہ بغور اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ نگاہ میں کوئی خاص تاثر تھا یا نہیں وہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کی سمت سے نگاہ چرا گئی تھی۔ معارج تغلق نے بہت آہستگی سے اسے اپنے قریب کیا اور اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا بنا لیا اور پھر ہاتھ کی مدد سے اس کی گردن آسمان کی طرف اٹھا دی۔

"ان ستاروں کو دیکھو سب الگ الگ سمتوں میں بکھرے ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ کوئی ایک تارا کسی دوسرے کے بہت قریب ہے اور اس قربت کا احساس انوکھا ہے۔ دیکھو تمہیں نہیں لگتا اس تارے کی روشنی اس ساتھ والے تارے کے باعث ہے اگر وہ قریب والا تارا کہیں دور چلا جائے تو پھر اس تارے کی وقعت کیا ہوگی؟" اس کے کان کے قریب مدھم سرگوشی کی تھی۔

"غور سے دیکھو تو پتا چلتا ہے ان دونوں تاروں میں باہمی ربط ہے اور دوسرا تارا بھی جانتا ہے کہ اس کی اہمیت دوسرے تارے کی زندگی میں کتنی ہے اور کس نوعیت کی ہے۔" وہ اشارے کنایوں میں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر انایا اس کی سمت سے جیسے کان بند کر لینے کی خواہاں تھی۔ وہ ان تاروں کی سمت دیکھنے کی بجائے نگاہ پھیر کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔

معارج تغلق کی قربت اس کی خوشبو اس کے اطراف تھی۔ اس کی موجودگی اس کے گرد دائرہ بنا رہی تھی اور وہ خود اس دائرے کو توڑنے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

"اشاروں کنایوں کو سمجھو جاناں یہ کہانیاں بے معنی نہیں ہیں۔ میں جانتا ہوں تم اتنی بے وقوف نہیں ہو کہ سمجھ نا پا رہی ہو۔ تم اندیشوں کو بھلا دو گی تو شاید تمام زاویے بدل جائیں گے تم اپنے اندیشوں میں اپنے دل کی دھڑکنوں کو نظر انداز کر رہی ہو۔ مجھے اس دل میں دھڑکتی خواہشوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ تم اس شعور کو دبا نہیں سکتیں مسز انایا تغلق۔" وہ مدھم سرگوشی اس کے کان کے قریب کر رہا تھا۔ انایا ملک اس کی سمت سے اپنی سماعتیں بند کر لینا چاہتی تھی مگر اس شعور سے کان بند نہیں کر سکتی تھی جو اس کے اندر تھا۔

"ان دھڑکنوں میں کوئی شکایت ہے اور وہ شکایت مجھ سے ہے۔ تمہیں مجھ سے جو شکوے کرنا ہیں وہ تم مجھ سے کرو۔" اس کے گداز لبوں پر شکایت کی انگلی رکھی تھی۔

"ان لبوں پر خاموشی کا کوئی بوجھ ہے ان لفظوں کو دبانا ٹھیک نہیں۔ اپنے اندر کے شور کو راہ دو انایا تغلق۔" وہ لہجہ

خاص نظروں میں کوئی بات تھی مگر وہ اعتبار نہیں کر سکتی تھی تبھی بہت آہستگی سے اس گرفت کو اپنے گرد سے ہٹایا اور پھر پلٹ کر اس کی سمت دیکھے بنا نکلتی چلی گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے انجیا۔" ممی نے اسے آکر بتایا اس سے پہلے کہ وہ پوچھتی ممی وہاں سے جا چکی تھیں۔ وہ بے دلی سے اٹھی اور آ گئی تبھی مسز سوری کو وہاں دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔

"آنٹی آپ؟" مسز سوری نے اٹھ کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔

"میرا دل تم سے ملنے کو چاہ رہا تھا تم نے کئی دنوں سے چکر نہیں لگایا۔ دامیان کی منگنی کا بہانہ تھا تو تم روز آ جایا کرتی تھیں مجھے تمہاری کچھ عادت ہو گئی تھی۔" وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

انجیا بیگ کو مروتاً مسکرانا پڑا۔ مسز سوری نے اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا اور اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی تھیں۔

"انجیا بیٹا! مجھے تم سے ایک بات کرنا تھی' تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے' تم اپنی زندگی کے فیصلے لینے میں آزاد ہو مگر میں چاہتی ہوں تم کوئی بھی فیصلہ لینے میں اتنی جلدی مت کرو' اگر کوئی فیصلہ لینا ہی ہے تو دو بار سوچو۔ ایک بار سوچنا نئی راہ کھولتا ہے اور دوسری بار سوچنا اس راہ کو آسان کرتا ہے۔" وہ کچھ کہنے کے لیے تمہید باندھ رہی تھیں' وہ جانتی تھی کہ وہ کیا کہنے آئی ہیں' دامیان سوری آہستہ آہستہ اپنے تمام مہرے استعمال کر رہا تھا۔

"آنٹی! آپ دامیان کے بارے میں بات کرنے آئی ہیں؟" وہ پوچھنے لگی تو مسز سوری نے اسے بغور دیکھا' پھر نرمی سے مسکرا دیں۔

"میں دامیان کے کہنے سے نہیں آئی' میں تمہارے لیے آئی ہوں' اپنی مرضی سے آئی ہوں۔ وہ خوش نہیں ہے مگر وہ مزید کوششوں کے لیے خود کو تیار نہیں پاتا۔ ایک تھکن ہے اس کے وجود پر اور میں خوف زدہ ہوں یہ تھکن اس رشتے کو ختم نہ کر دے۔ اس میں میری غرض سمجھو یا کچھ بھی مگر مجھے تم دونوں کی خوشی عزیز ہے۔ دامیان سوری تھوڑا جذباتی ہے منہ پھٹ ہے مگر اس کا دل بہت شفاف ہے' تم سے بے انتہا محبت کرتا ہے وہ' اس محبت کا انت نہیں ہے میں ایک بار پہلے بھی اس گھر کی دہلیز پر اس کا پروپوزل لے کر آئی تھی مگر تب مجھے خالی ہاتھ وٹنا پڑا تھا' تبھی اس بار کسی پروپوزل کے ساتھ نہیں آئی مگر ایک ماں ہونے کے ناتے تم سے ملنا چاہتی تھی' تم دامیان سوری کو ایک موقع ضرور دو۔ اس نے جو بھی کیا وہ تمہارے لیے ہے' اسے صحیح یا غلط کی خبر نہیں' تم نے اس کی زندگی کو بدل دیا ہے۔ مجھے اور اس کے ڈیڈی کو جو تھا وہ دس سال لگا زندگی میں پیچھے ملنے کے لیے۔ اس کے ڈیڈ سے اس کی ہمیشہ مخالفت رہتی تھی وہ اپنے رستے بنانا چاہتا تھا۔ کچھ الگ سے کرنا چاہتا تھا مگر تمہیں پانے کی لگن میں اس نے اپنے ڈیڈ سے وہ مخالفت بند کر دی اس بزنس کو آگے بڑھانے کا ارادہ کیا' کچھ عرصہ میں اپنے ڈیڈ کو بھرپور فائدہ پہنچایا۔ ایسا تمہارے باعث ہوا وہ خالی ہاتھ تمہاری ذمہ داری نہیں لے سکتا تھا۔ اسے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا جنون تھا اور اس جنون کو اس نے سمت دی اس نے تم سے چاند تارے قدموں میں رکھنے کا کوئی وعدہ نہیں کیا مگر اتنا ہوا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا تاکہ تمہیں وہ سب کچھ دے سکے۔ تم اس کی زندگی میں تبدیلیوں کا باعث ہو' میں اس کی ماں ہوں اگر میں اس تبدیلی کی وجہ کو محسوس کر رہی ہوں تو یہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہاری اس سے کچھ مخالفت رہی تھی تو وہ صرف وقتی ہوگی۔ میں نے کبھی اس کی زندگی میں [illegible] کو نہیں [illegible] وہ بہت صاف نقطۂ نظر رکھتا ہے جب وہ تم کے ساتھ تھا تو تم [illegible] اس کے بارے میں [illegible] آخر کی [illegible] کو گھر بھی [illegible] نے علاوہ اس وقت اور کوئی اس کی زندگی میں نہیں تھا پھر اسے تم سے محبت کا ادراک ہوا تو وہ [illegible] سے بھی [illegible] تم شاید [illegible] اعتبار نہیں [illegible] مگر [illegible] محبت کو [illegible] اور [illegible]

دل قبول کرنے کی صلاحیت رکھنا چاہیے' اس کو موقع دو' کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہو سکتا مگر وہ بہت سی باتوں میں بہتر ہے۔ وہ ایک راہ اپنا لے تو وہ اس راہ کو نہیں چھوڑتا۔ تم اس کی زندگی کی منزل ہو' میں چاہتی ہوں اس کے قدم سے قدم ملا کر چلو۔ اسے سمجھو' موقع دو' محبت کو آزمائش پر پرکھنا محبت کی نفی کرتا ہے۔ تم محبت کو جھٹلا کر شاید خود بھی خوش نہیں رہ سکو گی۔ میں ماں ہوں تمہاری آنکھوں کو بھی پڑھ سکتی ہوں' میں جانتی ہوں یہ ویرانی سی جو آنکھوں میں چھائی ہے بے وجہ نہیں ہے۔ زندگی میں گنجائش دینا بہت ضروری ہے۔" مسز سوری نے کہا اور وہ خاموشی سے ان کی سمت تکنے لگی تھی۔

❁ ❁ ❁

[illegible] واپس جا رہی تھی اس لیے ایکسل نے ڈنر کا پروگرام بنایا تھا' انجیا کو بھی فون آیا تھا مگر وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر للی خود لینے پہنچ گئی تھی۔

"میں واپس جا رہی ہوں' یہ ڈنر میرے لیے رکھا گیا ہے' مجھے خوشی ہوگی اگر تم آؤ۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ "اگرچہ تم بھی جلد لندن آ رہی ہو اور وہاں ملنا ملانا رہے گا۔ مگر جانے سے پہلے مل بیٹھنے میں کیا حرج ہے؟ دوستوں میں یہ مواقع کم کم ہی تو ملتے ہیں اور یوں بھی اب تم سے دوستی ہو گئی ہے تو میں چاہتی ہوں کچھ اور لمحے یادگار ہو جائیں۔" وہ نرمی سے مسکرا رہی تھی ہر ایک کے دل میں کچھ نہ کچھ گنجائش تھی' ہر ایک میں کچھ لچک تھی تو پھر وہ کیوں نکل کے [illegible] کو اس تسلسل سے اپنے اندر جمائے بیٹھی تھی کہ ان مناظر کے علاوہ کوئی اور منظر اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ للی میک کو انکار نہیں کر سکی تھی' اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اپنے اندر کو کوئی سوچوں میں گھرا پا رہی تھی۔ وہ تنہا تھی' خالی ہاتھ چل رہی تھی' اس کے لیے کوئی نگاہ منتظر نہیں تھی۔ کوئی نگاہ اس کے لیے پلکیں نہیں بچھا رہی تھی۔ اس کے سامنے کوئی راستے نہیں رکھ رہا تھا۔ کوئی دل اس کے لیے دھڑک نہیں رہا تھا۔ مگر وہ خوش تھی' وہ جانتی تھی جس کے لیے اس کا دل دھڑکتا ہے وہ دل کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے کس کے لیے دھڑکتا ہے۔ وہ اس سے بھی واقف تھی اور وہ سب جانتے ہوئے بھی یہاں اس کے ایک بار بلانے سے سات سمندر پار آ گئی تھی۔ اس کی مدد کرنے کو اپنی بے لوث محبت میں۔

محبت کا دل بڑا ہوتا ہے۔ محبت پھیلا ہوا ہاتھ نہیں' دینے والا ہاتھ ہے۔ وہ کیا دے رہی تھی؟ وہ اپنے اندر کے سناٹوں کو پورے طور پر محسوس کر رہی تھی۔ تب دھیان میں قدم لڑکھڑایا تھا' وہ گرنے کو تھی جب کسی نے اسے تھام لیا تھا' انجیا بیگ نے سنبھل کر دیکھا' وہ چہرہ شناسا تھا۔

وہی جو ہمیشہ اس کے ارد گرد رہا تھا' وہ نگاہ جو اس کو دیکھنے کو ہمیشہ متلاشی رہی تھی' وہی نظر جو اسے ہر جگہ ڈھونڈتی تھی۔ وہ دامیان سوری تھا۔ اس کے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد تنا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے گرد موجود رہتا تھا' کیوں؟ وہ سر اٹھا کر ان آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔ وہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو' دامیان سوری کو اس کا انداز پر اسرار اور [illegible] لگا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ پوچھ رہا تھا مگر انجیا کچھ نہیں بولی تھی' بغور اس چہرے کو ان آنکھوں کو تکتی رہی تھی پھر ہاتھ بڑھا کر ان [illegible] اس چہرے کو چھوا تھا جیسے وہ یقین کرنا چاہتی تھی' اسے اندازہ نہیں تھا وہ اس وقت ایک پبلک پلیس پر تھی اور [illegible] مگر وہ صرف ایکسل یا للی میک نہیں تھی اور بھی کئی لوگ تھے۔

[illegible] ساتھ میرے تم ہو پاس میرے
[illegible] محسوس کروں
[illegible] پا بھی لوں

تم ہو میرے لیے
میرے لیے ہو تم یوں
خود کو میں ہار گیا
تم کو تم میں جیتا ہوں

اناجیا اردگرد سے یکسر بے خبر تھی جیسے اس کا رابطہ باہر کی دنیا سے بالکل نہیں تھا یا پھر وہ اپنے اندر کی کھوج میں مگن تھی۔ اپنے اندر کے جہانوں میں بھٹک رہی تھی۔ الجھے ہوئے لفظوں کے معنی تلاش کررہی تھی، دامیان سوری نے بہت سے اس کے گرد سے اپنے بازوؤں کا حصار ہٹایا تو وہ اس کے انداز پر حیران تھا۔ وہ نگاہ جیسے کسی شے کی کھوج کررہی تھی۔ وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر گیا تھا مگر اناجیا بیگ نے اس کی سمت دیکھنے کا ارادہ ترک نہیں کیا تھا۔

وہ اس کے ہم قدم تھی اس سے پہلے اس نے اس کے ہمراہ چلنے کا تجربہ اس طور نہیں کیا تھا اس کے سنگ قدم اٹھاتے ہوئے اس کی اندر ایک نئی راہ بن رہی تھی۔ اس سے پہلے ایسا کیوں نہیں ہوا تھا یا پھر اس نے محسوس نہیں کیا تھا؟

"تم ٹھیک ہو اناجیا!" اس کے لیے چیئر کھینچ کر وہ اس کے بیٹھنے کا منتظر تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے اسے دیکھا وہ جسمانی طور پر ان کے درمیان موجود تھی مگر درحقیقت وہ اپنے اندر کے الجھاوؤں میں گم تھی۔ لی میک اور دامیان شاید اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے۔ تبھی اس کا دھیان بٹانے کو وہ ادھر اُدھر کی باتیں کررہے تھے۔ ایلسل ہمیشہ کی طرح چٹکلے چھوڑ رہا تھا، وہ ہنس رہے تھے وہ خاموشی سے اس منظر کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اناجیا تم کھا نہیں کھا رہیں؟" لی نے اسے متوجہ کیا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی تبھی وہ بولی تھی۔

"تم نے سنا اسے لڑکی پسند آئی ہے اور لڑکی بھی کون ہماری کلاس میٹ رامیہ! آہ... کہاں رامیہ اور کہاں ہمارا یہ انوکھا لاڈلا ایلسل تمہاری شامت آئی ہے؟ کہتے ہیں گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے تم نے رامیہ کو چنا؟" وہ ہنسنے لگی تھی۔

"ایلسل کا قصور نہیں محبت اندھی ہوتی ہے۔" دامیان سوری نے اناجیا بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "محبت کو کچھ دکھائی نہیں دیتا زیادہ قریب کی چیزیں بھی نہیں۔" وہ ذو معنی لہجے میں کہہ رہا تھا یا اس پر طنز کررہا تھا۔

"مجھے خوشی ہے اناجیا جلد مجھے کمپنی دینے کو میرے ساتھ لندن میں ہوگی تم تو یہاں تنہا رہ جاؤ گے دامیان۔ ایلسل تو تمام وقت رامیہ کو دے گا۔ تم کیا کرو گے؟" لی کو اس کی فکر ہوئی تھی جانے کیا ہوا تھا کہ وہ یک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا...؟" لی نے اس کی سمت دیکھا۔

"مجھے جانا ہے۔" کہتے ہی وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، ذہن بہت الجھا ہوا تھا وہ صحیح تھی یا غلط وہ اس کا فیصلہ نہیں کر پارہی تھی۔

❁ ❁ ❁

وہ کافی بنا کر اوپر آئی تو وہ سامنے کھڑا دکھائی دیا تھا پارسا کو اس کا انداز کھویا کھویا اور الجھا دکھائی دیا تھا۔ وہ پاس آن رکی اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔ عدن بیگ بنا چونکے اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"تمہیں حیرت نہیں ہوئی مجھے دیکھ کر؟ مجھے تو لگا تم خود میں اتنے گم ہو کہ کسی طرف کی خبر ہی نہیں۔" پارسا نے ہنستے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"تمہارے معاملے میں اتنا بے خبر نہیں ہوں، تم نے کافی صرف میرے لیے بنائی اپنے لیے نہیں؟"

"مجھے ضرورت محسوس نہیں ہورہی تھی یوں بھی آج کل نیند کم آتی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو عدن نے اسے بغور دیکھا۔

"تمہارے پاؤں کا درد اب کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے، تم یلماز کمال سے ملنے والے تھے؟" وہ اصل مدعے پر آئی۔ عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا، وہ کچھ جس تک رہی تھی جو کہ درحقیقت اس کی عادت میں شامل نہیں تھا ایسا کیا تھا جو وہ جاننا چاہتی تھی۔

"نہیں ارادہ تو تھا مگر پھر میری ضروری میٹنگ نکل آئی تم چاہتی ہو میں اس سے ملوں؟" وہ اس سے پوچھنے لگا۔

"کیا آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ چونکی۔ "اگر آپ کو اس سے ملنا ہے تو مل لیں۔ نہیں تو میں آپ کو کیوں فورس کرنے لگی۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ وہ کافی کا سپ لے کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"پارسا! تم مجھے پری سی لگتی تھیں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش تھی میرے دل میں۔ تم میری زندگی کا حصہ بھی بن گئیں مگر کہیں کچھ ہے جو سکون نہیں لینے دے رہا۔ میں نہیں چاہتا یہ رشتہ صرف دباؤ میں آکر لوں ایسا نہیں ہے کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے مگر میں دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہتا ہوں اگر یلماز کمال سے ملتا ہوں تو اس میں دخل اس بات کو نہیں ہوگا کہ اعتبار نہیں یا تم پر بھروسہ نہیں شاید تم پر بھروسہ بہت زیادہ ہے خود سے بھی زیادہ مگر کسی کی سن لینا برا نہیں۔ گھر والے شادی کی بات کررہے ہیں، تاریخ فکس ہورہی ہے مگر میں کچھ وقت لینا چاہتا ہوں اور تمہیں بھی کچھ وقت دینا چاہتا ہوں، مجھے غلط مت سمجھو پارسا چوہدری اگر تمہیں وقفہ دینا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں تم آزادی سے فیصلہ لو خوشی سے نا کہ دباؤ سے۔" وہ کس نہج پر سوچ رہا تھا؟ پارسا چوہدری سمجھ نہیں پائی تھی، مگر اس کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

یلماز کمال سے کچھ بھی امید رکھی جاسکتی تھی۔ اگرچہ اس کے ہاتھ اس کی کوئی کمزوری نہیں تھی اور پہلے سے عدن بیگ وہ سب بتا چکی تھی مگر عدن بیگ کو ملنے کی دعوت دینا ضرور کسی خاص پہلو کو ظاہر کرتا تھا۔ یلماز کمال اسے پانے کے لیے کچھ بھی کرسکتا تھا۔ اس کا دل جانے کیوں ڈر رہا تھا، تبھی بولی تھی۔

"آپ یلماز کمال سے مت ملیں۔" اپنے اندر کسی خوف سے ڈر کر وہ بولی تھی۔ عدن بیگ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میں نہیں چاہتی آپ اس سے ملیں۔" وہ بے انتہا الجھی دکھائی دی۔ وہ خاموشی سے دیکھ کر رہ گیا۔

❁ ❁ ❁

"مجھے تمہاری فکر ہورہی تھی تم جس طرح وہاں سے نکل کر آگئی تھیں میں رہ نہیں پایا۔" وہ صاف گوئی سے اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔ اناجیا بیگ کو اسے سامنے دیکھ کر جیسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی مگر اس کے باوجود وہ ابھی خود سے [illegible] تھی کہ باہر سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" دامیان سوری نے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جان سکتا ہوں اچانک سے کیا ہوگیا تھا تمہیں؟ مجھے تو اب بھی تم مکمل ہوش میں نہیں لگ رہی ہو کہیں تم نیند کی گولیوں کا استعمال تو نہیں کررہی ہو؟" کسی خدشے کے پیش نظر وہ بولا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"میں گھر سے دور کبھی نہیں رہی پھر ایسے میں اتنی دور سب سے بہت دور جانے کا فیصلہ کرنا کچھ آسان نہیں۔ میں یہ سوچ کر اتنی پریشان ہورہی ہوں کہ ان سے انجانے دیس میں کیا کروں گی؟ کیسے الگ رہوں گی میں ان

سے۔" وہ بات بناتے ہوئے بولی تھی۔ دامیان سوری اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ جیسے وہ اس کے جواز سے اختلاف رکھتا ہو یا پھر متفق نہ ہو یا کسی اور وجہ کو جاننے کا خواہاں ہو جو وہ بتانے سے گریز کر رہی تھی۔

"لڑکیوں کا مائنڈ تو شاید اس کے لیے سیٹ ہوتا ہے انہیں کبھی نہ کبھی لگ تو ہونا پڑتا ہی ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔ وہ جو اس کی سمت متواتر دیکھ رہی تھی نگاہ ایک لمحے میں چرا گئی تھی۔

"مگر وہ ایک بات ہوتی ہے وہ صرف ایک صورت میں ہوتا ہے جب لڑکی کی شادی ہو رہی ہو۔ اس کے لیے اس کا مائنڈ سیٹ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود معاملہ ہو بھی سکتا ہے اگر تم چاہو تو" وہ جتاتے ہوئے بولا۔ وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ کیا وہ اسے کوئی پیشکش کر رہا تھا؟ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا۔

"تم کوئی اچھا لڑکا دیکھ کر شادی بھی کر سکتی ہو۔" اس کی بات اسے چونکا گئی تھی تو کیا اس نے بیچ میں راستہ بدل لیا تھا۔

کیا وہ واقعی امید توڑ چکا تھا اور اس کے بدل جانے سے اسے کیوں فرق پڑ رہا تھا؟ اندر کہیں کچھ سکوت سا کیوں چھا رہا تھا؟ پہلی بار تھا وہ اپنے بارے میں بات نہیں کر رہا تھا سو وہ ذہنی طور پر قبول کر چکا تھا کہ وہ اس کی نہیں۔ انابیہ بیگ کو جانے کیوں وہ پچوئشن بہت عجیب لگی تھی تبھی گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"کس سے؟" دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا۔ پھر بے خبری ظاہر کرتے ہوئے شانے اچکا دیے۔ انابیہ بیگ کو اس کے انداز پر جانے کیوں حیرت ہوئی تھی۔ کیا وہ اس سے کچھ قبول کر رہی تھی اگر وہ سمجھتا تھا اس کے نگاہ پھیر لینے سے اسے فرق پڑے گا تو وہ اس کا یہ تاثر زائل کر دینا چاہتا تھا۔ تبھی بولی تھی۔

"شادی کرنے کا فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں، میں اپنی اسٹڈی کو مکمل کرنا چاہتی ہوں، ورنہ اچھے پرپوزل ملنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" وہ جتا رہی تھی۔ دامیان سوری کچھ نہیں بولا۔

"شادی کرنا چاہتے ہو تم؟" جانے کیا سوچ کر پوچھا۔ وہ چونکا پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کی سمت سے نگاہ پھیر گیا تھا اور بولا۔

"فی الحال تو نہیں شاید پھر کبھی سوچوں مگر فی الحال کے لیے یہ پلان ملتوی ہو چکا۔" وہ مکمل سرد لہجہ میں بولا تو انابیہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

"مسٹر ایلکس کو سب کچھ بہت ڈیفرنٹ چاہیے، یہ ایونٹ عام روش سے ہٹ کر ہے۔ وہ چاہتے ہیں ہم اسے کسی اچھے بیچ پر ارینج کریں۔ ساحل سمندر پر شادی کی روش نئی نہیں مگر وہ اپنی شادی کے موقع پر ہر شے بہت منفرد چاہتے ہیں اگرچہ ان کے شادی تصورات کی داد دینا پڑے گی۔ بہت خاص موقع کو کس طرح اور زیادہ خاص کیا جاتا ہے وہ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں مگر اس کے ساتھ جس طرح وہ بہت سی چیزوں کی ڈیمانڈ کر رہے ہیں مجھ کو کچھ مشکل لگ رہا ہے۔" اس نے معارج تغلق کے سامنے سارا مدعا رکھا۔ وہ پُرخیال انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ایلکس! سب بہت خاص چاہتا ہے مجھے لگا تم سب ممکن کر سکتی ہو تبھی تمہارا نام منتخب کیا۔ تم کر سکتی ہو۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" معارج تغلق نے کہا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"حیرت ہے لوگ زندگی میں چیزوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں؟" وہ حیرت سے بولا۔

"اس سے قبل مجھے نہیں معلوم تھا کہ شادی اتنا اہم واقعہ ہے جس طرح ہماری شادی ہوئی وہ" وہ کہتے کہتے یک دم رک گئی تھی۔ تبھی معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا۔

"تمہارے خیال میں ہماری شادی کوئی آئیڈیل نہیں تھی؟" اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے کچھ نہیں کہا۔

"تم ایسی شادی چاہتی تھیں کسی خاص واقعے کی طرح، کسی خاص مقام پر؟" وہ جانے کیوں اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس سوال کی کیا وجہ نکلتی تھی۔ انابیہ ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تبھی علیزے وہاں آئی تھی، بہت گرم جوشی سے معارج تغلق سے ملی تھی۔ انابیہ ملک کو اپنی نظریں ان دونوں کی طرف سے پھیر لینا پڑی تھیں۔ وہ وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی مگر معارج تغلق نے پوری توجہ سے علیزے ہاشمی کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس کا وہاں سے ہٹنے کا ارادہ ڈھیر کر دیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مصروف رہے تم؟ میں نے فون کیا بھی تو ملنے نہیں آئے؟" علیزے شکوہ کر رہی تھی وہ مسکرا دیا۔

"سارا کا سارا وقت تمہارے ساتھ گزارا نہیں جا سکتا سویٹی! کرنے کو کئی ضروری کام ہیں۔" وہ جتا رہا تھا۔

"کس کی شادی کی ترتیب ہو رہی ہے؟" علیزے نے فائل اٹھا کر دیکھی۔

"ایلکس کی، اسے ایونٹ آرگنائزر کی ضرورت تھی اور میری بیوی سے بہتر کوئی اور ہو نہیں سکتا تھا۔ اپنی ایونٹ کمپنی چلا رہی ہیں۔" اس سے انابیہ کے متعلق بتایا تھا جیسے علیزے نے کسی توجہ سے نہیں سنا تھا مگر اس سے زیادہ توجہ وہ فائل دیکھنے میں لگا رہی تھی اور مسکرا دی تھی۔

"خاصے منفرد شادی کی پلانگز ہیں۔ میرا دل بھی شادی کرنے کا ہو رہا ہے۔" وہ خواہش کا اظہار کرتی ہوئی بولی تو معارج تغلق مسکرا دیا۔

"کوئی لڑکا دیکھا؟"

"لڑکا... تم ہو نا۔" وہ بے تکلفی سے کہتی ہوئی مسکرائی۔ اس کے لیے انابیہ کا وہاں موجود ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا جیسے انابیہ بھی ان دونوں کی سمت سے اپنے کان اور آنکھیں بند کر لینا چاہتی تھی۔

"سوریڈی ہو تم؟" وہ مدعے پر آئی تھی تو معارج تغلق مسکرا دیا تھا۔

"مس علیزے ہاشمی، دماغ کی کوئی کل ڈھیلی ہے آپ کی۔" وہ صاف طور پر منع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا شاید تبھی اس نے انداز میں کہا تھا، وہ مسکرا دی تھی اور اس کے کچھ قریب آ گئی تھی اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے اس کے گرد اپنا بازو حمائل کیا اور مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"تم چاہتے ہو میں تمہیں چرا لوں؟ یا باقاعدہ پرپوز کروں؟" معارج تغلق نے اگر اسے یہ سب دکھانے کے لیے یہاں روکا تھا تو وہ اس میں کامیاب تھا۔ ان دونوں میں کتنی قربت تھی اور کسی نہج پر تھی اور کس نوعیت کی تھی وہ اسے اس پر ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ اس میں کامیاب تھا۔

"ہو تو چرا لوں؟" علیزے مدھم لہجے میں بولی تھی۔ دونوں قریب تھے انابیہ ملک کے لیے یہ سب برداشت سے باہر تھا۔ وہ مزید اس ڈرامے کا حصہ نہیں بن پائی تھی یک دم ہاتھ معارج تغلق کی گرفت سے نکال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

لکھے پڑھے ہوتے
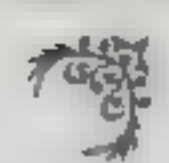
فاخرہ گل

ہر اک خواب کی تعبیر تھوڑی ہوتی ہے
محبتوں کی یہ تقدیر تھوڑی ہوتی ہے
سفر کرتے ہیں یہ اک دل سے دوسرے دل تک
دکھوں کے پاؤں میں زنجیر تھوڑی ہوتی ہے

اعجاز کی خوشیوں کا تو آج کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ پاؤں رکھتا کہیں تھا تو پڑتا کہیں...... سارا جہاں آج اسے اپنے سامنے ہاتھ باندھے محسوس ہو رہا تھا۔ جبھی اس کے قدم زمین کو چھونے کے بجائے ہوا میں اڑتے اسے بھی بادلوں کے سنگ جھولے دیے جا رہے تھے۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بچپن سے آنکھوں میں سجا خواب، دل میں پنپتی حسرت جو پوری ہوگئی تھی۔ اردگرد موجود اپنے تمام یاروں دوستوں میں اس کا سر فخر سے تنا ہوا تھا۔ چند روز پہلے تک اسے بے روزگار، ان پڑھ اور نکما جیسے القابات سے نوازنے والے دوست اس کے ہاتھ میں اٹلی کا ویزہ آتے ہی مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ کبھی نہ بھلانے اور وہاں پہنچ کر ان کے لیے بھی کوشش کرنے کا کہہ رہے تھے۔ جبھی وہ ان سب کے درمیان راجا اندر بنا ابھی سے ان سب کو خود سے نچلے درجے کا انسان سمجھ رہا تھا اور آخر کار جب وہ سب اپنے گھروں کو چلے گئے تو میز پر موجود مٹھائی کے ڈبوں کو دیکھ کر وہ بڑے فخر سے ماں سے مخاطب ہوا۔

"اماں تُو تو کہتی تھی کہ عزت ہمیشہ پڑھے لکھے انسان کی ہوتی ہے مگر دیکھ لیا ناں آج سب کیسے میری عزت کر رہے تھے، ہونہہ کل تک مجھے اپنے پاس نہ بٹھانے والے آج خود چل کر میرے پاس آئے ہیں۔" لہجہ خواہ مخواہ ہی پرغرور ہوگیا تھا۔

"لیکن بیٹا تو یہ بھی جانتا ہے کہ عزت تیری نہیں اٹلی کے اس ویزے کی ہو رہی ہے جو ہم گھر والوں نے اپنا سب کچھ گروی رکھ کر تیرے لیے حاصل کیا ہے۔ گھر سے نکلتے ہی اب بھی ان کے پاس تیرے لیے جاہل اور نکھٹو جیسے ناموں کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔"

اماں نے حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھا جو چند روز بعد ہی ان سے اتنی دور جانے والا تھا جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

خود وہ تو میاں بیوی ان پڑھ تھے لیکن شروع سے ہی انہوں نے اعجاز کو ایک تعلیم یافتہ نوجوان کے روپ میں دیکھا تھا اور یہ تصور ان دونوں کے اذہان میں اس قدر قوی تھا کہ اس کے علاوہ ان کے دماغ میں کچھ اور سمایا ہی نہ تھا۔ خود اعجاز بھی بڑا آدمی بننا تو ضرور چاہتا تھا لیکن اس کے لیے وہ شارٹ کٹ رستہ اپنانے کو درست خیال کرتا۔ لکھنے پڑھنے سے اسے شروع ہی سے چڑ تھی۔ اساتذہ کی لاکھ نگرانی کے باوجود اسکول سے بھاگ جاتا۔ لاڈ پیار ڈانٹ پٹائی غرض یہ کہ ہر طرح سے اسے

سمجھا کر دیکھ لیا گیا مگر اسے کچھ سمجھ نہ آتا یا پھر وہ سمجھنا ہی نہ چاہتا۔ پڑھنے لکھنے کے فوائد یا بڑے آدمیوں کی مثالوں سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ اگر اسے کوئی ہنر وغیرہ سیکھنے کے لیے کہا جاتا تو صاف انکار کر دیتا۔

اس کی عقل کے مطابق بیرون ملک جا کر پیسہ کمانے اور اپنے ملک آ کر بے دریغ خرچ کرنے والے ہی کو لوگ بڑا آدمی تسلیم کرتے ہیں۔ سو وہ بھی بیرون ملک لگے نوٹوں کے درختوں سے اپنے حصے کی دولت وصول کرنا چاہتا تھا۔ چھوٹے بہن بھائی اسکول جاتے تو ان پر ہنستا کہ پہلے پڑھے لکھوں کو کون سا روزگار مل گیا ہے جو اب یہ بھی پڑھ لکھ کر بے روزگار افراد کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

بیرون ملک جانے کا شوق اسے ایسے لوگوں کی منتیں کرنے پر مجبور کر دیتا جو تعطیلات گزارنے پاکستان آئے ہوں' خود اس کے ابا کے دور کے رشتہ دار بھی بیرون ملک مقیم تھے اور ابا کے انتقال کے بعد اکثر ڈھکے چھپے غیر محسوس انداز میں ان کی مدد کرتے رہتے' سو جیسے ہی اعجاز کو ان کی پاکستان آمد کے بارے میں پتا چلا اماں کو لے کر ان کے ہاں پہنچ گیا۔ خدا کا کرنا کہ اماں کی منت سماجت ملک صاحب جیسے خدا ترس بندے کے دل پر اثر کر گئی اور وہ اسے قانونی طور پر اٹلی بلانے پر رضامند ہو گئے۔

طے یہ پایا تھا کہ اخراجات کی مد میں اٹھنے والی رقم کا نصف ملک صاحب خود برداشت کریں گے جبکہ باقی انہیں ادا کرنا ہوگا۔ پہلے پہل تو انہیں یقین ہی نہ آیا مگر جب انہوں نے پاسپورٹ اور چند دوسرے ضروری کاغذات کی تیاری کا کہا تو اس میں گویا بجلی بھر گئی۔

ملک صاحب ہی کے توسط سے مہینوں کا کام دنوں میں ہوا اور وہ اس کے تمام کاغذات لے کر جو روانہ ہوئے تو ٹھیک دو ماہ بعد ہی اسے ایمبیسی جا کر کاغذات وصول کرنے اور ویزے کے بارے میں اطلاع دی گئی۔ وہ خود تو چونکہ انگوٹھا چھاپ تھا اس لیے تمام [illegible] ملک صاحب کے ذریعے ہی ہوا تھا اور آخر کار جب [illegible] کی گھر والوں کے ساتھ آخری رات تھی تب [illegible] عندلیب اور جاسم سمیت سب ہی اداس تھے۔ [illegible] جدائی اور دوبارہ ملنے کی جلد امید نہ ہونے کے باعث سبھی کی آنکھیں نم تھیں تب اعجاز نے بھی اپنے دل کو ٹٹولا لیکن وہاں تو اداسی' پریشانی' جدائی کا دکھ یا ایسا کوئی بھی احساس موجود نہ تھا۔ ہاں تھا تو بس اپنا جنون پا لینے کا سرور [illegible] چونکہ وہ تینوں بہن بھائیوں سے بڑا تھا اس لحاظ سے سب کی امیدوں کا مرکز بھی وہی تھا۔ اعجاز نے اپنی اس قدر خود غرضی پر دل کو جھڑکا اور ایک بار جو گہرائی میں جا کر سوچا کہ میں اپنے پیاروں سے اس قدر دور جا رہا ہوں جانے اب دوبارہ ملاقات کب ممکن ہو؟ [illegible] ہو بھی یا نہ ہو

یہ سوچ ذہن میں آتے ہی وہ اماں کے گلے لگ کر جو رویا تو سب کو حیران کر دیا۔

❁ ❁ ❁

اپنا گھر محلہ اور شہر چھوڑنے پر بلاشبہ اب اس کا دل کٹ رہا تھا۔ دروازے پر کھڑی خود پر ضبط کرتی دیر تک ہاتھ ہلاتی ماں' دوپٹوں کے کونے سے آنکھیں مسلتی آنسو پونچھتی بہنیں' الوداع کہتے ہوئے ہچکیوں سے رونے کے باوجود کلائی کی پشت سے بار بار آنکھیں رگڑتا جاسم اس کی نظروں میں یوں سما گئے تھے کہ لگتا آنکھ کی پتلیوں پر موجود یہ عکس ہی آخری ہے۔

ایئرپورٹ جانے کے لیے بک کروائی گئی گاڑی بڑی تیزی سے تمام منظر کو پیچھے چھوڑتی جا رہی تھی اور اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اپنے دیس کے ایک ایک منظر کو وہ آنکھوں میں بھر کر دل میں [illegible] چاہتا تھا لیکن اس کی مہلت ہی نہ ملتی اور منظر بدل جاتا۔ اماں نے اپنی تمام تر پونجی اس پر لگا دی تھی مگر اب سے [illegible] کر کے دکھانا تھا یہ احساس اب اس کے دل میں [illegible] پختہ تھا۔ ابھی تو وہ ایئرپورٹ بھی نہیں پہنچا تھا کہ اسے

[illegible] دی گئی ایک ایک حکم عدولی پر پچھتاوا ہونے لگا۔ دل نے شدت سے یہ خواہش کی کہ صرف ایک بار اماں سے [illegible] کیے کی معافی مانگ لے لیکن ظاہر ہے کہ اب وقت نہیں تھا۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے اندر داخل ہوتے [illegible] اسے اپنے اندر تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔

پڑھنا لکھنا تو آتا نہیں تھا' جبھی ایک پورٹر سے روم جانے والی فلائٹ اور اس تک پہنچنے کا طریقہ پوچھ تو اس نے ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر کمال مہربانی سے اسی فلائٹ پر جانے والے دوسرے مسافروں کے سنگ کھڑا کر کے ان کی تقلید کرنے کا مشورہ دیا اور اسی مشورے پر عمل کرتے ہوئے جب وہ اپنی سیٹ پر پہنچا تو بعد ازاں خوب صورت ایئر ہوسٹس بہترین تواضع اور کھڑکی کے شیشے سے نظر آنے والے روئی کے گالوں کی مانند اڑتے پھرتے بادل ایک ایک چیز کو وہ بچوں کی طرح پرشوق نظروں سے دیکھنے لگا۔

بچپن میں بھی آسمان پر اڑتے ہوائی جہاز کو دیکھ کر وہ ضرور ہاتھ ہلایا کرتا تھا۔ دماغ میں تب بھی یہی تھا کہ [illegible] سکتا ہے اس کی طرف سے کیے گئے اس استقبال سے خوش ہو کر جہاز میں بیٹھے لوگ اسے بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور آخر وہ سپنا آج حقیقت کا روپ دھار گیا تھا۔

ایئرپورٹ پر دوسرے مسافروں کی طرح اس نے بھی اپنا سفری بیگ کندھے پر ڈالا اور قطار میں لگ گیا۔ سامان تو اس کا تھا نہیں جس کے لیے اسے انتظار کرنا پڑتا ابھی سامنے موجود سبز رنگ کے بورڈ پر جہاں ایک شخص کو سامان لیے باہر جاتا دیکھ کر اسے یہ سمجھنے میں قطعی دیر نہ لگی کہ یہ بیرونی دروازہ ہے اور پھر دوسرے لوگ بھی [illegible] ٹرالی میں رکھ کر اس طرف جاتے دکھائی دیے [illegible] پہلی مرتبہ آنے والی چند فیملیز ٹرالی حاصل کرنے کے لیے پریشان کھڑی تھیں۔ کیونکہ تمام ٹرالیز چین اپ تھیں اور آٹومیٹک طریقے کے تحت جب تک ٹرالی کے ہینڈل پر موجود سوراخ میں ایک یورو نہ ڈالا جاتا وہ [illegible] طرح بندھی رہتیں' یہ الگ بات ہے کہ ایئرپورٹ کے باہر اپنا اپنا سامان گاڑیوں میں منتقل کرنے کے بعد جب ٹرالیز کو ان کے مخصوص کیبن میں رکھا جاتا تو وہی ایک یورو خود بخود اس سوراخ سے باہر نکل آتا لیکن اتنے روپے خرچ کر کے اپنی فیملیز کو بلوانے والے انہیں یہ بتانا بھول گئے تھے جبھی اب وہ پریشان اردگرد کے لوگوں سے ایک یورو مانگتی نظر آ رہی تھیں۔ لیکن پاکستانیوں کو تمام مشکلات سے نبرد آزما ہونا خوب آتا ہے جبھی ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکے نے کہیں سے بھی یورو نہ ملنے کے بعد اپنے والٹ کو کھنگالا تو سوئے اتفاق اس میں ایک روپے کا سکہ موجود تھا جس کا سائز ایک یورو ہی کے برابر ہوتا ہے سو اس نے یورو کی جگہ روپیہ ڈالا تو لمحہ بھر میں ''کڑک'' کی آواز کے ساتھ ایک ٹرالی چین سے علیحدہ جو ہوئی تو وہاں موجود دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے والٹ میں روپیہ ڈھونڈنے لگے۔

کون کہتا ہے کہ پاکستانی کرنسی اپنی قدر کھوتی جا رہی ہے اگر ایسا ہوتا تو ایک سو سات روپوں کے برابر یورو کا مقابلہ صرف ایک روپیہ کر سکتا تھا بھلا۔

پاکستانی روپے کی قدر و قیمت کا اندازہ ان سب کو ایئرپورٹ پر ہی ہوا تھا۔

❁ ❁ ❁
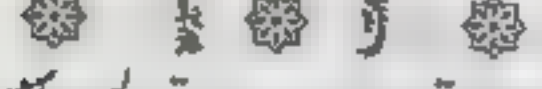
''دیکھو اعجاز تمہارا اور میرا ساتھ بس یہیں تک کا تھا۔ تمہاری اماں کے آنسوؤں کے سامنے میں نے تمہیں یہاں بلانے کا جو وعدہ کیا تھا' اللہ کا شکر ہے اس میں کامیاب بھی رہا ہوں لیکن اب اپنا راستہ تمہیں خود تلاش کرنا ہے۔'' ملک صاحب اس سے بڑی گرمجوشی سے ملے تھے اور اب کھانے کے دوران اس سے مخاطب تھے۔

''آپ کی مہربانی ملک صاحب' میں آپ کا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا لیکن... لیکن میں یہاں جاؤں گا کدھر مجھے تو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔'' وہ ایک دم شپٹا گیا تھا کیونکہ وہ تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ ملک صاحب ہی اسے روزگار وغیرہ بھی دلوا دیں گے جبھی ان

کے انداز پر گھبرا گیا تھا لیکن ظاہر ہے اپنے منہ سے کہنا بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان کا یہ احسان کیا کم تھا جو انہوں نے اسے قانونی طور پر یہاں بلوالیا ورنہ بحری جہازوں میں فروٹ کنٹینرز یا گاڑیوں کی ڈگیوں میں بند ہو کر آنے سے تو وہ کانپ ہی جاتا۔ اکثر اوقات ایجنٹس رقم لے کر فرار ہو جاتے یا بارڈر کراس کرنے کی غیر قانونی کوشش میں گولیوں سے چھلنی کر دیے جاتے۔ خدا کا شکر تھا کہ وہ آسانی سے یہاں پہنچا تھا تو صرف ملک صاحب کی وجہ سے جبھی وہ مزید کچھ کہنے پر ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں کچھ معلوم نہیں لیکن دراصل یہاں میری اپنی بھی کچھ پرابلمز ہیں میں خود ایک دوست کے ساتھ رہتا ہوں اور پھر آج کل میں میری فیملی بھی یہیں شفٹ ہونے والی ہے اس لیے تمہاری ذمہ داری اٹھائے رکھنا میرے لیے واقعی ممکن نہیں۔" وہ واقعی بے بس دکھائی دے رہے تھے۔

وہ خاموشی سے بس انہیں دیکھے گیا۔

"لیکن تم پریشان نہ ہو تمہاری رہائش کا بندوبست میں نے میلان کے نزدیک ایک نسبتاً چھوٹے شہر میں کر رکھا ہے ساجد جو تمہیں ایئرپورٹ سے یہاں تک لایا تھا وہی تمہیں اپنی گاڑی میں وہاں تک چھوڑ آئے گا۔" ان کی بات مکمل ہونے پر اعجاز نے گہری سانس لے کر نظریں جھکا لیں کہ ذہن بری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

خلاف توقع زندگی نے ایک نئی کروٹ لے لی تھی۔ وہ جو یورپ جا کر فوراً ہی دولت کمانے کا سوچ بیٹھا تھا اب سب سے پہلے کسی بھی قسم کا روزگار مل جانے کی دعا کرنے لگا۔ ملک صاحب کی ہدایت کے عین مطابق ساجد نے اپنی گاڑی میں گھنٹوں کی مسافت طے کر کے راغب کے مکان پر ... تھا جہاں پہلے سے پانچ ... رہ رہے ... اور کھانے ... خراجات وغیرہ ... رہے تھے۔ کھانا پکانا صفائی ستھرائی کے لیے ہر ایک کی باریاں مقرر کی گئی تھیں البتہ کپڑے دھونا اور استری کرنا ہر ایک کی انفرادی ذمہ داری تھی۔

اس کے آنے سے جہاں اخراجات میں کمی ... ہوئی تھی وہیں سب کو کاموں کا بوجھ بھی کسی حد تک ... محسوس ہو رہا تھا۔ اعجاز کی رہائش کا مسئلہ تو وقتی طور پر حل ہو گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ بنیادی مسئلہ روزگار کا تھا جو بظاہر حل ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ تمام کاغذات وغیرہ مکمل ہونے کے باوجود چونکہ وہ مکمل طور پر اٹالین زبان سے ناواقف تھا اسی لیے معمولی نوعیت کا کام بھی نہ مل پاتا اور پھر اس کی یہاں کسی سے واقفیت بھی نہیں کہ اس معاملے میں مدد کو کہتا اوپر سے مہینہ ختم ہونے کو تھا اور پھر ظاہر ہے کہ اسے بھی اپنے حصے کی رقم ادا کرنا تھی۔ دن رات یہی سوچیں رہ رہ کر اسے پریشان کیے رکھتیں۔

"اعجاز کیا ہوا پھر کام کا ...؟" راغب نے کھانا کھا کر برتن آگے کی طرف کھسکائے تو وہ ویٹرز کی طرح بڑی مستعدی سے اٹھ کر برتن سمیٹنے لگا لیکن راغب کے اس سوال پر اس نے برتن پکڑے پکڑے مایوسی سے گردن نفی میں ہلا دی۔

"راغب بھائی ابھی تو کوئی امید نظر نہیں آئی' وہ پھر مجھے تو ان سے بات کرنا بھی نہیں آتا' ہاتھ میں اپنے کاغذات پکڑ کر انہیں دکھاتا ہوں تو آگے سے وہ جانے کیا کہتے ہیں کچھ سمجھ نہیں آتا البتہ ان کے اشاروں سے یہ ضرور سمجھ جاتا ہوں کہ وہ مجھے کام نہ ہونے کا بتا رہے ہیں۔" ہمدرد جان کر اعجاز نے ساری بات سے تفصیل بتا دی تھی۔

"دیکھو اعجاز وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مہینہ بھی اختتام پر ہے تم سے ایڈوانس رقم صرف ملک صاحب کی وجہ سے نہیں لی تھی ورنہ پیشگی رقم کے بغیر تو کوئی قدم بھی نہیں رکھنے دیتا۔" مکان چونکہ اسی کا تھا اور اس نے ہی باقی سب کو کرائے پر ساتھ رکھا ہوا تھا جبھی اٹھتے بیٹھتے اس پر احسان جتانا نہ بھولتا۔

"جانتا ہوں راغب بھائی لیکن مجبور ہوں ... میں تو مزدوری کرنے کو تیار ہوں مگر کوئی کام ملے بھی تب نا۔" یورپ کے عیش و آرام سے متعلق دیکھے گئے ... سپنے ٹوٹ چکے تھے اور حقیقت اپنی تمام تر تلخی ... موجود تھی۔

"... احمق یہاں روزگار حاصل کرنے کے لیے ... سے پہلے اٹالین زبان کا آنا ضروری ہے جو کہ ... کی نسبت زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہے۔" راغب ... پر طنز کرتے ہوئے اٹھ کر ٹی وی آن کیا اور ... لے کر واپس آ بیٹھا۔

"ویسے بھی اٹالین سیکھنے میں مجھ بی اے پاس کو کئی ماہ لگ گئے تھے تو تجھ جیسے ان پڑھ کو تو شاید سالوں لگ جائیں۔" چینلز چیک کرنے کے لیے اس نے لمحہ بھر زبان کو روکا۔

اعجاز اس کی باتیں برداشت کرتا برتن دوبارہ میل ... بیٹھ گیا۔ اگر پاکستان میں کوئی اسے اس طرح کے القابات سے نوازتا تو یقیناً وہ بنا کچھ سوچے سمجھے کہنے والے کا گریبان پکڑ لیتا' لیکن یہاں تو معاملہ دوسرا تھا سو ... خاموش رہا البتہ راغب دوبارہ بولا۔

"تو ایسا کرتے ہیں ..." راغب نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کچھ سوچا۔

"جب تک تجھے کام نہیں مل جاتا تو گھر داری سنبھال' کام مل گیا تو پیسوں کا بھی حساب کتاب کر لیں گے کیوں باسط ...؟" راغب نے شفٹ ختم کر کے اندر داخل ہوتے باسط سے مشورہ لیا جو جوتے بنانے کی ... میں کام کرتا تھا جہاں اس کے ڈیپارٹمنٹ ... کا نمبر پیچ ہوتا کہ کام کرنے والوں کو فیکٹری کی ... سے ... سیفٹی بیلٹ پروف جیکٹ اور جوتے مہیا ... جاتے اور جب باہر اتنا سخت کام کر کے اپنے حصے کا گھر کا کام بھی نمٹانا پڑتا تو واقعی نانی یاد آ جاتی۔

"ہاں بات تو اچھی ہے اندھا کیا چاہے دو آنکھیں ..." اس نے تجویز پر خوش ہوتے ہوئے ... منظور کر لی تھی۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے اعجاز آج سے یہ گھر تمہاری اور تمہارے لیے کام ڈھونڈنا ہماری ذمہ داری۔" راغب نے اسے کام دلانے کا وعدہ کیا تو وہ اماں سمیت تمام گھر والوں کو تصور میں مسکراتے دیکھ کر برتن اٹھائے کچن کی طرف چل دیا تاکہ جلدی سے باسط کے لیے تازہ روٹی بنا سکے۔

❁ ❁ ❁

"اعجاز ... اعجاز کیا ہے یہ سب؟" راغب نے جیب میں موجود چابی سے بیرونی دروازہ کھولتے ہی زوردار ہانک لگائی تو اعجاز جو اس کے آنے کا ٹائم ہو جانے پر روٹی بنا رہا تھا کچی روٹی توے سے اتار کر ساتھ والے بند چولہے پر منتقل کرتے ہی دوڑتا ہوا دروازے کی طرف چلا آیا۔

"کیا ہوا راغب بھائی؟"

"جاہل آدمی تمہیں کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ نیلے رنگ کے ڈسٹ بن میں صرف کاغذ' براؤن ڈسٹ بن میں چھلکے یا کھانے پینے کی دوسری بچی ہوئی چیزیں' سبز ڈسٹ بن میں ٹن یا شیشہ' سفید ڈسٹ بن میں پلاسٹک اور سیاہ رنگ کے ڈسٹ بن میں فالتو کپڑے' ٹوٹے جوتے یا اس طرح کی دوسری چیزیں پھینکی جاتی ہیں لیکن تم جیسے کوڑھ مغز کی سمجھ میں آئے تب ناں..... اب دیکھو کمونے (بلدیہ) کی گاڑی سب دروازوں کے باہر رکھے ڈسٹ بن خالی کر کے لے گئی ہے اور ہمارا ..." راغب کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

"لیکن راغب بھائی آج منگل ہے اور میں نے بھی ٹائم ٹیبل کے مطابق سرف نیلا اور براؤن ڈسٹ بن ہی باہر رکھا تھا پھر ..." وہ واقعی کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ شروع شروع میں تو واقعی وہ کنفیوز ہو کر کبھی نیلے کے بجائے سفید رکھ دیتا تو کبھی سیاہ کے بجائے سبز جس کی وجہ سے ظاہر ہے ... کے ڈسٹ بن پڑے رہتے اور نتیجتاً اگلی دفعہ باری آنے تک کچرا بڑھ جاتا' جبھی اب اس نے یہ طریقہ نکالا تھا کہ ... دروازے سے نکل کر ... نظر

دوڑا تا اور پھر دوسروں کی تقلید میں اسی رنگ کا ڈسٹ بن اٹھا کر باہر رکھ دیتا۔

"یہ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ نیلے ڈسٹ بن میں صرف کاغذ یا گتا ڈالا جاتا ہے اور یہ جو دہی کی ڈبیا تم نے اس میں پھینکی ہوئی تھی یہ پلاسٹک کی ہے گتے کی نہیں، لیکن کسی بات کا پتا ہو تب ناں اب جاؤ جھاڑو سے یہ سب صاف کرو، ہونہہ آنا جانا کچھ ہے نہیں اور آئے ہیں پیسہ کمانے۔"

راغب نخوت سے بڑبڑاتا اندر داخل ہوا تو وہ خود پر ضبط کرتا باہر سے کچرا صاف کرنے لگا، جہاں مشین کے ذریعے ڈسٹ بن گاڑی میں الٹنے کے دوران کچھ چیزیں باہر گر گئی تھیں اور غلطی اگر عملے سے ہوتی تو وہ یقیناً سارا صاف کرکے جاتے لیکن خلاف ورزی چونکہ ان سے ہوئی تھی اس لیے محض دیوار کی طرف کرکے سمیٹ دیا گیا تھا اور ساتھ ہی نوٹس بھی چسپاں تھا جس میں آئندہ غلطی نہ دہرانے کی درخواست کی گئی تھی اور ویسے بھی اعجاز کی تو مجبوری تھی کہ وہ کچھ بھی کہتا اسے برداشت کرنا ہی کرنا تھا کہ جیسا بھی تھا اس کے لیے سر چھپانے کا آسرا تو تھا اور پھر ہوائیوں کہ ایک گلاس پانی کے لیے بھی فریحہ اور عندلیب کو آوازیں دینے والا اعجاز آہستہ آہستہ گھرداری میں ماہر ہوتا چلا گیا، گھر کے تمام کام وہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا، لیکن جب اپنے روزگار کا یاد دلاتا تو وہ آج کل کرکے معاملہ ٹال دیتے اور آخر وہ اسے روزگار دلاتے بھی کیوں؟

جب سے اس نے گھر سنبھالا تھا سب ہی نے اپنی اپنی فیکٹری میں اوور ٹائم لگا کر زیادہ پیسے کمانا شروع کردیئے تھے۔ مفت کا غلام ہاتھ میں تھا، باہر سے جتنا بھی کام کرکے جاتے گھر جاکر دوبارہ کام کرنے کی ٹینشن نہ ہوتی، طلب پر چائے حاضر، بھوک پہ کھانا تیار اور نہیں کیا چاہیے تھا، بہت خسارے میں تھا تو اعجاز جس کے ہاتھ کئی ماہ کے بعد بھی ایک یورو تک نہ آیا تھا کہ کسی طریقے اماں سے بات کرسکے بلکہ وہ تو یہ سب کرکے بھی ان کا احسان مند تھا کہ چھت تلے اسے ٹھکانہ دیا گیا تھا۔ اٹلی پہنچنے کے بعد صرف ایک مرتبہ ملک صاحب کے ذریعے ہی سے اماں سے بات ہو پائی تھی تب سے اب تک بات کرنے کے لیے تصورات کا سہارا لینا پڑتا اور گو کہ سامنے والی سڑک پر ہی دیر تک کا پی سی او تھا لیکن نہ تو اس کے پاس پیسے تھے نہ وہ ادھار دینے پر راضی ہوتا کہ ظاہر ہے ادھار بھی تبھی دیا جاتا ہے جب واپس ملنے کی کوئی امید ہو اور یہاں تو ایسا کچھ تھا ہی نہیں سو وہ بھی سب کے سامنے تو ضبط کیے رکھتا لیکن جیسے ہی رات اپنا سیاہ آنچل پھیلاتی وہ تصور میں ماں کی گود میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا۔

❁ ❁ ❁

"یورپین عورت اور موسم کا کوئی اعتبار نہیں" یہاں آنے کے بعد سے یہ محاورہ سن تو وہ کئی مرتبہ چکا تھا لیکن یقین اسے اب آہی گیا تھا کہ مئی کے آخری دن چل رہے تھے۔ گھروں میں ہیٹرز وغیرہ تو بند کردیئے گئے تھے لیکن کمبل لحاف ابھی تک اوڑھے جارہے تھے۔ دن میں بھی تو سورج یوں آب و تاب سے چمکتا کہ دھوپ میں کھڑے رہنا محال ہوتا اور کبھی چند ہی منٹ بعد سورج غائب اور ٹھنڈی ہوائیں یوں چلتیں کہ ہر کسی کو اپنی پشت پر بندھی جرسیاں کھول کر پہننا پڑتیں۔ موسم کی اسی آنکھ مچولی کا اثر اعجاز کی صحت پر یوں ہوا کہ آناً فاناً بخار نے آگھیرا اور بخار بھی کچھ اس شدت کا کہ سرخ آنکھوں سے جو پانی بہنا شروع ہوا تو سر درد کو بھی ساتھ ہی مدعو کرلیا۔

نتیجتاً آج اس سے ناشتا تو بنایا ہی نہ گیا۔ رفی اور اورنگزیب کی چونکہ صبح کی شفٹ تھی [illegible] دونوں تو صبح [illegible] چار بجے جاچکے تھے باقی سب گھر پر تھے۔

"راغب بھائی رات سے جسم بخار میں جل رہا ہے تو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔"

بخار کی شدت کی وجہ سے وہ غنودگی میں تھا [illegible] کی آواز سے جو آنکھ کھلی تو پاس موجود راغب سے التجائیہ انداز میں بولا۔

"یار ابھی تو تمہارا میڈیکل کارڈ ہی نہیں بنا تو ڈاکٹر کے پاس کہاں سے لے جاؤں۔" راغب نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"میڈیکل کارڈ...؟" بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتے اعجاز نے پوچھا۔

"ہاں بھئی میڈیکل کارڈ... جس پر اس ڈاکٹر کا نام لکھا ہوگا جس کے پاس تو ہمیشہ جایا کرے گا، اس کے علاوہ کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کی نہ تو اجازت ہوتی ہے نہ حق۔"

"لیکن کیوں...؟"

"وہ اس لیے کہ ہر ڈاکٹر کے پاس مقررہ تعداد میں شہری رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور تعداد کے لحاظ ہی سے انہیں [illegible] کے پیسے ملتے ہیں جو ان کے الاؤنسز وغیرہ سے الگ ہوتا ہے۔ جیسے تھیسز تیار کرنے والے اساتذہ B.E.D سے P.H.D تک لیتے ہیں پر تجھے کیا پتا ان چیزوں کا..." بات کرتے کرتے اس نے ایک دم گردن جھٹکی۔

"پھر اب..."

"چلو پھر تم کپڑے بدل لو میں تمہیں "پرونتو سوکورسو" لیے چلتا ہوں۔" راغب نے ہاسپٹل کے ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ کا ذکر کیا تو وہ بمشکل تمام خود کو گھسیٹتے ہوئے بیڈ سے اترنے لگا۔

بخار تو وہ ظاہر ہے تھا ہی مگر اس پر یہ احساس کہ اسے پانی تک دینے والا کوئی نہیں تھا مزید بیمار کیے دے رہا تھا۔ پاکستان میں تو ذرا موسم بدلنے سے [illegible] ہو جاتا تو اماں اور بہنیں دوا تو ایک طرف کبھی [illegible] بنا کر لے آتیں تو کبھی پانی میں وکس ڈال کر [illegible] دیتیں [illegible] یہاں یہ پتا نہیں تھا [illegible] ایک وقت میں [illegible] کرتے ہیں ورنہ وہی حال ہوتا جو اب اعجاز کا ہو رہا تھا کہ ابھی تک ڈاکٹر کا ہی پتا نہیں تھا اور وہ بھی اس لیے کہ ایک دستاویز کے لیے دوسرے شہر جانا پڑتا اور اس کے لیے کون اپنی فیکٹری سے خواہ مخواہ چھٹی کرتا۔

❁ ❁ ❁

ہاسپٹل کے سامنے راغب نے گاڑی پارک کی تو اعجاز اس قدر عالیشان اور وسیع و عریض بلڈنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اس پرشکوہ عمارت کو ہاسپٹل کا نام دینا اسے بڑا عجیب سا لگا تھا۔ راغب کی ہمراہی میں اندر داخل ہوا تو سفید یونیفارم میں ملبوس مسکراتی ہوئی نرسیں بڑی تیزی سے اپنے کاموں میں مصروف نظر آئیں۔

راغب نے اس کی علامات اور پھر چند کاغذات دکھائے جس سے اس کی قانونی طور پر یہاں موجودگی ثابت ہوتی تھی۔ سب کچھ دیکھنے کے بعد نرس نے اسے سبز رنگ کا ایک صفحہ تھمایا جس پر اس کی تمام علامات تحریر تھیں البتہ اگر صفحہ سرخ رنگ کا ہوتا تو موجود دوسرے مریضوں سے پہلے اسے چیک کیا جاتا لیکن چونکہ نشان سبز تھا اس لیے اسے باری آنے پر ہی چیک کیا جانا تھا اس سے پہلے سرخ پھر زرد نشانات والے مریضوں کو ہی چیک کیا جانا تھا۔ راغب نے ہی اسے بتایا کہ یہاں بخار کو کوئی سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا جب تک کہ وہ حد سے بڑھنے نہ لگے۔ ایشینز کا نارمل ٹمپریچر 36 فارن ہائٹ جبکہ اٹالین کا 35 فارن ہائٹ ہوتا ہے لیکن پھر بھی 38 درجے کا بخار ہو جانے پر بھی بہت معمولی دوا دی جاتی ہے۔ (البتہ بچوں کے معاملے میں ایسا نہیں ہوتا۔) کیونکہ یہ ادویات سے زیادہ غذا پر زور دیتے ہیں۔ بقول ان کے دوائیاں تو بوڑھے لوگوں کے لیے ہوتی ہیں جن کا معدہ قوی غذا ہضم نہیں کرپاتا، نوجوانوں کو حتی المقدور نزلہ، کھانسی، بخار، سر درد وغیرہ کی دواؤں سے دور رکھا جاتا ہے ورنہ معدہ ان دواؤں کا عادی ہو جاتا ہے۔

"اور پتا ہے کیا یہ اپنا زکی تو ہمیشہ [illegible] کرتے..." لکھوایا تھا اس ڈاکٹر سے..." راغب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایکٹنگ۔"

"ہاں یار میں نے بتایا ناں کہ عموماً اتنی اسٹرونگ دوا نہیں دیتے اب ایک دفعہ اس کے دانت میں ہلکا ہلکا درد رہنے لگا تو ڈاکٹر کے پاس گیا اس نے ڈینٹسٹ کی اپوائنمنٹ لکھ دی جو ہمیشہ کی طرح تین ماہ بعد کی ملی اب اس نے سوچا درد مجھے ابھی ہو رہا ہے اور تین ماہ تک انتظار کون کرے اس نے ڈاکٹر کے پاس جا کر وہ ہائے وائے کی کہ اس نے اپنے پاس موجود سیمپلز میں سے اسے فوراً دوائی دے ڈالی۔" راغب نے ہنستے ہوئے کہا۔

تب تک ان کی باری بھی آ چکی تھی۔ سو وہ دونوں اٹھ کر ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔ اعجاز سے گو کہ ایک قدم چلنا بھی محال ہو رہا تھا لیکن بمشکل تمام وہاں تک پہنچا تو ان کی اس قدر خوش اخلاقی دیکھ کر اپنا آپ کئی گنا ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ ٹمپریچر کم ہو چکا تھا۔ سو انہوں نے کم از کم ایک دن کے لیے اسپتال ہی میں رکھنے کا مشورہ دیا تو راغب اسے چھوڑ کر گھر چلا گیا۔ اس کے کمرے تک لے جانے کے بعد فوری طور پر مختلف قسم کی دوائیں دینے سے محض چار پانچ گھنٹوں میں اس کا بخار 39 تک آ پہنچا اور دوسری خوراک دیتے ہی فوراً 38 تک آ گیا تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ نقاہت تو تھی ہی لیکن اب وہ خود کو کافی فریش محسوس کر رہا تھا۔

اسی دوران کھانے کا ٹائم ہوا تو ایک نرس بڑی سی ٹرالی میں مختلف چیزیں سجائے اس کے کمرے کے دروازے کے آگے آن کھڑی ہوئی۔

"بون جورنو" (دوپہر کا سلام، گڈ آفٹر نون) وہ مسکرائی۔

"آ جاس (اعجاز) آپ کیا لیں گے۔" ہاتھوں پر باریک دستانے، سر کے تمام بالوں کو ڈھک کر رکھنے والی ٹوپی اور ایپرن کے ساتھ وہ اس سے اٹالین زبان میں مخاطب تھی۔

لیکن ظاہر ہے بات اعجاز کے سر پر سے گزر گئی کیونکہ اطالوی زبان میں تو اس کی جان پہچان کسی سے بھی نہیں تھی۔ اٹلی آئے سب کو کئی ماہ بیت گئے تھے لیکن وہ سارا دن گھر ہی میں ہوتا تھا جہاں سب اردو ہی بولا کرتے تبھی اس کے لیے تو روزمرہ کی بات چیت بھی ناممکن تھی۔

"دوپہر کے کھانے میں آپ کیا لیں گے؟" نرس نے ایک مرتبہ پھر مسکراتے ہوئے ٹرالی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جس میں مچھلی، چکن، سور کے گوشت کے علاوہ ابلی ہوئی سبزیاں، سلاد، پانے (ایک قسم کی بریڈ جو عموماً روٹی کی جگہ استعمال کی جاتی ہے) سوپ اور موسم کے دو فروٹ موجود تھے۔

اس مرتبہ اس کے اشارے سے وہ سمجھ تو گیا لیکن یہ یقین کرنا اس کے لیے قطعی طور پر مشکل تھا کہ نرس ان تمام اشیاء میں سے اسے اپنے لیے کھانا منتخب کرنے کو کہہ رہی ہے۔

"کرستینا" اسے نا سمجھتا دیکھ کر نرس نے قریب آ کر بیڈ کے ساتھ موجود اسپیکر کو دبا کر ساتھی نرس کو بلایا تو چند لمحوں میں ایک اور مسکراتا چہرہ اس کے سامنے آ موجود ہوا۔

کچھ دیر دونوں نے آپس میں بات کی تو کرستینا نے اس سے انگریزی میں بات چیت کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن حسب سابق ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو اعجاز نے خود ہی انگلی کی مدد سے چند چیزوں کی طرف اشارہ کیا تو کرستینا اس کی ہدایت کے مطابق ٹرے تیار کرنے لگی۔

اتنی دیر سر کھپانے کے باوجود ان کے ماتھے پر ایک بل نہ آیا تھا۔ ویسے بھی ہاسپٹل میں ہر زبان کے مترجم موجود تھے جن سے مریضوں کے چیک اپ وغیرہ کے دوران ضرور مدد لی جاتی لیکن اس معاملے میں نرسز نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

"مسکوزا تو سابی مزمنو؟" اس نے تشویش سے باریک گوشت کے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا تو بیچ تا نے فوراً پوچھا۔

"ایکسکیوزمی آر یو مسلم؟" (معاف کرنا تم مسلمان ہو؟) کرستینا نے انگلش میں دہرایا۔

"یس یس مسلم مسلمان یس۔" سمجھ جانے پر اعجاز نے لاشعوری طور پر دایاں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تو کرستینا نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"یہ گوشت تو یہاں رہنے والے مسلمان بھی نہیں کھاتے۔ چکن اور مچھلی کھانا ہو تو لے لو بتانا تو ہماری ڈیوٹی میں شامل ہے اگر تم اب بھی کھانا چاہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

کرستینا نے انگریزی میں بات کی تھی لیکن اسے پھر بھی چکن کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"یس چکن یس مسلم چکن۔" اعجاز نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو اس نے چمٹے کی مدد سے چکن کا ایک پیس اس کی ٹرے میں منتقل کرنے کے بعد ٹرے کمرے میں موجود سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور اسے اچھی طرح کھانے کا کہہ کر چلی گئیں۔

شام سات بجے نرسز کی شفٹ ختم ہوئی تو وہ ہر مریض کو "چاؤ" کہہ کر اپنے گھر روانہ ہوئیں اور دوسری نرسز نے ان کی جگہ ڈیوٹی سنبھالی۔ ڈاکٹرز نے راؤنڈ لیا اور اسے بہتر قرار دے کر صبح تک دوبارہ بخار نہ ہونے کی صورت میں گھر جانے کا عندیہ دے دیا دوا بہرحال ایک ہفتے تک استعمال کرنا تھی۔

"چاؤ آ جاس" گھنگریالے سیاہ بالوں میں سرخ و سفید رنگت والی نرس نے اندر داخل ہو کر مسکراتے ہوئے ہیلو کہا تھا، جواباً اس نے بھی چاؤ کہا۔

"سونو سونا لا انفرامیریا" (میں سونا نرس) گو کہ اس کا یونیفارم ہی اس کا تعارف تھا مگر پھر بھی اس نے بتانا شاید ضروری سمجھا جو اعجاز کو سمجھ نہ آیا۔ تبھی سپاٹ چہرہ لیے دیکھتا رہا کہ اسے بیٹھے بیٹھے نا سمجھ آنے والی زبان سے الجھن اور کوفت ہونے لگی۔

"تم پاکستان سے آئے ہو؟" اٹالین میں بولے گئے اس جملے میں اسے صرف پاکستان ہی سمجھ آیا تھا۔

"یس پاکستان" (ہاں پاکستان) اعجاز نے جواب دیا۔

غزل

غزل

نمی آنکھوں سے لہجوں سے حلاوت بیچ دیتے ہیں
بہت مجبور ہوتے ہیں جو چاہت بیچ دیتے ہیں
کہ اس بازار میں لاچاریاں نیلام ہوتی ہیں
یہاں پر مائیں ممتا، باپ شفقت بیچ دیتے ہیں
ہمارے معاشرے میں رہنما کا المیہ یہ ہے
سیاست کے لیے غیرت، شرافت بیچ دیتے ہیں
کبھی اپنے ہی لفظوں میں صفائی پیش کرتے ہیں
کبھی اپنے ہی لہجے کی وضاحت بیچ دیتے ہیں
فقط دو چار پیسوں کے عوض معصوم بچوں کی
معزز میری بستی کے شرارت بیچ دیتے ہیں
یہاں پر بے گناہوں کی زبانیں کاٹ کر قاضی
سماعت سے ذرا پہلے عدالت بیچ دیتے ہیں
یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے حق میں بھی نہیں لڑتے
نا والے خودی، باغی بغاوت بیچ دیتے ہیں
مسل دیتے ہیں جگنو کو ذرا سی روشنی لے کر
سرِ بازار تتلی کی نزاکت بیچ دیتے ہیں

پرنس کامران خان ـــ کوہاٹ

"پاکستان کے کون سے شہر سے آئے ہو؟" اٹالین نرس کے منہ سے اتنی صاف اردو سن کر وہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا تھا۔

"میں سکھر سے آیا ہوں۔ لیکن آپ اور اردو" اس نے حیرت سے کہا۔

"حیرت ہو رہی ہے تمہیں؟"

"جی حیرت تو بہت ہو رہی ہے۔" اعجاز نے سادگی سے اعتراف کیا۔

"دراصل میں نے ابھی نئے آنے والے مریضوں میں تمہارا نام اور پاکستان کا نام دیکھا تو بے اختیار چلی آئی کہ یہ شخص میرے پاپا کے دیس سے آیا ہے۔" سونا کی نیلی آنکھوں میں وفعتاً چمک ابھری تھی۔

"۔۔۔"

٭٭٭

"ہاں میرے پاپا!" لہجے میں ڈھیر ساری مٹھاس اترتی خود اعجاز نے بھی محسوس کی تھی۔

"لیکن آپ تو"

"مجھے معلوم ہے تم کیا سوچ رہے ہو۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ دوبارہ بولی۔

"میری مما اٹالین اور پاپا پاکستانی تھے۔ میری مما نے پاپا کی خاطر اسلام قبول کیا لیکن پھر مذہب کے تقاضے نبھانا ان کے لیے ممکن نہ رہا۔ فرینڈز وغیرہ سے قطع تعلق' شراب نوشی پر پابندی' سور کے گوشت کا گھر میں داخلہ بند اور اس طرح کی دوسری پابندیاں جو مما کے لیے شادی سے پہلے قابل قبول تھیں بعد میں اپنا نہ سکیں' ڈرنک کے بغیر انہیں اپنا آپ ادھورا لگتا تو دوستوں کے بغیر بے معنی اور آخر کار میری پیدائش کے محض دو سال بعد ہی مما ہمیں چھوڑ کر دوبارہ اپنی سابقہ زندگی میں لوٹ گئیں۔ کانچ سی آنکھوں میں آنسو جگنو بن کر اترنے لگے تھے۔

"اور ابھی چند ماہ پہلے پاپا بھی مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے۔" اعجاز کے پاکستانی ہونے کا جان کر اسے بے حد انسیت محسوس ہو رہی تھی۔ یہی نہیں اپنے پاپا کی وجہ سے اسے پاکستان سے آنے والا ہر شخص مانوس لگتا' ادھر اعجاز کا بھی حال کچھ مختلف نہ تھا۔ جب سے وہ یہاں آیا تھا آج پہلی مرتبہ کسی نے اس قدر اپنائیت سے بات کی تھی۔

"مجھے بہت افسوس ہوا سن کر۔"

"نو نو وا جینے۔ (اٹس او کے)" اس نے انگلی کی پور سے آنسوؤں کو بہہ جانے سے روکا۔

اور پھر اس کے پوچھنے پر اعجاز نے اپنی کہانی پوری سچائی سے بیان کر دی۔

"وسپیاچے (مجھے افسوس ہوا) دوسرے ممالک میں جا کر اپنی قسمت آزمانے میں کوئی عیب نہیں لیکن کاش اپنی ممی کی بات مان کر تم تھوڑا سا پڑھ جاتے تو اٹالین جلدی سیکھتے اور اگر بولی بند ہوتا تو اور بھی آسانی ہوتی۔"

سونا کو واقعتاً اس سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

"پچھتاوا تو مجھے بھی بہت ہے لیکن افسوس گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔"

"اور ایک بات کہوں اعجاز جن لوگوں کے ساتھ تم رہ رہے ہو ہم وطن ہو کر بھی وہ تم سے زیادتی کر رہے ہیں کیونکہ یہاں کئی پاکستانی رنگ و روغن کا کام کرتے ہیں' کئی دکانیں ہیں یہ تمہیں کسی کے پاس بھی رکھوا سکتے تھے لیکن اودیو کے فوربو!" (اوہ میرے خدا کتنے چالاک ہیں) وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم میں پھنسا کر بولی۔

اپنے مس یوز ہونے کا احساس تو اسے بھی تھا لیکن مجبوراً ان کی چاکری کر رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے سونا لیکن اگر میں ان کو اس بات کا احساس دلاؤں تو ہو سکتا ہے راغب بھائی مجھے گھر ہی چھوڑنے کو کہہ دیں پھر میں کہاں جاؤں گا۔"

"اگر چاہو تو میرے گھر میں ایک کمرہ لے کر تم آزادی کے ساتھ رہ سکتے ہو میں نہ صرف اٹالین سیکھنے میں تمہاری مدد کروں گی بلکہ تمہیں گھر داری کا ٹینشن بھی نہیں ہوگا۔ دن کے بارہ گھنٹے تو میرے یہیں ہوٹل میں گزرتے ہیں اور باقی وقت گھر پر" سونا نے خلوص دل سے پیشکش کی تھی۔

لیکن اس کا دل ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ وہاں جائے کچھ بھی تھا سونا گھر میں اکیلی رہتی تھی اور اس کے لیے یہ سب ہرگز قابل قبول نہ تھا۔

"تم فکر نہ کرو مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے اس مادر پدر آزاد معاشرے کی ایک فرد سمجھ رہے ہو لیکن ایسا نہیں ہے میں نے اپنے پاپا سے صرف یہ سیاہ بال اور [illegible] ہی نہیں بلکہ وہ تمام عادتیں بھی لی ہیں جو [illegible] معاشرے میں قابل قبول نہیں لیکن تمہارے ملک میں پسندیدہ [illegible]" کمرے میں موجود [illegible] بیٹھے گروہ [illegible] لہجے میں بولی۔

"پتا ہے ایک دفعہ میں پاپا کے ساتھ پاکستان

بھی گئی تھی۔"

"اچھا پھر؟"

"ہونہہ پھر کیا' وہاں دادی سمیت کسی نے بھی نہ تو مجھے قبول کیا نہ پاپا کو ایک اٹالین عورت سے شادی کرنے پر معاف کیا ان کا خیال تھا کہ بیٹی بھی ماں کی طرح ہی آزاد فطرت ہوگی۔"

تھوڑی دیر رک کر اس نے ایک گہری سانس یوں خارج کی جیسے اندر کا غبار باہر نکال پھینکنا چاہتی ہو۔

"پاپا کا اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی ہم ہوٹل میں ٹھہرے تھے اور جب انتہائی دل برداشتہ ہو کر پاپا واپس آتے ہوئے ان سے ملنے گئے تو کسی نے ان سے وداعی ملاقات بھی نہ کی۔ پھر اس کے بعد پاپا کبھی پاکستان گئے ہی نہیں لیکن پھر بھی گھر میں ہم تمام وقت اپنے ہی دیس کی بولی بولتے تھے ڈرنک' بوائے فرینڈز وغیرہ جیسی عادتیں میرے اندر کبھی پیدا ہی نہیں ہوئیں بلکہ یقین کرو پاپا کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی فرینڈ بنانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ لڑکوں کی دوستی مجھے پسند نہیں تھی اور لڑکیوں کو مجھ جیسی بور اور خشک لڑکی نہیں بھاتی تھی ورویسے بھی یہاں لڑکوں کے ساتھ دوستی' دوستی کی حد سے کہیں آگے تک ہوتی ہے جو میرے لیے ظاہر ہے ممکن نہیں' بس یوں سمجھو میں مس فٹ سی ہوگئی ہوں یہاں بھی اور وہاں بھی۔"

وہ خاموشی سے سونا کی تمام گفتگو سن رہا تھا۔

"تم درست کہتی ہو سونا' تمہارا خلوص میرے لیے قابل قدر ہے لیکن واقعی خود میرا ضمیر اس بات پر مطمئن نہیں ہوگا کہ ہم دونوں اکیلے کیسے رہیں گے ایک ہی گھر ایک ہی چھت کے نیچے تم ناراض مت ہونا۔"

"نو نو نہیں نہیں بالکل نہیں بلکہ مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایسا سوچا تمہاری اس بات سے یقین کرو میرے دل میں تمہاری قدر مزید بڑھ گئی ہے۔ چھوڑو ایسا کرو میں [illegible] اپنا موبائل فون نمبر [illegible] کسی [illegible] رہنا نہیں تمہارے [illegible] کسی کام

غزل

تمہاری بے وفائی سے یہ دل جب ٹوٹ جاتا ہے
وہیں پہ اعتباری کا یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے

زمانہ بے وفا ظالم ہے اتنا ہے یقیں ہم کو
نگاہیں تم جو پھیرو تو یقیں پھر ٹوٹ جاتا ہے

تمہاری یاد کا جگنو چمکتا ہے اندھیروں میں
مگر میرے مقدر کا ستارا ٹوٹ جاتا ہے

ہماری آرزوؤں کے محل بستے ہیں آنکھوں میں
کھلے جب آنکھ تو ہر اک گھروندا ٹوٹ جاتا ہے

نہیں ہوتا یقیں ہم کو تمہاری بے وفائی کا
جو بال آجائے شیشے میں بھروسا ٹوٹ جاتا ہے

غزل کے ساتھ اس کے عزم پیہم کی عنایت ہے
جو رب نہ ساتھ دے تو ہر سہارا ٹوٹ جاتا ہے

کشلی غزل...... کراچی

کا بندوبست کروں گی۔" سونا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرے پاس تو ابھی فون نہیں۔"

"اوہ' سوری مجھے تو خیال ہی نہیں رہا پھر تم ایسا کرنا کہ پرسوں یہیں آجانا پھر کچھ کرتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے گردن ہلانے پر کمرے سے باہر نکل گئی۔

❁ ❁ ❁

اکثر و بیشتر اس کا سونا سے رابطہ رہنے لگا تھا اور اسی کے ذریعے اعجاز کو ایک بڑے اسٹور کے ایڈورٹائزمنٹ پیپر گھر گھر ڈالنے کی معمولی سی مگر پر مشقت نوکری مل گئی تھی جہاں تقریباً ہر دو دن بعد اسٹور میں موجود مختلف اشیاء کی قیمتوں' سیل' ڈسکاؤنٹ اور نئے آنے والے اسٹاک پر مبنی اشتہاری پیپر چھاپے جاتے اور پھر پورے شہر میں پھیلا دیئے جاتے۔ کم و بیش ہر اسٹور کا یہی طریقہ کار تھا جس سے لوگوں کو گھر بیٹھے قیمتوں اور دوسری چیزوں سے متعلق معلومات ہو جاتی [illegible] اشتہارات تقسیم کرنا ہوتے جن کے پاس سائیکل ہوتی وہ تو آسانی سے یہ کام [illegible] پیدل

افراد کے لیے یہ کام انتہائی مشکل ہوتا۔ برستی بارش، تپتی دھوپ، برف باری، یا جیسا بھی موسم ہوتا انہیں کھلے آسمان تلے ہی کام کرنا پڑتا۔ عام طور پر یہ کام نئے آنے والے بیروزگار افریقی، انڈین، پاکستانی یا دوسری قومیت کے لوگ کیا کرتے تھے جس میں محنت زیادہ اور آمدنی انتہائی قلیل تھی نہ صرف یہ بلکہ شروع کے دو ماہ کی تنخواہ آخر میں دی جاتی، لیکن جیسا بھی تھا لوگ یہ کام بھی کرتے تھے کہ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے جب ہی وہ صبح صبح راغب کو خوش کرنے کے لیے گھر کے کام نمٹاتا، ہنڈیا بناکر آٹا گوندھتا اور مقررہ وقت پر اسٹور پر پہنچ جاتا وہاں سے پیپرز کا بیگ کندھے پر ڈالتا اور اپنے الاٹ کردہ علاقے کی طرف نکل پڑتا، اور پھر ان میں بول چال کا تو کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ خاموشی سے سونا کی مدد سے اسٹور کا بنوایا گیا کارڈ دکھا کر انچارج سے اپنا بیگ لیتا اور محض "چاؤ" کہہ کر جو نکلتا تو بغیر کسی کو مخاطب کیے لیٹر بکس میں ڈالتا چلا جاتا لیکن اب اس کے دل کو اطمینان تھا کہ کم از کم وہ کچھ تو کر رہا ہے۔

گھر والوں کی یاد آتی تو کلیجہ کٹنے لگتا۔ جیسے ہی اسٹور سے کچھ معاوضہ ملا اس نے فوراً دلیر سنگھ کے پی سی او کا رخ کیا اور اماں کی آواز سن کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"ارے بیٹا اللہ بہتر کرے گا تو ہماری فکر نہ کر، بس روزگار میں دھیان لگا۔" اماں نے بڑی مشکل سے خود پر ضبط کرتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"لیکن اماں گھر کا خرچہ وغیرہ؟" وہ آنسو پیتے ہوئے بولا۔

"بس بیٹا ہنرمند کا ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتا، حکومت کی طرف سے بیواؤں کو مفت سلائی مشینیں تقسیم کی گئیں تو محلے کے ناظم نے میرا نام بھی شامل کر دیا۔ وہی آج کل روزی روٹی کا وسیلہ بنی ہوئی ہے۔ جب جاسم بتاتا ہے میں بھی اسکول چھوڑ کر کہیں بیٹھ جاؤں گا تاکہ دو وقت کی روٹی مل سکے۔

اماں نے فریحہ اور عندلیب کی اسکول فیس نہ ہونے کی وجہ سے چھڑوانے والی بات جان بوجھ کر چھپائی تھی۔

"نہیں نہیں اماں ہرگز نہیں جاسم کو کسی صورت اسکول نہ چھڑوانا، میں نے تو ضد میں آکر اپنی زندگی تباہ کرلی مگر اس کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گا۔"

"اعجاز میرے بچے یہ تو کہہ رہا ہے؟" اماں نے بدلے ہوئے خیالات جان کر حیران بھی ہوئیں اور خوش بھی۔

"ہاں اماں تیری کہی گئی باتیں مجھے اب سمجھ آتی ہیں لیکن کیا......"

ابھی تو اس نے جاسم، فریحہ اور عندلیب سے بھی بات کرنی تھی کہ کارڈ ختم ہو گیا وہ چونکہ دلیر سنگھ سے کارڈ لے کر دکان پر موجود فون سے بات کر رہا تھا اس نے فوراً اس سے شکایت کی۔

"مہاراج اس میں میرا یا کارڈ کا کوئی دوش نہیں ہے تمہاری سرکار نے انٹرنیشنل کالز پر ٹیکس میں اتنا اضافہ کر دیا ہے کہ پہلے دو ڈھائی سو منٹ بات کرنے والے کارڈ اب اتنے ہی ایرو (یورو) میں صرف پینتیس چالیس منٹ بات کروا رہے ہیں۔" دلیر سنگھ نے پگڑی پر دایاں ہاتھ رکھ کر بائیں سے مونچھوں کو خم میں اضافہ کرتے ہوئے وضاحت کی تو وہ حسرت سے سامنے رکھے فون کو دیکھتا باہر کی طرف چل دیا۔

❀ ❀ ❀

اعجاز کے اوقات کار ایسے تھے کہ اسے بغیر کھانا کھائے نکلنا پڑتا تھا جبھی عام طور پر وہ اسٹور سے ہی انتہائی کم قیمت کے پیک کیے گئے گوشت کے ٹکڑے پیک لے لیتا اور گھر سے لائی پانی کی بوتل سے پانی پی کر بھوک مٹا لیتا۔

"چاؤ" سونا نے اسٹور سے ہفتہ وار خریداری کرنے کے بعد ٹرالی لے کر گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے اعجاز کو دیکھ کر چاؤ کرنے کے مخصوص انداز میں ہاتھ ہلایا تو وہ ہاتھ میں پکڑا پیس لیے اس کی طرف ہی چلا آیا۔

"کیا حال ہے اعجاز کیسے ہو؟" وہ ٹرالی سے سامان نکال کر گاڑی کی ڈگی میں منتقل کرتے ہوئے خوش دلی سے بولی۔

"الحمدللہ ٹھیک ہوں، ابھی کام پر جا رہا تھا اور بھوک بھی لگ رہی تھی سو ساتھ ساتھ کھانے لگا...... تم بھی لو نان" اعجاز نے ہاتھ میں پکڑا دوسرا پیس جو ابھی پیک میں ہی تھا اس کی طرف بڑھایا تو وہ حیرانی سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"یہ تم کیا کھا رہے ہو اعجاز؟"

"وہ سونا دراصل یہ سب سے سستا بھی ہے اور ذائقہ بھی اتنا برا نہیں اس لیے میں ہمیشہ یہی لیتا ہوں۔ آخر پیٹ بھی تو بھرنا ضروری ٹھہرا تم لو نا مجھے خوشی ہوگی۔"

"سوری! اعجاز میں بھی اپنے پاپا کی طرح یہ گوشت نہیں کھاتی۔ یہ زیتون کے تیل، سرکہ اور نمک کے ساتھ پکایا گیا وہی گوشت ہے جو ہم مسلمانوں کے لیے حلال بھی نہیں۔"

"کیا تم سونا تم کیا کہہ رہی ہو؟" دونوں پیکٹ اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا معدے میں خوراک کی جگہ غلاظت بھر گئی ہو۔ پیٹ کی ایک ایک آنت باہر نکلنے کو بیتاب تھی۔

"ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں یہ دیکھو" سونا نے اٹھا کر دونوں پیکٹ اٹھائے اور اس جگہ انگلی رکھ دی جہاں اٹالین، انگلش، فرنچ اور عربی زبان میں اجزائے ترکیبی درج تھے۔

"اعجاز یہاں پر ہر ایک چیز پر ممکنہ تعداد میں مختلف زبانوں میں اسی لیے اجزاء لکھے ہوتے ہیں کہ ہر مذہب اور قومیت کا فرد اپنے عقیدے، ذائقے اور پسند کے لحاظ سے چیز کا انتخاب کرے اور یہی نہیں اسکول میں بھی ہر ایک کو ہر چیز کھانے سے پہلے پوچھا جاتا ہے کہ کون سی چیز اس کے عقیدے کے لیے موزوں نہیں دینی ہے اور تم" اسے حقیقتاً اعجاز پر ترس آ رہا تھا۔

"لیکن مجھے تو یہ سب پتا ہی نہیں تھا اور اگر پتا ہوتا تو بھی مجھ جیسے ان پڑھ کے ساتھ یہی ہونا تھا جو صرف کم قیمت اور شکل سے لذیذ لگنے والی چیز بغیر جانے خرید لیتا اور میں تو تین چار ماہ سے...... آق...... آق......" بات مکمل نہ ہو پائی تھی کہ پارکنگ میں موجود ڈسٹ بن پر جا کر الٹیاں کرنے لگا۔

اس کے لیے یہ تصور بھی سوہان روح تھا کہ وہ ایک حرام چیز سے اپنا پیٹ بھرتا رہا، موٹے موٹے دم ہلاتے جانور اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ ابھی اسٹور پر کام کے دوران ایڈورٹائزمنٹ انچارج نے اسٹور پر خریداری کے لیے آنے والی ایک انڈین لڑکی کی مدد سے اسے سوروں کے فارم پر کام کرنے کی آفر بھی کی تھی جہاں گائے بھینسوں کی طرح محض ان کی دیکھ بھال وغیرہ کرنی تھی۔ رہائش اور کھانا بھی ان کا اور تنخواہ بھی فیکٹری ورکرز کے برابر، لیکن اس کے ضمیر نے ہرگز گوارا نہ کیا تھا اور اس نے فوراً معذرت کر لی تھی۔

لیکن !

"پریشان مت ہو تم نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا نا۔" وہ اس کی کمر سہلا رہی تھی لیکن اعجاز چار پانچ الٹیاں کرنے کے بعد وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پڑھائی لکھائی سے دور بھاگنا اس کے لیے اتنا بڑا عذاب بن جائے گا یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔

"چلو اٹھو میں تمہیں ہاسپٹل لے چلوں۔" اس کی پے در پے الٹیوں سے سونا بالکل پریشان ہو کر رہ گئی تھی۔

"نہیں نہیں میں ٹھیک ہوں، اچھا ہوا تم نے مجھے بتا دیا ورنہ میں تو جانے کب تک" اسے فوراً ابکائی آئی تھی لیکن وہ اسپتال چلے جانے کی صورت میں آج کی دیہاڑی کا ناغہ نہیں کرنا چاہتا تھا، جبھی شائستگی سے سونا سے معذرت کرکے بیگ کندھے پر ڈالے راستے میں بھی جی متلاتا رہا، کئی بار اسے یوں بھی آئیں لیکن سے

ادھورا کام چھوڑ کر گھر چلے جانا بھی گوارا نہ تھا سو جیسے تیسے کام نمٹایا اور گھر کی طرف جانے والی سڑک کراس کرنے کے لیے انتظار کے بجائے زیبرا کراسنگ کے ساتھ پیدل چلنے والوں کی سہولت کے لیے لگایا گیا بٹن دبایا تو آن کی آن میں دونوں طرف سے آنے والی گاڑیاں رک گئیں اور وہ آرام سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا سڑک کے دوسری طرف چلا آیا۔

سارا دن اس کے دماغ سے یہ سوچ نہیں نکل پائی تھی کہ انجانے میں حرام کھاتا رہا پھر سارے دن کی نقاہت اور پشیمانی نے آخر بخار کا روپ دھار کر ایک مرتبہ پھر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شام کو اپنی اپنی شفٹ ختم ہونے پر سب ہی نے اس کی اچانک طبیعت خرابی کی وجہ دریافت کی لیکن وہ یہ سب کسی کو بھی بتا کر مذاق نہیں بننا چاہتا تھا سو اس معاملے پر چپ سادھے لیٹا دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے انجانے میں کتنی ہی مرتبہ یہ فعل سرزد ہو جانے پر معافیاں مانگتا رہا دل تو اس کا چاہا کہ فوراً نماز ادا کرے اور سجدے میں سر رکھ کر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے وہ بالکل پاک ہو جائے۔ ایک نظر کمرے میں لگی گھڑی کو دیکھا جو رات کے نو بجا رہی تھی۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے ارادے سے اپنا آپ جمع کر کے وہ بہ مشکل اٹھا ضرور لیکن دوبارہ ڈھے سا گیا۔ نقاہت اتنی تھی کہ آنکھیں کھولنا بھی دشوار ترین مرحلہ معلوم ہو رہا تھا۔

اتنے میں راغب کا کوئی دوست اپنے دو سالہ بچے اریب کی انگلی تھامے ان سے ملنے چلا آیا تو اعجاز کا یہ حال دیکھ کر بولے بنا رہ نہ سکا۔

"یار اسے ہاسپٹل لے جانا تھا۔ بے چارہ برسوں کا مریض لگ رہا ہے۔" ہاتھ میں پکڑا دوائی کا چھوٹا سا شاپر اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کشن کے پیچھے رکھا جبکہ بچہ چونکہ پہلے بھی آتا رہتا تھا سو اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ہر چیز کی تلاشی لینے لگا۔

"یار بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن تمہیں تو پتا ہے راغب بھائی گھر پر نہیں ہیں اور گاڑی صرف انہی کے پاس ہے۔ ہم دونوں کے پاس موٹر سائیکل اور زلفی اور جہانزیب کے پاس سائیکل ہے۔" باسط نے فریج سے کولڈ ڈرنک نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے صفائی پیش کی۔

بچے کے لیے وہ چپس اور چاکلیٹ لے آیا تھا جسے بچے نے تھوڑا سا کھا کر پرے کر دیا تھا۔

"تو یار ایک فون پر ایمبولینس خود گھر آ کر لے جاتی ورنہ اس کے ڈاکٹر کو فون کرتا تھا وہ خود گھر پر آ کر اس کا چیک اپ کرتا۔" دونوں یقیناً اسے سویا ہوا خیال کر رہے تھے ورنہ اس کے سامنے اس طرح کی بات چیت نہ ہوتی۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے بس خیال ہی نہیں آیا۔ اچھا تم بتاؤ کس طرح رستہ بھولے ورنہ تو جب سے بھابی اور بچے آئے ہیں دوستوں کو تو بالکل بھلا ہی بیٹھے ہو۔"

"ارے نہیں یار ایسا نہیں ہے......" اس نے اریب کو گھورا جو پہلے کشن کے پیچھے سے اور اب اس کی جیب سے دوائی کا شاپر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"بس ذرا آج کل......" جملہ ادھورا چھوڑ کر اریب کی طرف لپکا جو اعجاز کے بیڈ کے ساتھ موجود سنگل صوفے پر بیٹھا شاپر میں سے دوائی نکال نکال کر ہی ڈالا تھا۔

"ادھر دو اریب...... ادھر مجھے دو......" اپنی بات بھول کر وہ مختلف طریقے سے منت سماجت کر کے اس سے دوائی لینا چاہتا تھا لیکن اریب کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا تبھی اس نے باسط کو مدد طلب نظروں سے دیکھا جو اریب کے عقب میں موجود تھا سو اس نے دوائی کی ڈبیہ جھپٹ کر لمحہ بھر میں اعجاز کے تکیے کے نیچے چھپائی اور گھڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

"دیکھا پاپا آ کر لے گیا ناں اگر آپ پہلے ہی دے دیتے تو اچھا ہوتا۔" اریب نے کچھ دیر بے بسی سے دیکھا پھر موبائل فون کان سے لگائے مختلف ٹیونز سننے لگا

"کیوں خیریت ہے ناں یہ دوائی کس کی ہے؟"

"یار وہ......" اس نے کان کھجاتے ہوئے تھوڑی دیر کچھ سوچا۔

"دراصل قمر بھائی کا حال بھی اعجاز کی طرح ہو رہا تھا اور ہم نے کل امیسی جانا ہے تو سوچا کہ فارمیسی سے دوا لے جاؤں کہیں سفر میں مسئلہ نہ ہو۔" اس نے بات ٹالنے کے انداز میں سرسری سا جواب دیا اور کچھ دیر بعد جب جانے کے لیے اٹھا تو دوائی اعجاز کے تکیے کے نیچے ہی بھول گیا۔

❁ ❁ ❁

رات ڈھائی تین بجے خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی ایک نظر بے سدھ سوئے ہوئے زلفی اور باسط کو دیکھا پھر بادل نخواستہ خود ہی نیچے اتر کر ڈائننگ ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ میں سے کیلا کھانا چاہا تاکہ جسم میں کچھ توانائی بحال ہو لیکن بھوک ہونے کے باوجود اس سے آدھا کیلا بھی نہ کھایا گیا تو گھر والوں کی یاد ایک بار پھر ٹوٹ کر آئی جہاں اماں اس کی منتیں کر کے کھلاتیں، بہنیں دوا دیتیں، سر دباتیں اور جاسم اس کا دل بہلانے کو خوامخواہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہتا ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ اسے تکیے کے نیچے رکھی دوا کا خیال آیا جو اسی کی علامات کے مطابق تھی تبھی اس نے فوراً کیلا آدھا چھوڑا اور دو گولیاں لے کر بے سدھ ہو گیا۔ صبح سب اٹھ کر اپنے اپنے روزگار پر چلے گئے تو بارہ بجے اس کی آنکھ کھلی لیکن ابھی تک کوئی افاقہ نہیں ہوا تھا تبھی نہار منہ ہونے کے خیال سے ایک گلاس دودھ پیا اور دوبارہ دو گولیاں لے لیں اور ہاسپٹل میں [illegible] گھنٹے بعد دوا دی گئی تھی سو تین گھنٹے بعد کا [illegible] کر کے عین وقت پر اٹھ کر دوبارہ دو گولیاں لیں مگر اس کے بعد جو لیٹا تو اسے کوئی ہوش نہ رہا۔

❁ ❁ ❁

"سونا [illegible] تم [illegible] یقین میں کہاں ہوں؟" آنکھیں [illegible]

[illegible] نے سونا [illegible] چہرہ دیکھ [illegible]

"شکر ہے تم نے آنکھیں تو کھولیں میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔" سونا نے خوشی اور افسردگی کی ملی جلی کیفیت میں کہا تو سونا کو اپنے لیے یوں پریشان دیکھ کر اسے عجیب سی خوشی کا احساس رگ و پے میں دوڑتا محسوس ہوا۔ یوں بھی وہ بہت دن سے اپنے دل میں سونا کو کسی خاص مقام پر دیکھ رہا تھا اب اس کا یہ رویہ اسے مزید مطمئن و شاد کر گیا تھا۔

"لیکن یہ ہاسپٹل ؟" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہاسپٹل کیسے پہنچا اور کیوں؟

"ہاں بھئی ہاسپٹل! تم کل سے یہیں پر ہو میرے پاس۔" وہ خوشدلی سے مسکرائی۔

"لیکن میں تو گھر پر "

"پرسوں جب میں تمہاری طبیعت پوچھنے تمہارے گھر گئی تو کئی مرتبہ ڈور بیل بجانے کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا تو میں واپس آنے ہی والی تھی کہ راغب نے ہی باہر سے آ کر دروازہ کھولا تو تم بے ہوش پڑے تھے پھر انہی کی مدد سے میں نے تمہیں گاڑی میں ڈالا اور یہاں لے آئی۔"

"شکریہ سونا! تم میرا کتنا خیال رکھتی ہو۔" اس نے گہری نظروں سے سونا کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ لمحہ بھر کے لیے گڑبڑا سی گئی لیکن پھر بولی۔

"وہ سب ایک طرف پہلے تم بتاؤ کیا تم نے گولیاں " جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ اس کا جواب سننے کی منتظر تھی۔

"ہاں گھر میں راغب بھائی کے دوست بھول گئے تھے تو میں نے "

"اوہ میرے خدا! اعجاز تم...... تم کیا کچھ کرو گے اور " سونا نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"یہ فیملی پلاننگ کی گولیاں ہیں جو تم بخار کی سمجھ کر بیٹھے ہو۔"

"کیا " اعجاز نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

شرمندگی سے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے خود میں سونا سے نظریں ملانے کی ہمت بھی مفقود تھی۔

"میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں اعجاز۔" سونا نے دھیرے سے کہتے ہوئے اعجاز کو دیکھا جس کے چہرے پر کرب نمایاں نظر آ رہا تھا۔

"یہ جہالت ابھی مجھ سے نجانے کیا کچھ کروائے گی سونا کاش میں اماں کی بات مان کر تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر لیتا تو آج میرا یہ حال نہ ہوتا میں میں بہت برا ہوں بہت برا۔" وہ باقاعدہ رونے لگا تھا۔ آنسو روکنے کی کوئی کوشش کرنا اس نے ضروری خیال نہیں کیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے اعجاز یہاں پر بنیادی تعلیم سب پر لازم ہے بعض لوگ اپنے بچوں کو داخل نہ کروانا چاہیں تو گورنمنٹ کی طرف سے نوٹس بھیج دیا جاتا ہے جس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر مالی وسائل کی وجہ سے بچہ داخل نہ کروایا جائے تو گورنمنٹ فیس معاف یا آدھی کر کے بھی بچے کو لازمی اسکول بھیجنے پر مجبور کرتی ہے۔"

اعجاز کے لیے یہ سب بالکل نیا تھا سو حیرت سے بنا رونا بھول کر سنتا گیا۔

"یہاں اٹھارہ سال تک کا کوئی بچہ ایسا نہیں جو چھ سال کی عمر سے تجاوز کرنے کے باوجود اسکول نہ جاتا ہو اور اٹھارہ سال کے بعد بھی گورنمنٹ فارغ نہیں بیٹھنے دیتی۔ یہاں کے قانون کے مطابق وہ لڑکا ہو یا لڑکی اٹھارہ سال کے بعد سے یا تو کوئی روزگار کرے یا پڑھائی فارغ رہنے والوں کو بھی جرمانہ "

"واقعی سونا کچھ ہوتا ہو کم از کم اتنی تعلیم تو ہو کہ بندہ پڑھ لکھ سکتا ہو اب مجھے دیکھو میں نے خود غرضی کی انتہا کرتے ہوئے ماں کی ساری جمع پونجی یہاں آنے پر لگا دی اور میں اب تک انہیں ایک پیسہ تک نہیں بھیج پایا بلکہ الٹا ان پر سوار ہا ہوں۔"

"کچھ نہیں ہوگا اعجاز " سونا نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "میں ہوں ناں تمہارے ساتھ ہر لمحہ ہر پل میں تمہیں پڑھاؤں گی اس قابل بناؤں گی کہ تم سارے گھر کی ذمہ داریاں اچھی طرح نبھا سکو تمہارے ساتھ سے میری بھی زندگی سنور جائے گی بولو ناں کیا تم میری زندگی کو اس نئے رنگ میں وحت ناپسند کرو گے؟"

سونا نے اپنا ہاتھ ہٹا کر اس کے سامنے پھیلا دیا تو اعجاز اس انوکھے پرپوزل پر حیران ہو کر ذرا جھجک گیا کہ یہ سب تو اسے کہنا چاہیے تھا لیکن اس سب کے سامنے ظاہر ہے اسے اپنی اور اس کی حیثیت کا فرق رکاوٹ معلوم ہوتا جبھی اب تک وہ دل ہی دل میں اس کے سامنے اظہار محبت کرتا اور محض سوچ کر رہ جاتا۔

"کیا سوچ رہے ہو اعجاز؟ یقین کرو میں اپنے مما پاپا کی کہانی دہرانے کے بجائے مرتے دم تک تمہاری رہوں گی صرف تمہاری۔"

"سوچتا ہوں سونا تو یوں بھی آج کل بہت مہنگا ہے اگر بیٹھے بٹھائے مل رہا ہے تو مجھ سا خوش نصیب اور کون ہوگا۔ آئی لو یو سونا رئیلی لو یو۔"

سونا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سچائی سے اعتراف کیا۔ گلی محلوں میں گھومنے والے اس جیسے گھوٹھ چھاپ لڑکوں کو بھی انگلش کے یہ جملے بمعہ اسپیلنگ یاد ہوتے ہیں جبھی اس کے بھی کام آ گئے اور زندگی گویا پھر سے نئی امنگ لیے مسکرانے لگی۔

❁ ...... ❁ ❁ ...... ❁

"سنا یار کیا حال ہے اب؟" راغب اور زلفی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے سامنے پایا تو مزاج پرسی کی رسم ادا کرنے لگے۔

"الحمدللہ ٹھیک ہوں۔" مختصر سا جواب آیا۔

"بس یار مصروفیت اتنی تھی کہ تیری خیریت معلوم کرنے ہاسپٹل نہ آ سکے۔" زلفی نے کھسیا کر وضاحت کی۔

"نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔" وہ خاموشی سے اٹھ کر برتن لگانے لگا۔

"تیرے گھر آنے کا تو پتا ہی نہیں تھا خواہ مخواہ "پانوں" پر پیسے ضائع کیے ورنہ تو تازہ روٹیاں ڈال دیتا۔" راغب نے خرچہ ہو جانے پر افسوس کا اظہار کیا اور فریش ہونے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھا۔

"راغب بھائی مجھے ایک کام مل گیا ہے۔" سونا کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کھانے کے دوران اعجاز نے انکشاف کیا تو سب ہی چونک کر رہ گئے۔

"کیا کام مگر کہاں؟ نوالا منہ میں ڈالتے ڈالتے رک کر راغب نے اس سے پوچھا باقی سب بھی اسی کی طرف متوجہ تھے۔

"اسٹور کی انتظامیہ نے مجھے مزید پانچ گھنٹوں کا کام دے دیا ہے۔" سب کے چہروں پر تشویش کے آثار اسے تکلیف دے رہے تھے اور وہ جانتا تھا کہ ایسا تو ہونا ہی تھا۔

"لیکن کرنا کیا ہے وہاں؟ نہ تو انہیں تیری سمجھ آئے گی نہ تجھے ان کی۔" باسط نے جھنجلا کر کہا۔ مفت کا غلام ہاتھ سے نکل رہا تھا افسوس تو بہرحال تھا۔

"بول چال کا تو باسط بھائی کوئی کام ہی نہیں ہے مجھ سے پہلے آٹھ لوگ وہاں موجود ہیں ان کے ساتھ مل کر صفائی وغیرہ کرنی ہے بس۔"

"ہونہہ یہ بھی بھلا کوئی کام ہے بھنگیوں والا۔" راغب نے نخوت سے کہا۔

زلفی اور جہانزیب البتہ خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔

"میں کر رہا ہوں آج کل تیرے لیے اپنی فیکٹری میں بات چیت امید ہے کام ہو جائے گا۔"

ایک عرصے سے دہرائی جانے والی بات راغب نے پھر دہرائی تھی جس پر اعجاز تلخی سے دل ہی دل میں ہنس دیا۔

''راغب بھائی آپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں لیکن آخر کب تک میں یونہی گھر میں بے کار پڑا مفت کی روٹیاں توڑتا رہوں گا آخر مجھے بھی تو ''

''احسان کی کیا بات کر رہا ہے' ہم سب پاکستانی ہیں مسلمان ہیں ایک دوجے کا حق ہے ہم پر اور پھر اگر ہم خیال نہیں کریں گے تو کون کرے گا' بس تو کہیں نہیں جارہا ایسا کام کرنے' سمجھا۔'' راغب نے اسے اپنی باتوں سے بہلانا چاہا تھا۔

''آپ کا بہت شکریہ راغب بھائی لیکن اس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

''اچھا اچھا جب تو اپنا بزنس سنبھالنے جائے گا پھر دیکھا جائے گا ابھی بوتل نکال لا فریج سے۔''

باسط نے چڑ کر کہا تو وہ اٹھ گیا لیکن ان کے آج کے رویے نے ان کی خودغرضی اعجاز پر اچھی طرح عیاں کردی تھی۔

❁ ❁ ❁
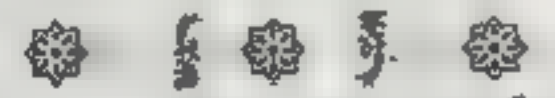
سونا کے کہنے کے عین مطابق وہ روزانہ دو گھنٹے اسٹور پر کام کرتا اور باقی وقت اس کے ساتھ گزارتا وہ بڑے ہلکے پھلکے انداز میں اسے (A.B.C) سے شروع کروانے کے بعد مختلف الفاظ یاد کرواتی ان کا استعمال سکھاتی۔ ٹی وی پر اٹالین زبان کے کارٹونز دکھانے کے ساتھ ساتھ اسے سمجھاتی نہ صرف یہ بلکہ ایک گھنٹہ صرف بول چال کے لیے مخصوص کر کے اس کی اسپیکنگ پاور بھی بڑھانے کی کوشش کرتی۔ کلاس ون کے بچوں کی کتابوں پڑھانا شروع کیا اور آہستہ آہستہ اسے اس زبان سے واقفیت ہوتی چلی گئی۔ ویسے بھی انسان میں اگر کسی کام کی لگن اور پختہ عزم ہو تو چاند پر پہنچنا بھی مشکل امر نہیں۔ وہ بھی آج کل دیوانوں کی طرح اٹالین سیکھنے میں مصروف تھا۔ جبھی اس کی محنت اور جنون نے رنگ دکھایا اور تین ماہ کے مختصر عرصے میں حیرت انگیز طور پر اپنے بہت سوں سے بہتر بولنے اور سمجھ آنے لگی۔ یہ تین ماہ ویسے بھی اس کے لیے بے حد مشکل گزرے تھے کہ وہ ان کے عتاب کا نشانہ بن کر رہائش سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا تھا جبھی اپنے ذمہ گھر کے کام بھی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

❁ ❁ ❁

''واقعی دنیا اچھے لوگوں سے ہرگز خالی نہیں ہوئی۔ پہلے ملک صاحب نے خداترسی کر کے مجھے یہاں بلوایا اور اب تم ہاسپٹل سے آف ہونے کے بعد ریسٹ کرنے کے بجائے مجھ پر اپنا کتنا ہی وقت ضائع کرتی ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ تم نے واقعی مجھ جانور کو انسان بنا دیا ہے۔''

احساس تشکر اس کے ایک ایک حرف سے عیاں تھا۔

''بھئی میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہی سمجھے۔'' وہ شوخی سے اپنی پونی جھلاتے ہوئے بولی۔

''پہلی دفعہ میں تم سے صرف اس نیت سے ملی تھی کہ میرے پاپا کو پاکستان سے بے تحاشا محبت تھی تو میں نے سوچا ہوسکتا ہے اس پاکستانی کو میری مدد کی ضرورت ہو۔ اسی تعلق سے میں ہر پاکستانی سے نہایت عزت کے ساتھ پیش آتی ہوں اور ہر ممکن مدد بھی کرتی ہوں۔ البتہ تمہارے معاملے میں یہ مدد دل تک جا پہنچی اور ہاں۔'' اس نے ہنستے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم پر میرا کوئی احسان نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ میں اپنی محبت خلوص اور توجہ تم پر انویسٹ کر رہی ہوں جو مجھے کل ڈبل ہو کر ملنی چاہیے۔''

''بالکل جناب کیوں نہیں جب یہ پورا بندہ ہی تمہارے اکاؤنٹ میں آگیا ہے تو کیا سرمایہ اور کیا منافع۔''

اعجاز نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ ملک صاحب کہاں ہوتے ہیں؟''

''ہوتے تو وہ روم میں ہیں لیکن ان کا نمبر پاس ہونے کے باوجود آج تک اپنے محسن سے بات نہیں ہوپائی۔''

''ارے تو یہ کون سی بڑی بات ہے یہ لو فون ''

سونا نے فوراً ٹیبل پر رکھا فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے جیب سے چھوٹی سی ٹیلی فون ڈائری نکال کر ملک صاحب سے بات کی۔ انہیں کے ذریعے اس پر انکشاف ہوا تھا کہ راغب کے ذریعے اس کی بیروزگاری کا سن کر وہ باقاعدگی سے راغب کو اس کا کرایہ ادا کر رہے تھے اور اعجاز تو یوں بھی راغب اور باسط کے رویے سے دل برداشتہ تھا' یہ بات سن کر تو اس کا دل چاہا ان کے سر پھوڑ دے۔

''اتنی خودغرضی' اتنا دوغلا پن۔'' سونا کو ملک صاحب کی کہی گئی بات تفصیلاً بتا کر اعجاز بولا۔

''میں تو ان کا نوکر اس لیے بنا رہا کہ اگر انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا تو کہاں جاؤں گا؟' وردہ ''

''میں نے تو تمہیں بھی کہا تھا کہ وہ تمہارا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔'' اس کے دکھ پر سونا بھی تڑپ کر رہ گئی تھی۔ حقیقت جان کر اعجاز کی طرح اسے بھی بہت دکھ ہوا تھا۔ جبھی اس کے جذبات سے بے خبر شاید کچھ اور بھی کہتی لیکن ایکدم اعجاز کی بھیگی آنکھیں اور سرخ چہرہ دیکھ کر بات بدل دی۔

''بھول جاؤ سب کچھ چھوڑو ایسی باتیں یاد کرنے سے تکلیف ہی ہوگی اور اب تمہاری زندگی مکمل طور پر بدل گئی ہے نہ تمہیں بول چال کا مسئلہ ہے نہ سپورٹ کا' چاہو تو کسی فیکٹری میں کام کر دیا میرے پاپا کی طرح اپنا کاروبار شروع کرو۔'' سونا نے اسے خوش کن خواب دکھائے تو اس کی آنکھوں میں واقعی جگنو سے اترنے لگے۔

''اپنا کاروبار میں اور یہاں ؟''

''ہاں تو اور کیا پاکستانی جیولری یہاں بڑے مہنگے داموں بکتی ہے اگر ہم کسی اچھے علاقے میں دکان لے لیں تو پاکستان سے ہزار بارہ سو میں خریدا جانے والا سیٹ یہاں چالیس پچاس ایرو (یورو) میں آرام سے بک جاتا ہے۔'' اعجاز سے زیادہ سونا پر جوش دکھائی دے رہی تھی۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن دکان کے لیے بھی کئی لاکھ ایرو (یورو) چاہئے ہوں گے؟''

دل تو اس کا بھی یہ سب سوچ کر بلیوں اچھل رہا تھا لیکن بہرحال حقیقت بھی نظر میں تھی۔

''ارے تو یہ بینک ہمارے لیے بھی تو ہیں۔ یوں تو میرے اور پاپا کے اکاؤنٹ میں بھی کافی رقم ہے لیکن اتنی پھر بھی نہیں اس کے لیے میں بینک سے اپنے نام پر قرضہ لوں گی اور ہاسپٹل کی جاب چھوڑ کر دن رات کاروبار کے لیے محنت کروں گی پھر دیکھنا ہم کیسے ترقی کریں گے بلکہ بلکہ اس کا فائدہ یہ بھی ہوگا ناں کہ ہم ہر دو ماہ بعد پاکستان کا چکر لگائیں گے۔''

سونا کا جوش دیدنی تھا۔

''لیکن تمہارا پاکستان میں کیا ہے بلکہ تمہارا تو سب کچھ میرے سمیت یہاں ہے تمہارے پاس۔'' اعجاز نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا۔

''نہیں اعجاز میں نے بہت تنہائی دیکھی ہے اب مزید نہیں' مجھے رونق والے گھر اچھے لگتے ہیں جہاں گھر والوں کی آوازیں ہوں' قہقہے ہوں بچوں کا شور' فرمائشیں '' گو کہ اس نے یہ سب کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن اپنے پاپا کی بات چیت سے ایک نقشہ ساذہن میں ضرور بنا لیا تھا۔

''سب کچھ ہوگا سب کچھ ہوگا۔'' اعجاز نے اس کی بات کاٹی۔

''فرمائشیں بھی ہوں گی اور بچوں کا شور بھی ہوگا لیکن ...... پہلے کچھ اور بھی ہوگا۔'' اعجاز نے ذومعنی انداز میں کہا تو وہ مفہوم جان کر شرما سی گئی۔ اس کے شفق چہرے پر نمودار ہوتی کہکشاں کو دیکھ کر اعجاز بھی ہنس دیا تھا۔ باعزت زندگی اور خوشحال مستقبل اب یقیناً اس سے دور نہ تھا۔

!

قسط نمبر 3

ٹوٹا ہوا تارہ

سمیرا شریف طور

ان کو کیسے ہوگئی ہمارے حال کی خبر
بن گئی ہیں کب سے یہ پیامبر تنہائیاں
لوگ کہتے ہیں انہیں روح و جسم کا عذاب
مخلص ہوتی ہیں بہت ہی چارہ گر تنہائیاں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شہوار کالج سے واپس آتی ہے تو مہر النساء بیگم اسے اپنے اور مصطفیٰ کے ساتھ حویلی چلنے کا کہتی ہیں۔ سفر کے دوران مہر النساء بیگم مصطفیٰ کو اس کی شادی کرنے کا فیصلہ سناتی ہیں مصطفیٰ کافی حیران ہوتا ہے اور فی الحال شادی نہ کرنے کا کہتا ہے۔ مگر مہر النساء اس کی بات ٹال جاتی ہیں پھر سارا سفر شہوار اور مہر النساء کی باتوں میں گزرتا ہے۔ تابندہ بوا لاکر سے ماضی کا ایک البم نکال کر دیکھ رہی ہوتی ہیں کہ اچانک ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی وہ رو پڑتی ہیں۔ مصطفیٰ باغ کی جانب سے آتی خوب صورت غزل کی آواز سن کر ٹھٹک جاتا ہے۔ شہوار کو یوں غزل گاتے دیکھ کر وہ اس کی خوب صورت آواز کی تعریف کیے بنا نہیں رہ پاتا۔ شہوار مصطفیٰ کو عباس اور عادلہ کی ازدواجی تلخیوں کے سبب سے آگاہ کرتی ہے اور جب وہ عادلہ کے رویے کی وجہ اپنی ذات بتاتی ہے تو مصطفیٰ کافی حیران ہوتا ہے اس کے مزید تفصیل پوچھنے پر وہ عادلہ کے بھائی ایاز عبدالقیوم کی حرکتوں کا بتاتی ہے تو مصطفیٰ اسے بے فکر رہنے اور اس کی مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ ولیدانا کو پریشان اور روتا دیکھ کے کافی پریشان ہوجاتا ہے اور اس سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھتا ہے مگر وہ ٹال جاتی ہے اور وہ روشی کو اتا سے پوچھنے کی تاکید کر کے چلا جاتا ہے۔ مصطفیٰ لیپ ٹاپ پر ایاز عبدالقیوم کی معلومات دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب ہی مہر النساء بیگم آ کے اسے شہوار اور اس کے رشتہ کے فیصلہ کا بتاتی ہیں تو وہ رشتہ کے لیے ہامی بھرلیتا ہے۔ گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے ولیدانا کو کالج ڈراپ کرتا ہے راستے میں انا سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھنے پر انا شدت سے رو پڑتی ہے جس پر ولید گھبرا جاتا ہے۔ مہر النساء مصطفیٰ کو تابندہ بوا کی زندگی کے متعلق بتاتی ہیں کہ کس طرح سکندر کی موت کے بعد انہوں نے شہوار اور خود کو سنبھالا تو مصطفیٰ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ شہر جانے سے قبل تابندہ شہوار سے اس کے اور مصطفیٰ کے رشتہ کے متعلق بات کرتی ہیں تو شہوار صاف انکار کر دیتی ہے۔ تابندہ غم زدہ سی رہ جاتی ہیں۔

اب آگے پڑھئے

❀ ❀ ❀

واپسی کے وقت تابندہ بی ان تینوں کو باہر تک خدا حافظ کہنے آئی تھیں۔ بابا صاحب نے اندر سے ہی انہیں اللہ حافظ

کہہ دیا تھا۔

"بہت اچھی طرح سوچ لو میں شام کو فون کروں گی۔" مہر النساء بیگم تابندہ بوا کے گلے لگتے ایک دفعہ پھر ان کو یاد دہانی کروا رہی تھیں۔ انہوں نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا تھا۔

"مجھے انکار قطعی نہیں سننا۔" انہوں نے محبت بھری دھونس سے کہا تھا۔ شہوار ان کے الفاظ سن چکی تھی اس نے ایک گہری نگاہ چپ چاپ ماں پر ڈالی۔

"اچھا اللہ حافظ امی جان۔ جو بھی گستاخی کی ہو اس کے لیے معاف کر دیجئے گا۔" ان کے گلے لگ کر وہ سسک اٹھی تھی کہ بہرحال اس نے ماں کو تکلیف دینے کا سوچا بھی نہ تھا۔ انہوں نے بھی نم آنکھوں سے اس کی پشت تھپتھپائی تھی۔

"ایک دفعہ پھر سوچنا بھائی نے سوچ کر جواب دینے کو کہا ہے۔ یہ عمر بھر کے فیصلے ہیں یوں پل بھر کی جذباتیت میں نہیں ہو جاتے۔" انہوں نے پھر سمجھانا چاہا تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے آنکھیں صاف کرتی ان سے جدا ہو گئی تھی۔

"اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔" ان سے نظریں چرا کر وہ گاڑی کی سمت چلی آئی تھی۔

"او کے بوا جی اللہ حافظ۔" مصطفیٰ بھی ان سے پیار لے کر گاڑی کی طرف چلا آیا تھا۔ ملازم سامان رکھ چکا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ماں کے لیے پچھلا دروازہ کھولا تو مہر النساء بیگم بیٹھ گئی تھیں۔

"آپ محترمہ آگے ہی بیٹھیے۔" شہوار نے مہر النساء بیگم کی تقلید کرنا چاہی تو اس نے ٹوک دیا۔ اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر فرنٹ ڈور کھول چکا تھا۔ شہوار نے لب بھینچے ماں کی طرف دیکھا وہ بھی دیکھ رہی تھیں۔ پتا نہیں انہوں نے مصطفیٰ کے الفاظ سنے تھے یا نہیں انہوں نے ہاتھ ہلایا تو وہ بھی مسکرا کر ہاتھ ہلاتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ مصطفیٰ دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔ شہوار کے اندر ماں کو اس طرح انکار کر کے اذیت دینے پر پہلے ہی ندامت نے ادھ موا کر دیا تھا اوپر سے ان کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر اس کا دل بھر آیا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی مہر بلب رہی۔ تابندہ بی مسلسل ہاتھ ہلا رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے بھی ہاتھ ہلاتے گاڑی اسٹارٹ کی۔ تیز رفتاری سے گاڑی کچے سے نکال کر جیسے ہی پکی سڑک پر آئی تو مصطفیٰ نے رفتار نارمل کر لی۔ شہوار ابھی تک کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتے آنسو بہا رہی تھی۔

"یہ دو دن گزرنے کا تو پتا ہی نہیں چلا۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے تھوڑی دیر پہلے ہی تو یہاں پہنچے تھے اب واپس جا رہے ہیں۔" ماں جی کی آواز پر مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"اب خیر ایسی بات بھی نہیں۔ آپ خواتین کو تو کوئی نہ کوئی مصروفیت مل ہی جاتی ہے بزی ہونے کے لیے۔ مجھے تو لگ رہا تھا کہ نجانے کتنے دن ہو گئے ہیں یہاں آئے ہوئے۔" مصطفیٰ نے کہتے ہوئے ان کی طرف توجہ دی تو اسے محسوس ہوا کہ شہوار مسلسل گردن کھڑکی کی طرف موڑے سوں سوں کر رہی ہے۔

"کیا بات ہے شہوار رو رہی ہیں؟" اس نے فوراً متجسس ہوتے پوچھا تو شہوار نے بجائے اس کی طرف دیکھنے کے صرف گردن نفی میں ہلا دی تھی۔

"ظاہر ہے ماں سے مل کر بچھڑنا تابندہ کو روتے دیکھ کر رونا تو آئے گا ہی نا۔" مہر النساء بیگم نے فوراً کہا تھا۔

"تم گاڑی روکو شہوار تم میرے پاس پیچھے آ جاؤ آگے بیٹھی تو بس روتی ہی رہو گی۔" محبت بھرے انداز میں بولیں تھیں۔

"تو جی کیا منطق ہے پیچھے بیٹھنے سے محترمہ کے آنسو رک جائیں گے پچھلی سیٹ میجک سیٹ ہے جو آنسو روک دیتی ہے۔" مصطفیٰ نے پرمزاح انداز میں کہا۔

"تم تو ہو ہی آدم بے زار نہ بات کرو گے نہ بچی کا دل بہلاؤ گے یوں اسے ماں ہی یاد آئے گی نا۔ روئے گی نہیں تو کیا کرے گی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ نے اپنی مسکراہٹ بمشکل ہونٹ دانتوں تلے دبا کر روکی۔

"کیا فرمائش ہے والدہ محترمہ کی جانب سے محترمہ کا دل بہلانے کی۔ پوچھ لیں محترمہ سے کہ دل بہلانے پر ناراض تو نہ ہوں گی۔" اس کا لہجہ انتہائی شرارتی تھا۔ مہر النساء بیگم بات کو سمجھ کر ایک دم ہنس دی تھیں۔ جبکہ شہوار تو اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ ایسی جملے بازی وہ بھی ماں کی موجودگی میں اس کا دل کانپا۔

"چلو چپ کرو تنگ نہ کرو میری بچی کو۔" انہوں نے بیٹے کو ڈپٹا۔

"تو جی خود ہی تو کہہ رہی ہیں کہ ان کا دل بہلاؤں۔ اب دل بہلانے کے سو طریقے ہیں اب مجھے نہیں پتا کہ ان کو کس طریقے سے بہلاؤں کہ یہ آنسو بہانا چھوڑ کر مسکرانے لگیں۔"

"تم کچھ نہ کرو بس گاڑی روکو شہوار پیچھے میرے پاس بیٹھے گی۔"

"یہ نیک خیال آتے ہوئے کیوں نہ آیا تھا۔ آپ کے سونے کے بعد تو یہ محترمہ باقی سارا رستہ بور ہی ہوتی رہی ہیں۔" شہوار کو حیرت ہوئی تو کیا اس نے اسے اتنا آبزرو کیا تھا۔

"تب یہ رو تو نہیں رہی تھی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"اچھی منطق ہے۔" اس نے سائیڈ میں گاڑی روک کر ساتھ ہی بٹن دبا کر دروازہ ان لاک کیا تو شہوار آہستگی سے اتر کر پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی۔ مہر النساء بیگم اس کا ہاتھ محبت سے تھامتے دوسرے ہاتھ سے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر تھپتھپانے لگی تھیں۔

مصطفیٰ نے بیک ویو مرر سے دیکھا چادر کے ہالے میں صرف ہیرے کی لونگ سے دمکتی سرخ ناک ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"پریشان کیوں ہوتی ہو؟ گھبراؤ نہیں تابندہ کی سب خیر خبر رکھنے والے ہیں' میں نے تو آتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے ساتھ چلے مگر بابا صاحب کی وجہ سے وہ نہیں مانی۔" انہوں نے اسے دلاسا دیا تھا۔ مصطفیٰ نے خاموشی سے ڈیش بورڈ پر رکھی منرل واٹر کی بوتل اٹھا کر ماں کی طرف بڑھا دی تھی۔

"لو یہ پانی پیو۔" انہوں نے بوتل لے کر اسے کہا تو وہ چادر سے چہرہ صاف کرتی بوتل لے کر پینے لگی۔ مرر سے اس کا رویا رویا سرخ چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی اور جتنا وہ روک رہی تھی آنسو اتنی ہی شدت سے بہتے جا رہے تھے۔ [illegible] کو ایک دم احساس ہوا کہ صرف ماں سے جدا ہونے کے احساس سے اس قدر روانی سے آنسو نہیں بہہ سکتے۔ وہ [illegible] بارہا جدا ہوئی تھی ایسی حالت تو کبھی نہ تھی۔ ایک بار پہلے بھی وہ اس کے ساتھ ماں سے مل کر واپس شہر کے لیے [illegible] تھی تب وہ خاموش ضرور تھی مگر اب اس طرح بڑی شدت سے رونا؟ وہ الجھ کر مرر میں سے اسے گاہے بگاہے [illegible] رہا تھا۔ مہر النساء بیگم اسے آہستہ آواز میں نجانے کیا سمجھا رہی تھیں۔ وہ سنجیدگی سے دونوں کو وقفے وقفے سے دیکھ رہا [illegible] کچھ دیر بعد وہ خود ہی چپ ہو کر خاموش ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے بوا جی سے کوئی بات ہوئی ہے؟" کافی دیر بعد جب کہ مہر النساء خاتون کی آنکھ لگ گئی تھی وہ سفر [illegible] سو چکی تھیں۔ انہیں سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر سوتے دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔ شہوار جو باہر دیکھ رہی تھی [illegible] مصطفیٰ کو دیکھا وہ مرر سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چہرے کا رخ ایک بار پھر باہر کی طرف کر لیا تھا۔

"مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی بات ہوئی ضرور ہے۔ ورنہ پرسوں بھی تم سفر میں ساتھ تھیں ایسی لاتعلق اور اجنبی تو پرسوں نہ تھیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔" اپنے تاثرات پر قابو پاتے خود کو نارمل کرتے اس نے کہا تھا۔

"خیر لگ تو نہیں رہا تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں۔" مرر میں سے مسکراتی نگاہوں کا تصادم عجیب سا تھا وہ پزل سی تھوڑا سا اور دروازے سے لگ گئی تھی۔

"ماں جی نے مجھ سے ایک بات کی ہے۔ یقیناً بواء جی نے تم سے بھی ڈسکس کیا ہوگا۔ کیا خیال ہے کیا رائے ہے تمہاری؟" وہ سمجھ کر انجان بنتے پھر باہر دیکھنے لگی۔

مصطفیٰ سے اس کی بے تکلفی نہ ہونے کے برابر تھی مگر اس سفر کے میں اب تک ان کے درمیان جتنی بھی باتیں ہو چکی تھیں اس سے مصطفیٰ کے مزاج و انداز کے تمام رنگوں سے وہ اندازہ لگا رہی تھی کہ مصطفیٰ اس پروپوزل سے بے خبر نہیں ہے۔ ورنہ وہ اب اس سے یہ بات قطعی نہ کرتا۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟" اس نے اپنا سوال دہرایا تو اس بار شہوار کے لیے لاتعلق رہنا ممکن نہ ہوسکا۔

"میں سمجھی نہیں۔ ماں جی سے تو میری کئی ٹاپکس پر ڈسکشن ہوئی ہے۔ اسی طرح اگی سے بھی۔ خصوصاً عادلہ بھابی والے ایشو پر بھی۔ میں پہلے بھی پوری کوشش کرتی ہوں ان سے لاتعلق رہنے کی اب مزید کروں گی۔" مصطفیٰ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ اس کے تاثرات سے قطعی اندازہ نہ ہوسکا کہ بواء جی نے اس سے دونوں کے رشتے والی بات سے متعلق ڈسکس کیا ہو۔

"اس کے علاوہ کوئی اور بات بواء جی نے تم سے نہیں کہی۔" وہ اپنے بارے میں اس کی رائے جاننا چاہتا تھا مگر اس کے تاثرات سے ایسے ہی لگ رہا تھا کہ جیسے وہ سرے سے کچھ جانتی ہی نہ ہو۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔

"ماں جی بطور خاص اسی لیے گاؤں آئی تھیں بواء جی سے بات بھی کی تھی اور کیا ممکن ہے کہ بواء جی نے آپ سے ڈسکس نہ کیا ہو؟ آپ کی رائے یا مرضی دریافت نہ کی ہو؟" وہ پرسوچ نظروں سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں آپ سے متعلق بات کی تھی اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔" مصطفیٰ نے اس کی سنجیدگی پر حیرت سے دیکھا۔

"میرے متعلق کیا بات کی تھی؟"

"یہی کہ آنٹی آپ کے لیے کوئی لڑکی پسند کرچکی ہیں جلد ہی آنٹی آپ کا رشتہ طے کردیں گی اسی سلسلے میں وہ مجھ اور بابا صاحب کی مرضی جاننے کے لیے گاؤں آئی تھیں۔"

"اس کے علاوہ میرا مطلب ہے تم نے پوچھا نہیں کہ لڑکی کون ہے؟" بمشکل اپنے آپ پر قابو پاتی شہوار کو اپنی ہتھیلیاں بھیگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"پوچھا تھا کہہ رہی تھیں کہ خاندان کی ہی ہے۔ ایک دو دن میں پتا چل جائے گا مجھے بھی۔" ہاتھوں کو مسلتے وہ پھر باہر کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے غور سے دیکھا۔ مرر سے اس کا سائیڈ پوز ہی دکھائی دے رہا تھا۔

"چلیں ہم بھی دیکھ لیں گے شہوار بی بی کہ کب تک آپ لاعلم رہتی ہیں۔" اس نے اپنی تمام تر توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کردی۔

❀ ● ❀

"ہوگئی واپسی بازار کی خاک چھان کر؟" جیسے ہی دونوں نے لاؤنج میں قدم رکھا احسن بھائی نے مسکرا کر پوچھا۔

"ظاہر ہے واپسی ہوئی ہے تو اس وقت دکھائی دے رہی ہیں۔" صوفے پر ٹکتے اس نے احسن کو جواب دے

طرف میں دیکھا۔ ٹی وی پر کوئی "ٹاک شو" چل رہا تھا۔ ضیاء ماموں اور وقار احمد صاحب دونوں ادھر متوجہ تھے۔ احسن اور ولید بھی ایک ہی صوفے پر براجمان ادھر ہی متوجہ تھے مگر اب دونوں کی آمد پر ان کی توجہ اس جانب ہوگئی تھی۔ منصور جان بڑے بڑے شاپنگ بیگز اٹھائے چلا آیا تو انا نے اسے دیکھا۔

"یہ کہاں رکھوں بی بی صاحبہ؟"

"... کے روم میں رکھ آؤ وہ آ کر ایک دفعہ چیک کرلیں گی۔" سینڈل سے اپنے پاؤں آزاد کر کے صوفے پر رکھ کر وہ ہاتھوں سے پیروں کی انگلیاں دبانے لگی تھی۔

"عظمت پانی لے آؤ۔" روشی نے آواز دی تو ولی نے دونوں کو دیکھا یعنی کہ شادی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔

"ولی یار! میں سوچتا ہوں کہ مرد اتنی محنت اور تجل خواری کر کے کماتا ہے یہ عورتیں بازاروں میں یہ ساری کمائی جھونک دیتی ہیں بھلا ایسا کیوں ہوتا ہے؟" وہ بظاہر سنجیدہ تھا مگر اس سنجیدگی میں جو شرارت پنہاں تھی انا نے گھور کے بھائی کو دیکھا۔ عظمت پانی لے آئی تھی اس نے گلاس لے کر لبوں سے لگایا۔

"یار! اس میں تمہاری سوچ کا کوئی قصور نہیں۔ عورت کی فطرت ہی یہ ہے مرد کی کمائی کو یہ خرچ کر کے روحانی تسکین حاصل کرتی ہے۔ اگر عورت بازار کا چکر نہ لگائے تو بازار سنسان ہوجائیں چلو مردوں کے کمانے کا ایک فائدہ تو ہوتا ہے کہ کسی کا فائدہ ہوجاتا ہے اور ان کی روحانی حس تسکین پاجاتی ہے۔"

"وف! ولی بھائی یہ آپ دونوں کیا ٹاپک لے کر بیٹھ گئے ہیں؟ سبھی عورتیں یہ کام کرتی ہیں مجبوری اور شوقیہ دونوں صورتوں میں ہم کون سا روز جاتے ہیں۔ شادی کی شاپنگ کی ہے اور تو کچھ نہیں۔" انا نے ولید کے الفاظ پر اسے گھور کر سامنے ٹی وی کی طرف دیکھنا شروع کردیا تھا۔ جبکہ روشی نے جواب دیا تھا۔

"کہہ تو تم بھی ٹھیک رہی ہو اپنے ساتھ بیٹھی اس حسین خاتون سے پوچھ کر ذرا بتاؤ کہ ان کا موڈ کیوں آف ہے۔" ولی کو بہلا کر اس نے انا کو چھیڑا تھا۔ اب کی بار وقار اور ضیاء ماموں بھی متوجہ ہوئے تھے۔ وہ سب کو اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"کیوں کیا ہوا ہے انا کو؟" سب سے پہلے ضیاء ماموں نے ہی لب کشائی کی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا ماموں جان! بس یہ ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔" اس نے فوراً وضاحت دی تھی۔ بہت کم عرصے میں وہ انا تو اچھی طرح جان چکی تھی کہ ولید خاصا اسٹریٹ فارورڈ ہے۔

"مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے میں کچن میں جا رہی ہوں۔" اس نے وہاں سے ہٹ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"کیوں بازاروں میں کھانے کی اشیاء دستیاب نہ تھیں؟" ولی نے پھر چھیڑا تھا۔

"جانے بھی دیں ولی بھائی! بے چاری اتنی مشکل سے تو بازار جانے کے لیے تیار ہوئی تھی اب میں اکیلی پھوپو کے ساتھ کیا کیا دیکھوں۔" روشی کو ولید کو ٹوکنا پڑا تو وہ ہنس پڑا۔

"مسئلہ کیا ہے؟ لڑائی تو نہیں ہوگئی تم دونوں میں۔" ضیاء صاحب کو ولید کا انداز کچھ عجیب سا لگا تو فوراً ٹوکا۔ ان کے ٹوکنے پر وہ فوراً سنبھل گیا۔

"ارے نہیں بابا جان۔ ایسی قطعی کوئی بات نہیں۔ بس اسے یونہی تنگ کر رہا تھا۔"

"ذرا دھیان سے رہنا اسے یونہی چھیڑ دیا تنگ کرو گے تو وہ فوراً واک آؤٹ کر جاتی ہے۔" احسن نے ... ذرا دیا تھا۔

''اندازہ ہو رہا ہے۔'' اس نے پرسوچ انداز میں کچن کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ کچھ پل قبل غائب ہوئی تھی۔

''آئندہ اسے چھیڑنے کی غلطی بھی مت کرنا۔ بمشکل راضی ہوتی ہے جرمانے کے طور پر جیب ہلکی کروانا پڑتی ہے۔'' احسن کی بات پر وہ ہنس دیا۔

''ہائیں...!''

''آپ کیا اس کی برائیاں کر رہے ہیں۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ موڈی ہے ذرا اور تو کچھ نہیں۔'' روشی احسن سے اس کی باتیں سن کر ایک دم بولی تھی۔ ویسے بھی انا اسے بہت عزیز تھی اس کے بارے میں الٹا سیدھا سن ہی نہیں سکتی تھی۔

''ہاں! ٹھیک تھا جن پر وہی پتے ہوا دینے لگے۔'' وہ اس برجستہ انداز پر جھینپ سی گئی تھی۔

''محترمہ! یہ برائیوں والا ڈیپارٹمنٹ آپ خواتین کا ہے۔ ہم تو اسٹریٹ فارورڈ قسم کے لوگ ہیں جو بھی کہتے ہیں منہ پر کہتے ہیں۔'' وہ کہاں باز آنے والا تھا۔ روشی نے اٹھ جانا ہی بہتر سمجھا۔

''روشی! اصغراں سے کہو ایک کپ کافی بنا کر بھیج دے۔'' اسے اٹھ کر جاتے دیکھ کر ولی نے کہا تو وہ رک گئی۔

''آپ کو یہ انا والی لت کیوں لگتی جا رہی ہے؟ کافی بھی کوئی پینے والی چیز ہے۔ نری کڑوی کسیلی بدمزا سی کافی۔'' اس نے فوراً اعتراض کیا تھا۔

''بھئی جس وقت جس چیز کی طلب ہوگی وہی مانگوں گا نا۔ چلو کافی نہیں چائے ہی بھجوا دو کچھ تو ہو۔''

''میں دیکھتی ہوں۔'' وہ کچن میں آئی تو انا کھانا کھا کر برتن سمیٹ کر سنک میں رکھ رہی تھی۔ جبکہ صغریٰ چائے تیار کر کے باقی لوازمات ٹرالی میں سجا چکی تھی۔

''چلو شکر ہے چائے تیار ہے۔ انا لاؤنج میں سب چائے مانگ رہے ہیں۔ تم لے جاؤ میں ذرا اپنا حلیہ درست کر آؤں۔'' وہ کہہ کر جلدی سے نکل گئی تھی۔ انا اب دوبارہ ولید کا سامنا کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔ اس نے منہ بنایا۔

''صغریٰ سب ریڈی ہے تم خود ہی لے جاؤ۔ میرا پوچھیں تو کہہ دینا میں چائے پی چکی ہوں اور اپنے کمرے میں ہوں۔''

❁ ◉ ❁

رات کو وہ لوگ واپس پہنچے تھے تھکن سے برا حال تھا کھانا کھا کر سب اپنے اپنے کمروں کو چل دیے تھے اور اب ناشتے کی ٹیبل پر سب بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ عادلہ بھابی کی وجہ سے غیر محسوس خاموشی کا دورانیہ مزید بڑھ گیا تھا۔

''شہوار بی بی گاڑی تیار ہے۔'' ملازمہ نے آ کر ڈرائیور کا پیغام دیا تھا۔

''میں آتی ہوں۔'' دودھ کا گلاس ختم کر کے وہ ٹیبل پر ہی رکھی اپنی فائل بکس اور بیگ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''اوکے بابا میں بھی چلتا ہوں اللہ حافظ۔'' اپنے پیچھے مصطفیٰ کی آواز سن کر بھی وہ بغیر پلٹے باہر نکل آئی تھی۔

''شہوار ٹھہرو۔'' وہ گاڑی کے کھلے دروازے میں بیٹھ رہی تھی جب مصطفیٰ کی آواز سن کر ٹھہر گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

''آج سے تمہیں ڈراپ کرنے کی ذمہ داری میری ہے۔ تم میرے ساتھ جایا کرو گی رہ گئی پک کرنے کی بات تو وہ ڈرائیور کر لے گا۔'' اس کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے روکنے کی وجہ بیان کی تو وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

''مگر وہ کیوں بھلا؟ میں تو روزانہ ڈرائیور کے ہمراہ ہی جاتی ہوں نا۔''

''آپ نے ایاز والے معاملے میں ہیلپ کا کہا تھا آئی مین یہ اسی سلسلے کا ایک اسٹیپ ہے کیا سمجھیں؟''

''سمجھ تو گئی ہوں پر اس سے کیا ہوگا؟'' اسے مصطفیٰ کے ساتھ جانے پر اعتراض تھا اسی لیے اس نے کچھ ناگواری سے کہا تھا۔

''انسان وقت و حالات کو قابو کرنے کے لیے ڈفرنٹ اسٹریٹیجیز اپناتا ہے۔ اسے بھی ایک اسٹریٹجی سمجھ لو۔ میرا خیال ہے باقی بحث ہم گاڑی میں بیٹھ کر کر لیتے ہیں۔ اگر اسی طرح کھڑے رہیں تو ہم دونوں ضرور لیٹ ہو سکتے ہیں۔'' اس کی آنکھوں کی الجھن کو پڑھتے اس نے مسکرا کر کہا اور ساتھ ہی وہ اپنی گاڑی کی طرف چل دیا جو پورچ میں ہی کھڑی تھی۔

''بیٹھو۔'' اس کے قریب گاڑی لا کر فرنٹ سیٹ کھول کر اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ بادل ناخواستہ بیٹھ گئی۔

کچھ دور آنے کے بعد اس نے گردن موڑ کر شہوار کو دیکھا وہ سنجیدہ چہرہ لیے باہر دیکھ رہی تھی اس کے کھنکھنے پر بولی۔

''میں ڈرائیور کے ساتھ ہی جاتی ہوں اسی کے ساتھ جانے دیں۔ میں نے آپ سے مدد کا ضرور کہا تھا مگر مجھے آپ کے ساتھ جانا قطعی مناسب نہیں لگ رہا۔''

''خیر جب ساری زندگی کے لیے انسان ذمہ داری اٹھا رہا ہے تو یہ ذرا سی زحمت کیا معنی رکھتی ہے؟ بہر حال اس وقت میرے پیش نظر تمہاری حفاظت مقدم ہے؟'' وہ اس کے پہلے جملے پر ہی الجھ گئی تھی۔ اپنے اعصاب چٹختے محسوس ہوئے۔ یعنی بڑوں میں جو بھی معاملہ طے پا رہا تھا اس کی باقاعدہ رضامندی سے طے ہو رہا تھا۔

وہ خاموش رہی مصطفیٰ نے اس کے سنجیدہ سے چہرے کو دیکھا۔ براؤن بڑی سے کڑھائی والی چادر میں سارا وجود چھپائے وہ اس وقت خاصی مغرور اور پروقار سی لگی۔ مصطفیٰ کو طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

''میں ایاز عبدالقیوم کی قسم کے لوگوں کو قطعی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ ایسے لوگ جسٹ کاغذ کے شیر ہوتے ہیں۔ ہاں میں اپنے دشمن کو کبھی بزدل سمجھ کر نظر انداز نہیں کرتا۔ ہر آن ہر صورت میں اس کی طرف سے چوکنا رہتا ہوں۔ خصوصاً ایسے بے وقوف قسم کے لوگوں سے ہر قسم کے رویوں کی توقع کی جا سکتی ہے۔ عادلہ بھابی کا بھائی ہونا ہی اس شخص پر نظر رکھنے کے لیے کافی ہے۔ ایک دن وہ تمہیں میری گاڑی سے اترتے دیکھ لے گا تو دوسرے دن اسے اتنا احساس ضرور ہو جائے گا کہ وہ تمہاری طرف قدم بڑھاتے ہوئے سو بار ضرور سوچے گا۔'' وہ بہت تحمل اور بردباری سے اسے اپنے لائحہ عمل اور متوقع نتائج سے آگاہ کر رہا تھا۔

''اس لائحہ عمل کے باوجود اس نے کوئی حرکت کی تو؟'' اس نے یوں پوچھا جیسے ابھی بھی اس کی وضاحت سے غیر مطمئن ہو تو وہ مسکرا دیا۔

''تو ہم کس لیے ہیں۔ تم نے مجھے سب بتا کر جو اعتماد کیا ہے بس میں مجھے کبھی پیچھے نہیں پاؤ گی۔ ایک مشہور کہاوت ہے کہ سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں۔ یہ المیہ ہے کہ انسان کرپٹ قسم کا ہو تو اس کے لیے ہوتے ہیں آزمانے کو ہمیں بھی تمام ترکس سکھائے گئے ہیں کہ ایسے دشمنوں سے کیسے نمٹتے ہیں۔ وہ اگر کوئی اور حرکت کرے گا تو یقیناً ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہم بھی نہیں بیٹھیں گے۔ میں چاہتا تو ڈائریکٹ ایکشن لے سکتا تھا مگر اس لیے اپنے خاندان کی عزت و آبرو کی حفاظت زیادہ مقدم ہے۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کو اس طرح حل کروں کہ نہ تم پر کوئی حرف آئے اور نہ ہی کوئی اور ایشو اٹھے۔'' دھیمے لہجے میں کہتے اس نے آخر میں اسے دیکھا تو وہ سوچتے اپنے ہی کسی خیال میں الجھی ہوئی تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' اس کے صبیح روشن تروتازہ چہرے کو بغور دیکھتے اس نے استفسار کیا تو وہ چونک کر نفی میں سر ہلا گئی۔

''پریشان ہو؟'' کل سارے سفر میں اس کا جو رویہ اور انداز رہا تھا وہ تو ایک طرف اس وقت بھی وہ خاصی الجھی ہوئی دکھائی دی تو وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''نہیں میں پریشان نہیں ہوں۔ ہاں آپ کے اس لائحہ عمل سے ضرور الجھ گئی ہوں۔ خیر آپ نے اتنا بڑا اسٹیپ اٹھانے کا ارادہ کیا ہے تو یقیناً سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔''

''جب مجھ پر اعتبار کیا ہے تو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اس کے الفاظ میں ایک دم سختی در آئی تھی۔

''عورت جتنی خوف زدہ ہو مرد اسے اتنا ہی آسان شکار سمجھ کر شکار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں تو تمہیں خاصی بہادر لڑکی سمجھ رہا تھا۔''

''کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اس آوارہ بدمعاش انسان کے رویوں کو جس طرح میں نے برداشت کیا ہے وہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی حرکات اس کے الفاظ اس کے تمام ردعمل آپ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ عادل بھائی اور ان کا یہ بھائی میری زندگی کا سب سے بڑا امتحان ہیں۔ کیا بتاؤں آپ کو۔'' وہ ایک دم رو دی تھی اور مصطفی حیرت سے گنگ اسی کنارے پر بیٹھا رہ گیا تھا۔

تو کیا وہ شخص تمام حدود پار کر گیا ہے؟ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ بات محض چھیڑ چھاڑ تک ہوگی۔ تو کیا ابھی بتانے کو اور بھی بہت کچھ باقی تھا۔ ایک آوارہ انسان کس طرح سج سج کر قدم اٹھانے والی لڑکی کے پندار کو ٹھیس پہنچا گیا تھا۔ وہ حیرت زدہ تھا۔

''کیا دھمکیاں دیتا ہے تمہیں؟'' اس کے لب و لہجے میں ایک دم چٹانوں کی سی سختی در آئی تھی۔ وہ اندازہ لگانا چاہ رہا تھا کہ اس شخص کا آوارہ پن غلاظت کی صورت کس حد تک گیا ہوگا۔

''یہ تو بہت ہی اول درجے کی صورت ہے۔ کئی بار تو ایسا ہوا کہ کالج کی چار دیواری میں پناہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ذلت و رسوائی کے احساس سے مرجانے کو جی چاہتا ہے۔'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی سسکیاں بھر گئی تھیں۔ مصطفی نے ہونٹ سختی سے دانتوں تلے دبا لیے۔

''مجھے کھل کر بتاؤ شہوار وہ کس طرح کی لینگویج یوز کرتا ہے اور کیا کیا دھمکیاں دیتا ہے؟'' اس کے اندر کا غیور مرد ایک دم بپھر اٹھا تھا گاڑی ایک جھٹکے سے سائیڈ میں روکتے پتھریلے تاثرات لیے پوچھ رہا تھا۔

''پلیز مجھ سے کچھ بھی نہیں پوچھیں میں نے بہت مجبور ہو کر آپ سے اس مسئلے پر مدد چاہی ہے۔ آپ خود سمجھ دار باشعور انسان ہیں۔ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس حد تک جا سکتا ہے اور کن نتائج کی دھمکیاں دے سکتا ہے۔ میں بہت عرصہ چپ رہی ہوں مگر اب مزید کوئی ذلت نہیں سہہ سکتی۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر کھل کر رو دی۔

مصطفی کے اندر گویا آتش فشاں ابل پڑا۔ اس نے جھٹکے سے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی تھی۔

اتنے ریش انداز میں گاڑی بھگاتے دیکھ کر شہوار نے خوف زدہ ہو کر اسے دیکھا۔ وہ لب دانتوں تلے دبائے سیدھ میں دیکھتے گاڑی چلا نہیں رہا تھا بلکہ اڑا رہا تھا۔ اس خاندان کے تمام مرد ہی غیرت و عزت کے نام پر مر مٹنے والے تھے۔

''کیا میں نے تمام کچھ بتا کر بہت برا کیا ہے؟'' خوف سے اس کے آنسو رک گئے تھے چادر سے چہرہ صاف کرتے اس نے نہایت خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اگر میں اسے نہ بتاتی تو خود ہی مر جاتی۔'' وہ خود ہی نڈھال ہو گئی تھی۔ چند منٹ بعد اس کی گاڑی میڈیکل کالج کے سامنے تھی۔

''آپ؟'' اس نے اس کے تیوروں سے خائف ہو کر کچھ کہنا چاہا مگر اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اترنے کے بعد اس کی طرف کا ڈور آ کر کھول دیا تھا۔

''آؤ اترو۔'' اس کے تاثرات ہنوز تھے۔

''تمہیں اس شخص سے خوفزدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اس کو کیسے ہینڈل کرنا ہے یہ سب یہ میرا مسئلہ ہے۔ ڈونٹ وری اوکے!'' اپنے اسی سنجیدہ انداز میں کہہ کر اس نے اسے اترنے کا اشارہ کیا تو وہ اپنی فائل بکس اور بیگ لیے اتر آئی۔

''واپسی پر ڈرائیور لینے آئے گا اسے میں سمجھا دوں گا۔'' وہ اسے گیٹ تک چھوڑنے آیا تھا۔

''اللہ حافظ۔'' وہ اس کے تیوروں سے خائف ہوتی بس یہی کہہ پائی تھی۔

''اللہ حافظ۔'' وہ اندر چلی گئی تھی جبکہ وہ پلٹ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا تھا اب کے اس کے چہرے پر تفکرات کے سائے تھے۔ وہ نجانے کتنی دیر تک گم صم بیٹھی رہی تھی۔ اسے خود بھی پتا نہیں تھا۔

''شہوار۔'' اپنے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا انا تھی جو متفکر سی کھڑی تھی۔

''کہاں غائب تھیں۔ میں کتنی دیر سے گیٹ پر نظریں جمائے تمہاری منتظر کھڑی تھی اور تمہیں کیا ہوا ہے؟ ایسے کیوں الجھی ہوئی ہو؟'' ہاتھ ملا کر وہ اس کے ساتھ بینچ پر ہی بیٹھ گئی تھی۔

''کچھ نہیں بس دو تین منٹ پہلے ہی آئی ہوں۔ میں ادھر بیٹھ کر تمہیں ہی دیکھ رہی تھی۔'' انا نے اسے بغور دیکھا آنکھوں کی سرخی سے وہ چونکی مگر شہوار کے اٹھنے پر بغیر کچھ پوچھے خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آنٹی کیسی ہیں اور کیسی چھٹیاں گزاریں؟'' ساتھ ساتھ چلتے انا نے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

''امی ٹھیک ہیں بس ارجنٹلی آنٹی کا پروگرام بن گیا تھا اس لیے تمہیں بروقت اطلاع نہ کر سکی۔ مجھے یقین تھا کہ اطلاع نہ کرنے پر تم مجھے کوستی ہوگی۔''

''ہاں غصہ تو مجھے بڑا آیا تھا۔ پرسوں سارا دن بہت بور ہوئی میں۔ ذرا دل نہ لگا کالج میں کچھ خاص اسٹڈی بھی نہ ہوئی بس اسپتال کا چکر لگا تھا۔'' وہ دونوں باتیں کرتی اپنے کلاس روم کی طرف آ رہی تھیں ان کی کلاس اوپر تھی۔ پہلے زینہ طے کرنا تھا۔

کسی نے سوچا تھا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

دونوں کسی بات پر مسکراتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ جب اچانک کسی کونے سے نکل کر وہ شخص کسی جن کی طرح سامنے آیا تھا۔

''اف یہ کیا بدتمیزی ہے؟ تمہیں تمیز نہیں ہٹو سامنے سے۔'' انا تو ایک دم غصے سے پھنکاری تھی۔

وہ نگاہوں میں وارفتگی سمیٹے مسکراتے ہوئے شہوار کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ بدتمیزی نہیں جذبۂ عشق کہتے ہیں۔ کیسی کیسی ہیں محترمہ خاتون شہوار سکندر صاحبہ۔'' اس نے انا کو جواب دینے کے بعد والہانہ نظروں سے شہوار کے چہرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ شہوار کے چہرے پر برہمی کے آثار بڑھتے گئے۔ وہ نظر انداز کرتی اس کو۔

''شٹ اپ، ہٹو سامنے سے۔ تمہارے جیسے آوارہ لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہتے۔'' وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی، وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔

''محترمہ شہوار صاحبہ آپ منہ نہ لگنے کی بات کرتی ہیں ہم تو خواب و خیال میں روزانہ جمال یار میں وصل خمار نجانے کون کون سے مراحل طے کر لیتے ہیں۔ کل تو خیر اتوار تھا پرسوں کہاں تھیں آپ؟'' اس کی بکواس پر اس نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔

''خیر نہ بتائیں ہمیں تو ویسے بھی سب پتا چل ہی جاتا ہے۔ مصطفیٰ شاہزیب کے ساتھ چھٹیاں گزارنے محترمہ گاؤں گئی ہوئی تھیں۔ مصطفیٰ شاہزیب علی، مانا کہ اعلیٰ عہدے پر ہیں۔ مگر دھیان رکھنا زیادہ او نچا ہاتھ مارو گی تو منہ کے بل بھی گر سکتی ہو۔'' انداز دھمکی آمیز تھا۔

''کیا بکواس ہے یہ؟ تم ہوتے کون ہو اس کے ساتھ بدتمیزی کرنے والے۔ اپنی لمٹ میں رہو تم مسٹر ورنہ میں ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تک تمہاری شکایت پہنچا دوں گی۔'' انا کے لیے یہ سب برداشت کرنا ناممکن تھا ایک دم چیختے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''بصد شوق انا صاحبہ آپ اپنی عزیز از جان ہستی کے لیے یہ شوق بھی پورا کر دیکھیے گا۔ اس کے بعد ہم جو سین کیری ایکٹ کریں گے وہ بھی ملاحظہ کیجیے گا۔ ویسے کچھ کم قیامت تو آپ بھی نہیں۔ کیا خیال ہے کسی دن فرصت میں بیٹھ کر ملاقات کا خاص اہتمام نہ کیا جائے؟''

''یو شٹ اپ۔'' وہ ایک دم آپے سے باہر ہوئی تھی۔ وہ کھل کر ہنس دیا۔

انکار کی یہ لذت اقرار میں کہاں ہے
بڑھتا ہے شوق غالب ان کی نہیں نہیں سے

''کوئی بات نہیں، ہم تو عادی ہیں اپنی دوست کو سمجھائیں کسی دن ملاقات کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کالج میں نہیں تو باہر کسی ہوٹل، کسی روم جہاں بھی چاہیں۔ چوائس ان کی ہوگی انٹرٹین ہم کریں گے۔ پیسا ہاتھ میں ہونا چاہیے دنیا مٹھی میں ہوتی ہے اور ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم نے کبھی ''انکار'' کا لفظ نہیں سنا۔'' وہ نجانے کیا کیا بکواس کر رہا تھا دونوں حیرت سے منہ کھولے اس کی گھٹیا سوچ سن رہی تھیں۔

''ویسے بھی اوروں کے در پر پلنے والی لڑکی اپنی ''خودی'' کا پرچار کرتے عزت و آبرو کے الفاظ استعمال کرے کچھ جچتے نہیں۔ ایسی لڑکیاں ہمارے لیے ٹشو پیپرز سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔''

''شٹ اپ۔'' برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اس کا ہاتھ بے اختیار اٹھ تھا۔ اس سے پہلے کہ شہوار کا ہاتھ اس کے چہرے پر پڑتا ایاز عبدالقیوم نے نہایت بے دردی سے ہاتھ تھام لیا تھا۔

''ہمت ہے تمہاری شہوار بی بی! ورنہ ہم پر تو آج تک ہمارے ماں باپ نے ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔ شکر کرو یہ لگا نہیں اگر لگ جاتا تو تم اپنے قدموں پر واپس چل کر جانے کی ہمت کھو دیتیں۔'' وہ ایک دم بپھر کر گویا ہوا تھا۔ انا بھی حیرت زدہ کھڑی رہ گئی تھی کتنا دھمکی آمیز سفاک انداز تھا۔

''تم انتہائی ذلیل، کمینے انسان ہو چھوڑو میرا ہاتھ۔'' صبح صبح بات اس نہج تک آ جائے گی دونوں کے گمان میں نہ تھا۔ اس نے پوری طاقت لگا کر اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچنا چاہا تھا مگر ناکام رہی تھی۔ وہ شخص نہایت مکروہ مسکراہٹ لیے دیکھ رہا تھا۔

''بڑا نرم و نازک ہاتھ ہے یہ ہاتھ تو صرف پھولوں کی نرماہٹ محسوس کرنے کے لیے بنے ہیں۔'' اس نے سختی سے

پہنچی تھی اور انا کی پروا کیے بغیر بھاگتے ہوئے منظر سے اوجھل ہو گئی تھی۔

''بہت ہو گئی، حد ہوتی ہے برداشت کی بھی اب لگتا ہے کہ کوئی معقول بندوبست تمہارا کروانا ہی پڑے گا۔'' انا غم و غصے سے اسے کہتے فوراً تیز قدموں سے اسی طرف چل دی تھی جہاں شہوار گم ہوئی تھی۔ اسے ایک دم شہوار کی فکر ہوئی تھی۔

❀ .... ❀ .... ❀

صبح صبح شہوار سے ہونے والی گفتگو نے اسے اس حد تک پریشان رکھا کہ وہ آفس آ کر بھی مکمل توجہ و دھیان سے کوئی کام نہ کر سکا تھا۔ بہت تھک کر خود سے الجھنے کے بعد اس نے امجد کو بلوالیا۔

''سر آپ نے بلوایا؟'' سلام کر کے وہ مودب کھڑا پوچھ رہا تھا۔

''ہاں امجد آؤ بیٹھو۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ اٹینشن بیٹھ گیا تھا۔

''میں نے تمہارے ذمے جو کام لگایا تھا وہ کہاں تک پہنچا؟'' اپنے سامنے رکھے لیپ ٹاپ اور فائلز کو ایک طرف کرتے اس نے مکمل توجہ سے امجد کو دیکھا۔

''سر تقریباً تمام کام مکمل ہے۔''

''ہوں، کیا بریفنگ ہے؟''

''سر میں نے فائل ریڈی کر لی ہے اگر آپ کہیں تو فائل لے آؤں۔''

''ہوں۔'' وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔ دو تین منٹ بعد وہ دوبارہ فائل لیے اس کے سامنے بیٹھا اسے تفصیل بتا رہا تھا۔

''سر آپ نے صرف مجھ سے ایاز عبدالقیوم کے متعلق ڈیٹیل جمع کرنے کا کہا تھا مگر سر جب میں نے اس شخص کے متعلق معلومات کروائیں تو اس کے پیرنٹس کے متعلق بھی بڑے عجیب و غریب قسم کے انکشافات سامنے آئے ہیں۔'' فائل اس کے سامنے رکھتے اس نے بتایا تو فائل کھولتے مصطفیٰ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''مطلب؟''

''سر عبدالقیوم نامی یہ شخص ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ بزنس کی دنیا میں اس کا بڑا نام ہے۔ اس کا اندرون اور بیرون ملک اچھا خاصا سرمایہ انویسٹ ہے۔ ماضی میں اس کا نام ہمایوں تھا۔ غریب ماں باپ کی اولاد تھا۔ ماں باپ بچپن میں ہی کسی حادثے کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔ اس کے چچا اشفاق احمد نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔ اشفاق احمد ماضی کے مشہور صنعت کار مختار احمد کا داماد تھا۔ یہ اشفاق احمد مختار احمد کی فیکٹری میں ایک معمولی ورکر تھا۔ مگر بلا کا ہوشیار اور موقع پرست انسان تھا۔ اس نے مختار احمد کو نجانے کس طرح اپنی چالاکیوں سے اپنا گرویدہ بنا لیا کہ اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی اشفاق احمد سے کر دی۔ اشفاق احمد اس کے ففٹی پرسنٹ کاروبار کا مالک بن بیٹھا۔ حقائق بتاتے ہیں کہ بہت جلد مختار احمد پر داماد کی اصلیت واضح ہو گئی مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھاتا ایک کار ایکسیڈنٹ میں ان کی ڈیتھ ہو گئی۔ اشفاق احمد کی بیوی اس ایکسیڈنٹ کو قتل کا کیس کہتی تھی۔ انہوں نے اس وقت رپورٹ بھی درج کروائی تھی مگر اشفاق احمد نے معاملے کو نجانے کس طرح ہینڈل کیا کہ تمام معاملہ یکسر ختم ہو گیا۔ اب اشفاق احمد کی بھی اکلوتی بیٹی لالہ رخ ماں کی ساری جائیداد اور کاروبار کی تنہا وارث ہے!'' مصطفیٰ شاہزیب کے لیے یہ ساری کہانی بڑی عجیب تھی۔

''زبردست، بہت اچھا ہوم ورک کیا ہے تم نے۔ تمہیں یہ ساری معلومات کیسے دستیاب ہوئیں۔'' پچاس سالہ امجد بہت فرض شناس اور ذہین انسان تھا بلا کا معاملہ فہم اور زیرک۔

"سر یوں سمجھیں کہ ماضی میں اس ہمایوں نامی شخص سے کئی بار واسطہ پڑا ہے مختلف کیسز کے سلسلے میں!"
"تمہارا مطلب ہے کہ اس عبدالقیوم سے؟"
"یس سر۔"
"پھر۔"
"ایاز عبدالقیوم کی انویسٹی گیشن کرواتے ہی پتا چل گیا کہ یہ عبدالقیوم موجودہ اور ماضی کے ہمایوں احمد کا بیٹا ہے تو میرے لیے کیس کی جانچ پڑتال کروانا بہت آسان ہوگیا۔ میں اس شخص پر کئی بار کام کرچکا ہوں میرے پاس اس کے متعلق اچھا خاصا مواد موجود ہے۔ بس المیہ یہ ہے کہ اس شخص کے پاس دولت جیسی طاقت ہے وہ ہر بار اتنی صفائی سے اپنا دامن بچا کر نکل جاتا ہے کہ میری ساری محنت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ سر! اس شخص سے میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں سر مجرم کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانے کا میں نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ مکمل تعاون کا وعدہ کریں مجھے سپورٹ کریں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کیس سے متعلق آپ کو وہ تمام حقائق مہیا کروں گا جو کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے۔" وہ امجد خان کے لہجے میں پلتی نفرت دیکھ رہا تھا۔
"سر یہ شخص جتنا شریف اور معصوم نظر آتا ہے یہ اتنا ہی گھناؤنے کردار کا حامل انسان ہے۔ سر یہ انسان کی کھال میں بھیڑیا ہے۔"
"کول ڈاؤن امجد۔" اس نے فوراً اسے ریلیکس کیا۔ "تمہارا اس کیس سے کیا تعلق ہے؟"
"سر سب بتاؤں گا آپ کو بس تھوڑے سے حقائق سے نقاب کشائی باقی ہے۔ سر اس ڈیپارٹمنٹ میں میں یک مقصد لے کر آیا تھا اور وہ مقصد یہ تھا کہ ہمایوں احمد کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانا۔ میرے جمع شدہ حقائق کا ایک اہم مہرہ منظر سے غائب ہے۔ لالہ رخ سر یہ بظاہر برسوں پہلے مرجانے والا کردار ہے مگر حقائق کی تلاش کے دوران مجھ پر واضح ہوا کہ اصل حقائق وہ نہیں جو نظر آرہے ہیں۔ سر مجھے لالہ رخ کے شوہر اگر وہ مر نہیں گیا اور اس کے بچوں کی تلاش ہے بس۔"
"اوہ یہ تو بہت الجھی ہوئی کہانی ہے۔ ہم یہ تو سب ہینڈل کرہی لیں گے مجھے پہلے ایاز عبدالقیوم کے متعلق بریفنگ دو۔ مجھے فی الحال ایاز والا معاملہ ہینڈل کرنا ہے۔" مصطفیٰ کے لہجے میں ایاز کے لیے ایسی ناگواری ضرور تھی کہ امجد خان نے سر اٹھا کر اسے بغور دیکھا۔
"سر کوئی خاص بات ہے؟"
"ہوں۔"
"ایاز کے متعلق تم نے جو بھی حقائق جمع کیے ہیں وہ بتاؤ۔"
"سر ایک بات پوچھوں برا تو نہیں مانیں گے؟" مصطفیٰ نے اسے دیکھا وہ الجھا ہوا تھا۔
"ہاں کہو۔"
"آپ کی تو ان لوگوں سے رشتہ داری ہے آئی مین آپ کے بڑے بھائی عباس علی کی شادی عبدالقیوم کی بیٹی سے ہوئی ہے آپ کو تو ایاز نامی شخص سے متعلق سب باتوں کا علم ہوگا۔ پھر خصوصاً یہ انویسٹی گیشن کیوں کروائی جا رہی ہے۔" وہ جھجکتے ہوئے استفسار کررہا تھا۔ مصطفیٰ مسکرا دیا۔
"بس ضرورت پڑگئی ہے تم پہلے حقائق بتاؤ پھر میں تمہیں وجہ بتاتا ہوں۔"
"سر یہ تو فطری بات ہے جو بیج بوئیں گے فصل بھی وہی ہوگی۔ ایاز اپنے ماں باپ کی فطرت سے کہیں بہت بڑھ کر

بلکہ ماں باپ سے دو ہاتھ آگے ہی ہے۔ ہائی سوسائٹی کے بچوں میں موجود تمام اخلاقی و سماجی برائیاں جوان کے طرۂ امتیاز ہوتی ہیں ایاز میں بھی پائی جاتی ہیں۔ کلب جانا، ڈرنک کرنا، صنف مخالف سے دوستی، وقت گزاری یہ بہت ہی عام باتیں ہیں۔ سر اس کا چار لڑکوں پر مشتمل گروپ ہے۔ یہ گروپ فی الحال کسی بہت بڑی سرگرمی میں ملوث نہیں۔ موبائل فون چھیننا، انجوائے منٹ کے طور پر کسی بھی راہ چلتے کو روک کر نقدی اور قیمتی سامان چھین لینا یا زیادہ سے زیادہ کسی بھی ۔۔۔ بس لڑکی کی زندگی اجیرن کردینا اس کی انتہائی حد اغوا یا ریپ کا کیس بھی ہوسکتا ہے۔" مصطفیٰ ششدر سا اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بلک بلک کر روتا شہوار کا معصوم و دلکش سراپا در آیا۔
"او مائی گاڈ۔" وہ ایک دم غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا امجد بھی فوراً کھڑا ہوا۔
"یہ کم سے کم حد ہے تو اس کی زیادہ سے زیادہ حد کیا ہوسکتی ہے؟" اس کے اندر ایک دم غم و غصے کا ابال اٹھا تھا۔
"سر یہ تو اس کی عام سرگرمیاں ہیں!"
"اور خاص سرگرمیاں کیا ہیں؟" امجد خان کو لگا جیسے مصطفیٰ خان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہو۔
"سر اس پورے گروپ کے سب لڑکے مل کر یہ کام کرتے ہیں یہ سب لڑکے چھوٹے موٹے گھرانوں کے نہیں ہیں۔ ان کے لیے یہ سب عام اور روٹین کی جسٹ انجوائے منٹ کی طرح ہے۔ اگر کبھی کسی متاثرہ خاندان یا فرد کی رسائی پولیس اسٹیشن تک ہوجائے اور ان کے خلاف کارروائی کروانا چاہے تو وہ بے چارہ خود ہی کسی جرم یا الزام میں دھرلیا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جن کی لڑکیوں کو زیادتی یا اغوا کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جو بہت غریب یا مجبور گھرانے کے لوگ ہوتے ہیں۔"
"مائی گاڈ۔" ادھر سے ادھر ٹہلتے بڑی مشکل سے وہ اپنے اندر اٹھنے والے اشتعال پر قابو پانے کی کوشش کررہا تھا۔
"دس از ٹو مچ۔" امجد خان خاموشی سے اس کا اضطراب دیکھ رہا تھا۔
"اور ابھی تک ان کے خلاف کسی نے کوئی ری ایکشن نہیں لیا۔ کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔" ایک دم رک کر امجد خان کا چہرہ دیکھا۔
"سر کارروائی تو تب کی جائے جب کوئی ثبوت باقی ہو یا معاملہ تھرو پراپر چینل سے پیش کیا جائے۔ ان لڑکوں کے والدین معاملے کو اگلے قدم میں داخل ہونے ہی نہیں دیتے دے دلا کر متاثرہ خاندان کو چپ کرادیتے ہیں۔"
"کیا تم جانتے ہو ایسے کسی متاثرہ خاندان کو؟"
"سر پتا کرانا مشکل نہیں۔"
"تو پھر ٹھیک ہے میں اپنی تمام فورس اور ریسورسز اس کیس کو ہینڈل کرنے کے لیے استعمال کرنے کو تیار ہوں۔ تم ان میں کسی ایسے خاندان کو منظر عام پر۔۔۔ جو واقعی متاثرہ ہے محض جھوٹ پر مبنی نہ ہو۔ اب عبدالقیوم صاحب کی نیک نامی اور شرافت کا بھانڈا بیچ چوراہے پر میں پھوڑوں گا اور اس ایاز اور اس کے ساتھیوں کو عبرتناک انجام سے دوچار کرانے کو تیار ہوں۔"
"سر! یہ کام ہوجائے گا مگر سر مجھے اس کی وجہ بھی بتادیں تاکہ میں اندازہ لگاسکوں کہ اس شخص کے متعلق اور کس قسم کے ثبوت درکار ہونا چاہیے۔" امجد خان نے دھیمے سے کہا تو مصطفیٰ ایک گہرا سانس لیتا کرسی پر ٹک گیا۔
"جس میڈیکل کالج میں یہ زیر تعلیم ہے وہاں میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ہستی ہیں ۔۔۔ یوں سمجھو امجد جان لو یہ بدکردار شخص کی غلاظت کے چھینٹے کسی کے وجود کو کس طرح داغ دار کرسکتے ہیں۔ میں ڈائریکٹ اس کیس کو ہینڈل کرسکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے خاندان کی ذات کسی طور بھی گوارہ نہیں۔ تم متاثرہ

خاندان میں سے کسی ایک فرد کو بھی منظر عالم پر لے آؤ باقی معاملے کو ہینڈل کرنا میری ذمہ داری ہے۔ اس شخص کو اپنی بدکرداری کی سزا جھیلنا ہوگی۔"

"اوکے سر!" امجد خان فوراً سارا معاملہ سمجھ کر سر ہلا گیا۔

"سر ایک مشورہ دوں؟" وہ کچھ جھجکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں بولو۔"

"انسپکٹر شہناز ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا وہ مہرہ ہے جس کی ذہانت کے سامنے بڑے بڑے کرمنل گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوسکتے ہیں۔ ہم ان پر ہر چینز کو استعمال کریں گے اس شخص کے تھرو اس کے والد اور پھر ماضی کے تمام حقائق سے پردہ اٹھ سکتے ہیں۔ سر بغیر کسی کے نانچ میں آئے ہم اس شخص تک رسائی پا سکتے ہیں۔" امجد خان کے مشورے پر مصطفیٰ نے بڑی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو امجد خان کہ میں کسی بھی کیس کو حل کرنے کے لیے کسی عورت کو استعمال کرنا مردانگی، غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ وہ عورت ذات ہیں اور مرد بہر حال مرد ہی ہوتا ہے۔"

"سر انسپکٹر شہناز پہلے بھی ایسے بے شمار کیسز بہت کامیابی سے ہینڈل کر چکی ہیں بغیر کسی نقصان کے جسٹ اپنی ذہانت کے بل بوتے پر۔ آپ اس چیز کی فکر مت کریں۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں ان تمام لیڈیز کو ایسے کیسز سے نمٹنے کے لیے تمام ٹرکس سمجھائے اور سکھائے جاتے ہیں۔ اگر کامیابی نہ بھی ہو مگر اپنے آپ کو سنبھالتے معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی یہ خواتین ضرور کوشش کرتی ہیں۔" امجد خان کا انداز قائل کرنے والا تھا وہ چند پل بغور اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ انسپکٹر شہناز کے کردار پر کوئی حرف نہ آئے گا۔"

"سر یہ ہماری ڈیوٹی ہے اتنی لڑکیوں کو ذلت بھری زندگی سے بچانے کے لیے کسی نہ کسی ایک کو دلدل میں اترنا ہی پڑے گا نا۔ مجھے یقین ہے جسے میں دلدل میں اترنا کہہ رہا ہوں انسپکٹر شہناز اس دلدل سے بخیر و عافیت نکلنے تمام معاملے کو نبٹانے میں ہماری مدد ضرور کرے گی۔"

"ٹھیک ہے آج سے اس کیس پر کام شروع کردو اور انسپکٹر شہناز کو تمام صورت حال سمجھا کر اچھی طرح بریف کر کے میرے پاس بھیجو۔" کچھ دیر سوچنے کے بعد بالآخر اس نے ہاں کہہ دی تھی۔

"یس سر۔" وہ اٹھ کر سلام کرتے باہر نکل گیا تھا۔ اس نے آہستگی سے فائل کھول لی تھی جوں جوں وہ فائل میں موجود حقائق اور دلائل کو اسٹڈی کر رہا تھا اس معاملے کے متعلق تمام ثبوت اور ریکارڈز سمیت حقائق اس فائل میں موجود تھے۔ مصطفیٰ کی دلچسپی از حد بڑھ گئی تھی۔

"بھئی یہ امجد خان تو بڑا کارآمد انسان ہے۔ حیرت ہے اتنے کم عرصے میں اتنی مدلل اور تفصیلی معلومات۔" وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ ان معلومات کو حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی ساری زندگی کی خوشیوں سے منہ موڑے صرف اسی ایک کیس کو حل کر رہا تھا۔ یہ معلومات ایک دو دن کا نچوڑ نہ تھیں بلکہ ساری زندگی کی جہد مسلسل تھیں۔ جس سے ابھی مزید حقائق واضح ہونے تھے۔ وہ بڑی باریک بینی سے کیس اسٹڈی کر رہا تھا جب دروازے پر دستک دے کر انسپکٹر شہناز اندر داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام۔" اس نے ایک نظر بغور اس عورت کو دیکھا۔ نہایت خوب صورت اور تیکھے نقوش کی مالک یہ پچھلے [illegible] سال سے اس ڈیپارٹمنٹ میں تھی۔ اس کا گزشتہ ریکارڈ بہت صاف شفاف اور بے داغ تھا۔ یہ اپنی عمر سے کئی سال [illegible]

غزل

ہو رہا ہے کیا نظر کے سامنے
مجھ کو لوٹا میرے گھر کے سامنے
رو رہا تھا ایک مفلس کس قدر
شہر کے اک معتبر کے سامنے
زخم میری حسرتوں کے چاک تھے
آج بھی اس چہرہ گر کے سامنے
رہا ہے گھر نظر [illegible] کا
سر جھکے کیوں اہل زر کے سامنے
پوچھنے والا نہیں رانا کوئی
قتل ہوتے ہیں نظر کے سامنے

قدیر رانا ۔ راولپنڈی

[illegible] تھی شاید یہ اس لیے تھا کہ یہ اپنے آپ کو مین ٹین رکھتی تھی۔

"آپ کو امجد خان نے تمام صورت حال سمجھادی ہے کیا؟"

"جی سر۔"

"آپ کے سامنے ایک نہایت اوباش اور آوارہ مزاج لڑکا ہوگا۔ کس طرح ہینڈل کرنا ہے اندازہ ہے؟" سنجیدہ انداز میں اسے دیکھا وہ مسکرادی۔

"سر میں نے اس سے بھی زیادہ مکار اور جہاندیدہ مردوں کو ہینڈل کر چکی ہوں۔ ایسے لڑکے تو بس ایک دو ملاقاتوں کی مار ہیں۔ مگر سر میں اپنی پوری کوشش کروں گی کہ آپ کے اعتماد پر پورا اتر پاؤں۔"

مصطفیٰ نے چند پل اسے دیکھا۔ وہ بے پناہ خوب صورت تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے بار بار شہوار کا سراپا آ کر ہانپ مچاتا رہا۔

"سر آپ فکر نہیں کریں یہ میری ڈیوٹی ہے۔ ہر سال مجھے اسپیشلی ٹریننگ اسی لیے دی جاتی ہے کہ اگر صورت حال ایسی گمبھیر ہو تو کیسے معاملے کو ہینڈل کروں گی۔ سر وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔" اس نے بڑے ریلیکس انداز میں کہا تو مصطفیٰ کے اعصاب بھی قدرے پرسکون ہوئے۔

"آپ کو کیا کرنا ہوگا اور کیسے یہ سب تفصیلات آپ کو عین وقت پر دی جائیں گی۔ آپ نے تمام بریفنگ براہ راست مجھے اور امجد خان کو دینا ہوگی۔ کوئی بھی قدم ہماری نالج میں رکھ کر اٹھانا ہوگا۔ چھوٹی سے چھوٹی بات کی تفصیل ہم تک پہنچانا ہوگی۔ میں ذاتی طور پر عورت کو استعمال کرنا بہت غلط سمجھتا ہوں۔ یہ اگر بہت سی جانوں کی ناموس کی بات نہ ہوتی تو میں قطعی آپ کو زحمت نہ دیتا۔" اس نے اس پر صاف واضح کردیا تھا۔

"ڈونٹ وری سر۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

مصطفیٰ نے سائیڈ پر رکھا لیپ ٹاپ اپنے سامنے کھول لیا تھا۔ کئی کیز پریس کرنے کے بعد اس نے لیپ ٹاپ کا رخ انسپکٹر شہناز کی طرف موڑ دیا تھا۔

"یہ چہرہ آپ غور سے دیکھ لیں۔" انسپکٹر شہناز نے اسکرین پر جھلملاتے چہرے کو بغور دیکھا اور مصطفیٰ شاہ زیب علی کو

جو از حد سنجیدہ تاثرات لیے ہوئے تھا۔

"یس سر۔"

"ایک یہ چہرہ بھی ازبر کریں۔" اس نے "کی" دباتے ایک اور چہرہ سامنے کیا تھا۔

"یس سر کرلیا ہے۔" وہ بولی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے اعتماد پر پورا اتریں گی۔ میں یہ فائل اسٹڈی کرلوں اگلا لائحہ عمل آپ کو بتا دوں گا۔ اب آپ جاسکتی ہیں۔" وہ سلام کرتے الٹے قدموں باہر نکل گئی تھی۔

مصطفیٰ شاہزیب علی نے لیپ ٹاپ بند کرکے چند منٹ بغور سوچا اور پھر اپنے سامنے رکھی فائل دوبارہ کھول لی تھی۔

❁ ... ◉ ... ❁

وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہ کارپٹ پر اپنی کتابیں بکھیرے بظاہر ان میں مصروف دکھائی دے رہی تھی۔ مگر اس کا دھیان اس جانب تھا نہیں۔ اس نے نظر ہٹا کر اطراف میں دیکھا۔

ٹی وی چل رہا تھا۔ ایک صوفے پر مہر النساء بیگم اور لائبہ بھابی آپس میں باتیں کررہی تھیں اور ان کے مقابل بیٹھی عادلہ کی تمام تر توجہ شہوار کی طرف تھی۔ پتا نہیں وہ اسے گھور رہی تھیں یا اس کی محویت کو پڑھ رہی تھیں۔ وہ اندازہ نہ لگا سکا۔

وہ اندر جانے کی بجائے باہر لان کی طرف آگیا۔

اس پر آج امجد کی تیار کی گئی فائل کو اسٹڈی کرکے عبدالقیوم کی شخصیت کے متعلق عجیب و غریب انکشافات ہوئے تھے۔ اسے تو عادلہ بھابی کا اپنے خاندان میں پایا جانا بھی اب کسی ڈرامے کا حصہ لگ رہا تھا۔ وہ جوں جوں اس کیس کے متعلق سوچ رہا تھا مزید الجھتا جارہا تھا۔ مگر بہرحال کچھ واضح ہونے کے باوجود بہت کچھ ابھی بھی پس منظر میں تھا۔ کچھ ایسا غیر حقیقی اور پراسرار ضرور تھا جس تک ابھی امجد خان کی رسائی نہیں ہوپائی تھی۔ شاید اسی لیے امجد خان کوئی فیصلہ کن قدم نہیں اٹھا پارہا تھا۔

اگر لالہ رخ واقعی زندہ ہے تو وہ مرنے والی عورت کون ہے؟ وہ جوں جوں سوچ رہا تھا اسے یہ کہانی مزید الجھتی محسوس ہورہی تھی۔ رخشندہ کام نبٹا کا باہر نکلی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہ اس پر پڑی تو پکار لیا۔

"سنو رخشندہ۔ شہوار بی بی کو بھیجو انہیں کہو میں بلا رہا ہوں۔"

"جی صاحب۔" وہ فوراً چلی گئی تھی۔

دو تین منٹ بعد اسے شہوار آتی دکھائی دی تو وہ سیدھا ہوکر کرسی پر ٹک گیا۔

"آپ نے بلایا تھا؟" اس کے انداز میں الجھن تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"آؤ بیٹھو۔" اس نے مقابل پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے ٹک گئی اور پھر اسی خاموشی سے مصطفیٰ کو دیکھنے لگی۔

"کیا کررہی تھیں؟" بڑی سی چادر میں اپنے آپ کو چھپائے وہ کافی افسردہ سی لگی۔

"اسٹڈی کررہی تھی۔" نہایت سنجیدگی سے جواب ملا تھا۔

"آج کالج میں سارا دن کیسا گزرا؟" اس نے اس کی سنجیدگی محسوس کرکے براہ راست وہ بات پوچھی جس کے لیے بلوایا تھا۔

"بس ٹھیک تھا۔" وہ خاصی اکتائی ہوئی لگی اسے۔ وہ چونکا۔

"خیریت؟" اس نے اس کے رویے کی وجہ جاننا چاہی۔

"جی۔"

"ایاز کالج آیا تھا آج؟" بغور اس کا چہرہ دیکھتے اس نے پوچھا۔

[illegible] سے اپنا ضبط جواب دیتا محسوس ہوا اور آنکھیں بے اختیار چھلک اٹھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔ اور مصطفیٰ اس ردعمل پر حیرت زدہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"شہوار کیا ہوا اس نے تمہیں پریشان کیا ہے یا کوئی الٹی سیدھی حرکت یا بکواس کی ہے تو مجھے بتاؤ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" ایک دم اس کی مردانگی عود کر آئی تھی۔ وہ روتی رہی۔ مصطفیٰ شاہزیب علی کو اس کا رونا عجیب اذیت میں دھکیل گیا۔ وہ بے اختیار اٹھ کر اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھا تھا۔

"شہوار پلیز، رو مت، کچھ بتاؤ تو سہی۔" ملتجی انداز میں کہتے مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما تھا مگر وہ فوراً ہاتھ جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج پہلی بار کسی مرد نے اس کے ہاتھ کو چھوا تھا۔ ورنہ وہ تو خود کو سینت سینت کر رکھنے کی عادی تھی۔ اسے اپنا آپ پہلے ہی ان دیکھی آگ میں جلتا محسوس ہورہا تھا مصطفیٰ کے گرم ہاتھ کی حدت نے دہرے انداز میں اثر کیا تھا۔

"کیا ہوا؟" اسے یوں بدک کر اٹھتے دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

"آپ نے مجھے صرف یہی پوچھنے کے لیے بلوایا ہے یا کوئی اور بات بھی کہنی ہے؟" بمشکل اپنے آپ کو سنبھالتے آنسو صاف کرتے اس نے کہا تو وہ حیران ہوا۔ شہوار کا انداز بڑا ناراضی لیے ہوئے تھا۔ اسے حیرانی ہوئی۔

"ظاہر ہے اسی پرابلم کے متعلق جاننے کے لیے بلایا ہے۔" اس نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"مجھ سے اس بارے میں بار بار پوچھ کر مجھے کانٹوں پر مت گھسیٹیں۔ ذلت سے مر جانے کا مقام ہے یہ میرے لیے۔ میرا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ میری ماں آپ لوگوں کی پناہ لینے والی عورت ہے اور میں اس کی بے بس و مجبور بیٹی جو آپ کے ٹکڑوں پر پل رہی ہے۔" اس کے اندر تو آگ دہک رہی تھی۔ ایاز اسی لیے تو اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ دن رات کی اذیت عفریت کی طرح اس کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی۔ وہ کسی اچھے گھرانے کی ہوتی تو وہ کیونکر اسے تنگ کرتا۔

"شٹ اپ کیا بکواس ہے یہ؟ خود ترسی کا یہ کون سا انداز ہے اور یہ بکواس کس نے کی ہے؟" اس کے الفاظ پر وہ بھی [illegible] غصے سے گویا ہوا تھا۔

"آپ کو اس سے کیا کہ کس نے یہ بکواس کی ہے؟ یہ بکواس محض بکواس تو نہیں ایک اٹل حقیقت ہے۔ یہ خود ترسی کا انداز نہیں وہ سفاک حقیقت ہے جسے ابھی تک میں بھلائے بیٹھی تھی۔ میری ماں محض پناہ حاصل کرنے والی ایک عورت ہے اور میں ان کی بیٹی۔ کسی کے کہنے سے میں یا آپ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ فیکٹ از فیکٹ۔" مصطفیٰ نے بڑے غصے سے اسے دیکھا۔

"کیا کہا ہے اس نے آج؟" اس کے سب و لہجے میں اک آگ سی در آئی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا اس کے رونے کی وجہ۔

"یہ جاننا کہ انسان کی غلاظت کی آخری حد کیا ہوسکتی ہے بھلا؟" وہ روبرو بولی تھی اور مصطفیٰ کئی ثانیے تک گم صم کھڑا رہا تھا اور پھر کچھ سوچتے اس نے خود کو پرسکون کیا۔

"تم ٹینشن کس چیز کی لے رہی ہو تم؟ تم نے اپنا مسئلہ مجھ سے ڈسکس کردیا مطلب اب یہ میرا ہیڈک ہے۔ تم پرسکون رہو اور پریشان نہ ہو چند دن اس کی بدتمیزیاں چپ چاپ سہہ جاؤ پھر سب نارمل ہوجائے گا پرامس وہ اب تمہیں کچھ کہے گا اور نہ ہی کرے گا۔" وہ انگاروں پر لوٹ گئی۔

"اتنا آسان سمجھا [illegible]

"جب اعتبار کیا ہے تو مکمل کرو یہ بے اعتمادی کیوں بھلا؟ کہا نا اب یہ میرا مسئلہ ہے اور ادھر آرام سے بیٹھ کر مجھے بتاؤ کہ اس نے آج کیا بکواس کی ہے؟" وہ اسے اشارہ کرتے خود بھی بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی بیٹھ کر دھیرے دھیرے سب بتانے لگی۔ ساری بات سننے کے بعد اسے اپنا خون کھولتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس حد تک چلا گیا تھا۔ وہ کتنی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا تھا اور شہوار سر جھکائے شرم و ندامت سے مر جانے کو تھی۔

"شہوار بی بی آپ کا فون ہے؟" دونوں بغیر ایک دوسرے سے نظریں ملائے سر جھکائے اسی طرح گم صم اپنی اپنی سوچوں میں غرق تھے جب ملازمہ کی آواز نے دونوں کو چونکا دیا تھا۔ شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا۔ رخشندہ اس کا موبائل تھامے کھڑی تھی۔ جو مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے موبائل لے کر اسکرین پر نظر ڈالی۔ حویلی سے کال تھی۔ یقیناً تابندہ بی تھیں۔

"السلام علیکم!" اپنی آواز کو بحال کر کے اس نے کال ریسیو کی تھی۔

"وعلیکم السلام کدھر تھیں۔ میں کتنی دیر سے کال کر رہی تھی۔"

"موبائل روم میں تھا۔ بس پتا نہیں چلا۔" مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔ سب و لہجے سے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ دوسری طرف کون ہے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیں آپ ٹھیک ہیں نا اور بابا صاحب کیسے ہیں؟" مصطفیٰ ریلیکس ہو کر کرسی کی پشت گاہ سے کمر ٹکا کر سیدھا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں اور بابا صاحب بھی مجھے تم سے بات کرنی تھی۔ آج بھابی بیگم کی دو دفعہ کال آ چکی ہے وہ مجھ سے میرا جواب مانگ رہی ہیں۔ تم جانتی ہو مجھے کوئی انکار نہیں صرف تمہاری وجہ سے انہیں ٹال رہی ہوں۔ اب بتاؤ کیا سوچا ہے تم نے۔ میں بھابی کو ہاں کہہ دوں۔" اس نے گھبرا کر نگاہ اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا وہ مکمل طور پر متوجہ تھا اس کا دل عجب انداز میں دھڑکنے لگا۔ اسے اپنی ہتھیلیاں بھیگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ ایک دم جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ کو پہلے بھی منع کر چکی ہوں اب بھی انکار ہے۔" وہ ایک دم وہاں سے ہٹ کر قدرے فاصلے پر آ رکی تھی۔

"پاگل پن کی باتیں مت کرو مصطفیٰ سے بہتر تمہیں عمر بھر کوئی رشتا نہیں ملنے والا۔" دوسری طرف سے انہوں نے خاصا ناراض ہو کر کہا تھا۔

"پاگل پن کی بات نہیں امی یہ مصطفیٰ آخری فرد تو نہیں ہیں امی یہ خاصا بے جوڑ تعلق ہے۔ پہلے ہی دنیا اس کے گھر رہ کر ان کے ٹکڑوں پر پلنے کے طعنے دیتی ہے اور مزید نجانے کیا کیا سننا پڑ جائے۔ سوری امی مجھے یہ کردار کسی قطعی قبول نہیں۔" اس کا انداز دوٹوک تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ میں انکار نہیں کروں گی کان کھول کر سن لو۔ میں ایک عمر گزار چکی ہوں ہر طرح کے لوگ اور رویوں کو جھیل چکی ہوں تم ابھی بچی ہو میں نے تم سے خوامخواہ میں پوچھ لیا تھا۔ چاہیے تو مجھے تھا کہ ڈائریکٹ بھابی کو ہاں کر دیتی جواب بھی کر دوں گی۔ تم اپنا بھلا نہیں سوچ سمجھ رہی تو میں احمق ... تمہیں کنوئیں میں چھلانگ لگاتے دیکھتی رہوں۔ میں آج بھابی کو ہاں کہہ رہی ہوں۔ اب میں بھابی بیگم کو جلد از جلد اس رشتے کو کسی نام سے منسوب کرنے پر زور دوں گی۔" ان کا انداز کیسا اٹل اور فیصلہ کن تھا۔ شہوار نے بے چارگی سے موبائل کو دیکھا لائن کٹ چکی تھی۔

"کیا بات ہے معلوم ہوتا ہے بوا جی سے کوئی بحث چل رہی تھی تمہاری۔" اسے کتنی دیر تک اپنی جگہ سے ہلتے نہ پا کر وہ خود ہی اٹھ کر اس کی طرف چلا آیا تھا۔

حنا کنول

ڈیئر قارئین کرام اینڈ فرینڈز! السلام علیکم: مجھ سے ملیے میں ہوں حنا کنول گھر والے پیار سے مجھے چندا کہتے ہیں اور میری امی جان مجھے چاندی کہتی تھیں۔ میں 28 دسمبر کو ملتان میں پیدا ہوئی لیکن ابو جی کے کاروبار کی وجہ سے شہر حویلی لکھا میں رہتے ہیں۔ ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میں درمیان میں ہوئی اور فائدے میں بھی کیونکہ میں اپنی امی کی لاڈلی بیٹی تھی۔ اس لیے کہ کیونکہ میری امی جان میری دوست آج سے تین سال پہلے 24 فروری کو ہمیں چھوڑ کر اللہ میاں کے پاس جا چکی ہیں۔ آپ سب دعا کریں کہ اللہ میری پیاری امی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ابو جی کا سایہ تاقیامت ہم پر قائم رکھے آمین۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ بہت حساس ہوں۔ خوبی یہ ہے کہ میں ایک اچھی بیٹی اچھی بہن اچھی نند اور ایک اچھی دوست ہوں۔ میری بہت سی دوست ہیں جن میں کوثر اقبال ناصرہ احمد صدیقہ فاطمہ حنا شاہ قیصرہ خان فوزیہ اکبر شاہ بلی تنزیلہ میری بھابی اور مرزا فرخ بیگ میرے بھائی شامل ہیں۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ چندا تم جس دن اداس ہو کر بات کرتی ہو تو میرا سارا دن اداس گزرتا ہے۔ میرا پسندیدہ کلر بلیک ہے کھانے میں چاول سبزیوں میں کریلے اور پھلوں میں آم اور کیلا پسند ہیں۔ خوشبو صرف DOIT۔ محبتیں تلاش کرتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے ساری دنیا کو اپنا بنا لوں۔ قرآن مجید میری پسندیدہ کتاب ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں اپنے ابو جی کے ساتھ حج یا عمرہ کروں اور سارے جہاں کی خوشیاں اپنی بہن عروج کے لیے خرید لوں (کاش ایسا ہوتا)۔ میں چار رسالے لیتی ہوں جن میں آنچل حجاب کرن اور پاکیزہ شامل ہیں لیکن آنچل از بیسٹ لیکن بہت کوشش کر کے آنچل میں کبھی لکھ پاتی ہوں کیونکہ ابو نے مجھے اسکول بنا کر دیا ہے۔ جو میری امی جی کے نام پر ہے۔ جہاں میں بطور پرنسپل اپنے فرائض انجام دینے میں مصروف رہتی ہوں۔ ڈیئر فرینڈز تعارف کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا۔ اس لیے اب اجازت چاہوں گی۔ اس دعا کے ساتھ ہمارا آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین اور آپ سب خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں کیونکہ زندگی بہت کم ہے کوشش کریں کہ ہنستے ہوئے کٹ جائے زندگی کا سفر۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

"کوئی بحث نہیں چل رہی تھی۔" بڑی تلخی سے کہہ کر وہ خاصے ناراض تاثرات لیے تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے نکل گئی تھی۔ مصطفیٰ نے حیرت سے اس کا ری ایکشن نوٹ کیا تھا۔

"بڑی لمبی نشست جمی تمہاری مصطفیٰ شاہ زیب علی کے ساتھ۔ ویسے کیا راز و نیاز ہو رہے تھے۔" عادلہ بھابی کے پانی سے بھیگے سب و لہجے سے بچے الفاظ نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔ وہ راہداری میں ہی رک گئی تھی۔ انہوں نے بڑے ... انہ تاثرات لیے اسے دیکھا تھا۔ وہ چند قدموں کے فاصلے پر تھیں۔

"آپ سے مطلب؟" وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ ایک دم تمام ملحوظ بالائے طاق رکھتے ہوئے بولی تھی۔ عادلہ نے ... سے اسے دیکھا۔

"... ہماری بلی ہمی کو میاؤں۔" اس کا انداز تضحیک آمیز تھا۔ وہ جھلس کر رہ گئی۔

"میں آپ کے سامنے کسی بات کی جواب دہ نہیں ہوں۔ نہیں سمجھنے سے۔" وہ بھی غصے سے جوابی کارروائی کر رہی تھی۔ وہ کیوں لحاظ کرتی ان کا بھائی ہر حد پار کرتا جا رہا تھا۔ پھر وہ کیوں لحاظ کرتی۔

... ہماری پیاری خواہش ہے سکون سے ... مصطفیٰ کے لیے تمہارا پروپوزل دیا گیا ہے مگر یہ ذہن میں رکھو صرف ... دیا گیا ہے مصطفیٰ شاہ زیب کی زندگی میں تم جیسی دو ٹکے کی لڑکیاں داخل ہونے لگیں تو پھر ایسے ویسوں کی تو

امید ہی نہیں رکھنی چاہیے۔'' انہوں نے گویا اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے تھے۔

''عادلہ بھابی پلیز حد ہوتی ہے کسی بات کی۔ میں ہمیشہ آپ کے طنزیہ جملے برداشت کر لیتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی زر خرید ہوں میری اپنی ایک سیلف ریسپیکٹ ہے۔'' آج تو اس کی گویا برداشت کی ساری حدیں ہی ختم ہو گئی تھیں۔ عادلہ نے بہت تعجب سے اسے دیکھا آج وہ بہت بدلی بدلی محسوس ہوئی ناقابل فہم ان کے منہ پر دو بدو جواب دیتی۔ خاصی بدلحاظ بھی۔

''اور مجھے اپنی اوقات اپنا مقام بہت اچھی طرح از بر ہے آپ خدارا بار بار مجھے یہ مت احساس دلایا کریں کہ میں اس گھر کے ٹکڑوں پر پلنے والی دو ٹکے کی لڑکی ہوں میں جو بھی ہوں مجھے اچھی طرح علم ہے۔'' وہ اس قدر غصے سے بولی تھی کہ اس کے پیچھے آتے مصطفی کے قدم راہداری میں ہی ٹھٹک گئے تھے۔

''یہ ہو رہا ہے یہ؟'' شہوار کے الفاظ اور عادلہ بھابی کی موجودگی سے ایک پل لگا تھا صورت حال سمجھنے میں۔ شہوار اس کی آواز سن کر سن رہ گئی اور پھر احساس توہین سے اسے اپنا چہرہ جھلستا محسوس ہوا۔ یعنی یہ شخص سب سن چکا تھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ بغیر رکے بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لپکی تھی۔ عادلہ بھابی کے چہرے پر بڑی فاتحانہ قسم کی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ اس ساری صورت حال پر مصطفی کو پہلی بار اندازہ ہوا کہ شہوار کیوں اتنی تلخ ہو رہی ہے۔

❀ ● ❀

آج کالج میں دونوں کا دن اچھا خاصا خوشگوار گزرا تھا۔ شہوار بہت خوش تھی اور اس کی خوشی اس کے چہرے سے صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ انا گاہے بگاہے اسے خوش دیکھ کر مسکراتی رہی تھی۔

آج سارا دن انہیں ایاز عبدالقیوم نظر نہیں آیا تھا۔ ایاز اس کے اعصاب پر مسلسل ایک خوف کی طرح چھایا رہتا تھا جسے آج نہ دیکھ کر اندر ایک طمانیت کا احساس جاگا تھا۔ آج دونوں کتنے دنوں بعد کنٹین کی طرف آئی تھیں۔ یہ جگہ ایاز اور اس کے چمچوں کا مرکز تھی سو شہوار اس طرف قدم رکھنے سے گریز ہی کرتی تھی۔ دونوں نے کنٹین آ کر گرم گرم سموسوں کے ساتھ چائے کا آرڈر کیا تھا۔

''تم سناؤ احسن بھائی کی شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی ہیں۔''

''ماما اور روشی ہی سب دیکھ رہی ہیں۔ ہاں چھٹی والے دن روشی کی ہیلپ میں کر دیتی ہوں تو ماما کو کچھ فری ہینڈ ملا ہے۔ ڈریسز سارے کے سارے پاپا کے بوتیک سے آرڈر پر بنوائے گئے ہیں۔ ہاں ابھی ویڈنگ ڈریس باقی ہے۔ باقی تیاریاں بھی بس سو سو ہیں۔'' تبھی کنٹین کا ورکران کا آرڈر سرو کر گیا تھا۔

''ہیلو کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟'' انا اور شہوار دونوں نے چونک کر آنے والی ہستی کو دیکھا۔ اچھی خاصی پیاری لڑکی تھی۔ اک ادا سے بالوں کو جھٹکتے ان کے قریب ٹیبل کے پاس کھڑی اجازت طلب کر رہی تھی۔

''سوری آئی ڈونٹ نو ہو آر یو؟'' انا نے صاف چٹ پٹ جواب دیا تھا۔ لڑکی مسکرا دی جبکہ شہوار خاموشی سے لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ کالج میں آج سے پہلے انہوں نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا۔

''شفق مرتضیٰ نیو کمر آف دس کالج۔ اسلام آباد سے مائیگریٹ ہو کر ادھر آئی ہوں۔'' وہ کھڑے کھڑے ہی تعارف کروا رہی تھی۔

''اصل میں ساری ٹیبلز فل ہیں جو چند ایک ہیں وہ خالی ہیں۔ میں نے سوچا کہ اکیلے بیٹھنے کی بجائے کیوں نہ کسی کی کمپنی انجوائے کر لیا جائے۔'' شکل و انداز سے وہ خاصی ماڈرن لگ رہی تھی۔ کمال کی ڈریسنگ اور میک اپ کا ذوق تھا مگر

جنوری 2013ء

کل یکم جنوری ہے
اور اس کے بعد 365 دن کا بھرپور اسال
اپنے بوجھل دل کو جوان کر لو
امیدوں کو پھر سے ہرا کر لو
365 دنوں میں اک پل اک گھڑی اک دن
ایسا بھی ہو سکتا ہے
جو ہر زخم کا مداوا بن جائے
دل کی بنجر زمین کو ہرا بھرا کر دے

کہ زندگی اک روشنی
اک امید سے عبارت رہتی ہے دم آخر تک
امیدوں کو ہرا کر لو
آنکھوں کو سپنوں سے روشن کرو
اپنے دل کو جوان کر لو
یہی زیرلب دہرتی ہے
آخر بھیگی شام
''دسمبر'' کی

شگفتہ خان ـــ بھلوال

اس کے برعکس گفتگو میں بلا کی شائستگی تھی۔

''او کے اگر آپ کو اچھا نہیں لگا تو میں کہیں بھی بیٹھ جاتی ہوں۔ آپ لوگ انجوائے کریں۔'' وہ پلٹی تھی شہوار کو انا کی بد اخلاقی بری لگی۔

''سنیں...! آپ ہمیں جوائن کر سکتی ہیں۔ اس کے کہنے پر مسکرا کر بیٹھ گئی تھی۔

''تھینکس۔'' انا نے بڑی کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''آپ یہ سموسے لیں نا؟'' شہوار کی خلاقیات عروج پر تھی۔ انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

''وائے ناٹ۔'' وہ لڑکی بھی گویا آفر کی منتظر تھی۔ شہوار کی پلیٹ سے سموسہ اٹھا کر آرام سے کھانے لگی تھی۔

''آپ دونوں فرینڈز ہیں؟'' بڑی بے تکلفی سے پوچھا تھا۔

''ہیں۔'' انا نے سنجیدگی سے کہہ کر اپنی پلیٹ بھی اس کی طرف کھسکا دی تھی۔

''تھینکس مجھے سموسے بہت پسند ہیں۔'' انا خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتی اسے دیکھے گئی۔

''آپ دونوں نے اپنا تعارف نہیں کروایا؟'' انا کے سنجیدہ چہرے پر ایک مسکراتی نگاہ ڈالتے اس نے پھر شہوار کو دیکھا۔

''ہم دونوں فرینڈ ہیں۔ فورتھ ایئر میں ہیں' میرا نام شہوار سکندر ہے اور یہ انا وقار احمد ہیں۔'' شہوار نے سلیقے سے بتایا۔

''ویری نائس آپ دونوں کی طرح نام بھی بہت پیارے ہیں۔'' اس نے برملا تعریف کی تھی۔

''آپ کس ایئر میں مائیگریٹ ہو کر آئی ہیں۔'' انا کی سنجیدگی میں ذرا فرق نہ آیا تھا۔

''میں سیکنڈ ایئر میں مائیگریٹ ہو کر آئی ہوں۔ آپ مجھ سے دو سال سینئر ہیں نا۔'' اس نے کہا تو شہوار نے بھی غور سے دیکھا۔ لڑکی بلا کی خوب صورت تھی۔

''آپ مائیگریٹ ہو کر یہاں کیوں آئی ہیں۔'' اس نے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

''مجھے ڈاکٹری واکٹری سے کوئی دلچسپی نہیں بس مارے بندھے اس میں داخلہ لیا ہے۔ دو سال سے سیکنڈ ایئر میں ہی ہوئی ہوں۔ فادر کا ٹرانسفر ادھر ہو گیا تو پوری فیملی کو بھی یہاں شفٹ ہونا پڑا ہے۔ میرے والد میڈیسن کی بہت نامی گرامی شخصیت ہیں۔'' وہ لڑکی بڑی باتونی تھی۔ انا نے گھڑی دیکھی اور پھر شہوار کو۔

"سرزیدی کا پیریڈ شروع ہو رہا ہے۔ آج تو پریزینٹیشن ہے نا اور اس کے بعد اسپتال کا وزٹ۔ چلیں ہال تک پہنچتے ہوئے بھی پانچ منٹ لگ جاتے ہیں۔" شہوار بھی گھڑی دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"او کے شفق ہم چلتے ہیں۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ بھی کھڑی ہوگئی۔

"می ٹو۔" دونوں اس سے ہاتھ ملا کر ہال کی طرف آ گئی تھیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے اس لڑکی کے بارے میں؟" کچھ دور آنے کے بعد انا نے پوچھا۔

"اچھی ہے۔"

"اچھی ہی نہیں، خاصی بولڈ، باتونی اور چالاک بھی ہے۔" انا نے منہ بنایا تو شہوار ہنس دی۔

"تمہیں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہونا چاہیے تھا خاصی مشکوک فطرت رکھتی ہو۔"

"پولیس سے مجھے یاد آیا کل وہ ایاز کیا بکواس کر رہا تھا۔ مصطفیٰ شاہ زیب علی والے معاملے پر۔ تم نے بھی ذکر نہیں کیا۔ کیا اس کے ساتھ گاؤں گئی تھیں۔" انا فوراً یاد آنے پر پوچھ رہی تھی۔ ایاز کے ذکر پر شہوار کے اعصاب بڑی بری طرح چٹخے تھے۔

"خدا کے لیے انا اگر وہ شخص آج نہیں آیا تو اس کا ذکر کر کے تو موڈ خراب مت کرو۔" اس نے بڑی خفگی سے اسے گھورا تو وہ ہنس دی۔

"او کے نہیں کرتی اس کا ذکر مگر یہ مصطفیٰ شاہ زیب علی کا کیا ذکر ہے؟" وہ باز نہ آئی تھی۔

"کچھ نہیں، مصطفیٰ مجھے اور آنٹی کو لے کر گاؤں گیا تھا۔ انکل کا کوئی ضروری کام تھا وہاں اسی سلسلے میں۔ ساتھ ہمیں بھی لے گیا تھا۔" اس نے مختصراً بتایا۔

"تم نے پریزینٹیشن ریڈی کر لی ہے اور سر یوسف والے اسائنمنٹ کا کیا رہا؟" اس نے فوراً بات پلٹی تھی۔ اس کے بعد ہال پہنچنے تک دونوں اسی ٹاپک کو ڈسکس کرتی رہی تھیں۔ لیکچر اور وزٹ کے بعد دونوں اکٹھی ہی گیٹ تک آئی تھیں۔

شہوار نے نگاہ دوڑائی پارکنگ میں اس کی گاڑی نہیں تھی اس کا مطلب تھا کہ ابھی اسے ڈرائیور لینے نہیں آیا۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتی نگاہ واپس پلٹ رہی تھی کہ اس کی نظر ایک نہایت وجیہہ، دراز قامت، سوٹڈ بوٹڈ خوش شکل نوجوان پر ٹھہر گئی تھی۔ جوان کے پاس آ کر رکا تھا اور اسے دیکھتے ہی انا گڑبڑائی تھی۔

"ارے آپ۔"

"السلام علیکم! آنے والے نے بڑی گرم جوشی سے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" اس نے پرشوق نظروں سے اسے دیکھا اور پھر گھبرائی گھبرائی سی انا کو۔

"میں تمہیں لینے آیا تھا۔" وہ انا سے مخاطب تھا۔

"ڈرائیور کہاں ہے؟ آپ نے بھلا کیوں زحمت کی؟" انا کا انداز ہنوز ویسا ہی تھا۔ ولید نے اسے گھور کر شہوار کی طرف دیکھا۔

"آپ یقیناً شہوار ہیں؟"

"جی، مگر معذرت چاہتی ہوں میں شناسائی کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتی۔ آپ کون ہیں؟" انا کا ارادہ تعارف کروانے کا قطعی نہ تھا۔ وہ تو آنے والی صورت حال کا سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ ولید اس کو مسلسل نظر انداز کرنے کے بعد اب یہ راستہ اپنا رہا تھا۔ یقیناً اگلا لمحہ اس کے لیے خاصا مشکل تھا۔

دسمبر سو گیا ہے

اسے کہنا کتابوں میں رکھے سوکھے ہوئے کچھ پھول
اس کے لوٹ آنے کا یقیں اب تک دلاتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی جھیل سی آنکھیں کسی منظر پر چھا جائیں
تو سب منظر یوں ہی پھر بھیگ جاتے ہیں
اسے کہنا کہ ٹھنڈی برف پر کوئی کسی کے ساتھ چلتا ہے
تو قدموں کے نشاں پھر سے اسی کے لوٹ آنے کے نشاں دل پر بناتے ہیں
اسے کہنا کہ اس کی بھیگتی آنکھوں کا وہ آنسو
ستارے کی طرح اب تک ہمیں شب کو جگاتا ہے
اسے کہنا کہ بارش کھڑکیوں پہ اس کے آنسو پینٹ کرتی ہے
اسی کا نام لکھتی ہے
اسے ہی گنگناتی ہے
اسے کہنا کہ خوشبو، چاندنی، تارے، صبا، رستے، گھٹا، کاجل، محبت، چاندنی، شبنم، ہوائیں، رات، دن، بادل
سبھی ناراض ہیں ہم سے
اسے کہنا جدائی کے درختوں پر جو سوکھی ٹہنیاں ہیں
وہ ساری برف کی چادر میں کب کی ڈھک چکی ہیں
اور ان شاخوں پر یادوں کے
جو پتے تھے سنہرے ہو گئے ہیں
اسے کہنا دسمبر سو گیا ہے
اور یخ بستہ وہ بھیگی جنوری پھر لوٹ آئی ہے
اسے کہنا کہ لوٹ آئے

کتاب (دل درد کا ٹکڑا ہے)
شاعر: ارشد ملک

"ولید ضیاء احمد، انا کا ماموں زاد۔" تعارف اتنا مکمل تھا کہ شہوار کو مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔ وہ انا کی ساری فیملی سے غائبانہ طور پر متعارف تھی۔ شاید اسی طرح ولید بھی تھا۔ انداز تو یہی بتا رہا تھا۔

"اوہ کیسے ہیں آپ؟ روشی کیسی ہے؟" اس نے اخلاق نبھایا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے ٹھیک ٹھاک ہیں اور روشی بھی۔" پھر اس نے انا کی طرف چہرہ کیا۔

"ڈرائیور روشی کو لے کر پھوپو کے ساتھ شاپنگ کے لیے نکلا ہوا ہے۔ احسن بزی تھا سو مجھے ہی تمہیں پک کرنے کی زحمت اٹھانا پڑی۔" انا کے گھبرائے گھبرائے انداز کو نظر انداز کرتے اس نے اپنی آمد کی وضاحت کی تھی۔

"اوہ!" انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کیا خیال ہے چلیں۔" اسے اسی طرح کھڑے دیکھ کر کہا تو وہ چونکی۔ مسکرا کر سامنے دیکھا تو الجھ گئی۔ پارکنگ میں ایاز عبدالقیوم کی "زیرو میٹر" کھڑی تھی۔ وہ آج سارا دن دکھائی نہ دیا تھا مگر گاڑی موجود تھی۔ اگر اس نے ایک دو بار خود اپنی آنکھوں سے اسے اس گاڑی سے نکلتے نہ دیکھا ہوتا تو اور بات تھی مگر وہ کالج میں نہیں تھا۔ اب شہوار کو تنہا چھوڑ کر جانے کو اس کا دل نہ مانا۔

"شہوار کا ڈرائیور نہیں آیا ابھی وہ آ جائے تو پھر چلتے ہیں۔ آپ بے شک گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کر لیں۔" انا کے سنجیدہ انداز پر ولید نے کہا۔

"شہوار بھی ہمارے ساتھ آ جائے ہم ڈراپ کر دیں گے۔"

"نہیں میں ویٹ کر لیتی ہوں آپ دونوں زحمت نہ کریں۔ ڈرائیور بس آنے ہی والا ہوگا۔" اس نے فوراً انکار کیا تھا۔

"نہیں قطعی کوئی زحمت نہیں ہوگی اگر ہم ڈراپ کر دیں گے دوسری صورت میں ہم ویٹ کر لیتے ہیں ڈرائیور کے

آنے تک۔" ولید نے دونوں کو بغور دیکھا۔ انا کے انداز سے واضح ہوگیا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کر نہیں جائے گی اور شہوار ان کے ساتھ !

"اوکے میں ویٹ کرلیتا ہوں۔" وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا تھا۔

"تم نے خوامخواہ میں زحمت دی۔" شہوار کو اچھا نہیں لگا تھا۔ گیٹ پر کھڑے رہنا بھی مناسب نہ لگا تو دونوں نے واپس اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

"کوئی زحمت نہیں تم فون کرکے اپنے ڈرائیور کا پتا کرو وہ کہاں ہے آرہا ہے یا نہیں' ورنہ ہم ڈراپ کردیں گے۔" وہ دونوں واپس اندر چلی آئی تھیں۔ بات معقول تھی شہوار نے بیگ سے سیل نکال کر کال ملائی۔ جو ڈرائیور نے فوراً پک کرلی تھی۔

"کہاں ہو تم' میں کتنی دیر سے گیٹ پر کھڑی ویٹ کررہی ہوں کیا تم بھول گئے ہو؟"

"نہیں بی بی جی مصطفیٰ صاحب نے فون کرکے اپنے آفس بلا لیا تھا آپ بس پانچ منٹ انتظار کریں میں پہنچ رہا ہوں۔"

"مصطفیٰ نے کیوں بلوالیا تھا؟" اسے حیرت ہوئی۔

"بس بی بی جی' ویسے ہی بلوالیا تھا۔ ہدایت دینے کو۔" صاف لگا تھا کہ وہ اسے ٹال گیا ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے فوراً پہنچو۔" اس نے تحکم بھرے انداز میں کہتے کال ڈراپ کردی تھی۔

"پانچ منٹ میں پہنچنے کا کہہ رہا ہے۔" انا کو بتا کر اس نے موبائل فون بیگ میں ڈالا تھا۔

❀ ● ❀
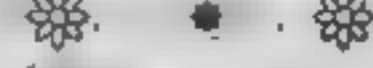
"ہاں تو اب فرمایئے انا وقار احمد صاحبہ' اتنے دنوں تک مجھ سے چھپنے کی ناکام سی کوشش کے پیچھے کیا وجہ کارفرما تھی؟" شہوار کو رخصت کرنے کے بعد وہ خود بھی گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ گاڑی جیسے ہی کالج کی حدود سے باہر نکلی اس نے براہ راست اس سے سوال کیا۔ انا اس جملے پر شپٹا کر رہ گئی تھی۔

"کوئی وجہ نہیں اور میں کیوں بھلا چھپنے لگی۔ بس اسٹڈی میں بزی تھی۔"

"ہاں تو یہی سوچ سوچ کر میں حیران ہوتا رہا۔ تم نارزن کی جا سکتیں بھلا کیوں مجھ سے ڈر کر چھپنے لگیں۔ پچھلے دنوں کوئی مسئلہ تو رہا ہوگا جو مجھ سے پہلوتہی کرنے کا سبب بنا ہوگا۔ میں سوچ سوچ کر الجھ کہ میں نے تمہیں کبھی ماضی میں ایسا کیا ادھار دے رکھا ہے۔ جس کا تقاضا اب میری طرف سے ہو رہا ہے اور تم دینے کی اہمیت نہیں رکھتیں اور شاید یہی بات مجھ سے چھپنے کی وجہ بن رہی ہے۔" بڑے سبھاؤ اور ٹھنڈے ٹھار لہجے میں وہ طنز کررہا تھا۔ انا نے ہونٹ دانت تلے دبا کر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ بڑی سبک خرامی اور محتاط روی سے ڈرائیونگ کی طرف متوجہ تھا۔

خوب صورت مردانہ خدوخال میں طنز کی آمیزش تھی۔ اس کے گہرے سیاہ بال اس کی کشادہ پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ مضبوط توانا ہاتھوں کی گرفت اسٹیرنگ پر تھی۔ گندمی خوب صورت ہاتھوں کی رگیں نمایاں تھیں۔

"یہ ہاتھ کسی کے گرد تحفظ کا حصار باندھتے کیسے لگتے ہوں گے۔" اس کے اندر کی شوریدہ سری نے بھونچال بپا کردیا تھا۔ گہری مقناطیسی آنکھیں اپنے اندر عجب مقناطیسیت لیے ہوئے تھیں۔ اسے لگا یہ مقناطیسیت اسے اپنی طرف شدت سے کھینچ رہی ہے۔ خوب صورت بھرپور چہرے کی سرخی بہت نمایاں تھی۔ انا کو اپنا دل اپنی کنپٹیوں میں دھڑکتا محسوس ہوا۔ نجانے کیوں وہ اس شخص کے سامنے اس قدر بے بس ہوجاتی تھی۔

"اب آپ کے پاس میرے اس سوال کا جواب محترمہ انا وقار احمد صاحبہ۔" وہی مخصوص طنزیہ انداز جو اس کے اعصاب کو

عجب خود فراموشی کی کیفیت میں جکڑ لیتا تھا۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانا چاہا۔

"بے وقوف نہیں ہوں میں اور نہ ہی مجھے اول فول بکنے کی عادت ہے؟" اس نے برا مناتے اسے گھورا تو بے اختیار ہی کی ہنسی بکھر گئی۔

"مائی گاڈ' میں کب آپ کو بے وقوف کہہ رہی ہوں۔ ماشاء اللہ آپ تو خاصے لائق فائق سمجھ دار ہیں۔" آخر میں شرارتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس نے بنا اس کی طرف دیکھے گاڑی ایک مشہور و معروف ہوٹل کی پارکنگ کی طرف موڑ لی۔

"خیریت' ادھر کیوں چلے آئے گھر نہیں جانا کیا؟"

"محترمہ میرا موڈ کسی بہت اچھی جگہ بیٹھ کر پیٹ پوجا کرنے کا ہو رہا ہے۔" گاڑی پارک کرکے اس نے اگنیشن میں سے چابی کھینچی۔

"مگر ہم گھر جا کر بھی تو لنچ کرسکتے تھے نا۔" وہ تھوڑا سا جھجکی۔

"گھر میں آپ شاید بھول رہی ہیں کہ صغریٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا پھوپو اور روشی شاپنگ کے لیے گئی ہوئی ہیں۔"

"مگر کھانے کے لیے اس نے کچھ نہ کچھ تو تیار کیا ہی ہوگا نا۔" احسن بھائی ضیاء ماموں اور پاپا کے علاوہ یہ پہلا اتفاق تھا وہ کسی اور کے ساتھ کسی جگہ کھانا کھانے آئی تھی۔ اس لیے ولید سے لاکھ انسیت والگاؤ سہی مگر وہ جھجک سی گئی تھی۔

"نو موراِیکسوز پلیز' کم آن۔" وہ اتر گیا تو وہ بھی اپنا بیگ سنبھالتی کتابیں اور فائل پچھلی سیٹ پر رکھ کر نکل آئی تھی۔ قدرے پرسکون گوشے میں ٹیبل سلیکٹ کرکے ولید نے اس کے لیے چیئر کھینچ کر بیٹھنے کا اشارہ کرکے خود بھی بیٹھ گیا تھا۔

"آج آفس میں کرنے کو کوئی کام نہیں تھا۔ لگتا ہے بہت فارغ ہوکر آئے ہیں۔" اردگرد کا جائزہ لیتے ماحول کمفرٹ ایبل محسوس کرکے وہ بھی ذرا پرسکون ہوئی تھی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں' اتنا فارغ تو میں قطعی نہیں ہوں۔ ہزاروں کام متوجہ کے منتظر تھے مگر ذرا تمہاری برین واشنگ کا کام زیادہ اہم تھا سو سب چھوڑ کر صرف اس ایک کام کے لیے آنا ہی پڑا۔"

"ہیں مجھے کیا ہوا ہے؟ بھلا میری برین واشنگ کیوں کریں گے۔" اس کے سنجیدہ انداز پر فوراً برا مناتے اس نے مینو کارڈ تھام کر کھول لیا تھا۔ ولید نے بغور دیکھا۔ چہرے پر بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے وہ خاصی لاپروا سی لگی۔ ولید نے بھی کارڈ کھول کر مینیو کا جائزہ لیا۔

"کیا کھاؤ گی؟" اس نے ایک سرسری نظر کارڈ پر ڈالتے اس سے پوچھا تو وہ کارڈ بند کرکے کندھے اچکا گئی۔

"آپ لنچ کرا رہے ہیں آپ کی مرضی ہے جو مرضی کھلادیں۔"

"ویٹر۔" ولید کے اشارے پر ویٹر فوراً حاضر ہوا تھا۔ ولید نے آرڈر نوٹ کرواتے اس سے بھی پوچھا۔

"چکن چیز کھاؤ گی نا؟" انا نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مزید ایک اور آئٹم لکھوانے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں اب اسٹارٹ ہوجاؤ' کھانا سرو ہونے تک تم اپنی بات آرام سے کرسکتی ہو۔ یاد رکھنا مجھے ٹالنے کی کوشش کروگی تو ان اٹھوں گی۔ تمہیں میری ناراضی کا اندازہ ہے اور نہ ہی میری مستقل مزاجی کا۔ میں جس بات پر یک دفعہ اڑ جاتا ہوں تو منوائے بغیر چھوڑتا نہیں ہوں۔" انا نے بڑی بے بسی و بے چارگی سے اسے دیکھا۔ اسے رہ رہ کر ان لمحوں پر غصہ آرہا تھا۔ جب اپنے احساسات و جذبات پر کنٹرول کھو کر اس شخص کے سامنے عیاں ہوئی تھی۔

وہ اس شخص کو بتاتی بھی کیا؟ وہ تو خود بھی بے خبر تھی کہ وہ کیسی سرد جنگ کا شکار ہے۔ اس کے احساسات و جذبات کسی انتشار کی زد پر ہیں۔

"ایک معمولی سی بات تھی بس شہوار سے متعلق معمولی سا ڈپریشن تھا۔ ریلی آپ بار بار ایک ہی بات کر کے مجھے ٹارچر مت کریں۔" رنجیدگی سے کہتے وہ گلاس وال سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"شہوار سے متعلق ڈپریشن تھا تو بھی بتادو وجہ کیا ہے؟" اس کی سنجیدگی میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔ وہ ایک دم جھنجلا اٹھی تھی۔

"آپ کو آخر مسئلہ کیا ہے؟ میں جیسا مرضی ری ایکٹ کروں آپ کو تو کچھ نہیں کہہ رہی نا اور پھر شہوار میری دوست ہے۔ دوستوں کی سو باتیں ہوتی ہیں۔ ہر بات بتانے والی بھی نہیں ہوتی۔" جھنجلا کر کہتے آخر میں وہ خاصی سخت ہوگئی تھی۔

"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایک دم ہائپر ہونے کی آخر وجہ تو کوئی ہے نا؟ کوئی بھی انسان بغیر کسی وجہ کے ڈپریشن کا شکار ہونے سے رہا۔"

"بال کی کھال اتارنا تو کوئی بس آپ سے سیکھے۔ بس کوئی وجہ نہیں اور یہ قیامت تک طے ہے کہ اگر کوئی معقول وجہ ہوتی بھی تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتی۔" اس نے کافی نروٹھے پن کا مظاہرہ کیا تھا وہ خاصی دیر تک بغور دیکھتا رہا۔

"چلو مجھ سے نہ سہی روشی سے تو ذکر کر ہی سکتی ہو نا۔"

"ہاں ضرور اگر واقعی کوئی وجہ ہوئی تو!" وہ بمشکل اپنے مزاج و لہجے پر قابو پاتے اس شخص سے مسلسل ہونے والی بحث کو تحمل سے سہہ جانے پر مجبور تھی۔ ورنہ ضبط تو بار بار جواب دے رہا تھا۔

"پلیز اب اس ٹاپک پر مزید ایک لفظ بھی نہ کہیے گا۔ اتنے مسحور کن ماحول میں آپ نے یہی بورنگ ٹاپک ڈسکس کرنا ہے تو میں ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر اٹھ کر چلی جاؤں گی۔" بھینچتے لب و لہجے میں کہتے اس نے وارننگ دی تھی۔ لہجہ و انداز قطعی سنجیدہ تھا۔ ولید نے بغور دیکھا اور پھر اعصاب کو ڈھیلے انداز میں کرسی پر چھوڑ دیا۔

"اوکے!" پھر ہنس دیا۔

"خیر اس قدر خوب صورت ماحول میں کہنے کو اگر کچھ بھی نہ ہو تو بھی ماحول انسان کو اتنا ٹریپ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ مجھ جیسے خشک بورنگ مزاج کے حامل انسان کے منہ سے تم جیسی حسین خاتون سے کوئی لطیف بات کرنے کے لیے الفاظ جاری ہو جائیں گے۔ ویسے اس مسحور کن ماحول میں اس بورنگ ٹاپک کے علاوہ آپ محترمہ اور کیا سننا پسند کریں گی۔" بظاہر بڑی سنجیدگی میں بڑی غیر سنجیدہ سی بات سن کر انا وقار احمد کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا اور اس کی دلکش پلکوں کی جھالر خود بخود لرزنے لگی تھی۔

"آپ بھی بس میں نے تو یونہی ایک بات کہہ دی تھی۔" اس نے اپنی بھیگتی ہتھیلیوں کو باہم جکڑا۔

"یونہی تو خیر کوئی بات نہیں ہوتی۔ تم نے بھی آج تک کسی عمارت کو یونہی بغیر پلر کے کھڑے دیکھا ہے؟ انگریزوں کے ساتھ ایک طویل زندگی گزاری ہے۔ بڑی وجیکل تھنکنگ کا مالک ہوں۔ تم لاکھ مجھے بنانے کی کوشش کرو مگر بننے والا میں بھی نہیں ہوں۔" ولید کے ہونٹوں پر خوب صورت مسکراہٹ کا رقص بڑا دل موہ لینے والا تھا۔ انا کو اپنے کمزور ہوتے اعصاب قابو رکھنا مشکل ہونے لگا۔ اس شخص کی مسکراہٹ کتنی جاندار اور دل موہ لینے والی ہے۔ ویٹر کھانا سرو کرنے لگا تو دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی تھی اور اس خاموشی میں وہ غیر محسوس انداز میں اس شخص کے دلکش چہرے کو تکتی رہی تھی۔

"کھانا شروع کرو۔" اسے اپنی ہی کسی سوچ میں مگن دیکھ کر ولید نے ٹوکا تو وہ جھنجلا کر خود کو سرزنش کرتے کھانے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"ایک بات کہوں ولی؟" اس کی ذہنی رو بھٹک چکی تھی اب اس کی ساری توجہ کھانے کی بجائے خاموشی سے کھاتے

ولید کی طرف تھی۔

"ہوں۔" مصروف انداز میں اسے دیکھا۔ اس کے چہرے کی سرخی ماند پڑ گئی۔ یہ شخص ایک نگاہ ڈالتا ہے تو اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا محسوس ہوتا ہے اور اگر کسی دن اس نے نظر بھر کر دیکھنے کی جرأت کر لی تو میں تو مر ہی جاؤں گی۔ اس نے اس کی سوالیہ نگاہوں میں دیکھا۔

"آپ کو اپنی زندگی میں آج تک کوئی ایسی لڑکی نہیں ملی جسے دیکھ کر بے اختیار دل نے چاہا ہو کہ کاش اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع مل جائے۔" بڑے دھیمے اور رکے رکے لہجے میں وہ پوچھ رہی تھی۔ بظاہر وہ کھانا کھا رہی تھی۔ مگر تمام توجہ اس کی طرف تھی جس نے اس سوال پر بڑا حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"اس احمقانہ سوال کا مطلب؟" انا کو اپنا چہرہ بے تاثر رکھنا بڑا مشکل ہو گیا وہ لب بھینچ گئی۔ وہ اس وقت حیرت سے اسے بغور دیکھ رہا تھا اور انا کو لگ رہا تھا کہ اس کے وجود سے بس جان نکلنے والی ہے۔

"بس یونہی آپ کو دیکھ کر کر پہلا خیال تو یہی آتا ہے کہ نجانے کتنی مرتی ہوں گی ویسے بھی سنا ہے فارنر لڑکیاں ایشیائی مردوں کے حسن و جمال پر بہت مرتی ہیں دیوانی ہیں۔" اپنے آپ کو بحال کرتے اس نے دل کی بات کہہ دی تھی۔ اس قدر مسحور کن ماحول میں ایسی بچگانہ بات ولید کا قہقہہ بے ساختہ اور جاندار تھا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ زبردست یعنی سیدھے لفظوں میں تم میری وجاہت و حسن کی برملا تعریف کر رہی ہو۔" پانی کا گھونٹ بھرتے اس نے چھیڑا تو وہ برا مان کر چہرہ جھکا گئی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔"

"آپ نے سیدھے لفظوں میں جواب نہیں دینا تو مذاق بھی مت اڑائیں۔" اسے حقیقتاً اس کا مذاق اڑانا بہت برا لگا تھا۔

"ہزاروں مرتی تھیں۔ مگر کیا کریں ہمارے والد صاحب نے ہمارے ذہن میں ایک بات ڈال دی تھی بیٹا باہر جاتے ہوئے آنکھیں اور دل گھر پر رکھ کر جانا۔" غیر سنجیدگی سے کہے جملے کو سنتے ہوئے انا کا سارا وجود کان بن گیا تھا۔

"کیا آپ کو کبھی کوئی پسند نہ آئی؟" نجانے اسے اتنی دلچسپی کیوں تھی جاننے کی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں۔ بہت سوں نے پیش قدمی بھی کی۔ کچھ بہت اچھی بھی لگیں۔ مگر واہ ری قسمت بابا صاحب کے قائم کیے گئے اصول بہت سخت تھے۔ اگر کہیں دل اٹکا بھی تو لگانے کی نوبت نہ آئی۔" انداز ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔ انا مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔

"کیوں؟" بہت سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ جیسے دنیا جہاں میں اس سے اہم ٹاپک کوئی نہ ہو۔

"اگر اُدھر دل لگا آتے تو ادھر آ کر جھک مارتے۔ مادام! بابا نے صاف واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ بہو ان کی پسند و معیار کی ہوگی اور وہ خود منتخب کریں گے۔ بابا کی وارننگ نے سب خواب ملیامیٹ کر دیے۔" انداز ایسا تھا کہ وہ بھی بے اختیار ہنس دی۔

"کیا وہ بہت پیاری اور خوب صورت تھی؟" اس کے لہجے میں بے پناہ اشتیاق تھا۔ ولید نے گھورا۔

"کیوں تم نے اس کے حسن سے متعلق قصیدہ لکھنے ہے۔ کھانا کھا لیا ہے تو فٹ اٹھو۔" انا نے منہ بنا کر سر جھکا لیا۔ پلیٹ میں موجود کھانا ختم کرتے ہی وہ نیپکین سے ہاتھ صاف کرتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

دوسری عورت

شکیلہ انجم فاروق

خواہش کے سمندر میں اُبھرتی ہوئی تصویر
اب دل کے سفینوں پہ اتاری نہیں جاتی
بکھرے ہوئے خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا ہے
یوں زیست بھی اب ہم سے گزاری نہیں جاتی

میں پچھلے نصف گھنٹے سے مسلسل رو رہی تھی۔ مجھے رونے کی بیماری نہیں تھی لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی جس نے مجھے حیران پریشان کر دیا تھا۔ میرے "سلو" نے شادی کر لی تھی۔ ارے ابھی آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ شادی تو سلو نے کی، میں کس خوشی میں رو رہی تھی لیکن ٹھہریے ذرا، میں پہلے اپنا تعارف تو کرادوں۔ میں مسز صبا سلمان عرف سلو ہوں۔ رونے کی وجہ ان کی "دوسری عورت" سے شادی، آئی سمجھ! جتنی نفرت، جتنی کراہت اور جتنی بے زاری "دوسری عورت" کے منحوس لفظوں میں ہوتی ہے شاید اس بے زاری کو کوئی اور نہ محسوس کر سکے اور کوئی محسوس بھی کیسے کرے گا کہ یہ ظلم، یہ سانحہ، یہ المیہ تو میرے ساتھ پیش آیا ہے کسی اور کے ساتھ تو نہیں ہوا' نا...... اور میں ٹھہری بے چاری، مظلوم، معصوم بیوی'

ہاں تو بات ہو رہی تھی سلو کی شادی کی۔ میری ہنستی بستی دنیا میں اسی دوسری عورت نے آگ لگائی تھی۔ اس کلموہی کو آگ لگانے کے لیے شاید کوئی اور گھر نہیں ملا تو اس نے میرے ہی گھر کو چن لیا۔ پتا نہیں ہر چیز اس

کو الٹی اور فرسٹ ہینڈ خریدنے والی عورتوں کو سیکنڈ ہینڈ آدمی کیوں پسند آتے ہیں؟ اب یہ تو اللہ ہی جانے کہ دنیا میں فرسٹ ہینڈ آدمیوں کی تعداد کم ہوگئی ہے یا پھر ان منحوس ماریوں کو آنکھوں سے نظر کم آتا ہے کہ دوسروں کی منتخب کی ہوئی "چیز" کو چھین کے بے پناہ فخر محسوس کرتی ہیں۔ چورنیاں کہیں کی' یوں کھلے عام ڈکے ڈال کے، اپنے اماں ابا کا خوب نام روشن کر رہی ہیں۔

واہ کیا بات ہے جی! اس طرح بھی نام روشن کیا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں، میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ضرورت ہی کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ کیونکہ ہمیں تو سو نئے نکور یعنی فرسٹ ہینڈ ہی نصیب ہوئے تھے نا!

سلمان سے میری شادی ان کی پسند سے اور خوب دھوم دھڑکے کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ نہ جانے کب سے مجھے اپنی چاندنی اور اپنے خوابوں کی ملکہ تصور کیے بیٹھے تھے۔ جب کہ میری ان سے پہلی ملاقات ان کی بڑی بہن کی شادی میں ہوئی تھی۔ جس میں ہم سب بمعہ فیملی مدعو تھے اور شرکت کی غرض سے شادی ہونے تک ان ہی کے گھر ٹھہرے تھے۔ تب سلو (میں سلمان کو پیار سے کہتی ہوں لیکن کوئی اور کہے تو جل بھن جاتی ہوں کیونکہ سلو کہنے کا حق صرف میرا ہے، ایسا میں سمجھتی ہوں دوسرے نہیں) نے اعلیٰ کلاتھ شاپ نئی نئی شروع کی تھی۔ دن بھر خوب مصروف رہتے لیکن شام تک ان کی دکان سے واپسی ہو جاتی تھی۔ شام کو ان کے دوست اور پارٹنر حسن دکان پہ بیٹھتے تھے۔

شام کو وہ جلد لوٹ آتے اور ہم سب کے ساتھ وقت گزارتے تھے لیکن انہوں نے کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ پہلی نظر میں مجھے دل و جان سے چاہنے لگے تھے۔ ترکی ٹوپی، مردانہ وجاہت اور زندہ دلی ان میں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی یا پھر مجھے ایسا لگتا تھا (میری تو ویسے بھی نظر بہت کمزور تھی)۔ بندہ اللہ کو پیارا... میں بھی چپکے چپکے ان سے محبت کرنے لگی تھی لیکن میں نے اس بات کا اظہار کسی سے نہیں کیا تھا اور ایسا میں نے جان بوجھ کے کیا تھا کیونکہ میں تو

چاہتی تھی کہ میری داستانِ عشق سن کر کوئی متاثر ہو جائے (مجھ سے نہیں، سلو سے بھئی) اور سلو جی کو مجھ سے چھین کر لے جائے اور میں منہ دیکھتی، ہاتھ ملتی رہ جاؤں (تب تو بہت سیانی تھی نا میں)۔ یہ دن بہت یادگار گزرے۔ ہر پل خوشیاں، مسکراہٹیں اور اپنائیت ملی۔ یادوں کا یہ خوب صورت سا سرمایہ گھر واپسی پر میرے ہمراہ آیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سلو جی کا رشتہ میرے لیے آیا اور ان کا رشتہ کیا آیا، میں تو سپر وومین کی طرح ہواؤں میں اڑنے لگی۔ پاؤں ہی زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ خود کو پرنس ڈیانا کی چھوٹی بہن سمجھنے لگی تھی...... سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا۔ ہر کام میری مرضی کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ میں خود کو بہت خوش نصیب سمجھ رہی تھی کہ مجھے میرے من پسند ہم سفر کی رفاقت نصیب ہونے جا رہی تھی۔

شادی والے دن مسز صبا سلمان عظیم بن کے خوب مزا آ رہا تھا۔ ہماری جوڑی بہت اچھی لگ رہی تھی، اگر سلو شہزادے سے لگ رہے تھے تو میں بھی کسی مہارانی سے کم نہیں دکھ رہی تھی۔ کتنی ہی رشک آمیز نظریں (کچھ حاسدانہ بھی تھیں) ہم پر مرکوز تھیں۔ مجھے بالکل ویسا ہی محسوس ہو رہا تھا جس طرح کوئی لڑکی اولمپکس میں گولڈ میڈل وصول کر کے محسوس کرتی ہے۔ سلو اور میں ایک دوسرے کا ساتھ پا کر جی بھر کے خوش تھے۔ شادی کے بعد سلو کی دکان نے خوب ترقی کی اور وہ ایک اور دکان کے مالک بن گئے۔ گویا پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں...... وقت گزرنے کے ساتھ ہم دو پیارے پیارے بیٹا، بیٹی کے والدین بھی بن گئے تھے۔ بچوں کو شاید دنیا میں ہمارے گھر آنے کی جلدی تھی یا پھر ہمیں سیانوں کی لسٹ میں، آنے کی جلدی تھی کہ ہم شادی کے بعد بہت جلد صاحب اولاد ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب اولاد مل جاتی ہے تو جو نہ بھی سیانا ہو وہ بھی "عقل مند" کہلانے لگ جاتا ہے۔ (دیکھا، بچوں کے والدین بننے کے کتنے فائدے ہیں)۔ سلو جی اب صرف حساب کرتے باقی سارا کام دکان پر موجود ملازم لڑکے کرتے تھے جب کہ ان کے دوست حسن اپنا حصہ ان کے ہاتھ فروخت کر کے خود پردیس جا بسے تھے۔

زندگی سلجھے ہوئے ریشم کی مانند خوب صورتی اور ملائمت سے گزر رہی تھی کہ مجھے اپنے جاننے والوں کے ذریعے سلو کی کسی لڑکی سے افیئر کی خبر ملی۔ جسے میں نے ذرا بھی سنجیدگی سے نہ لیا۔ میرے ذہن میں دور دور تک سلو جی کے لیے صرف اور صرف محبت اور اعتماد کے جذبات تھے۔ کس قدر پاگل تھی نا میں...... میں نے سوچا کوئی اچھی گاہک ہوگی، جو سلو جی کی دکان سے کپڑے خریدنے آئی ہوگی۔ لوگوں نے رائی کا پہاڑ بنا دیا یوں جانتے بوجھتے ہوئے میں انجان بنی رہی۔ مگر کچھ دیر پہلے آنے والے فون نے مجھے پتھر کا بنا دیا تھا اور تب سے میں مسلسل رو رہی تھی۔ بے وقوفی کی سزا جو مل گئی مجھے۔

جب اعتبار و محبت کا خون ہوتا ہے تو یہی کچھ ہوتا ہے جو میرے ساتھ ہوا تھا۔ مجھے ابھی بھی یوں لگ رہا تھا کہ کوئی بھیانک مذاق ہوا ہے میرے ساتھ لیکن جب بڑے بھائی کا فون یاد آتا تو ہر بات سچ لگتی۔ کیونکہ بڑے بھائی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ مجھے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے سلو اور کسی لڑکی کو کورٹ سے باہر نکلتے دیکھا، وہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باہر آرہے تھے اور بہت خوش و خرم نظر آرہے تھے۔ بھائی نے سلو کو روک کے پوچھا تو بڑے آرام سے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے شادی کرلی ہے اور یہ ان کی دوسری بیوی ہے۔ بھائی ان سے لڑ جھگڑ کے گھر پہنچ گئے اور فوراً مجھے فون پر یہ منحوس خبر سنائی، جس نے میرے ہاتھوں کی چڑیاں، طوطے سب اُڑا دیے۔ اندھا اعتبار مجھے لے ڈوبا۔ جس سلو کو میں نے ہمیشہ سات پردوں میں چھپایا تھا، وہ سلو مجھ سے ہاتھ کر گیا اور میری ہی دنیا اندھیر کر گیا۔

میں نے خبر کی تصدیق کے لیے سلو کو فون کیا تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے اعتراف کرلیا۔

''ہاں یار! میں انکار کرسکتا تھا، یہ مجھے اچھی لگی تو میں نے اسے اپنی زندگی میں شامل کرلیا۔''

میں نے کہا۔ ''سلو ہمارے گھر میں تو کوئی کمی، میری کی جگہ بھی نہیں تھی اور آپ ایک اتنی بڑی وجہ لے آئے، ایسا آپ نے کیوں کیا؟ میں بھی تو آپ کی محبوبہ تھی بلکہ ہوں بھی پھر یہ قدم کیوں اٹھایا، کیوں اپنے اور میرے رشتے کو گدلا کیا۔ کیوں تیسرا وجود لے آئے ہمارے بیچ میں۔'' اور وہ تھے کہ میرے دکھ کو اہمیت دینے پر تیار ہی نہ تھے۔

''اُفوہ صبا! کیا ہوگیا یار! میں تم سے ابھی بھی اتنی ہی محبت کرتا ہوں، جتنی پہلے کرتا تھا لیکن اس دل کا کیا کرتا، جو شہلا پہ آگیا؟'' سلو نے دھڑلے اور ڈھٹائی سے بتایا تو پہلی بار مجھے سلو دنیا کے سب سے بُرے انسان محسوس ہوئے۔ میری محبت ہار گئی، میرا دنیا کے ہر انسان سے اعتبار اٹھ گیا۔ میرا اعتبار ریزہ ریزہ ہوکر خاک میں پنہاں ہوگیا۔ سلو سے اور اس انجان دوسری عورت سے میری نفرت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ میں مسلسل روئے جا رہی تھی، اپنے آپ کو کوس رہی تھی، پر اب کوئی قدم اٹھانے کا وقت ختم ہوچکا تھا۔

میرے پیارے بیٹے حمزہ نے جب مجھے یوں زار و قطار روتے دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ ٹالنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ حمزہ اب بڑا ہوگیا تھا، بہت عقل مند اور فوراً بات کی تہہ تک پہنچ جانے والا۔ میں نے اسے سچ سچ ساری بات بتا دی بلکہ اضافی تڑکے بھی لگائے، خود کو معصوم اور مظلوم ثابت کرنے کے لیے دھواں دھار روئی اور میری اس محنت کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ بات کا سننا تھا کہ حمزہ تپ گیا، اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور کہنے لگا۔

''مما! آپ کا بدلہ میں پاپا سے لوں گا۔ انہوں نے آپ کو رلایا ہے، دیکھیے گا میں کیا کرتا ہوں؟ ان کی یہ جرأت؟'' میں حمزہ کو گلے سے لگائے رونے لگی۔ (مجھ سے عقل مند تو میرا بیٹا نکلا)۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ بیٹے کی ماں ہوکر عورت کتنی مضبوط ہوجاتی ہے۔

حمزہ نے سلو کے سامنے شرط رکھی کہ وہ یا تو انہیں چھوڑ دیں (حمزہ اور حوریہ کو) یا پھر نئی دلہن کو۔ حمزہ نے یہ نام خود ہی اس دوسری عورت کے لیے چنا تھا۔ سلمان یہ سن کر سکتے میں آگئے، غالباً انہیں حمزہ سے اس قدر شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ ان کا خیال تھا دوسری شادی پر سب کو یک بارگی زور کا جھٹکا لگے گا، تھوڑا ناراض ہوں گے۔ کچھ دن سب ناراض رہیں گے پھر آہستہ آہستہ تعلقات نارمل ہوجائیں گے اور سب بھول بھال کر مجھ سے چپکے کی

طرح رہنے لگ جائیں گے، یوں یہ گھر والی بھی خوش اور وہ ڈائن بھی خوش۔

''حمزہ! ہوش میں تو ہو اتنی بڑی بات کس آسانی سے تم نے کہہ دی۔ مطلب بھی اس کا تم جانتے ہو؟'' سلمان نے غصے سے اس پہ آنکھیں نکالتے ہوئے سوال کیا۔

''پاپا! ہوش میں تو میں اب آیا ہوں۔ جلدی بتائیں ہم آپ کو زیادہ عزیز ہیں یا وہ ڈائن؟'' حمزہ نے بنا کسی خوف و خطر کے دو بدو جواب دیا تو سلمان ہکا بکا رہ گئے۔

''دیکھو حمزہ! میں نے اسے چھوڑنے کے لیے تو شادی نہیں کی اس سے... اب میں کیا کرسکتا ہوں مانتا ہوں کہ مجھ سے انجانے میں یہ بھول ہوگئی لیکن میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا، ایک شرعی کام کیا ہے۔''

اللہ رے ان کی معصومیت خوب ہوتی ہے یہ مرد کی ذات۔ نماز کے لیے خواہ جمعہ کے جمعہ مسجد کا رخ کریں لیکن شادی کے معاملے میں انہیں احکام شریعت یاد آجاتے ہیں۔

''کیوں غلط کام نہیں کیا، آپ نے۔ ایک عورت کا حق اس سے چھین کر دوسری عورت کو دے دیا، کیا یہ سنگین غلطی نہیں ہے اور چوری چھپے کیوں کیا یہ کام۔ اگر یہ صحیح اور شرعی تھا؟'' اب کے میں پھٹ پڑی آخر کب تک برداشت کرتی، سلمان لاجواب ہوگئے کیونکہ میں سچی بات کہہ رہی تھی۔

''بھئی لوگ تو چار چار شادیاں کرتے ہیں، میں نے تو صرف دوسری شادی کی ہے۔'' سلمان نے بونگا سا جواز بنایا۔

''کرتے ہوں گے میرا کیا واسطہ میرا تعلق تو آپ کے ساتھ ہے۔ میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ میرے ہوتے کیوں شادی کی؟ کس چیز کی کمی رہ گئی تھی میری وفا، خدمت میں، محبت میں؟ ارے کیا نہیں میں نے آپ کو دیا سب کچھ دان کر دیا لیکن آپ سنبھال ہی نہ سکے، میری محبت تو مجھے افسوس اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے کہ میں نے آپ سے محبت کی بہت ناز تھا مجھے آپ پر، دوسروں پر فخر، وہ غرور سب ٹوٹ گیا۔ آپ نے کیوں کیا ایسا کیوں آخر کیوں؟'' کہہ کر میں پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور وہ ہمیشہ کی طرح فوراً نرم پڑ گئے۔

''دیکھو صبا! مت رو۔ تمہارے آنسوؤں سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ پلیز صباحت رو۔'' سلمان نے

جیا پیاری غم نہ کرنا

جیا پیاری غم نہ کرنا
چاہت اپنی کم نہ کرنا
حوصلہ، ہمت اور ارادہ
راہِ وفا کا ہے یہ جادہ
چاہے کتنے روپ وہ بدلے
اپنا آپ بدلنا نہ
دل بے چین جو ہوجائے
گہری سوچ میں کھو جائے
دل کو یہ احساس دلانا
فکر کوئی ہم دم نہ کرنا
جیا پیاری غم نہ کرنا
شاید کہ مجبور ہے وہ
اسی لیے تو دور ہے وہ
لیکن یاد یہ رکھنا تم
موسم کروٹ بدلے گا
گھنگھور گھٹائیں چھائیں گی
جب صحرا پیاس میں ترسیں گے
تو بادل کھل کر برسیں گے
پھول کھلیں گے گلشن میں
اور مست صبا کے دوش پہ وہ
تم سے ملنے آئے گا
سپنے سارے سچے ہوں گے
بس تم پلکیں نم نہ کرنا
جیا پیاری غم نہ کرنا

سیدہ آرائین جیا...... تلہ گنگ

انتہائی انداز اپنایا۔

"سلمان صاحب یہ ڈراما بند کریں تو اچھا ہوگا۔ آنسو دے کے اب میری تکلیف کا احساس ہو رہا ہے، آپ کو میرے آنسو اب نظر آرہے ہیں؟ سلمان! بس کریں مجھے آپ پر بالکل بھی اعتبار نہیں، نہ میں بھی کسی پر اعتبار کرسکوں گی......" میں پھر سے رونے لگی۔

"بس کریں مما! اور کتنا روئیں گی اس شخص کے لیے جس نے ہمیں بھی کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ کیا کہیں گے میرے کلاس فیلو کہ میرے بابا نے دوسری شادی کرلی، ضرور اس کی مما میں کوئی کمی ہوگی۔ میں اپنی مما کے لیے یہ الفاظ کبھی نہیں سن سکتا، نہ سننا چاہتا ہوں۔" میرا حمزہ ایک دم ہی بہت بڑا ہوگیا تھا، میں نے بے ساختہ اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

"اور کیا مما! میری فرینڈز بھی پوچھیں گی کہ تمہارے بابا نے کیوں دوسری شادی کی۔ میں کس کس کو جواب دیتی، وضاحتیں بیان کرتی رہوں گی؟" حوریہ نے بھی دکھ بھرے لہجے میں کہا تو پہلی بار سلمان شرمندہ سے ہوگئے تو مجھے ادراک ہوا، اولاد بیٹا ہو یا بیٹی، ماں کے لیے کتنی مضبوط ڈھال ہوتی ہے۔

میرے ساتھ ساتھ دونوں بچوں نے بھی سلمان کا بائیکاٹ کردیا، سلمان کے لیے یہ سب کچھ تکلیف دہ تھا۔ بائیکاٹ کا مقصد اپنی برتری جتانا نہیں تھا بلکہ حق کے لیے آواز اٹھانا تھا، چاہے اس میں کامیابی ملے یا نہ ملے۔ سلمان میرے ساتھ بچوں سے بھی بہت پیار کرتے تھے، پر جب سے ان کی دوسری شادی منظر عام پر آئی، بچے واضح انداز میں جتانے لگے کہ پاپا نے غلط قدم اٹھایا ہے مما کی حق تلفی کی ہے۔

میں نے سلمان کے موبائل سے کسی طرح اس شہلا کا نمبر اڑایا اور اس کو تہذیب کی شرم دلانے والے میسج بھیجے، بہت ڈانٹ پھٹکار کی نتیجتاً شہلا سیخ پا ہوگئی اور سلمان سینڈوچ بن کے رہ گئے۔ اُدھر بھی ناراضی، اِدھر بھی سب منہ پر تالا لگائے بالکل خاموش...... سلمان ایک رات اِدھر رہتے تو اگلی رات اُدھر...... ان کے نزدیک یہ منصفانہ حل تھا۔ جب کہ میرے اور بچوں کے نزدیک یہ ہمارے حق پہ ڈاکا تھا۔ میں انگاروں پر لوٹتی رہتی تھی۔

چار ماہ کے ہمارے اس قدر پُر احتجاج رویے نے سلمان کو "کچھ" سوچنے پر مجبور کردیا۔ وہ اس دوسری عورت کے لیے ہم تینوں کو کھونا نہیں چاہتے تھے۔ مگر وہ جو کہتے ہیں، صبر کا پھل میٹھا تو اس معاملے میں وہی ہوا۔ کچھ ہی دنوں میں سننے میں آیا کہ سلمان (سلو نہیں، یہ تو پیار کا نام ہے نا!) اور اس منحوس ڈائن کے درمیان کھٹ پٹ شروع ہوگئی۔ سلمان پر اس کے اصل جوہر منکشف ہوئے کیونکہ شہلا نے سلمان کی محبت میں نہیں بلکہ پیسے کے لالچ میں ان سے شادی کی تھی اور سلمان کا کاروبار خسارے میں جارہا تھا۔ میں دو بچوں کی ماں تھی۔ سو دھڑلے سے اپنا حق وصول کرتی۔ وہ منحوس ڈائن بھلا اک ماں اور وفادار بیوی کے جیسا صبر، حوصلہ اور وفا کہاں سے لاتی...... سو ان کے آپس کے فساد بڑھتے گئے جو سلمان پر اس کے اصل روپ کو آشکار کرگئے۔ ان کی محبت جھاگ کی طرح بیٹھتی چلی گئی۔

ہماری محبت جیت گئی اور سلمان نے جیسے اچانک اس سے شادی کی تھی، ویسے ہی اچانک اسے طلاق نامہ بھجوادیا، یوں وہ ڈائن اپنے گھر سدھاری جہاں سے تشریف کی ٹوکری لے کر آئی تھی اور میں نے اس بار انہیں نکیل ڈال دی۔ تو پیاری بہنو! اپنی یہ کھٹی میٹھی کہانی لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ کبھی بھی اپنے میاں پر اتنا اندھا اعتماد مت کریں کہ وہ اعتماد آپ ہی کو لے کر ڈوب جائے۔ جس طرح میں ڈوبی، میرا اعتماد واقعی بر دہ باد۔ یہ مرد قوم چاہے جتنی مرضی وفادار ہو کہیں نہ کہیں پھسل ہی جاتی ہے۔ اپنی آنکھیں کان کھلے رکھیں اور شوہر حضرات کی مکمل خبر گیری کے ساتھ انہیں نکیل بھی ڈال کر رکھیں، جیسے میرے سلو اب مکمل طور پر میرے قبضے میں ہیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آپ میں سے کسی بھی بہن کو اس طرح کا دکھ برداشت کرنا پڑے۔ دوسری عورت کا وجود برداشت کرنا پڑے۔ یہ شراکت کوئی عورت بھی پسند نہیں کرتی نہ برداشت کرتی ہے اور یہ اس دنیا کا سب سے بڑا سچ ہے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے! ٹھیک کہا نا میں نے......؟

روحانی مسائل اور ان کا حل

حافظ شبیر احمد

عائشہ رحمت علی ... گوجرانوالہ

جواب۔ مسئلہ نمبر 1۔ بھائی کی طرف سے جو پریشانی تھی اگر ختم ہوگئی ہے تو ٹھیک ورنہ ختم ہونے تک جاری رکھیں۔

مسئلہ نمبر 2۔ والدہ کو صبح نہار منہ اور شام سورۃ طٰحٰہ کی شروع کی 5 آیات 21 مرتبہ پانی پر دم کرکے پلائیں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

گھر کی خیر و برکت کے لیے سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھیں۔

نازیہ بی بی... ضلع جہلم

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ شمس، سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21,21 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ بعد میں تصور میں لاکر پھونک ماریں۔ ایک گلاس پانی پر دم کرکے ابو کو پلائیں۔

معاشی حالات کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء سب افراد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دعا بھی کریں۔

عائشہ...... سلانوالی

جواب:۔ سورۃ قریش بعد نماز عشاء 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ بعد میں ایک گلاس پانی پر دم کرکے گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔ تمام مسئلوں کے لیے دعا بھی کریں۔

ط ج...... گجرات

جواب۔ بعد نماز عشاء 313 مرتبہ آلنعمہ کر بعمہ پڑھیں اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

اللہ سے دعا کریں معافی مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر ہے اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ فرمادے۔ آمین۔

مسئلہ نمبر 4,3:۔ پڑھائی شروع کردیں اور دماغ کے لیے معجون استعمال کریں۔

مسئلہ نمبر 5:۔ "المغنی" بعد نماز فجر 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ (جس نے روپے دیے ہیں وہ پڑھے) مقصد بھی ذہن میں ہو اور دعا بھی کریں۔

ت س...... کوہاٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ سورۃ انعام ایک مرتبہ اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔ بکریوں کو نمک پر پڑھ کر کھلائیں چارے میں ملادیں۔

بعد نماز فجر 41 مرتبہ پڑھیں اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ سورۃ قلم آیت نمبر 52,51 پڑھتے وقت نظر بد کا تصور ہو کہ ٹوٹ رہی ہے۔ پڑھنے کے بعد پانی پر دم کرکے بکریوں اور پودوں پر چھڑکیں یہ وظیفہ مستقل رکھیں ان شاء اللہ پریشانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ نمبر 2:۔ "یا عزیز" 101 مرتبہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ آپ کے ذاتی مسئلہ کے لیے۔ دعا بھی کریں۔

ع ف ی ہ...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اپنے لیے دعا مانگیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بھائی سورۃ قریش صبح و شام ایک تسبیح پڑھا کریں۔

مسئلہ نمبر 3:۔ علاج کروائیں مکمل۔ آیات شفاء 7 مرتبہ صبح و شام پانی پر دم کرکے پلائیں دعا کریں دوا پر بھی دم کیا کریں۔

صائمہ نورین...... مظفر گڑھ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ آیات شفاء۔ دوا پر 41 مرتبہ پڑھ کر دم کریں استعمال کریں اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

مسئلہ نمبر 2:۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 74,70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر

جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ رکاوٹیں ختم ہوں گی۔ ان شاء اللہ

صباء ...... ٹنڈو الٰہیار

جواب:۔ بعد نماز فجر اور عشاء سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
والدہ خود پڑھیں اپنے اوپر دم کریں۔ شفاء کے لیے دعا کریں۔ پانی پر دم کر کے بھی پئیں۔ ان شاء اللہ تندرست ہو جائیں گی۔

شہناز اختر ...... راج گڑھ

جواب:۔ "یا سلام" کا ورد کیا کریں۔ جب فارغ ہوں۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 11،11 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

فلک ناز ...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ (۱) امتحان میں کامیابی کے لیے سورۃ قریش، بعد نماز عشاء 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک جاری رکھیں۔
(۲) صحت کے لیے سورۃ فاتحہ صبح و شام 21،21 مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پانی بھی پئیں۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

احمد اقبال ...... فیصل آباد

جواب:۔ (۱) روزگار کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے روزگار کے لیے دعا کریں۔
(۲) معجون استعمال کریں۔ ہر نماز کے بعد "یا قوی" 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

رابعہ رحمان ...... پاک پتن

جواب ۔ مسئلہ نمبر 1 ۔ علاج کر لیں۔
سورۃ آل عمران آیت نمبر 38، 111 مرتبہ بعد نماز فجر اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق، سورۃ الناس 11،11 مرتبہ دم کریں۔
مسئلہ نمبر 2:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کر دیں اور اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

سدرۃ بشیر ...... چیچہ وطنی

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ اخلاص 41 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

حلیمہ نفیس ...... کے ڈی اے کوہاٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ نسخہ استعمال کریں مستقل۔
مسئلہ نمبر 2:۔ بعد نماز فجر سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو دعا بھی کریں۔ کام ہونے کے بعد وظیفہ جاری رکھیں ترقی کے لیے۔

انیلہ ہاشمی ...... کراچی

جواب:۔ سورۃ فیل 41 مرتبہ دوا پر صبح و شام دم کر کے ڈالیں روزانہ۔
جلد مسئلہ حل ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

عثمان تاج ...... راولپنڈی

جواب ۔ سورۃ القریش 111 مرتبہ۔ بعد نماز عشاء۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
تمام مسئلوں کے لیے دعا کریں۔

مسرت شاہین ...... مانسہرہ

جواب:۔ بندش ہے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ہر نماز کے بعد 11،11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ پانی پر بھی دم کر کے پئیں۔ صدقہ بھی دیں 41 دن بعد کوشش کریں۔ ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔
آپ کے شوہر اور [illegible] بعد نماز فجر سورۃ القریش پڑھیں 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف اپنے روزگار کے لیے دعا کریں۔

خالد حسین اپنے باہر جانے کے لیے یہی وظیفہ کریں۔ بعد نماز فجر۔

جویریہ مریم ...... رحیم یار خان

جواب:۔ امتحان میں کامیابی اور کاروبار میں ترقی کے لیے "سورۃ قریش" امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ پڑھ کر دعا کریں۔
کاروبار کے لیے ۔ 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ نماز فجر پڑھنے کے بعد ایک بوتل پانی پر دم کر لیں۔
پانی کاروبار والی جگہ پر جا کر چھڑکیں روزانہ۔ دعا بھی کریں اور صدقہ بھی دیا کریں۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 11،11 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ گھر کے تمام افراد۔

ف ک ...... منڈی بہاؤالدین

جواب ۔ سورۃ قریش بعد نماز عشاء 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
روزگار میں ترقی، امتحان میں کامیابی اور مکان کے لیے گھر کے تمام افراد پڑھیں۔
رشتہ والا وظیفہ جب چاہیں شروع کر دیں۔ ساتھ ہی مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ کاموں کے لیے۔

مدیحہ تاج ...... راولپنڈی

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھ کر جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ تصور کریں جو بندش ہے وہ ختم ہو رہی ہے۔
(یہ دونوں وظائف آپ دونوں بہنوں نے کرنے ہیں)
مسئلہ نمبر 2:۔ "سورۃ عبس" 3 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد کو پلائیں اور گھر کی دیواروں پر بھی چھڑکیں (حمام کے علاوہ) گھر کی بے سکونی کے لیے۔ (والدہ خود کریں روزانہ)

زبیدہ عظیم ...... کراچی

جواب:۔ نزہت کافی اثرات زدہ ہے۔ اگر وظیفہ خود کر سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ علاج کرائیں۔ بعد نماز فجر سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
بعد نماز عشاء آیۃ الکرسی 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھنے کے بعد پورے جسم پر دم کریں اور ایک بوتل پانی پر بھی وہ پانی زیادہ سے زیادہ پئیں۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ جو اثرات ہیں وہ ختم ہو جائیں۔
مسئلہ نمبر 2:۔ نزہت کے رشتے کے لیے آپ خود پڑھیں۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 70، 74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ صدقہ دیتی رہیں۔

فرزانہ ضیا ...... شیخوپورہ

جواب:۔ صبح کے وقت سبق یاد کیا کریں۔
اچھے رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

نائلہ اشفاق ...... کے جی ایم

جواب:۔ کسی عالم سے رجوع کریں۔

عظمیٰ کنڈی ...... ضلع ٹانک

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش۔ 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

سعدیہ رشید ...... گجرات

جواب ۔ ہر ہفتہ سورۃ بقرہ کا پانی دم کر کے گھر

کے تمام افراد کو پلائیں اور گھر میں بھی چھڑکیں۔ (حمام کے علاوہ)

آپ بعد نماز عشاء سورۃ لیسین پڑھ کر دم کیا کریں اپنے اوپر 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان میں کامیابی کے لیے۔

سورۃ قریش 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک۔

حرا...... لاہور

جواب۔ آپ نے نہ اپنے شوہر کا نام لکھا ہے نہ ساس کا کس طرح حساب نکلے گا؟

بعد نماز عشاء 1100 مرتبہ "یا عدل" پڑھیں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔ عاجزی کے ساتھ روزانہ۔

صوفیہ شہادت...... راولپنڈی

جواب۔ مسئلہ نمبر ا۔ حکیمی علاج کروائیں۔ سورۃ المومنون آیت نمبر 12'14۔ 111 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشاء پانی پر دم کر کے پئیں روزانہ۔ پڑھتے وقت مقصد بھی ذہن میں ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ یا اللہ یا رحمن یا رحیم۔ والدہ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دل پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پڑھیں۔ بہن کا نمک استعمال کیا کرے۔

مسئلہ ۳،۴۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش۔ 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ معاشی حالات کے لیے پڑھیں۔ دعا بھی کریں صدقہ خیرات بھی دیں۔

کامران عمران ..... حیدر آباد

جواب: گھر میں آسیب ہے۔ جس کی وجہ سے آپ لوگ پریشانی میں ہیں۔ بہتر ہے کسی اور گھر میں شفٹ ہوجائیں۔ یا پھر کسی اچھے عامل سے مکمل علاج کروائیں۔

عاصمہ...... فیصل آباد

جواب: بندش ہے۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشاء۔ 41 مرتبہ سورۃ فلق اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ رکاوٹ اور بندش ختم ہو رہی ہے دم بھی کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن فروری ۲۰۱۳ء

نام ..... والدہ کا نام ..... گھر کا مکمل پتا

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

احمد پیر محل دانش لکھتے ہیں کہ خاص طور پر آپ کی صحت کے لیے آنچل پڑھتا ہوں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

رباب مجید اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ اخراج میں بہت کمی ہے۔ جس کی وجہ سے وزن بڑھ رہا ہے۔ میری کزن کو قبض شدید ہے اس کی وجہ سے وزن بڑھ رہا ہے۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور کزن کو OPIUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

فوزیہ نذر اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ اخراج نہ ہونے کے برابر ہے اس کی وجہ سے وزن بڑھ رہا ہے قبض کی شکایت بھی ہے۔ مجھے APHRODITE منگوانی ہے اس کے استعمال سے کتنے دن میں بال ختم ہوجاتے ہیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ہیئر ریموور منگوانے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ایک کورس 3 ماہ کے استعمال کا آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ گردوں کی الٹراساؤنڈ رپورٹ ارسال ہے کوئی دوا تجویز کردیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

فائزہ پروین میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ کالا ہے۔ چہرے پر دانے نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں میرے بال بے رونق بے جان اور بہت چھوٹے ہیں۔ میری بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ چہرے پر بال ہیں ہونٹ کے اوپر بھی بال ہیں وہ بہت پریشان ہے۔ عمر 24 سال ہے جسم دبلا پتلا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بہن کو FNE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں آپ بالوں کے مسئلے کے لیے 600 روپے اور بہن کے بالوں کے لیے 900 روپے کل پندرہ سو روپے منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER اور APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔

طاہرہ اشفاق لکھتی ہیں کہ میری عمر 27 سال ہے میرا وزن 90 کلو ہے۔ میں اپنے موٹاپے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

عبدالقادر لکھتے ہیں کہ میری عمر 63 سال ہے صحت بہت اچھی ہے مگر ایک مسئلہ ہے علاج بتائیں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شبیر جان کوٹ ادو سے لکھتے ہیں کہ بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں میرا علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور COLLINSONIA 3X کے پانچ قطرے دوپہر و رات کو لیں۔

سمیرا کنول صادق آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHELIDONNIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں 550 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں۔ اس کے استعمال سے آپ کا دوسرا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ایم اعظم کمالیہ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ع۔ت۔ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے حلق میں بلغم گرتا رہتا ہے اور بریسٹ پر موٹے ہو گئے ہیں۔

محترمہ آپ HYDRASTIC 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور THUJA-Q کے پانچ قطرے بھی تین وقت لیں اور اسی کو موہکوں پہ لگا دیا کریں۔

صبا نند و لنبیار سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شانزے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ مجھے بدلتے موسم میں الرجی ہوتی ہے ناک کے غدود بڑھے ہوئے ہیں نزلہ بھی رہتا ہے دونوں مسئلوں کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ TEUCRIUM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد زاہد سمندری سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر میرے مرض کا علاج تجویز کر دیں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد حسنین رحیم یار خان سے لکھتے ہیں کہ میری کزن کے چہرے پر چکنائی ہے دانے نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں اور مٹاپے کی بھی دوا بتائیں۔

محترم دونوں کے لیے GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PHITLQACCA BERRY Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں مٹاپا ختم ہو جائے گا۔

نادیہ رحمن رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے تفصیل لکھ دی ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

[illegible] سے لکھتی ہیں کہ [illegible] سال سے [illegible] میں [illegible] شدید ہوتا ہے [illegible]

ہے۔

محترمہ آپ BRYONIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ براہ راست جواب دینے سے معذرت۔

ں۔م۔ واہ کینٹ سے لکھتی ہیں کہ براہ مہربانی میرے مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بچی کو CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

مدیحہ پیرمحل سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے اور میرے بال بہت چھوٹے اور دو شاخہ ہیں۔ گرتے بہت ہیں۔

محترمہ آپ PHYTQLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ HAIRGROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

مس ناز احمد راجن پور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں پتا مکمل لکھیں اور فارم کے آخری کوپن پر BREAST BEAUTY ضرور لکھیں۔ وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

مس نادیہ رحمن راجن پور سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے کوئی علاج بتائیں اور HAIR GROWER منگوانے کا طریقہ بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ استعمال کریں 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ HIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

حافظہ [illegible] سے لکھتی ہیں کہ [illegible]

بہن ان کے چہرے پر دس سال سے چھائیاں ہیں اور ہم دونوں بہنوں کو دائمی قبض اور تیزابیت ہے دوسرے ہمیں HAIR GROWER منگوانا ہے 600 روپے کس پتے پر منی آرڈر کرنا ہے۔

محترمہ بہن کو چھائیوں کے لیے BERBARIS AQUIFO کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور دائمی قبض کے لیے HYDRASTIS 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

محمد سہیل میانوالی سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم علاج بیماریوں کا ہوتا ہے اعضاء کی قدرتی ساخت تبدیل نہیں کی جا سکتی اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

فوزیہ شہزادی ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان کی شکایت ہے اس کا علاج بتائیں دوسرے دونوں بریسٹ میں فرق ہے کیا بریسٹ بیوٹی سے ختم ہو سکتا ہے۔

HAIR اور BREAST BEAUTY GROWER منگوانا ہو تو خط ٹکٹ بغیر منی آرڈر کر کے منگوا سکتے ہیں۔ بریسٹ کا آلات کے ذریعے کیسے علاج ہوتا ہے۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بریسٹ بیوٹی کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ 1100 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کر دیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر پتا مکمل لکھیں اور مطلوبہ ادویات کا نام ضرور لکھیں۔ آپ کو دونوں میں گھر پہنچ جائیں گی۔ آلات کے ذریعے علاج میرے کلینک پر ہی ہو سکتا ہے۔

آ۔ م۔ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بڑھ رہا ہے [illegible] بتائیں۔

محترمہ آپ CALCPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

[illegible] سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بھی حل [illegible]

محترمہ آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نسرین زبیر رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں میں بہت پریشان ہوں دوسرا مسئلہ جلد آئلی ہے دانے نکلتے ہیں۔

محترمہ آپ SULFUR 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں۔ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں آپ کو ایک ہفتہ میں APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔

مریم یوسف گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری ناک کی ہڈی ابھری ہوئی ہے۔ اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ اگر یہ قدرتی اور شروع سے ایسے ہی ہے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

نور فاطمہ کبیر والا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کر دیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں وہ آپ کو گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

صباحت جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ بہت بڑے ہیں۔ لٹکے ہوئے ہیں سائز میں بھی فرق ہے چہرے پر بڑا اوپن پورز بہت زیادہ ہیں جو کالے ہو رہے ہیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا بریسٹ کے تمام نقائص دور کر کے قدرتی حسن بحال کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

رخسانہ آمدی ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے دل کی مردردی شکایت ہے اور بہت کی تکلیف ہیں ان کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ USENIA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں میرے کلینک سے بریسٹ بیوٹی منگوالیں وہ مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

مسز اسد ملتان سے لکھتی ہیں کہ کیا میں رسالہ میں دیکھ کر دوا استعمال کر سکتی ہوں یا آپ سے رابطہ ضروری ہے۔ دوسرے میری بیٹی کو موٹاپا بہت اور یادداشت کمزور ہے اس کا علاج ضرور لکھیں۔

محترمہ اگر کوئی دوا آپ کے حسب حال ہے تو آپ استعمال کر سکتی ہیں بہتر یہ ہے کہ اپنا مکمل حال لکھیں۔ بیٹی کے لیے PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور KALIPHOS 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن دیں۔

ماریہ بتول لالا موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ دائمی نزلہ زکام کا شکار ہوں۔

محترمہ آپ ALLIUMCEP 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

مسز جلال احمد لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ دائمی سر درد کا شکار ہوں اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ USENEA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں۔

نیلوفر لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام پئیں اور CHINA 3X کے پانچ قطرے [illegible] ضرورت کو لیں۔

منور علی زرگون کوئٹہ سے لکھتے ہیں کہ میں نے HAIR GROWER استعمال کیا ہے اور آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ میرے سر کے گنج پر بال آگئے ہیں [illegible] سب کے مشورے علاج کے بغیر [illegible] بالوں والا بن گیا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے۔

محترمہ آپ [illegible] خوشی [illegible] دیکھے [illegible]۔

نرگس [illegible] سے لکھتی ہیں کہ میں نے آپ کا APHRODITE استعمال کیا تھا لمبے بال تو ختم ہوئے ہیں مگر ابھی رواں باقی ہے میں مزید کتنے دن استعمال کروں۔

محترمہ آپ مزید ایک کورس استعمال کر لیں۔ ان شاء اللہ یہ روئیں بھی ختم ہو جائے گا۔

فخرالدین لاہور سے لکھتے ہیں کہ مجھے بادی بواسیر کی شکایت ہے مسوں میں سخت چبھن ہوتی ہے بیٹھا نہیں جاتا۔

محترم آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں۔

ماریہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں شوہر بھی توجہ نہیں دیتا اس باپ ہیں نہیں میں کیا کروں آپ کو باپ سمجھ کر مسئلہ لکھ رہی ہوں آپ مجھے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ NATRUMMUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شیخ جمیل الدین قریشی ملتان سے لکھتے ہیں کہ منی آرڈر کیا تھا دوا ابھی تک نہیں پہنچی۔

محترم آپ تاریخ بتاتے تو ہم صحیح صورت حال بتا دیتے بعض لوگ مکمل پتا نہیں لکھتے تو ان کے پیکٹ واپس آجاتے ہیں وہ فون پر رابطہ کرتے ہیں تو ان سے مکمل پتا لے کر دوبارہ پیکٹ ارسال کر دیا جاتا ہے۔

ملاقات و دستی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021 36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

اٹالین پیزا

ضروری اشیاء:

پیزا ڈو	1/2 پیالی
پیزا ساس	1/2 کپ
چیز موزریلا اور گرین چیز	1/4 پیالی
پیاز (گول کٹی ہوئی)	2 عدد
ٹماٹر (گول کٹے ہوئے)	2 عدد
شملہ مرچ (رنگ میں کٹی ہوئی)	1 عدد
قیمہ (نمک مرچ کا بھنا ہوا)	ایک پاؤ
ہرا مسالا	تھوڑا سا

ترکیب:۔

پیزا ڈو کو ڈھک کر رکھیں جب دگنا ہو جائے اس کے بعد بیل لیں اور گریس کی ہوئی پیزا ٹرے میں بچھا دیں، ڈھک کر رکھیں۔ اس پر ساس لگائیں پھر قیمہ بچھا دیں پھر پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ، ہرا مسالا پھر آخر میں پنیر سے پیزا کو ڈھک دیں اور ساس چھڑک دیں، گرم اوون میں 1/2 گھنٹہ رکھیں، گرم گرم سرو کریں۔

پیزا ڈو

ضروری اشیاء:

میدہ	دو کپ
خمیر	دو کھانے کے چمچے
شکر	ایک چمچہ
نمک	ڈیڑھ چمچہ
زیتون کا تیل	ایک چمچہ
پانی یا دودھ	3/4 کپ

ترکیب:

دودھ میں خمیر اور شکر گھول لیں ایک پیالے میں میدہ، نمک، زیتون کا تیل، خمیر اور شکر حل کیا ہوا دودھ ڈال کر اس کو مکس کر کے آٹے کی طرح گوندھ لیں کسی اسٹیل کے پیالے کو تیل لگا کر چکنا کر لیں اور اس میں گوندھے ہوئے آمیزے کو ڈال لیں اور ڈھک کر تیس منٹ کے لیے کسی گرم جگہ پر رکھ دیں۔

صبا..... ٹنڈو الہیار

شملہ مرچ قیمہ

اشیاء:۔

شملہ مرچ	250 گرام
پسا ہوا لہسن، ادرک	دو چائے کے چمچ
پسی ہوئی لال مرچ	دو چائے کے چمچ
پسی ہوئی ہلدی	ایک چائے کا چمچہ
نمک	ایک چائے کا چمچہ
گائے کا قیمہ	ڈیڑھ کلو
ٹماٹر (چوپ کر لیں)	250 گرام
پسا ہوا دھنیا	ایک چائے کا چمچہ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچہ
ہری مرچیں	5 عدد

ترکیب:۔

شملہ مرچ کے بیج نکال کر اس کے چوکور ٹکڑے کاٹ لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے قیمہ ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر اس کا پانی سکھائیں اور پھر ادرک، لہسن شامل کر لیں اس میں ٹماٹر شامل کر کے پکائیں جب ٹماٹر گل جائیں تو اس میں لال مرچ، دھنیا، ہلدی، قصوری میتھی اور نمک ڈال کر ملائیں۔ ہری مرچیں شامل کر کے اچھی طرح سے بھونیں اور پھر شملہ مرچ شامل کر دیں چند منٹ دم پر رکھنے کے بعد ڈش میں نکال لیں۔

عظمیٰ کنڈی گل امام

ایرانی چکن رائس

ضروری اشیاء:۔

مرغی کا گوشت (بغیر ہڈی کا)	ڈیڑھ کلو
گاجر (لمبائی میں کاٹ لیں)	دو عدد
انڈے (ابلے ہوئے)	دو عدد

پیاز (چوپ کریں) — ایک عدد
تیل — 1/4 کپ
مکھن — ایک کھانے کا چمچہ
لہسن ادرک پیسٹ — ایک کھانے کا چمچہ
نمک — حسب ذائقہ
سیاہ مرچیں (کٹی ہوئی) — 1/2 چائے کا چمچہ
سویا ساس — دو چائے کے چمچ
پستہ بادام کاجو کشمش — حسب ضرورت
چاول (ابلے ہوئے) — ڈیڑھ کلو

ترکیب:۔
گوشت کی بوٹیاں کاٹ لیں اور اسے دھو کر خشک کرلیں۔ اس میں نمک لہسن ادرک کا پیسٹ کٹی ہوئی سیاہ مرچیں سویا ساس لگا کر ڈیڑھ گھنٹہ رکھیں اب ایک ساس پین میں تیل اور مکھن ڈال کر گرم کریں۔ اس میں پیاز ڈال کر لائٹ براؤن کر کے میرینیٹ کیا ہوا گوشت شامل کر کے فرائی کریں۔ اب پستہ بادام کاجو کشمش گاجر ڈال کر فرائی کریں اب چاول مکس کر کے دم پر رکھیں۔ ابلے ہوئے انڈے کاٹ کر سجا کر سرو کریں اور بتائیں کیسا ذائقہ ہے؟

عائشہ کرن صدیقی — کوٹ چھٹہ

چکن روسٹ پاستا

ضروری اشیاء:
چکن (سولہ پیس میں کٹوا لیں) — آدھا کلو
دہی — ایک کپ
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچہ
لال مرچ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچہ
ہری مرچ (پسی ہوئی) — ایک چائے کا چمچہ
کریم — دو کھانے کے چمچ
پنیر — دو کھانے کے چمچ
کولسن پاستا — دو کپ (ابال لیں)
تیل — دو سے تین کھانے کے چمچ

ترکیب:۔
چکن میں دہی نمک کالی مرچ لال مرچ ہری مرچ کریم اور پنیر ڈال کر ایک گھنٹہ کے لیے میرینیٹ کریں۔ اس کے بعد اسے ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب اس کا پانی خشک ہو جائے تو بھون لیں ساتھ میں ابلے ہوئے پاستا ڈال کر مکس کریں اور گرما گرم سرو کریں۔
نوٹ:۔ چکن بغیر ہڈی کے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

نوشین اقبال نوشی — گاؤں بدر مرجان

چکن کٹلس

اجزاء:۔
بوائل سخت انڈے — چار عدد
سویا ساس — کھانے کے دو چمچ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا) — ایک گٹھی
آملیٹ نما کٹی پیاز — ایک عدد درمیانی
ایک عدد ثابت مرغی — ڈیڑھ کلو
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی) — چار عدد
نمک — حسب ذائقہ
اجینوموتو — چٹکی بھر
پسی کالی مرچ — ایک چائے کا چمچہ
ڈبل روٹی کا چورا — دو پیکٹ
کوکنگ آئل — تلنے کے لیے

ترکیب:
مرغی کو اچھی طرح سے دھو کر نمک اور لہسن کے ساتھ ابال لیں جب اچھی طرح ابل جائے تو پانی سے نکال کر ٹھنڈا کر لیں پھر اس کا گوشت ہڈی سے الگ کریں۔ ابلے ہوئے انڈے چھیل لیں اب چوپر میں انڈے مرغی کا گوشت اور ڈبل روٹی کا چورا سب ملا کر پیس لیں یہ باریک قیمہ کی طرح ہو جائے اس کے بعد اس میں کٹی ہوئی پیاز ہرا مسالا سویا ساس کالی مرچ اجینوموتو ملا دیں اور آٹے کی طرح ہاتھوں سے گوندھ لیں پھر تھوڑا تھوڑا قیمہ لے کر ہاتھوں کے درمیان اچھی طرح دبا کر کباب کی صورت میں پھیلا لیں اور ہلکی آنچ پر فرائی کریں اور مجھے دعائیں دیجیے۔
نوٹ:۔ پین میں تیل کم ہونا چاہیے۔

شاہ بہرام انصاری — ملتان

ہاٹ چکن ود سپر رائس

اجزاء:
چکن (بغیر ہڈی کے) — آدھا پاؤ
سویا ساس — ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ — چوتھائی چائے کا چمچہ
ادرک — دو چائے کے چمچ
ٹماٹو پیسٹ — ڈیڑھ کپ
ٹماٹو کیچپ — دو کھانے کے چمچ
کلونجی — چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک — حسب ضرورت
یخنی — ایک کپ

ترکیب:۔
تیل گرم کریں اس میں چکن اور ادرک ڈال کر ہلکا سا فرائی کریں۔ دو منٹ بعد اس میں ٹماٹر پیسٹ اور کلونجی ڈالیں تین سے چار منٹ پکائیں پھر نمک کالی مرچ لال مرچ سویا ساس اور ٹماٹو کیچپ ڈال دیں اور تھوڑی دیر بھونیں اور پھر ایک کپ یخنی یعنی چکن اسٹاک ڈال کر پکائیں جب تیل اوپر آ جائے تو اتار یں اور سپر رائس کے ساتھ پیش کریں۔

صنم ناز — گوجرانوالہ

چائنیز سوپ

اشیاء:
چکن (بون لیس) — آدھا کلو
کارن فلور — تین کھانے کے چمچ
پیاز (باریک کٹی ہوئی) — ایک عدد
انڈے (صرف سفیدی) — دو عدد
کالی مرچ — چائے کا ایک چمچ
چائنیز نمک — کھانے کا ایک چمچ
[illegible] — دو عدد
سویا ساس — کھانے کا ایک چمچ
نمک — حسب ذائقہ

ترکیب:
مرغی کو اچھی طرح دھو لیں۔ ایک ساس پین میں مرغی باریک کٹی ہوئی پیاز کالی مرچ نمک اور پانی ڈال کر یخنی تیار کرلیں۔ گوشت گل جائے تو یخنی چھان کر الگ کرلیں۔ ابلے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ ایک کپ پانی میں کارن فلور کو اچھی طرح حل کرلیں۔ یخنی میں کارن فلور کا آمیزہ اور چھوٹے چھوٹے گوشت کے ٹکڑے ڈال کر دھیمی آنچ پر چند منٹ کے لیے پکائیں۔ جب سوپ آپ کی پسند کے مطابق گاڑھا ہو جائے تو انڈے کی سفیدی ملا دیں اور چمچ سے سوپ میں اچھی طرح مکس کرلیں۔ سردیوں کے لیے ایک بہترین سوپ ہے۔

نزہت جبین ضیاء — کراچی

اخروٹ کی مٹھائی

اشیاء:۔
اخروٹ — ایک پاؤ
دودھ — ایک لیٹر
کوکو پاؤڈر — دو چائے کے چمچے
چینی — آدھا پاؤ
مکھن — آدھا پاؤ

ترکیب:
دودھ اور کوکو پاؤڈر مکس کرلیں اور ابال لیں جب دودھ آدھا رہ جائے تو اس میں اخروٹ پیس کر ڈال دیں جب یہ آمیزہ گاڑھا ہو جائے تو اس میں چینی ڈال دیں۔ جب چینی کا پانی خشک ہو جائے تو اس میں مکھن ڈال کر بھون لیں کسی ٹرے میں تھوڑا سا مکھن لگا کر گرم کریں اور تمام آمیزہ اس میں ڈال کر رکھ لیں اوپر سے برابر کرلیں جب ٹھنڈا ہو جائے تو ٹکڑے کاٹ لیں۔ بہت ہی لذیذ مٹھائی تیار ہے۔

ذرشہوار قندیل — کوئٹہ

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بالوں کی حفاظت

۱۔ خشک بالوں میں نہانے سے پہلے اگر سرسوں کے تیل کی مالش کرلی جائے اور پھر ایک گھنٹہ بعد سر دھولیا جائے یا پھر رات کو سونے سے پہلے تیل لگالیں تاکہ اچھی طرح تیل جذب ہوجائے۔ پھر صبح اٹھ کر بال دھولیں۔ خشک بالوں میں ہفتہ میں ایک بار انڈے کو پھینٹ کر اچھی طرح بالوں میں لگائیں پھر ایک گھنٹہ بعد کسی اچھے صابن سے سر دھولیں۔

۲۔ خشک بالوں کو صابن کی بجائے سرسوں کی کٹی ہوئی کھل بھگو کر چھان لیں اور پھر اس سے بال دھوئیں تو بال ملائم ہوجائیں گے۔ سر دھونے سے آدھا گھنٹہ پہلے دہی اچھی طرح بالوں کو لگا کر پھر سر دھوئیں تو اس سے بھی بال ملائم ہوجائیں گے۔

۳۔ خشک بالوں میں ہفتے میں ایک بار سرسوں یا زیتون کے تیل میں لیموں کا رس دو حصے تیل ایک حصہ لیموں کا رس ملا کر اچھی طرح سر کی مالش کریں اور پھر گھنٹہ بھر بعد سر دھولیں۔

بال لمبے کرنے کے لیے۔

۱۔ سرسوں کا خالص تیل ایک پاؤ لیں اس میں گیندے کے تازہ پھول رات بھر بھگو کر رکھ دیں۔ صبح پھولوں کو اچھی طرح مسل کر تیل چھان لیں۔ سر دھونے سے ایک گھنٹہ پہلے اس کو اچھی طرح سر پر لگائیں بال لمبے ہوجائیں گے۔

۲۔ اگر بالوں کی نوکیں پھٹی ہوئی ہوں اور بال چھوٹے ہوگئے ہوں تو اس کے لیے آدھی پیالی خالص مہندی لے کر پانی میں گھول کر آدھا گھنٹہ کے لیے پڑا رہنے دیں پھر ایک انڈہ اچھی طرح پھینٹ کر اس میں ملا لیں اور بالوں میں لگائیں ایک گھنٹہ بعد کسی اچھے سے شیمپو سے سر دھولیں۔

۳۔ بالوں کی نوکیں اکثر کاٹتے رہنے سے بھی بال لمبے ہوتے ہیں۔

۴۔ بیری کے پتے لے کر انہیں باریک پیس لیں۔ جھاگ نکال کر بیس پچیس منٹ تک سر میں خوب ملیں اور شیمپو کے بغیر ہی سر دھولیں۔ اس سے بھی بال لمبے ہوجائیں گے۔

۵۔ آملہ خشک، ہڑ خورد، ریٹھا اور بیری کے پتے ہم وزن لے کر تھوڑے سے پانی میں ابال لیں پھر اسے ٹھنڈا کرلیں اس سے ہر تیسرے روز بال دھوئیں بال لمبے ہوجائیں گے۔

۶۔ مہندی میں شہد اور زیتون کا تیل ملا کر بالوں میں لگانے سے بال گھنے اور چمکدار ہوجاتے ہیں۔

پلکیں لمبی کرنے کے لیے۔

☆ رات کو سوتے وقت پلکوں پر ہلکا سا روغن زیتون لگائیں۔

☆ اصلی شہد اور کسٹر آئل دونوں کو برابر مقدار میں لیں اور کسی شیشی میں ملا کر رکھ لیں۔ رات کو سوتے وقت پلکوں پر لگائیں۔

☆ ناریل کا تیل رات کو سونے سے پہلے روئی سے لگائیں۔

☆ روزانہ آنکھوں میں سرمہ لگائیں اس سے بینائی تیز ہوجاتی ہے۔

بالوں کو لمبا کرنے والے تیل کا نسخہ

نسخہ

آب چقندر	ایک کلو
آملہ خشک	ایک پاؤ
برگ مہندی	آدھ پاؤ
برگ دمہ	آدھ پاؤ
تیل تل	آدھ کلو
پانی	ایک کلو

ترکیب:

تلوں کے تیل میں پہلے آملہ برگ مہندی اور برگ دمہ کو پانی میں ڈال کر آگ پر جوش دیں آگ نرم ہونی چاہیے۔

جب پانی نصف جل جائے تو آب چقندر ڈال دیں اور جب سارا پانی جل جائے اور صرف تیل ہی باقی رہ جائے تو بہت سے نتھار کر بوتل میں ڈال لیں۔ اس تیل سے بال بہت لمبے ہوتے ہیں۔

طیبہ نذیر ... شادیوال گجرات

خواتین کا اہم مسئلہ ... چھائیاں

دواؤں کا غلط استعمال اور زیادہ دھوپ میں رہنا اس کا بنیادی سبب ہوسکتا ہے۔

ہر عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ملکوتی حسن کی مالک ہو اور آپ کو حسین بنانے میں جو چیز سب سے زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے وہ آپ کی خوبصورت، چمکدار اور بے داغ جلد ہے۔ اکثر خواتین کو چھائیوں کی شکایت ہوجاتی ہے جو کہ چہروں پر بہت ہی بدنما معلوم ہوتی ہیں۔

چھائیاں کیوں پیدا ہوتی ہیں۔

چھائیاں غدود کے ناقص عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ جلد کا نچلا حصہ جو اپی ڈرمس کہلاتا ہے اس جگہ کالے ذرات جو میلے نن کہلاتے ہیں پیدا ہوجاتے ہیں اور زیادہ دھوپ میں رہنے سے یہ ذرات زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ چھائیاں جگر کی خرابی کی وجہ سے بڑھتی ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ جگر کی خرابی ان کی ایک وجہ تو ہوسکتی ہے لیکن یہ واحد سبب نہیں۔

چھائیوں کی وجہ اور اس کا خاتمہ

چھائیوں کا خاتمہ

چھائیوں کے خاتمے کے لئے ایسا صابن یا مرہم جس میں ہائیڈروجن پرآکسائیڈ ہو چھائیوں کے لئے بہت مفید ہے اس کے علاوہ قدرتی برف کو بھی جلد پر ملنے سے چھائیوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات طویل عرصے تک بیمار رہنے سے بھی چھائیاں پید ہوجاتی ہیں کیونکہ بیماری کی وجہ سے جسم کو وہ سب چیزیں نہیں مل پاتی ہیں جو صحت کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ اس طرح جب بہت سی عورتیں ڈائٹنگ شروع کرتی ہیں تو وہ فوراً دبلا ہونے کے چکر میں ایک دم کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں اور اس کا اثر ان کی جلد پر [illegible] ہوجاتی ہیں۔

حساس جلد اور الرجی

بہت سی عورتوں کی جلد بہت حساس ہوتی ہے۔ انہیں دھوپ سے الرجی ہوتی ہے اور جہاں وہ زیادہ دیر دھوپ میں رہتی ہیں اس کا اثر فوراً ہی ان کی جلد پر پڑتا ہے اور دھوپ کی وجہ سے ان کے چہرے پر چھائیاں ہوجاتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ایسی خواتین دھوپ میں جانے سے حتی الامکان گریز کریں۔ انہیں دھوپ میں جانا پڑے تو سن گلاسز کا استعمال ضرور کریں۔ اور چہرے پر سن بلاک لگانا نہ بھولیں کیونکہ سن بلاک کا استعمال جلد کو دھوپ کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح بہت سی خواتین کو خوشبو سے الرجی ہوجاتی ہے اور یہ الرجی بھی چھائیاں پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ چھائیاں نمودار ہونے کی ایک اور وجہ پیٹ کے کیڑے بھی ہوسکتے ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر سے اس کا علاج کروائیں اور ایسی غذاؤں کا استعمال کریں جو زود ہضم ہوں اور بہت زیادہ چکنائی اور مصالحے والی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کریں۔ کھانے میں تازہ پھلوں اور سبزیوں کا استعمال کریں اور زیادہ سے زیادہ صاف پانی استعمال کریں۔

جذباتی خواتین اور چھائیوں کے سائز

بہت زیادہ نروس یا جذباتی خواتین بھی چھائیوں کا شکار ہوجاتی ہیں۔ جن خواتین کو جلدی غصہ آتا ہے یا جو ہر وقت گہرے رنج میں ڈوبی رہتی ہیں وہ بھی چھائیوں کے مرض میں مبتلا ہوسکتی ہیں۔ چھائیوں کے دھبے مختلف سائز کے ہوتے ہیں۔ یہ دھبے کبھی گول ہوتے ہیں تو کبھی بیضوی اور یہ ہلکی رنگت میں بھی ہوتی ہیں اور گہری رنگت میں بھی۔ گرمیوں کے موسم میں یہ اور بھی زیادہ گہری ہوجاتی ہیں۔ اس لئے دھوپ میں جانے سے قبل بہت زیادہ احتیاط کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دھوپ میں جانے سے قبل خوشبو کا استعمال بھی آپ کو اس مرض میں مبتلا کرسکتا ہے۔ اس لئے دھوپ میں جاتے وقت خوشبو کے استعمال سے پرہیز کریں۔

جویریہ ضیاء۔ ملیر کراچی

اداس جنوری

جنوری کی یخ بستہ شاموں میں
تیری یاد کے جگنو
آنکھوں میں لیے
اداسی کی شمعیں روشن کیے
دل کی دھڑکتی لرزتی دہلیز پر
سرد ہاتھوں میں تم چہرہ چھپائے
دھند میں تیرا چہرہ تلاش کرتے ہیں
سرد، نم آلود
کہر میں ڈوبی چاندنی میں
سرسراتی ٹھٹھرتی ہوا سے
تیری باتیں کرتے ہیں
کہ کھو گیا ہے جو
بیتے لمحوں کی طرح
اسے ڈھونڈ لائے کوئی
وہ کیسا ہے؟
اتنا تو بتائے کوئی؟

فصیحہ آصف خان..... ملتان

غزل

دنیا تیری رسوم کے گو طلب گار ہم نہ تھے
دار و قفس کے تو مگر حق دار ہم نہ تھے
زنجیر دل تو حق بجا دربار میں نہ تھی
کچھ فطرت گدائی سے سرشار ہم نہ تھے
اے قفس تیرے دار کو چوما ہے بار بار
صیاد غم زدہ تھا کہ اشکبار ہم نہ تھے
ہم نے ستم تمہارے پہ کبھی کچھ گلہ کیا
کم ظرف اتنے بھی تو سرکار ہم نہ تھے
منصور وقت کے لیے ہر دور میں صلیب
ورنہ کسی طرح بھی سزاوار ہم نہ تھے
چمکے گا ہر افق پہ اپنا تو یہ لہو
کوئی خاک پا یا مثل غبار ہم نہ تھے
تم نے بھلا دیا ہے تو کچھ بات بھی نہیں
ورنہ یہ جانتے ہو کہ اغیار ہم نہ تھے
کچھ ہم کو بھی عزیز قفس ہو گیا بہت
کچھ تیری چال سے بھی خبردار ہم نہ تھے
مجبور فصل ختم گئی در قفس کھل گیا
بے جا عنایتوں کے طلب گار ہم نہ تھے

آصف مجور۔ سرگودھا

یاددہانی

دسمبر لوٹ آیا ہے
سال کا آخری مہینہ
کہا تھا تم نے اے ہمدم!
ختم یہ سال جب ہوگا
تمہارے ساتھ میں ہوں گا
برف جب پربتوں پہ گھونگھٹ کاڑھے گی
میں تمہارے گلنار چہرے سے گھونگھٹ اٹھاؤں گا
اور آنے والے سال کا پہلا پہلا پل تمہارے
سنگ بتاؤں گا
ملن کے گیت گاؤں گا تمہیں روح میں سماؤں گا
اور تمہیں پا کر مارے خوشی کے
آسماں کی وسعتوں میں جھوم جاؤں گا
سوا اے ہمدم!
یہ میری نظم یاددہانی ہے
تمہیں بس یہ بتانا ہے کہ
دسمبر لوٹ آیا ہے
تم بھی لوٹ آؤنا !

سباس گل رحیم یار خان

غزل

تری آنکھوں کے اندر دیکھتا ہوں
بہت گہرا سمندر دیکھتا ہوں
تیرے وعدوں کے دن گنتا ہوں اکثر
میں ہر لحہ کلنڈر دیکھتا ہوں
تری آنکھوں میں پوشیدہ جو غم ہیں
ترے چہرے پہ اکثر دیکھتا ہوں
ترا ہم سے وہ ملنا لوٹ جانا
میں اب سارے وہ منظر دیکھتا ہوں
مرے چاروں طرف تیری محبت
تری قربت کا محور دیکھتا ہوں
مہینے تو سبھی اچھے ہیں راشد
مگر میں تو دسمبر دیکھتا ہوں

راشد ترین..... مظفر گڑھ

نظم

پیارے بابا!
سن لے میرے پیارے بابا
اب کے ایسا کچھ مت کرنا
اپنے آپس کی رنجش میں
غیروں کی باتوں کے شک میں
اپنے بچوں کو مت لانا
اپنی خودداری کی خاطر
ان کی خودی کا خون نہ کرنا
اپنی انا کے زعم میں بابا
ان کی انا کو توڑ نہ دینا
ان کو وہ آنسو نہ دینا
جیسے آنسو میں روتی ہوں
ان کو ایسا دکھ مت دینا
جیسا دکھ میں نے جھیلا ہے
ان کی چاہت قائم رکھنا
ان کے خواب سلامت رکھنا
اپنے آپس کی رنجش میں
ان کی ہنسی کو چھین نہ لینا
ان کی خوشی کو بھول نہ جانا
پیارے بابا......!
میری ایک گزارش ماننا
اب کے کوئی دل نہ ٹوٹے
پھر سے کوئی پیارا نہ روٹھے

شہلا خان۔ جہانگیرہ

نظم

یہ سال جو رخصت ہوا ہے
کون جانے . .
ملن ہوا ہے کس کا کس سے
کون کس سے جدا ہوا ہے
گئے دنوں میں
ٹوٹا ہے دل کس کا
کس سے حق محبت ادا ہوا ہے
یہ تمنا تھی ہماری کہ
کسی حسین لمحے میں
کسی انمول گھڑی میں
تم ہمیں ہم تمہیں اپنا لیتے
مگر
شاید کہ قدرت کو نہ تھا یہ منظور
اسی حسرت میں
دسمبر بھی بھیگی آنکھوں کے ساتھ الوداع ہوا ہے

حوریہ مغل ہری پور

آنچل

گھٹا مغرب کی چھائی ہے چھپاؤ اپنے آنچل کو
نہ ہوں زلفیں عیاں سر پر سجاؤ اپنے آنچل کو
بزرگوں کا یہ کہنا ہے حیا عورت کا گہنا ہے
پری چہرو نقابِ رخ بناؤ اپنے آنچل کو
یہاں کچھ لوگ تم کو دیکھتے ہیں بدنگاہی سے
کبھی نہ شہر میں رخ سے ہٹاؤ اپنے آنچل کو
اگر اے بنتِ حوا بے ضمیروں کو جگانا ہے
بھرے بازار میں آ کر جلاؤ اپنے آنچل کو
زمانے میں یہی تو آبرو کی اک علامت ہے
اگر قدموں میں گر جائے اٹھاؤ اپنے آنچل کو
اسے مغموم کرتا ہے ترا اترا ہوا چہرہ
اداسی ہو تو حالِ دل سناؤ اپنے آنچل کو
یہ شب بھر دل دھڑکنے کی صدا سن کر مچلتا ہے
ہمیشہ نیند سے پہلے سلاؤ اپنے آنچل کو
اٹکتا ہے یہ بندیا سے الجھتا ہے یہ جھمکے سے
مرے محبوب نہ سر پر چڑھاؤ اپنے آنچل کو
تمہاری بزمِ گل میں ایک راہی کی جو آمد ہے
کشیدہ کاریاں کر کے سجاؤ اپنے آنچل کو

برکت راہی ڈگری...... سندھ

آس......!

آج پھر
نجانے کتنی حسرت زدہ نگاہوں کو
موہوم آس دیئے
نئے سال کا سورج
نئی چمکار لیے سر پر آن پہنچا ہے
وہ نگر......
جہاں ماتم کی صدائیں رقص کرتی تھیں
جہاں ہر سو وحشتیں سی بستی تھیں
جہاں کے لوگ
دھماکوں گولیوں کی زد میں
ہر اک دن تڑپتے تھے
اسی نگر میں
آج ہر اک نظر میں
نئی آس دمکتی ہے
کہ شاید
یہ برس
رحمتوں
امن و خوشیوں کا گہوارہ ٹھہرے
کہ
وحشتوں کے اس نگر میں
روشنیوں کی نوید ہو !
آمین

سمیرا غزل۔ کراچی

اے موت تجھے موت ہی آ جائے رب کرے
اے موت تجھے موت ہی آ جائے رب کرے
غنچے کو ابھی پھول تو بننے دیا ہوتا
دو لفظ ہی سیکھے تھے ابھی بولنا اس نے
ان توتلے لفظوں کو تو سننے دیا ہوتا
وہ تیز بھی یوں سینۂ بسمل سے پکارا
اس نعش کو مائی میں نہ ملنے دیا ہوتا
پھر شام غریباں ہے اترنے کو میرے گھر
منڈیر سے سورج کو تو ڈھلنے دیا ہوتا
وہ سینہ سپر ہوتا اور کس شان سے لڑتا
ہر ننھے سپاہی کو جو لڑنے دیا ہوتا
اے اہلِ اقتدار تمہیں نیند مبارک
ہتھیاروں کو تو زنگ نہ لگنے دیا ہوتا

ذخرہ گل

نظم

تمہیں معلوم تو ہے ناں
"تم" ہمارے واسطے کیا ہو؟
سنو
جب تم کسی سے بات کرتے ہو
ہمیں اچھا نہیں لگتا
جو ہم سے روٹھ جاتے ہو
تو دل یہ ٹوٹ جاتا ہے
بہت معصوم سا دل میرا
مگر مغموم رہتا ہے
اسے اچھا نہیں لگتا
کہ تم کسی اور کو دیکھو
کسی اور کو سوچو
کبھی ہم سے گریزاں ہو
بنا دیکھے ہم کو ہمارے پاس سے گزرو
ہمیں اچھا نہیں لگتا
تمہیں احساس ہو گا ناں
تمہیں ہم کیا سمجھتے ہیں
ہماری زندگی کے واسطے "تم" کتنے ضروری ہو
ہم "تم" بن رہ نہیں سکتے
کہ تم
بس ہمارے ہو

(نزہت جبین ضیا)

دسمبر کی ہوا کے ہاتھ بھیجا ہوا اک پیغام
اے دسمبر کی یخ بستہ ہواؤ......!
میرا پیغام اس تک پہنچا آؤ
اسے کہنا
کہ محبت میں بدگمانی کی
اک دیوار سی کھڑی ہے
اور کہتے ہیں کہ
بدگمانی کی فضا میں
جذبے مر جاتے ہیں
سو اس دیوار کے
مزید بلند ہونے سے پہلے
جذبوں کے مرنے سے پہلے
تم لوٹ آؤ
تم لوٹ آؤ ..!

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

اے مولا تُو رحم کر دے

اے مولا تُو رحم کر دے
گناہ گاروں پر کرم کر دے
معاف کر دے ساری خطائیں
قبول کر تُو ساری دعائیں
رحمتیں اپنی عام کر دے
اے مولا تُو رحم کر دے
اتنی ہم کو توفیق عطا کر
عبادتیں تیری کرتے جائیں
اپنے عشق میں چُور کر دے
نور سے اپنے ماہ نور کر دے
گمراہی میں بٹ چکے ہیں
گناہ ہم بہت کر چکے ہیں
خطائیں ہم سے دور کر دے
اے مولا تُو رحم کر دے
گناہ گاروں پہ رحم کر دے
کرم کر دے

سدرہ شاہین ہیرووال

بیاضِ دل

میمونہ رومان

ظل ہما... فیصل آباد
اپنے دھوئیں کو چھوڑ گیا آسمان پر
بجھتے ہوئے دیے میں غرور انتہا کا تھا
اس کو غلافِ روح میں رکھا سنبھال کر
محسن وہ زخم بھی تو کسی آشنا کا تھا

شمائلہ سعید...... جہلم
خواب آنکھوں سے گئے نیند راتوں سے گئی
وہ گئے تو لگا زندگی ہاتھوں سے گئی

صدف مختار...... بوسال قصور
یہیں سے جان گیا میں کہ بخت ڈھلنے لگے
میں تھک ہار کر پیڑ میں بیٹھا تو پیڑ جلنے لگے
جو دے رہا تھا سہارے تو اک ہجوم میں تھا
جو گر پڑا تو سبھی راستے بدلنے لگے

رمشا عظمت...... بوسال قصور
وہ زخم ڈھونڈتا رہا تھا ہنسی لیے لب پر
ہر اک سے پوچھتا پھرتا تھا کچھ کھو گئے نہیں
وہ داستان جسے سنتے ہو روز ہنس ہنس کر
کبھی ہم سے جو سنو گے پھر ہنسو گے نہیں

زیدا بن پاکیزہ سحر تلہ گنگ
منزلیں ذوقِ تجسس کو سلا دیتی ہیں
ہم تو راہوں کے طلب گار ہیں منزل کے نہیں
ڈوب کر بحرِ حوادث میں نکھرتی ہے حیات
ہم تو طوفاں کے طلب گار ہیں ساحل کے نہیں

سیدہ جیا عباس کاظمی تلہ گنگ
تمہارے ساتھ مرے سلسلے نہ ملتے تھے
سفر تھا ایک مگر راستے نہ ملتے تھے
تجھے گنوا کے میری جاں مجھے یقین آیا
کہ لوگ مجھ سے مرے واسطے نہ ملتے تھے

روبینہ کوثر...... جھنگ
خواہش جو دل میں تھی اسے مرنے نہیں دیا
دامن پر آنسوؤں کو بکھرنے نہیں دیا
وہ میری ملکیت تھا رہا میرے پاس ہی
دل میں اسے کسی کے اترنے نہیں دیا

مسز نگہت غفار... کراچی
آپس میں رسم و راہ کا فقدان ہوگیا
دیوانہ وار ملنے کی عادت نہیں رہی
تعبیر بن کے خواب کی آتے وہ خواب میں
افسوس ان کو اتنی بھی فرصت نہیں رہی

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش
آنچل میں پھول لے کر کہاں جا رہی ہوں میں
جو لوگ آنے والے تھے وہ لوگ تو گئے
کیا جانیے افق کے ادھر کیا طلسم ہے
لوٹے نہیں زمین پر اک بار جو گئے

عظمٰی شاہین رفیق...... جڑانوالہ
ہمیں خبر تھی دشمن کے سب ٹھکانوں کی
شریکِ جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے

زین الدین ۔ کراچی
کل رات چاند کو دیکھا تو یہ احساس ہوا
تم اکیلے ہو تمہیں میری ضرورت ہوگی
اے خدا اس کو کسی اور کا ہونے نہ دینا
زندگی بھر مجھے پھر تجھ سے شکایت ہوگی

چندا مثال قصور
اترے جو زندگی تیری گہرائیوں میں ہم
محفل میں رہ کے بھی رہے تنہائیوں میں ہم
دیوانگی نہیں تو اسے اور کیا کہیں
انساں ڈھونڈتے رہے پرچھائیوں میں ہم

نائلہ اشفاق... KGM
ذرا سا مسکرا دو بنا تم اب نئے سال سے پہلے پہلے
ہر ایک غم کو بھلا دو بنا تم اب نئے سال سے پہلے پہلے
نہ سوچو کہ ہوگا کچھ نئے سال سے پہلے پہلے
ہر ایک کو معاف کر دو بنا نئے سال سے پہلے پہلے

فصیحہ آصف خان ملتان
دل پہ چھایا ہے یہ ملال کیسا؟
گزرے گا اب نیا سال کیسا؟
یہ سچ ہے کہ وہ ہمیں بھول گیا
اس کا پھر یوں رات دن خیال کیسا؟

دلکش مریم .. چنیوٹ
وہی انتشار سی زندگی ہے وہی غبار سی زندگی
وہی سانس لینا محال ہے کہوں کس طرح نیا سال ہے
وہی خواب ہیں کہ عذاب ہیں وہی روز و شب کہ سراب ہیں
وہی گردشِ ماہ و سال ہے کہوں کس طرح نیا سال ہے

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ
تیرے سنگ گزارے جب وہ زمانے یاد آتے ہیں
میری خشک آنکھوں کے کنارے بھیگ جاتے ہیں
وہ ہوا مجھ سے جدا کچھ اس طرح ہے نوید
تیز موجوں میں جیسے سفینے ڈوب جاتے ہیں

سمیرا انور جھنگ
محبتوں کے دیس میں اک ستارہ نکلا
یارو! کیا بتائیں وہ پھر بھی نہ ہمارا نکلا

سارہ یہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات
نجانے کس عمر میں جائے گی یہ عادت اپنی
روٹھنا اس سے اور اوروں سے جلتے رہنا

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات
بے موسم بارش کی صورت دیر تلک اور دور تلک
تیرے دیارِ حسن پہ میں بھی کن من کن من برسوں گا
شرم سے دہرا ہو جائے گا کان پڑا وہ بُندا بھی
بادِ صبا کے لہجے میں اک بات میں ایسی پوچھوں گا

مہر گل ملائکہ دعا...... اورنگی کراچی
تمنا دید کی موسیٰ کرے اور طور جل جائے
عجب دستورِ الفت ہے کرے کوئی بھرے کوئی

فوزیہ سلطانہ... تونسہ شریف
تڑپنے پر کیا خوب ترس آیا میرے صیاد کو
قفس کی کھول دی کھڑکی مگر کس کس کے پَر باندھے

حمیرا عروش...... کراچی
درد کی خوشبو گئی زخموں کی رعنائی گئی
موسم ہجراں تری اب تک نہ پزیرائی گئی
کون سی محفل کہاں کے روز و شب کیسا مقام
زندگی تو اصل میں اک سانس ہے آ ہی گئی

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:
گلناز مان گل... سرمان۔ نادیہ طفیل..... شاہ نکڈر۔ تسنیم ثنا...... گکھڑ سٹی۔ حافظہ اقراء الیاس...... لاہور کینٹ۔ ماہ رخ سیال...... سرگودھا۔ عظمیٰ کنڈی...... گل امام۔ زویا خان...... راولپنڈی۔ عظمیٰ شاہین...... جڑانوالہ۔ نورین شاہد۔ رحیم یار خان۔ تحسیم تبسم قصور۔ عاصمہ اقبال عارف والا۔ ساجدہ عاشق۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ خندہ حیدر۔ سائرہ رضی۔ شمع مسکان۔ فیاض اسحاق۔ ام کلثوم۔ کاجل شاہ۔ فوزیہ سلطانہ۔ تمنا زبیریہ۔ شجاع جعفری۔ شبانہ امین۔

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد باری تعالیٰ

مہک پھولوں کی' بلبل کی نوا تُو
سحر کا نور تُو' جانِ صبا تُو
درونِ داغ دل مانند شبنم
وفورِ یاس میں آہ رسا تُو
کبھی ساحل پہ تُو حرفِ تمنا
کبھی گرداب میں حرفِ دعا تُو
کہیں قوسِ قزح میں رنگ تیرا
کہیں کالی گھٹاؤں میں ملا تُو
تُو ہی سب بے سہاروں کا سہارا
نہیں جس کا کوئی اس کا ہوا تُو
کلی میں' عکس شبنم میں ہوا میں
ہوا محسوس مجھ کو بارہا تُو
میں اک قطرہ تُو بے پایاں سمندر
میں مشت خاک اور ارض و سما تُو

بشریٰ اعجاز راولپنڈی

نعت محمد ﷺ

میری آرزو دو جان ودل ہے نور من نور ہدیٰ صلی علیٰ صل علیٰ
ہو نصیب زیارت جمال بے مثال شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ صلی علی صل علی
سرور کیسا' لذت کیسی' محبت کیسی کیا بتاؤں
محبت وعشق کا خزینہ ہے نور الھدیٰ صلی علی صل علی
ہماری خطائیں بے بہا' تمہاری عطائیں بے شمار
تُو مظہرِ حق ہے کیوں نہ کریں تمہاری ثناء صلی علی صل علی
یہ سنا ہے کہ منظرِ قیامت بڑا پُرخطر ہوگا مگر گھبراؤ نہ اے دیوانو
کہ ہمارے نبی ہیں شافع محشر حبیب رب اعلیٰ صلی علی صل علی
جب مانگوں' جہاں مانگوں تجھے ہی کیوں نہ مانگوں میں بنت حسن
تُو حبیب رب دو جہاں خلق تمہاری گدا صلی علی صل علی

زبیدہ بنت حسن سکھر

دو ایک

عمر کے تو لاکھوں لمحے تھے
کچھ
زندگی کے شمار میں
بس . !
دو ایک !

سباس گل رحیم یار خان

اے نئے سال

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا کیا ہے؟
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے؟
روشنی دن کی وہی تاروں بھری رات وہی
آج بھی ہم کو نظر آتی ہے ہر بات وہی
آسماں بدلا ہے نہ بدلی ہے افسردہ زمیں
اک ہندسے کا بدلنا کوئی جدت تو نہیں
اگلے برسوں کی طرح ہوں گے قرینے تیرے
کسے معلوم نہیں بارہ مہینے تیرے
بے سبب دیتے ہیں کیوں لوگ مبارک بادیں
سب کیا بھول گئے وقت کی کڑوی یادیں
تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی

حافظہ اقراء ایاس لاہور کینٹ

باتوں سے خوشبو آئے

❖ بُری کتابیں روح کو مار دیتی ہیں (ٹالسٹائی)
❖ احتیاط دانش مندی کی سب سے بڑی بیٹی ہے۔ (وکٹر ہیوگو)
❖ جس چیز کا علم نہیں اسے مت کہو (سقراط)
❖ بسا اوقات انسان کی موت اس بات میں ہوتی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے۔
❖ تمہیں کیا چاہیے جو کچھ بھی چاہیے اسے مسکراہٹ کی طاقت سے حاصل کرو نہ کہ تلوار کی۔ (شیکسپیئر)
❖ بڑا بننے کے لیے پہلے چھوٹا بنو (کنفیوشس)

❖ امید باعمل انسان کی کنیز ہے۔ (گوئٹے)

شگفتہ خان بھول

محبت

❖ آج کا انسان محبت سے دور ہوتا جارہا ہے
❖ آج کا انسان ہر قدم پر ایک دوراہے سے دوچار ہوتا ہے
❖ مشینوں نے انسان سے محبت چھین لی ہے
❖ آج کے انسان کے پاس وقت نہیں کہ وہ نکلتے اور ڈوبتے سورج کا منظر تک بھی دیکھ سکے وہ چاندنی راتوں کے حسن سے ناآشنا ہو کر رہ گیا ہے۔
❖ آج کا انسان دور کے سیٹلائٹ سے پیغام وصول کرنے میں مصروف ہے' وہ قریب سے گزرنے والے چہرے کے پیغام کو وصول نہیں کرسکتا۔

نوشین اقبال نوشی گاؤں بدر مرجان

درد کے فائدے

معلومات

❖ دنیا کا سب سے بڑا شہر ٹوکیو (جاپان) ہے۔
❖ دنیا کا سب سے بڑا صنعتی شہر شنگھائی ہے۔
❖ دنیا میں سب سے زیادہ کھجوریں عراق میں پیدا ہوتی ہیں۔
❖ دنیا میں سب سے بڑی جھیل مصر میں ہے۔
❖ دنیا میں سب سے زیادہ چھوٹی ریاستیں بھارت میں ہیں۔
❖ دنیا میں سب سے وزنی قرآن مجید ایران کے شہر قم میں ہے۔
❖ دنیا کی سب سے پہلی کتاب 1457ء میں جرمنی میں چھپی۔

ہما ایوب شیخ... عارف والا

نئے سال کی دعا تمہارے لیے

آسمانوں پہ جتنے تارے ہیں
اور ندیا میں جتنے دھارے ہیں
جتنے قطرے ہیں سبزہ شبنم میں
جس قدر بھی حسین نظارے ہیں
میری آنکھوں میں خواب ہیں جتنے
ہاں میری جاں فقط تمہارے ہیں

تانی چوہدری..... آکسفورڈ یو کے

لغزش

پاؤں کی لرزش سے سنبھلنا تو ممکن ہے لیکن زبان کی لغزش کا کوئی مداوا نہیں' ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ پرندہ اپنے پیروں سے اور انسان اپنی زبان سے پکڑا جاتا ہے۔ جب زبان بے لگام ہوجائے تو اس پر قابو پانا آدمی کے بس میں نہیں رہتا۔

نائمہ تحریم کراچی

نوجوان نسل کے لیے ایک پیغام

اگر تم نے "ماں باپ" کے حقوق ادا نہیں کیے تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔
ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لہجوں کو سن کر سہم جائیں کہ وہ ضعیف ہوگئے اور تم جوان ہوگئے ہو۔
تو تم بھول گئے کہ انہوں نے اپنی جوانی (تم کو جوان کرنے کی خاطر) قربان کردی۔
کہ تم بھی گوشت کا ایک لوتھڑا تھے اور اپنے اوپر سے ایک مکھی بھی نہیں ہٹا سکتے تھے
ذرا سوچیے !!"

صائمہ صابر سومرو حیدرآباد سندھ

بھید

کتنے ہی قوی آدمی ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی قوی ہوتے ہیں اور رائے بھی بہت بہتر رکھتے ہیں لیکن روزی ان سے بچی ہوئی ہے اور کتنے آدمی ضعیف ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی ضعیف ہیں لیکن روزی ایسے کماتے ہیں جیسے سمندر سے پانی بھر رہے ہوں۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں بھید مخفی رکھتا ہے جو ہر کسی پر ظاہر نہیں ہوتے۔

ریحانہ راجپوت خیرپور میرس

غفلت

دل واپس جو ہوگا

وہ بولے ٹھہرو
یاد کرنے دو مجھے
ذرا سی چیز تھی ہم نے
خدا جانے کہاں رکھ دی

مدیحہ نورین برنالی

یادداشت

کون
کس مقام پہ بچھڑ گیا
ہم سے
کچھ یاد نہیں
یاد رہا تو بس اتنا
کہ جو بچھڑ گیا
ایک بار
وہ پھر دوبارہ
ملا نہیں

کاجل شاہ...... خانیوال

جنوری

ج...... جو تم کہو وعدہ کرلیں تم سے لیکن
ن...... نجانے کیوں گمان ہوتا ہے
و...... وعدہ توڑا بھی جاتا ہے
ر...... راہ پہ چھوڑا بھی جاتا ہے
ی...... یہ دنیا مکرو فریب کی دنیا ہے
یہاں سب کچھ چلتا ہے۔

مہر مخلص اٹک

سیاست

❖ سیاست جیسا کوئی جوا نہیں (ڈسرائیلی)

❖ سیاست دان محبت کرتے ہیں نہ نفرت' جذبات نہیں بلکہ مفادات ان کی راہ متعین کرتے ہیں۔ (اسٹیپن ہوپ)

❖ جو بات اخلاقی طور پر غلط ہے وہ سیاسی طور پر بھی غلط ہے۔ (ڈینسیل)

❖ عورت اور سیاستدان میں بڑا فرق ہے اگر کوئی عورت ہاں کہے تو عورت نہیں' سیاستدان ہاں کہے تو سیاستدان نہیں۔ (یمانو)

سمیعہ خان۔ اٹک

نئے سال کے لیے

اب کے سال کچھ ایسا کرنا
بکھری یادیں تازہ کرنا
سادہ سا کاغذ لے کر
اپنے سارے پل لکھ لینا
گزرے ہوئے سب کل لکھ لینا
گر تو خوشیاں بڑھ جائیں
پھر تم کو میری طرف سے
آنے والا سال مبارک
اور کم پڑ جائیں تو
پھر تم ایسا کرنا
مت بے کار تکلف کرنا
میری خوشیاں تم لے لینا
میری خوشیاں تم لے لینا

کنزہ مریم...... سرگودھا

دعا

چلو اک کام کرتے ہیں
نئے سال کا آغاز تیرے نام سے کرتے ہیں
تُو نے دی ہے زندگی ہمیں
شکر تیرا ہر روز کرتے ہیں
اس سال کو تُو ہمارے لیے خوشیوں کا گہوارہ بنا دے
اے خدا! یہ دعا ہم صبح و شام کرتے ہیں

مہر مخلص اٹک

نیا سال

آؤ
نئے سال میں
کچھ وعدے کرتے ہیں
جن میں کوئی کھوٹ نہ ہو
جھوٹ نہ ہو
وفا کے وعدے نبھا کے وعدے
اور اپنے رب سے دعا یہ مانگیں
امر ہو جائے پیار اپنا
آؤ! اس نئے سال میں

دلکش مریم چنیوٹ

آنچل یہ تیرے لیے

تیرے مقدر کا ستارہ یونہی چمکتا رہے
تُو جس چاند کی تمنا کرے وہ تیرا حاصل بنے
کامیابیاں ہمیشہ تیرا مقدر بنے
تُو جس طرف جائے وہاں خوشیوں کی مہکار رہے
ہم دکھ سکھ کے ساتھی یونہی ہمیشہ رہے
سدا رشتہ ہمارا یونہی جڑا رہے
یہ سالِ نو تیری مسرتوں کا باعث بنے
میرے لبوں پہ بس یہی دعا جاری رہے
جسے میرا رب ہمیشہ عطا کرے آمین

بیا خان...... حضرو

تنہا تنہا

میری یادکے غمگین کینوس پر
تیری افسردہ سوچ کا بکھرا منظر
جیسے جنوری کی سرد شام میں
جیسے روکھی پھیکی ٹھٹھرتی اجڑتی
زندگانی......!
جیسے کانچ کے خوب گھروندوں پر
تنہائی کے پتھروں کی بارش
جیسے میری ذات تنہا تنہا
جیسے میرا وجود
بکھرا بکھرا......!

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

سکونِ قلب

تسکین دولت حسن کی طرح عطائے رحمانی ہے۔
اضطراب خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔
کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش یا کسی شے سے نجات کی خواہش ہی باعث بے قراری ہے۔
آج کا انسان سکون کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولنے چلا گیا لیکن اس سے دل کا دروازہ نہیں کھلتا۔
جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ اچھا زمانہ یا تو گزر گیا ہے یا کبھی آیا ہی نہیں' وہ کیسے سکون حاصل کرسکتا ہے۔
جس انسان کی اپنے ماحول اور اپنے آپ سے صلح ہے وہ پُرسکون رہے گا۔
کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ دولت سے سکون ملتا ہے لیکن دولت اور مال نے کبھی کسی کو سکون نہیں دیا۔
بادشاہوں نے بادشاہی چھوڑ کر درویشی تو اختیار کرلی لیکن کسی درویش نے درویشی چھوڑ کر بادشاہی قبول نہیں کی۔
نفرت' کینہ' بغض' جذبہ انتقام' حسد' لالچ وغیرہ سکون قلب کے دشمن ہیں۔
پُرسکون انسان دوسروں کی زندگی اور خوشی کا احترام کرتا ہے۔

"واصف علی واصف کی کتاب
واصفیات سے اقتباس"

چندا مثال قصور

نیا سال مبارک

آ رہا ہے نیا سال
اک تحفہ مجھ کو دے دینا
نہ طلب مجھ کو پھولوں کی
نہ خوشبو جیسی باتوں سے
دور سے بیٹھ کے دل کو بہلا لینا
بس اتنا چاہتی ہوں اے بے وفا!
تم میرے پاس آجانا
اور ہنس کے مجھ سے کہہ دینا
کہ دوست ہمارے سنگ تمہیں
نیا سال مبارک ہو

سیدہ امبر اختر بخاری۔ چندی پور

دوست کا پیغام آئے

حما احمد

پیارے بھتیجے آیان لودھی ارسلان لودھی کے نام
ایانی اور ارسلانی آج تمہارے مسکراتے چہرے کی جھلک تمہارے وجود کا لمس ہنسی کی صدا تمہاری شرارتیں تمہاری باتیں میری دسترس میں نہیں ہیں لیکن شہزادوں محبتیں اور رشتے ملنے اور دیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے اس لیے میری طرف سے پانچ دسمبر کو تمہاری سالگرہ پر تمہیں بہت سارے پیار کے ساتھ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ تم دونوں آج بھی میرے لیے وہی ایان ارسلان ہو جو میری آنکھوں میں دکھتا تھا جو میرے دل میں بستا ہے جس کی کہنیاں اور گھٹنے سوتے وقت پیٹ میں چبھا کرتے تھے جو بلی اور پھوپو کا انتظار صبح سے ہی دروازے پر کھڑے ہو کر کرتے تھے۔ بابا، مما اور تمہارے ساتھ بتایا اک اک پل ہر لمحے کے ہر حصے میں یاد آتا ہے اور خاص کر ایان میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں کیونکہ تم بھائی جان کی کاربن کاپی ہو اور ہاں! بابا کے ایا اور پتری انہیں کلمے پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اپنی مما کا بہت خیال رکھا کرو اور ان کی ہر بات مانا کرو اور انہیں رونے مت دیا کرو۔ ایک آفتاب چلا گیا ہے کیونکہ کاتب تقدیر کے اس فیصلے پر کسی کا زور نہیں مگر ماشاء اللہ سے ان کے پاس دو دو آفتاب موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی زندگی صحت سلامتی ایمان نیکی علم ترقی اور خوشیوں میں برکت ڈالے آمین۔ ہم سب کی دعائیں اور محبتیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔ ہمارا پیار جو ڈھیر اور سب کچھ کل بھی تمہارا تھا آج بھی تمہارا ہے اور ہمیشہ تمہارا رہے گا۔ دوا خالو جی عمیر چاچو امیر پھوپو چنی پھوپو کاکی پھوپو شائستہ پھوپو شفیق اور عابد پھوپا سفیان بھائی فاران بھائی مہالس ثنامہ میرب ملیحہ نشی معاذ توصیف حسن اجو کا (ڈی) اور وہ جو اپنے گھر کے بڑے گیٹ کے سامنے والی پڑوسی ہیں ان کی جو چھوٹی پوتی ہے (سمجھ گئے ناں) (چ) سب کی طرف سے سالگرہ مبارک۔

ام ثمامہ ۔۔۔۔ جھنڈ و سندھ

اسیران آنچل
تمام اسیران آنچل کو سال نو مبارک ہو۔ خدا کرے آپ سب زندگی کی شاہراہ پر ہنستے مسکراتے کامیابیوں کا سفر جاری رکھیں آمین۔ میرا پہلا شعری مجموعہ "محبت سانس لیتی ہے" آپ کی پذیرائی کا منتظر ہے برائے رابطہ 0304-7510032۔ آپ سب کے لیے دعا۔

فصیحہ آصف خان۔۔۔۔۔ ملتان

سباس گل فصیحہ آصف
(اور دیگر بہن بھائی بچے) کے نام
ان چند سطور کے ذریعے تم سب کو ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ اس آنچل کو اس کی حرمت کو اس کے وقار کو اور بلندی کو سلامت رکھے اس کی حفاظت فرمائے اس آنچل کے توسط سے میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کر رہی ہوں۔ اللہ تمام بیمار لوگوں کو صحت کاملہ عطا فرمائے بے روزگاروں کو روزگار نصیب کرے اور شادی کے قابل بچوں کو اچھے رشتوں سا سے سجھ ڈالے جو بے اولاد ہیں رب کریم ان کے آنگن میں خوب صورت مہکتے پھول اور کلیاں نصیب کرے آمین ثم آمین۔ قابل احترام جناب مشتاق صاحب پیاری سی محترمہ قیصر آرا صاحبہ طاہر بیٹے جویریہ احمد اور روبین احمد ان سب کو اللہ پاک زندگی خوشیاں ترقی اور بڑے رتبہ اعلیٰ سے نوازے آمین ثم آمین۔ اللہ ہمارے ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب دعا کو۔

مسز نگہت غفار ۔۔۔۔ کراچی

آنچل فرینڈز اور تمام قارئین رائٹرز کے نام
آپ سب کو خلوص بھرا اسلام! آپ کے لیے ہماری دعا ہے کہ سال نو کا نیا سورج آپ سب کے لیے خوشیاں کامیابیاں کامرانیاں لے کر طلوع ہو آمین۔ آپ سب ہمارے دل میں رہتی ہیں فرح طاہر قریشی ام ثمامہ نزہت جبین نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور مدیحہ عدنان فریدہ فری ظل ہما لاڈو ملک طیبہ نذیر شمع مسکان پروین افضل شاہین کرن وفا مسکان کشفی بٹ وغیرہ۔ فصیحہ آصف سباس گل کیسی ہو؟ تمہارے لیے خصوصی بہت سارا پیار دعا۔ آپ نگہت غفار! آپ کے لیے عقیدت بھرا اسلام کہاں ہیں؟ آنچل میں انٹری کرائیں۔ سیدہ جیا عباس! "ہمارا آنچل" میں تعارف پڑھا تمہارے لیے پر آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ جلد تمہارا دامن خوشیوں سے بھر دے آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب آپ سب کے لیے بہت ساری دعائیں اجازت۔

شمیم ناز صدیقی ۔۔۔۔ کراچی

جانی بھیا کے نام
ہائے بھائی جان! کیا حال ہے؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ ہیپی برتھ ڈے بھیا جانی! آپ کی جنوری میں سالگرہ ہے نا سوچا مختلف طریقے سے وش کروں۔ بھائی جان! ہم دوست بھی ہیں نا۔۔۔۔۔! ویری ویری مچ تھینکس کہ آپ نے میرا بڑھا ہوا دوستی کا ہاتھ بڑے پیار سے تھام لیا۔ بھائی جان! آپ بہت سویٹ ہیں آپ مجھ سے ناراض نہ ہوا کریں۔ بھیا جانی! آپ کو کیا پتا کہ میں جب لڑتی ہوں تو اس لڑائی میں کتنا پیار ہوتا ہے۔ بھائی جان! آپ کی پگلی آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔ خدا آپ کو خوشیاں عطا کرے آپ کو دکھ کی جھلک بھی نظر نہ آئے۔ خدا آپ کے تمام خواب پورے کرے خدا آپ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے آپ کی لمبی عمر کرے آمین ثم آمین۔

نور عین ۔۔۔۔ پیچہ وطنی

خاص لوگوں کے نام
آداب عرض! کیسے ہو؟ امید ہے ٹھیک ہی ہو گے لڑتے جھگڑتے ہنستے مسکراتے چلو جی ایسے ہی اچھے لگتے ہو۔ ہمیشہ ایسے ہی رہو میری طرف سے آپ کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ دعا ہے میری کہ یہ نیا سال آپ کے لیے ڈھیروں خوشیاں لے کر آئے اور ہماری دوستی یوں ہی اسی طرح قائم و دائم رہے آمین۔ آپ کی ہنسی جو میں اکثر ہی ریکارڈ کر کے سنتی ہوں خدا آپ کو نظر بد سے بچائے آمین اور دل امان! آپ کو بہت یاد کرتی ہے آ جاؤ جلدی۔ کب آؤ گے؟ بہت یاد کرتے ہیں اور ہاں عمیر ناراض مت ہوا کرو دل بہت پریشان ہوجاتا ہے آپ کو پتا ہے نا آپ کے علاوہ کوئی نہیں میرا، آپ ہو نا سب کچھ میں بہت تنگ کرتی ہوں نیا سال ان جھگڑوں کو چھوڑ کر شروع کریں گے پلیز آئی ڈونٹ آئی مس یو۔ آپ کی مانو بلی۔

مدیحہ عمیر ۔۔۔۔ لالہ موسیٰ

آنچل فرینڈز کے نام
ڈیئر شگفتہ خان (بھلوال) طیبہ نذیر (شادیوال) اور مسکان! میں آپ کے ساتھ آنچل کے توسط سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ کو میری دوستی قبول ہے؟

کشفی شاہین رفیق ۔۔۔۔۔ گوجرانوالہ

باجی رابعہ تسلیم اور صائمہ کے نام
سب کیسی ہو؟ آپ تینوں کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ تم نے بھی ان مت ہوں میں تو تسلیم! یار میری سوری میں تمہاری شادی میں شرکت نہ کر سکی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ تینوں کو دنیا کی بہت سی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

حافظہ سمیرا ۔۔۔۔ 157 این بی

ڈاکٹر شائنہ ڈاکٹر سعدیہ عائشہ ملک کے نام
السلام علیکم! شائنہ کیسی ہو؟ ڈیئر تمہارے لفظ مجھے بہت پسند آئے (ثانی کو مت بتانا) بہت بہت شکریہ اور سعدیہ ڈیئر! میں تمہیں اپنی اپنی اس لیے لگتی ہوں کہ تم بہت نائس ہو ریئلی۔ آپ کی بے پناہ محبتوں کا شکریہ اور عائشہ ملک کو سالگرہ مبارک اور آخر میں تمام اسٹاف رائٹرز اور ریڈرز فرینڈز کو سلام اور دعائیں۔

چندا مثال ۔۔۔۔ قصور

لاڈو ملک نازیہ کنول نازی نادیہ فاطمہ
راز بھائی اور عاشی کے نام
السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز لاڈو ملک کیا آپ مجھ ناچیز سے دوستی کرو گی۔ باقی آنچل فرینڈز وا سلوک مت کیجیے گا جواب ضرور دینا ڈیئر۔ میں منتظر رہوں گی کیونکہ مجھے زندگی میں چار فرینڈز ملیں جن میں سے ایک بے وفائی کر گئی ایک شادی کر کے بہت دور ہوگئی ایک ہو کر بھی نہ ہونے کے برابر ہے باقی ایک نازی ہی ہے جو باوفا دوست ہونے کے ساتھ ایک ہمدرد دل رکھنے والی بہت ہی پیاری بہن بھی ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔ نازیہ ڈیئر! دوستی میں شکریہ لفظ بہت چھوٹا ہے ورنہ میں بڑی کہ تم اپنے قیمتی ٹائم میں سے وقت نکال کر مجھ سے بات کرتی ہو میری اور امی کی فکر کرتی ہو تم جیسے سویٹ دوست قسمت والوں کو ملتے ہیں۔ خدا کرے زمانے کی ہر خوشی اور راحت تمہارا نصیب ٹھہرے اور آپ کی مما کو رب کریم صحت و تندرستی دے آمین۔ ڈیئر نادیہ فاطمہ کیسی ہو جہاں رہو خدا آپ کو اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے اور ڈھیر ساری خوشیاں آپ کا مقدر کرے آمین۔ راز بھائی آپ کیسے ہو؟ آپ تو دور بہاولپور سے مجھے یاد کرتے ہو شکریہ۔ دراصل بات یہ ہے برادر کہ میرے پاس پرسنل سیل فون نہیں ہے میں خود استعمال نہیں کرتی بس ماموں کے نمبر سے بات کرتی ہوں اگر کسی سے بات کرنا ہوتی ہے تو آپ ناراض مت ہوا کرو تمہارا بھی بھی کبھی رپلائی آجاتا ہے یہی بہت ہے خوش رہو عاشی۔

صائمہ طاہر سومرو ۔۔۔۔ حیدرآباد سندھ

پیاری دوستوں کے نام
السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ عفی تم

ہمیشہ ہر موڑ پر کامیابی آپ کے قدم چومے اللہ دعا مانگنے سے پہلے آپ کو عطا کرے آمین۔

سیدہ صدف نورین   گجرات

فاطمہ عاشی کے بہت ہی اپنوں کے نام

میرے تمام بہت ہی اپنے۔ اسلام علیکم! حیران مت ہوئیے فاطمہ آپ سب کو اپنا سمجھتی ہے کون ...؟ ارے سب سے پہلے تو پیاری سی چھوٹی سی بھانجیاں حمنہ اور وردہ تمہاری یہ خالہ تمہیں آنچل کے ذریعے پیغام دینا چاہتی ہے کہ تم خوب پھولو اور ڈھیروں خوشیاں دیکھو اپنی پیاری سی بہن جویریہ کو یہ کہنا ہے کہ یار بہنا! تم اور تمہاری بیٹیاں میری جان ہیں۔ امی ابو مجھے آپ سے بہت پیار ہے۔ آپ کے بغیر میں اپنی زندگانی کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ حفصہ تمہارا ایم اے کا رزلٹ اللہ کرے شاندار آئے۔ علی! منگنی تو کروالی اب جاب بھی لگ جاؤ، اللہ کرے جلدی سے تم اعلیٰ عہدے کی جاب پاؤ۔ وقار بھائی! تمہارے لیے بھی ڈھیروں دعائیں۔ فہمیدہ یار! تم سے تو رشتہ اور بھی پکا ہوگیا ہے میں بہت خوش ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہاری گود ہری کرے۔ کزن حسنات (ہونے والی بھابی) شمسہ فروا مدیحہ آمنہ آپ سب کے لیے میری دعائیں ہیں۔ آخر میں ایک خاص الخاص ہستی کے لیے ایک خاص دعا اور پیغام معشر کاشف! آپ سے میرا نیا رشتہ استوار ہوا ہے میں خوش ہوں آپ کی کیئرنگ نیچر مجھے بہت پسند ہے۔ میری تمام دعائیں آپ کے لیے ہیں اللہ کرے آپ وہ سب پائیں جو آپ چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اپنے پیارے بندوں میں شامل کرے اور جلد از جلد آپ کو آپ کی محنت کے مطابق جاب مل جائے آمین۔ آپ سب میرے امتحانات میں کامیابی کے لیے دعا گو رہیے گا آخر میں سب کے لیے نیک تمنائیں اللہ حافظ۔

فاطمہ عاشی......جھنگ صدر

آنچل بہنوں کے نام

آنچل بہنوں کو بہت بہت سلام و پیار۔ اس دعا کے ساتھ کہ نئے سال سب کے لیے ڈھیروں ڈھیر خوشیوں کے بادل برسائے۔ میری بہنوں کو بھی آنچل بہت زیادہ پسند ہے اور وہ سب کے سب رسالے جمع رکھتی ہیں۔ میں سب بہنوں کو بہت بہت مبارک باد دیتی ہوں واقعی سب بہت اچھی لکھتی ہیں۔ بہنوں میں شاید ہی کوئی ایسی ہو جو دوست ہوگی جو مجھے پسند نہ ہو وہ سب بہت اچھا لکھ رہی ہیں اللہ عمر دراز

کرے تو السلام۔

(فائزہ فاروق سحر)

دل کے بے حد نزدیک لوگوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو آنچل فرینڈز؟ تمام لوگوں کو نیا سال بے حد مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ ساتھ ہمارے لیے ڈھیروں خوشیاں لے کر آئے سب سے پہلے مائی موسٹ فیورٹ برادر اللہ بخش تمہیں یہ نیا سال بہت مبارک ہو اور میری اللہ سے دعا ہے کہ تمہیں زندگی میں ڈھیروں خوشیاں ملیں اور طیبہ نذیر (گجرات) یار! آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں آپ سے دوستی کرکے آپ کو بھول گئی ہوں۔ میں تمہیں بھول جاؤں یہ ہو نہیں سکتا اور تم مجھے بھول جاؤ یہ میں ہونے نہیں دوں گی (ہاہاہا)۔ نیا سال مبارک ہو نینتاں شاہ! آپ کو بھی نہیں بھولی ہوں آپ کو بھی نیا سال مبارک ہو۔ ام فروا! تمہاری تو بات ہی الگ ہے یار! بندے کے دوست ہوں تو تمہارے جیسے۔ نیا سال بہت مبارک ہو اور اللہ کرے کہ تمہاری دعا قبول ہو جائے (وہ والی) باقی رابعہ عطاء جویریہ ارشد طیبہ نجل (ڈی جی خان) یار! تم سب کو نیا سال مبارک ہو۔

فوزیہ سلطانہ   تونسہ شریف

آنچل کے دل میں بسنے والی دوستوں کے نام

اسلام علیکم! میری پیاری ڈول گرلز اینڈ لولی فرینڈز کیسی ہیں آپ سب اور آپ کے گھر والے؟ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گے۔ خدا آپ سب کو اپنی امان میں رکھے آمین۔ اسماء عطاء شبانہ بچہ بنگال گوندل شاہ زندگی نورین شاہد مجھے آپ سب کی دوستی قبول ہے۔ دل سے امینڈ ورکر کو شادی مبارک بہت بہت۔ صائمہ طاہر سومرو آپ کی والدہ کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ خدا انہیں مدینے کے صدقے صحت عطا کرے۔ سیدہ جیا عباس آپ کے دکھ میں میں اور میری آل فرینڈز شریک غم ہیں۔ کرن شاہ اب لوٹ آؤ بہت رو لیا تم نے۔ اریبہ شاہ دوسروں کا دل مت دکھاؤ کیوں دوسروں کی آہ لیتی ہو۔ تم بہت اچھی ہو لیکن جذباتی مت ہوا کرو اور دوسروں کی مجبوری کو سمجھ کرو۔ خدا دل میں رہتا ہے زندگی مختصر ہے یار! جیو اور دوسروں کو خوش رکھو۔ نازی آپی عشنہ آپی بہت نائس ہو۔ فرح آج کل کہاں ہو جاناں خدا آپ کو ترقی دے۔ انابیہ گلینڈ جب بھول مت جانا۔ آپی آئی لو یو۔ بشریٰ باجوہ تمہارے لیے ... اللہ ... اور ... سعادت ...

تمہارے روپیہ پر۔ بشریٰ اور فرزانہ مبارک ہو آپ پاس ہوگئیں۔ مٹھائی کہاں ہے آنچل والوں کو کھلانی ہے جو اتنی اچھی دوستیں دی۔ امید چوہدری ندا شمینیا دعا نزہت شیبہ رابعہ اکرم سب خوش رہو آمین۔ اجازت دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ سے دعا ہوں کہ مجھے اپنی تمام دوستوں گھر والوں کے ساتھ حج و عمرہ کی سعادت عطا کرے آمین، طلب گار خیریت۔

ام کلثوم......کراچی

اکلوتے بھتیجے محمد ثمامہ کے نام

اسلام علیکم! ڈیئر سٹ محمد ثمامہ 29 جنوری کو تم ماشاء اللہ سے پانچ سال کے ہوجاؤ گے سو مائے ڈیئر سونو! ہیپی برتھ ڈے ٹو یو منی منی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے۔ ڈیئر بلبل دادا جان کے (من کے سوہنی) دادی جان کا (گڈا) عمیر بابا کے (بلی) ہنی مما کے (سونو) آفتاب ماموں کے (کالو) صائمہ مامی کے (شیر دل) لیان ارسلان کے (گجیاں بجیاں) شائستہ خالہ کے (ہیپی ڈپٹی) مہاس مہرب ماہبہ کے (کیوٹو بھائی) سفیان بھائی کے (پھپو) آمنہ مریم کے (ثمامے) آسیہ پھوپو کے (لالہ موسیٰ) توسین پھوپو کے (بدر مرجان) ثمرین پھوپو کے (10 واٹر) صبا پھوپو حمیرا پھوپو مہرین پھوپو آپی وحیدہ باجی عابدہ عمران بھائی رضوان بھائی علی بھائی نوال آپی، ہامنہ بل میڈیم صدف مس ثوبیہ مس زینب انیلا پھوپو آل چاچوز اور ہبہ پھوپو کی (گڑیا بیبی) کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو اور میری طرف سے ڈھیر سارا پیار تمام دلی دعائیں نیک تمنائیں۔

عنبر گل   جھنڈو سندھ

آنچل ریڈرز، قارئین، رائٹرز کے نام

اسلام علیکم! آنچل ریڈرز رائٹرز اور قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ خدا ہر کسی کو سدا سلامت شاد و آباد رکھے آپ سب کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو اور میری پیاری فرینڈ بڑی ہے۔ تم سے مل کر لگا خلوص وفا کسے کہتے ہیں جب جب کسی نے دوستی میں تنہا چھوڑا تمہاری وفا نے سہارا دیا اور دل کی جو فرینڈ ہے اس سے مل کر لگا تھا کہ محبت کتنا خوب صورت جذبہ ہے نام اس کا نہیں لکھوں گی یار! سب کو پتا چل جائے گا نا۔ خدا سلامت رکھے میری ان دونوں دوستوں کو جو مجھے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہیں۔ نئے سال کا ہر دن خوشی گوار گزرے سب کا اگر کسی نے دوستی میں تنہا چھوڑا ہو تو ... بہت سوں نے وفا اور محبت بھی بہت زیادہ دی۔ آپی ... میری دعا ...

چھاؤں میں رہو اللہ حافظ۔

سیدہ عنبر اختر بخاری   جنڈی پور

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیا حال چال ہیں؟ ارے جناب ہم تو فٹ فاٹ فرسٹ کلاس ہیں۔ جب دعا کے ساتھ اتنے ڈھیر سارے پیارے پیارے دوستوں کی دعائیں ہوں تو دعا کو کیا ہوگا بھلا۔ پیا جی (اٹک) آپ نے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے تھام لیا لیکن یار! پلیز میرا پورا نام دعا ہاشمی لکھا کریں مجھے اپنا نام دعا ہاشمی بہت پسند ہے۔ خیر ہم تو جناب دیدہ و دل فرش راہ کیے نئے دوستوں کے استقبال کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ جاتے جاتے مسکان جی (قصور) اور سدرہ رحمن یار ریپلائی تو کرو۔ میں آپ کے جواب کا انتظار کررہی ہوں، دعا کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا بھولیے گا مت کہیں جائیے گا نہیں، ملتے ہیں اگلے مہینے پھر ان شاء اللہ تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا ہاشمی . فیصل آباد

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری تمام سویٹ فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ مسکان (قصور) آپ تین ماہ سے بیمار ہیں ایسا کیوں؟ آپ اپنا خیال رکھو میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت یابی عطا کرے۔ مریم آپ یونیورسٹی جانے لگی ہو پڑھائی پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا عالیہ بھی لاہور پہنچ چکی ہے تمہارے نزدیک۔ اب تم وہاں اکیلی نہیں ہو۔ حنا یار! اپنا بہت سا خیال رکھا کرو بہت کمزور ہوگئی ہو۔ ناہید پلیز مجھے معاف کردو اور صلح کرو۔ میں تمہارے ابو کی برسی پر نہیں آ سکی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ شہناز موٹو کم کھایا کرو تمہارا پیٹ بہت بڑھتا جارہا ہے۔ عالیہ جی! میری دعا ہے آپ کے لیے کہ آپ اپنے گھر میں ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ نورین شاہد آپ آج کل کیا کررہی ہو؟ الفت زہرہ ہرا ج انا احب نینتاں شاہ نادیہ کامران پیا (اٹک) اللہ آپ سب کو خوش و خرم رکھے آمین۔ وہ سوری یار شاہ زندگی آپ کیسی ہو ہم کیسے بھول سکتے ہیں آپ کو۔ میری آنچل کی تمام فرینڈز سے گزارش ہے کہ میری عزیز از جان دوست کی برسی تھی 22 دسمبر کو پلیز آپ سب ان کی مغفرت کے لیے ضرور دعا کریں۔ اگر کسی دوست کا نام رہ گیا ہے تو سوری بیونگ لاسٹ آف ہوتی۔

انیس انجم...... جھنگ صدر

پیاری دوست فرح طاہر قریشی کے نام

السلام علیکم! ڈھیر ساری محبتوں کے ساتھ پہلی بار آپ کو خط لکھ رہی ہوں فرح آپی! کیسی ہیں آپ؟ دوست کے نام پیغام آئے میں اس لیے شرکت کر رہی ہوں تاکہ آپ کو سب سے پہلے نیا سال مبارک کہہ سکوں آپ کی سب دوستوں سے پہلے فرح آپی آپ سے کہہ رہی ہوں آپ سن رہی ہیں نا۔ بتائیں سب سے پہلے مبارک دینے کا کیا انعام دیں گی؟ ارے آپ تو سوچ میں پڑ گئیں کہ ایسے ہی گلے پڑ گئی یہ لڑکی! کوئی ایسا گفٹ نہیں۔ تنگ رہی جو آپ نہ دے سکیں آپ بالکل دے سکتی ہیں بددعائیں بہت ساری دعائیں اور پتا ہے میں آپ کو کیا دعائیں دے رہی ہوں اللہ پاک آپ کو فزکس کا پروفیسر بنادے اور آپ کے دل میں جو بھی جائز خواہش ہے وہ پوری ہوجائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہر غم و دکھ سے کوسوں دور رکھے خوشی اور پیار کے ہمیشہ قریب رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے اور صحت سکھ کی زندگی دے اچھا اللہ حافظ اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا۔

فروزینب ملتان

پیاری شمع مسکان کے نام

شمع مسکان! میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں ڈیئر مسکان! جانی سب ایک جیسی نہیں ہوتیں جن سے دوستی صرف غرض کی وجہ سے کی جائے وہ دوستی نازک ہوتی ہے جو ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ جاتی ہے اور ایک بات اور دوست کو پہلے دیکھو کہ وہ تمہارے خلوص کے قابل ہے بھی یا پھر صرف اپنی غرض کے لیے تمہارے قریب آئی ہے سمجھیں! بقول تمہارے کہ دوستوں کا اعتماد کھویا ہے تو ڈیئر جانی! دوست صرف ایک ہی اعتبار کے لائق ہوتی ہے یہ نہیں کہ آپ ہر کسی کو ہمراز بنائیں اور سب آپ کے معیار پر پوری اتریں اور ڈیئر جانی! میں تو صرف اتنا ہی کہوں گی دوستی سب سے کرو مگر ہمراز صرف اسے بناؤ جو تمہارے اعتماد کے قابل ہو نہیں تو انسان بغیر دوست کے جی سکتا ہے مگر بغیر اعتماد اور بھروسے کے انسان ٹوٹ جاتا ہے! ارتقا! سمجھو تو ہاتھ بڑھانا میں تمہارا تھمنہ صرف خلوص دل سے بلکہ محبت و چاہت سے اسے ہمیشہ کے لیے تھام لوں گی! میری دعا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے کہ تم ہمیشہ اپنے نام کی طرح ہنستی مسکراتی رہو اور زندگی کے کسی مقام پر تمہیں کبھی کچھ نہ کھونا پڑے۔ تمہارے دل میں اتنی سب [illegible] دوستوں کے نام سے مگر ایک دفعہ سوچنا ضرور اس دنیا میں پُرخلوص لوگ بھی موجود ہیں جو بنا کسی غرض کے وفا کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے دنیا کا اعتبار قائم ہے (یہ دنیا چل رہی ہے) پیاری مسکان! دل کی گہرائیوں سے آپ کو نئے سال کی مبارک باد۔

صبا ننده لہیار

سویٹ فرینڈ نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! سویٹ نازی آپی کیسی ہو آپ؟ امید کرتی ہوں بالکل ٹھیک ہوں گی کتنا طویل عرصہ ہوگیا آپ سے رابطہ نہیں ہوا! آپ بھی سوچ رہی ہوں گی کہ شمائلہ تو جب سے گئی ہے رابطہ ہی نہیں کیا۔ سوری میری سویٹ فرینڈ! میں طبیعت کی ناسازی کے باعث آج کل بہت اپ سیٹ رہتی ہوں لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میں اس کشمکش کے باعث آپ کو بھول گئی ہوں۔ آپ میری بہت اچھی فرینڈ ہیں آپ نے کہا تھا کہ شمائلہ آئندہ کبھی بھی مجھ سے اتنے طویل عرصے کے لیے رابطہ منقطع مت کرنا۔ سوری فرینڈ میں اس پر عمل نہیں کرسکی لیکن آپ یقین کرو میں آپ کو ہر وقت یاد کرتی ہوں۔ آپ کے ناول ”پتھروں کی پلکوں پر“ بھی تبصرہ نہیں کرسکی ”آئینہ“ میں لیٹر لکھ کر۔ آپ نے بہت ہی خوب صورت انداز میں ناول کا اختتام کیا ہے۔ سانول شاہ ازل کی جدائی اور ہجر میں کیسے مجنوں اور سائیں بن گیا تھا! اس پر بہت ترس آیا تھا مجھے۔ اس بات کی بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اسٹوری کا ہیپی اینڈ کیا۔ اتنا خوب صورت ناول لکھنے پر میں آپ کو ڈھیر ساری مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ میری آنچل فیملی سے ریکویسٹ ہے پلیز ”آئینہ“ ”دوست کا پیغام آئے“ ”ہم سے پوچھیے“ اور ”عزمیں لمس“ کے شعبوں کے لیے کوپن کے بغیر لیٹر لکھنے کا سلسلہ شروع کیجیے گا۔ مجھ سمیت بہت ساری لڑکیوں کو لیٹر بھیجنے کا مسئلہ بن جاتا ہے کیونکہ ہمارے گاؤں سے کوپن نہیں ملتے پلیز میری ریکویسٹ پر ضرور غور کیجیے گا اوکے اللہ حافظ۔

شمائلہ اکرم..... فیصل آباد

پیارے دوستوں کے نام

السلام علیکم! دوستو کیسے مزاج ہیں؟ نادیہ فاطمہ رضوی! کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی اور سباس گل! آپ بھی پلیز جواب جلدی دیجیے گا۔ باقی میرے تمام دوستوں کو (ن) مصباح، طلعت، سندس، طیبہ، مہوش سب کو سلام اور میری بیسٹ فرینڈ شمیم تم کو بہت بہت [illegible] کال [illegible] بڑی شدت سے انتظار کر رہی ہوں [illegible]

میں یہی کہوں گی کہ نازیہ جی اور سباس جی اگر آپ کو میری دوستی قبول ہے تو کوئی اچھا سا شعر میرے نام ضرور کیجیے گا مجھے اچھا لگے گا۔ اللہ تعالیٰ ملک پاکستان پر اپنا رحم فرمائے اور اس میں سے دہشت گردی جیسا ناسور ختم کرے۔ اللہ آپ کو ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ سانسوں نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گی۔

آنسہ شبیر ڈوگہ گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل گرلز! جب ہم نے آنچل میں سلسلے وار ”دوست کا پیغام آئے“ پوری توجہ سے پڑھا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ یہاں پر صاحب دوست ہیں تو کچھ خواہش مند ہیں دوستی کرنے کے۔ ہر شخص اس طرح سے خط میں محو گفتگو ہے جیسے خط لکھنا پسندیدہ ترین مشغلہ ہو اور مطلوبہ شخص خط پڑھ کر فوراً جوابی خط روانہ کردے گا۔ بہرحال آنچل نے ایک بہترین فلیٹ فارم مہیا کیا ہے جس کی بدولت آج سے شاید میں بھی غریبی سے امیری کی طرف گامزن ہوجاؤں کیونکہ میری صرف ایک ہی دوست ہے (ورآپ کو معلوم ہے کہ حضرت علیؓ کا قول ہے ”تم میں وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔“ لہٰذا ہم بھی صاحب دولت (صاحب دوست) بننے کے خواہش مند ہیں اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ میری خواہش کو کتنا پایہ تکمیل پر پہنچاتے ہیں سیدہ فرحت کاظمی، عطرو بہ سکندر، فوزیہ سلطانہ سارہ چوہدری، ایمن وفا مسکان، صدف سلیمان، سباس گل، پروین افضل شاہین (آپ کے مجازی خدا پرس افضل شاہین سنڈے میگزین میں ”آپ کا صفحہ“ پر استراحت فرما ہوتے ہیں اور نرجس ملک کے جوابات سے فیض یاب بھی ہوتے ہیں) آپ باقاعدگی سے یہاں اور آپ کے پرس وہاں حاضری لگواتے ہیں۔ سیدہ حیا بخاری اور حب نمرہ طاہر ہومر آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر کسی کو کچھ برا محسوس ہوا ہو تو معافی کی درخواست دعاؤں کی طالب۔

ریحانہ راجپوت خیرپور سندھ

پیاری پیاری فرینڈز کے نام

سلام! میری پیاری سہیلیوں کیا حال ہے؟ نیا سال مبارک ہو۔ طیبہ، آمنہ، آسیہ، بچہ، شکیلہ، سعدیہ، شازیہ، رمشی، صدف، حلیمہ آنی، [illegible] تمام بہنوں، نزہت اور [illegible] آنچل میں اور فرینڈز کو نیا سال مبارک ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ یہ سال تم سب بلکہ پورے پاکستان کے لیے امن و دوستی اور خوشیوں کا گہوارا ہو آمین۔ پلیز ہما آپی اس دفعہ میرا پیغام ضرور شامل کرکے میری دوستوں کو پہنچایئے گا آپ سب کی دعا گو۔

بیا..... حضرو

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسے ہیں آپ؟ ان شاء اللہ سب فٹ فاٹ ہوں گی آپ سب کو نائلہ کی طرف سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ اس نئے سال میں آپ سب پر اور ہمارے پیارے ملک پاکستان پر اپنی رحمت اور اپنا کرم بنائے رکھے آمین۔ سارہ چوہدری آپ کی بہت بہت مہربانی ہماری یہ حسرت تھی کہ ہمیں کوئی دوست کا پیغام آئے میں یاد کرے اور یہ حسرت آپ نے پوری کردی تھینکس یار! اور سارہ جی آپ سے اور باقی تمام آنچل فرینڈز سے ایک گزارش ہے کہ اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو بندی حاضر ہے۔ اپنا خیال رکھنا دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھنا اللہ حافظ۔

نائلہ اشفاق KGM

پیاری دوست کرن حسن کے نام

مائی سویٹ فرینڈ کرن حسن! آپ کی سالگرہ 15 جنوری کو ہے تو میں نے سوچا کہ کیوں نا آپ کو آنچل کے ذریعے برتھ ڈے وش کروں، بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہو اور آپ کی ہر خواہش پوری ہو اور کبھی خود بھی ہمیں یاد فرمالیا کرو جناب! اوکے اب مجھے اجازت دیجیے آپ کی مخلص دوست۔

پلوشہ گل..... کوٹ ادو

شگفتہ بھلوال، طیبہ شاد یوال کے نام

السلام علیکم! میں آپ کے ساتھ آنچل کے توسط سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ کو میری دوستی قبول ہے؟

عظمیٰ شاہین رفیق..... فیصل آباد

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

عائشہ پرویز......کراچی

س: آپی جان! میں آ گئی السلام علیکم!

ج: وعلیکم السلام۔

س: آپی جانی کیا آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟

ج: سوچ کر بتاؤں گی۔

س: جنگ اسلحہ سے جیتی جاتی ہے یا جذبہ سے؟

ج: جذبہ سے۔

س: مونچھیں رکھنا بہتر ہے یا کلین شیو رہنا چاہیے ان کو؟

ج: داڑھی رکھنی چاہیے۔

س: آپی جانی سونے (نیند لینے) اور سونے (Gold) میں کیا بہتر ہے؟

ج: اچھی نیند ہی Gold ہے۔

س: آپی جانی اگر اپنے والدین کو دکھ پہنچایا ہو تو اس کی تلافی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

ج: معافی مانگنا چاہیے۔

عروسہ شہوار......کالا گوجراں

س: لوگ ہر موڑ پر رک کر سنبھلتے کیوں ہیں اگر اتنا ہی ڈرتے ہیں تو پھر گھر سے نکلتے کیوں ہیں؟

ج: گھر سے نکلنا مجبوری اور سنبھلنا ضروری ہے

س: لوگ موسموں کی طرح پل بھر میں بدلتے کیوں ہیں اس میں لوگوں کا قصور ہے یا موسموں کا؟

ج: خلوص کا۔

س: کون جیتے گا اس سے باتوں میں بھلا' جس کی آنکھیں بھی کلام کرتی ہیں؟

ج: بلی کی۔

س: جب دیکھا اس کو اپنے ساتھ دیکھا۔ ہیں ناں میرے خواب جھوٹے؟ بتاؤ نا اپیا جانی!

ج: گدھے کو۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

س: السلام علیکم شمائلہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ اور کیا ہو رہا ہے آج کل؟

ج: کام......بس کام۔

س: کافی عرصہ میں جگہ ملی ہے مجھے' کیسا لگا دوبارہ آنا میرا؟

ج: موسٹ ویلکم۔

س: آپی پسند کرنے اور پیار کرنے میں کیا فرق ہے ذرا بتا میں تو؟

ج: ایک ہی بات ہے۔

س: میں دوبارہ کب حاضری دے سکتی ہوں ضرور بتانا؟

ج: رجسٹر میں دیکھ کر بتاؤں گی۔

س: اچھی سی دعا سے رخصت کریں تاکہ پورے ماہ یاد رکھ سکوں؟

ج: سدا خوش رہو۔

شاہ زندگی......پنڈی

س: السلام علیکم! آپی کیسی صحت ہے آپ کی؟

ج: ٹھیک ہے الحمدللہ۔

س: شعر کا جواب شعر میں دیں؟

خوش فہم ہیں یہ زمانے والے
درد دے کر وفا کی امید رکھتے ہیں

ج: محبت کرنے والے ہیں یہ زمانے والے
خوشیاں بانٹ کر بھی وفا کی امید نہیں رکھتے

س: جو ہمارے خوابوں میں آتے ہیں وہ بظاہر نظر کیوں نہیں آتے؟

ج: جنات جو خوابوں میں آتے ہیں اور بظاہر نظر نہیں آتے۔

س: دعا کرنا وہ جلد سے جلد مل جائے؟

ج: مرغا۔

مدیحہ نورین......برنالی

س: آداب آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: سوچ کر جواب دوں گی۔

س: آپی ضبط کے موسم میں یادوں کی برسات کیوں ہوتی ہے؟

ج: یہ کون سا موسم ہے۔

س: لفظوں میں سوز و سخن کیسے آتا ہے؟

ج: روزانہ رات کو نیم گرم پانی میں شہد ڈال کر پی لو۔

س: طلب صنم میں کیا کیا نہیں کھویا؟

ج: بے وقوفوں کی علامت ہے۔

س: اکثر ہلکی سی پھوار من میں جل تھل کیوں مچا دیتی ہے؟

ج: ہماری طرف تو پھسلن کر دیتی ہے۔

س: آپی دو تین ماہ سے مجھے اگنور کر رہی ہیں کیوں؟

ج: آپ کی سوچ۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: سلام عرض کرتے ہیں ہم ٹھیک ہیں' آپ کیسی ہیں؟

ج: اللہ کا شکر ہے۔

س: زندگی کے شب و روز پھر کیسے گزر رہے ہیں آپ کے بھئی؟

ج: زندگی گلزار ہے۔

س: آپ ہر ماہ میرے لیٹر سے ہی ردی کی ٹوکری کی بھوک کیوں مٹاتی ہیں؟ میرا لیٹر کچھ زیادہ ہی مزے کا ہوتا ہے؟

ج: بہت خوش فہمی ہے۔

س: آئندہ دھیان رکھیے گا نہیں تو پھر میں ناراض......نہیں ہوں گی لیکن......؟

ج: کوئی پروا نہیں۔

س: ہمارے سوالات سے آپ بور تو نہیں ہو جاتیں؟

ج: مجبوری ہے جواب دینے کی اب بور ہو یا خوش۔

س: اچھی سی دعاؤں سے رخصت کریں' اللہ حافظ۔

ج: شوہر کے دل پر راج کرو آمین۔

پروین افضل شاہین......بہاول نگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین شادی سے پہلے اتنے کنجوس نہیں تھے' اب انہیں کیا ہو گیا ہے؟

ج: آپ کی صحبت کا اثر ہے۔

س: خوابوں کی دنیا میں پلاٹ کس قیمت میں ملے گا؟

ج: خواب میں ہی معلوم کر لیجیے گا۔

س: بجلی کے چمکنے سے روشنی پھیلتی ہے' دانت کے چمکنے سے کیا پھیلتا ہے؟

ج: کانفیڈنس آ جاتا ہے۔

ریشماں کنول......حیدرآباد' سندھ

س: شمائلہ آپی ہم سے پوچھیے میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی یا نہیں؟

ج: جگہ بنانے سے بنتی ہے۔

س: سسرالی رشتوں میں سے ہر رشتہ "س" سے کیوں شروع ہوتا ہے؟

ج: اس لیے سب سر سے پیدل ہوتے ہیں۔
س: اک انسان جو بالکل خاموش رہتا ہے پھر اس کی زبان تلوار سے بھی تیز ہو جاتی ہے کیوں؟
ج: ہم میٹھے ہوں گے تو وقت گزرنے کے ساتھ انسان بھی میٹھا ہوگا۔
س: شادی سے پہلے لڑکی کو یہ اکثر کیوں بولا جاتا ہے "سسرال جا کر پتا چلے گا" کیوں؟
ج: تجربہ کر کے دیکھ لیں۔
شہناز راجپوت..... گوجرانوالہ
س: السلام علیکم! آپی ذرا بتایئے ہم آپ کے ہیں کون؟
ج: مخلص دوست۔
س: آپی انسان دکھوں سے زندگی جینے کا راز پاتا ہے تو خوشیوں سے کیا پاتا ہے؟
ج: خوشیوں سے انسان۔
س: آپی محبت کرنے والے لوگوں کو خوش قسمت کہیں یا بدقسمت اور کیوں؟
ج: جو آپ کا ذہن کام کرے۔
س: آپی پتا نہیں مجھے چاول کیوں اتنے پسند ہیں، کہیں یہ آپ کی پسند تو نہیں؟
ج: جبھی چاول کی قیمت میں اضافہ ہوا۔
سدرہ منتہٰی سیال..... خانیوال
س: السلام علیکم شمائلہ آپی! کیا حال چال ہیں؟
ج: الحمدللہ۔
س: آپی لوگ محبت کر کے چھوڑ کیوں دیتے ہیں؟
ج: محبت ہوتی ہی نہیں۔
س: شمائلہ آپی اس کے دل میں تھوڑی سی جگہ بھی نہیں ہے؟
ج: دل دھڑکنے کے لیے۔
س: آپی دل توڑ کر کیا ملا ہے جیو اور جینے کیوں نہیں دیتے؟
ج: جیو چینل سے پوچھو۔
س: آپی ہمارا گاؤں بہت خوب صورت ہے کیا آپ دیکھنے آئیں گی؟
ج: فرصت کے لمحات نہیں ہیں۔
س: اچھا آپی اب اجازت چاہتی ہوں ٹیک کیئر، دعاؤں کے ساتھ؟
ج: کس نے روکا ہے۔
یاسمین کنول..... پسرور
س: سنا ہے کراچی میں دسمبر، دسمبر نہیں لگتا؟
ج: پھر جنوری لگتا ہے؟
س: دھند پڑ رہی ہو کچھ نظر نہ آتا ہو تو آنچل کو کہاں ڈھونڈیں؟
ج: اپنے بستر پر۔
س: سردی اتنے مختصر دورانیے کی کیوں ہوتی ہے؟
ج: وہ بھی برداشت نہیں ہوتی۔
س: شال، ٹوپی، کمبل، سویٹر، جرسی سب سے کم کہاں استعمال ہوتی ہیں؟
ج: آپ کے پاس۔
س: سردیوں کی اتنی باتیں کافی ہیں، سردی لگ رہی ہے جی؟
ج: جیسے ہی سردی لگے گی ضرور بتاؤں گی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

☆ شہد، خربوزہ اور لہسن ایک ساتھ کھانے سے معدے کا درد ختم ہو جاتا ہے۔
☆ گرد و غبار میں کام کرنے کے بعد گڑ کھا لینا چاہیے اس سے دمے کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔
☆ ذیابیطس کے لیے جامن اور کریلے بہت مفید ہیں۔
☆ روغن خشخاش کے سر پر ملنے سے نیند خوب آتی ہے۔
☆ دھوپ سے گرم ہو جانے والے پانی سے نہیں نہانا چاہیے۔ اس سے برص کے داغ پڑ سکتے ہیں۔
☆ مرغ کے گوشت کے ساتھ مولی کھانا مضر ہے۔
سدرہ قیصر..... گجرات

معدے کے لیے:۔
سونٹھ کو پیس لیں اور وہ رات کو دودھ کے ساتھ استعمال کریں اور نہار منہ لہسن کھانے سے بھی تمام بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔
دست کے لیے:۔
چاول کی پیچ اتار کے پینے سے موشن رک جاتے ہیں۔
پیٹ کے کیڑوں کا حل:۔
آڑو کے پتے پانی میں پیس کر سفید شکر (ایک تولہ) ملا کر صبح نہار منہ تین روز پلانے سے پیٹ کے کیڑے نکل جاتے ہیں۔
کان کے درد کے لیے:۔
نیم کے تازہ پتوں کا عرق نکال کر نیم گرم سا کان میں ڈالیں کان کا درد فوراً ختم ہو جائے گا۔
جوئیں دور کرنے کے لیے:۔
اگر چقندر کے پانی سے سر دھویا جائے تو جوئیں نہیں ہوں گی۔
سانپ کو بھگانے کے لیے:۔
نوشادر پسا ہوا جس جگہ چھڑک دیں وہاں سے سانپ بھاگ جائے گا اور یہی تاثیر رائی اور سرسوں میں بھی ہے۔
دانت درد کے لیے:۔
لونگ پیس کر دانتوں میں رکھنے سے درد فوراً رفع ہو جاتا ہے۔
آنکھ کی روشنی بڑھانے کے لیے:۔
ایک تولہ ناریل کا چھلکا اتار کر مصری کے ساتھ روزانہ کھائیں، بہت مجرب نسخہ ہے۔
قبض دور کرنے کے لیے:۔
♦ بھینس کا تازہ دودھ پینے سے قبض نہیں رہتی۔
♦ رات کو سوتے وقت دودھ میں اسپغول کا چھلکا ڈال کر پئیں۔
♦ رات کو سوتے وقت دودھ کے ساتھ گل قند کھائیں۔
♦ انگور، ناشپاتی، شلجم قبض کو دور کرتے ہیں۔
♦ بغیر چھنے گندم کے آٹے کی روٹی قبض کو دور کرتی ہے۔
♦ آلو بخارا اور مالٹا کھانے سے قبض دور ہو جاتا ہے۔
♦ اخروٹ قبض دور کرتا ہے لیکن صرف 5 یا 7 اخروٹ کھائیں۔
♦ صبح نہار منہ باسی پانی پینے سے قبض دور ہو جاتا ہے۔
♦ رات کو گرم دودھ میں کسٹرآئل ڈال کر پئیں۔
♦ دائمی قبض کے مریض گندم یا سویابین کا دلیہ دودھ یا پانی میں پکا کر کھائیں۔
بہرہ پن دور کیجیے:۔

ایک ماشہ نوشادر لیں اسے پانی میں حل کر کے اس مائع کو کان میں حسب ضرورت ڈالیں۔ کان کا بہرہ پن کچھ ہی عرصے بعد آرام آجائے گا۔

بچوں کے درد سینہ کے لیے:۔

بچے کو سینے کا درد ٹھنڈ کے باعث ہو تو ایک تولہ میتھی تھوڑے سے پانی میں جوش دے لیں' اسے چھان کر شہد میں ملا کر بچے کو دیں۔

رکٹس یعنی بچوں کا سوکھا پن اور اس کا علاج

یہ بیماری عموماً دو تین سال کی عمر کے بچوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب عموماً وٹامن کی کمی ہوتا ہے۔ ایسی گائے جو ہلکی ہو اور دھوپ میں زیادہ رہتی ہو بچوں کو اس کا دودھ دینا چاہیے۔ ایسی گائے کے دودھ میں بلائی اور مکھن میں وٹامن زیادہ ہوتا ہے۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

پیشاب کی زیادتی

اگر کسی شخص کو بار بار پیشاب آتا ہو اور زیادہ مقدار میں آتا ہو اور پیاس بھی زیادہ لگتی ہو تو اس بیماری کو حکیم اور ڈاکٹر حضرت ذیابطیس کہتے ہیں۔ اس مرض کو دور کرنے کے لیے ہلدی ایک خاص الخاص شے ہے۔ خالص ہلدی کو باریک پیس لیں اس میں سے چار ماشہ لے کر دن میں دو مرتبہ یعنی ہر ایک خوراک چار ماشہ کی ہو تازہ پانی کے ساتھ دیں۔ اس معمولی دوا سے ایک زبردست اور مشکل سے جانے والی بیماری دور ہو جائے گی۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

میتھی دانہ: نہ صرف سالن اور اچار میں کام آتی ہے بلکہ یہ کئی بیماریوں کا شافی علاج بھی ہے' میتھی کے استعمال سے کولیسٹرول کی سطح کم ہو جاتی ہے' میتھی کا جوشاندہ گھٹیا کے درد کے لیے بے حد مفید دوا ہے۔

ہلدی: ہلدی کا سفوف شہد میں ملا کر چاٹنے سے گلے کی خراش کھانسی' نزلے اور اپھارے کی شکایت دور ہو جاتی ہے یہ چوٹ اور چوٹ سے لگے زخموں کو مندمل کرنے میں مدد دیتی ہے۔

سنگترہ: دل کو طاقت دیتا' چہرہ کا رنگ نکھارتا ہے' دماغی صلاحیتوں کو بڑھاتا ہے' جگر کی گرمی دور کرتا ہے اس کا چھلکا چہرے پر ملنے سے چھائیاں اور سیاہ داغ دور ہو جاتے ہیں۔

مہندی کا رنگ: مہندی کو سادہ پانی کی بجائے املی کے کاڑھے پانی میں گھولیں اور اس میں آٹھ دس لونگ پیس کر ڈال دیں پھر آٹھ دس قطرے ناریل کا تیل ملا لیں اور پھر استعمال کریں۔

دانت کا درد: دانت میں سوراخ ہو گیا ہو' دانت سڑ گیا ہو اور اس میں شدید تکلیف ہو رہی ہو تو ایک گلاس پانی میں تھوڑا سوڈا حل کر کے غرارے کریں آرام آجائے گا۔

چقندر: چقندر کا ٹکڑا کاٹ کر دن میں دو تین بار ہونٹوں پر رگڑیں اور اپنی غذا میں لیموں اور تازہ پھل اور سلاد شامل رکھیں اس سے ہونٹوں کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے اور چہرہ تروتازہ رہتا ہے۔

لاہوری نمک: پسا ہوا نمک گائے کے خالص گھی میں ملا کر کھانے سے سوزش میں کمی واقع ہوتی ہے۔

خوش بُو دار چہرہ: بہت سی خواتین چہرا خوشبودار بنانے کے لیے کریم استعمال کرتی ہیں لیکن اس کی بجائے نہانے کے بعد دو قطرے عرق صندل منہ پر مل لیا کریں اس سے چہرے پر دن بھر خوش بُو بسی رہتی ہے اور جلد بھی ٹھنڈی رہتی ہے۔

فریدہ جمیل...... کراچی

تندرستی نعمت

لبابہ احمد

ماں بننے والی خواتین کو کیا احتیاطی تدابیر کرنی چاہئیں؟

عورت...... ملک کی آبادی کا نصف ہے۔ ہر گھر میں مقدس اور احترام کا رشتہ رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود معاشرے میں اس کی ترقی و فلاح و بہبود کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ ماں بننا ایک قدرتی عمل ہے لیکن یہ کتنی زیادتی ہے کہ اس قدرتی عمل میں ہر 20 منٹ کے بعد پاکستان میں ایک ماں زچگی کے عمل کے دوران مر جاتی ہے۔ وہ کون سے عوامل ہیں' جن کی وجہ سے ایک ماں اپنی زندگی کی بازی ہار دیتی ہے۔ کیا اس کی جان نہیں بچائی جاسکتی لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ 28 مئی کو عورتوں کے لیے اہم قرار دیا ہے اور دنیا بھر میں یہ دن حمل کا دن قرار پایا ہے تاکہ اس قدرتی عمل کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں انہیں دور کیا جاسکے۔ محض یہ کہہ کر کہ عورت کا بہت مقام ہے' ماں کے قدموں تلے جنت ہے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا زیادتی ہے۔ عورت معاشرے کو نئی نسل دیتے ہوئے اپنی جان گنوا بیٹھے یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ معاشرے کو چاہیے کہ اس مسئلہ کی طرف سنجیدگی سے توجہ دے۔ افسوس کہ ورلڈ بینک' آئی ایم ایف جیسے اداروں سے قرضے لے کر عورتوں کی صحت کے حوالے سے پروگرام شروع کر دیے جاتے ہیں لیکن اس کا فائدہ اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ رقم جو ہمیں قرضوں کی صورت میں مختلف پراجیکٹ کے لیے ملتی ہے ان میں سے تین حصے اس کے اپنے کنسلٹنٹ ہی واپس لے جاتے ہیں اور ملک قرضوں کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے آج بھی مائیں حمل اور زچگی کے دوران بے شمار مسائل میں گھر رہی ہیں۔ صحت کے بارے میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے شعور پیدا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ہر محلے ہر علاقے اور ہر طبقے کی عورت ماں بننے کے عمل سے گزرتی ہے لیکن سوائے چند خواتین کے ہر طرح کی خواتین حمل کے دوران ایسی پیچیدگیوں سے گزرتی ہیں کہ کسی وقت بھی ان کی جان جاسکتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ماں بننے والی عورت کی دیکھ بھال گھریلو سطح پر اور سرکاری سطح پر ہونی چاہیے۔ حمل کے دوران اس کی خوراک کا خاص خیال رکھا جائے تاکہ پیدا ہونے والا بچہ صحت مند ہو اور معاشرے کے لیے مفید ثابت ہو۔ ماں کی صحت بھی ٹھیک رہے تاکہ اس بچے کی پرورش صحیح ہو سکے۔ ایک رپورٹ کے مطابق جن بچوں کی مائیں زچگی کے دوران مر جاتی ہیں ان میں سے 90 فیصد بچے اپنی ایک سال کی عمر کے دوران مر جاتے ہیں اس لیے کہ انہیں صحیح طرح پرورش کرنے والا ہاتھ اٹھ گیا ہے۔ ہر سال پاکستان میں 25,000 سے زیادہ عورتیں زچگی کے دوران مر جاتی ہیں اور تین لاکھ 75 ہزار سے زائد عارضی یا مستقلاً معذور ہو جاتی ہیں۔

اس سے بڑا سانحہ اور کیا ہوگا کہ نئی نسل کو پروان چڑھانے والی عورت ہی یا تو اپنی جان کھودے یا کسی عارضے میں مبتلا ہو جائے۔ کسی بھی حکومت نے عورتوں کی صحت کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ پالیسی نہیں اپنائی۔ پی ڈی ایچ ایس (پاکستان ڈیموگرافک ہاؤسنگ سروے) کے مطابق 83 فیصد زچگیوں میں عورت کی زچگی سے قبل کوئی طبی امداد فراہم نہیں کی جاتی' عالمی ادارہ صحت کے مطابق 57 فیصد حاملہ عورتوں کے خون میں ہموگلوبین کی مقدار معیار سے

بہت کم ہوتی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر خواتین کا تعلق دیہی علاقوں سے ہوتا ہے۔ دیہی علاقوں میں 85 فیصد زچگی کے کیس گھروں پر غیر تربیت یافتہ دائیوں کی نگرانی میں ہوتے ہیں جو خراب کیس سے آگاہ نہیں ہوتیں اور عین وقت پر جب بالکل بے بس ہو جاتی ہیں اور عورت کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں تو گھر والوں سے انہیں اسپتال لے جانے کے لیے کہا جاتا ہے ان میں سے بروقت ٹرانسپورٹ کی دستیابی سب سے بڑا مسئلہ بن جاتی ہے اور بعض اوقات کوئی مرد گھر پر موجود نہیں ہوتا اور کہاں اور کس جگہ پہنچنا ہے خواتین اس سے لاعلم ہوتی ہیں۔ اسی اثناء میں عورت اپنی جان کھو دیتی ہے۔

قومی سروے سے معلوم ہوا ہے کہ زچگی کی اموات کی سب سے بڑی وجہ خون کا زیادہ مقدار میں بہہ جانا ہے آغا خان یونیورسٹی کے ایک سروے کے مطابق 47 فیصد اموات اس وجہ سے ہوتی ہیں خوراک نہ ملنے کے باعث حمل کے دوران عورتیں پہلے ہی بہت کمزور ہو چکی ہوتی ہیں۔ زیادہ بچوں کی پیدائش بھی کمزوری کا باعث ہے لیکن غربت اور مہنگائی بھی اس کے بڑے اسباب میں شامل ہے۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ ایسی اشیاء جو مہنگی اشیاء کی متبادل ہوں ان کا استعمال زیادہ کریں لیکن معاشرے کی روایات اس کے آڑے آتی ہیں۔ عورت خود مکمل طور پر بااختیار نہیں ہوتی کہ اگر وہ بھوک محسوس کر رہی ہے اور سسرال میں رہتے ہوئے وہ سب سے پہلے کھانا کھالے تو اسے اس کی بدتمیزی تصور کیا جائے گا جن گھروں میں وہ خود مختار ہے وہاں بھی یہ روایت ہے کہ سب سے اچھا کھانا مرد کے لیے نکال کر الگ رکھ دیا جاتا ہے پھر بچوں کو کھانا دیا جاتا ہے اور بچا ہوا کھانا عورت کھاتی ہے خواہ وہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

معاشرے میں مردوں کی اس تربیت کی ضرورت ہے کہ حمل کے دوران وہ اپنی بیوی کی خوراک کا خاص خیال رکھے جو اس کے بچوں کے لیے بھی مفید ہے' کم خوراک ملنے کے بعد پیدا ہونے والے بچے ذہنی طور پر بھی زیادہ بہتر نہیں ہوتے۔ غیر تربیت یافتہ دائیوں کی وجہ سے جہاں عورتوں کی جان جاتی ہے وہاں وہ مختلف طرح کی پیچیدگیوں کا شکار ہو جاتی ہیں اور ان میں سے کئی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو ساری زچگی عورت کے لیے روگ بن جاتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں لوگ 13 سال سے 16 سال کی عمر میں بچوں کی شادیاں کر دیتے ہیں جب کہ ابھی ان کی اپنی ہڈیاں بھی مضبوط نہیں ہو پاتیں کہ بچوں کا بوجھ انہیں برداشت کرنا پڑتا ہے جو پیچیدگی کا باعث بنتا ہے اور وہ عورت مسلسل بچے پیدا کرتی ہے اور اسے خدا کی دین سمجھ کر اس میں وقفہ کی بات بھی اپنی زبان پر نہیں لاتی گو کہ آئین کی رو سے عورت اور مرد میں کوئی تفریق نہیں پھر بھی عورتیں خود اس بات کا اقرار کرتی ہیں کہ اگر ہر 20 منٹ کے بعد ایک مرد کو انہی حالات کا سامنا کرنا پڑے تو حالات شاید مختلف ہوں اور پورا معاشرہ حرکت میں آجائے ہر عورت ماں بھی ہے' بہن بھی' بیٹی بھی اس لیے مرد اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس لیے کہ ملک میں اس وقت مردوں کی بالادستی ہے۔ ہر شعبے میں حکومتی اداروں میں پالیسی ساز اداروں میں مردوں کی اکثریت ہے جس کی وجہ سے مردوں کو ہی اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا کہ عورتوں کی صحت کے لیے کوئی مناسب حکمت عملی نہیں اپنائی گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)